خلائی ایڈونچر مکمل از اے حمید (ایڈمنز اردو بکس)

خطرناک سگنل

لاش چل پڑی

کالا جنگل نیلی موت

خلائی سرنگ سے فرار

وہ خلا میں بھٹک گئے

خلائی مخلوق کراچی میں

آسمانی مخلوق کا حملہ

عمران کی زندہ لاش

شہر پتھر بن گیا

خلائی ایڈونچر سیریز
1
سیارہ اوٹان کا زمین پر
خطرناک سگنل

خلائی ایڈونچر سیریز ـــــــــــــــــــ پہلا ناول

خطرناک سِگنل

اے۔ حمید

نونہال ادب
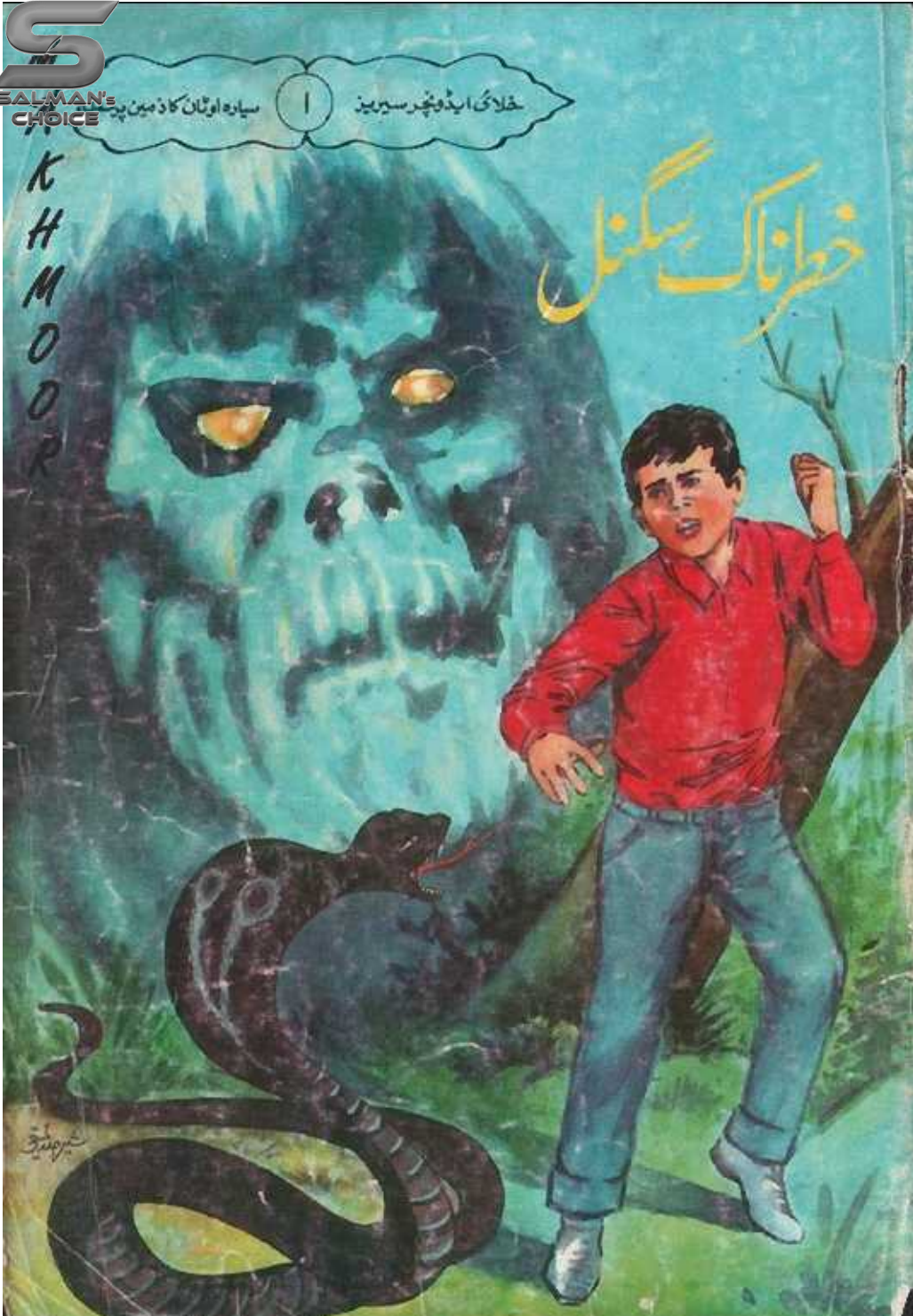
ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

ناشر　:　ہمدرد فاؤنڈیشن پریس
ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی

طابع　:　ماس پرنٹرز، ناظم آباد

اشاعت　:　۱۹۹۰ء

تعداد اشاعت　:　۲۰۰۰

قیمت　:　۱۰ روپے

KHALAI ADVENTURE SERIES—1

KHATARNAK SIGNAL

A. Hameed

Naunihal Adab
Hamdard Foundation Press, Karachi.

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مُقدر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست

تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فِکشن انسان کی قدرت کے چھپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فِکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فِکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

فہرست

خطرناک سگنل

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی ہے۔

شہر کے گلی کوچے سنسان ہیں۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں گہری نیند سو رہے ہیں۔ ریل کے پھاٹک سے تھوڑی دور پرانے قبرستان میں پراسرار اندھیرا چھایا ہے۔ ہر طرف خاموشی ہے۔ دور شہر کی بتیاں ستاروں کی طرح ٹمٹما رہی ہیں۔ پرانے قبرستان کے قریب ہی ایک چھوٹی سی دو منزلہ کوٹھی کی ساری بتیاں بجھی ہوئی ہیں۔ صرف اوپر والی منزل کے ایک کمرے کی بتی جل رہی ہے۔ یہ عمران کا کمرا ہے۔ عمران کے امی ابو سو رہے ہیں۔ نوکر بھی اپنے کواٹر میں سو رہا ہے۔ صرف عمران اپنے کمرے میں جاگ رہا ہے۔ اس نے اپنا ایڈوانسڈ ماڈم کمپیوٹر کھول رکھا ہے۔ عمران اس کمپیوٹر میں ایک ایسا آلہ لگانے کی کوشش کر رہا ہے جس کی مدد سے وہ اپنی ٹیلیفون لائن پر باہر سے آنے والا کوئی بھی پیغام تحریری شکل میں ریکارڈ کر سکے گا۔ اس کے علاوہ وہ ملک کے اندر اور ملک سے باہر اسی قسم کے ماڈم کمپیوٹر سے آنے والے سگنل بھی وصول کر سکے گا اور اپنا کوئی بھی پیغام سگنل کی شکل میں دوسرے کمپیوٹر تک پہنچا سکے گا۔

عمران کو اپنے کمپیوٹر پر نئے نئے تجربے کرنے کا بڑا شوق تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ اپنے کمپیوٹر کو ٹیلی فون لائن سے جوڑ دے اور پھر جب وہ کالج گیا ہوا ہو اور پیچھے اس کا کوئی فون آئے تو وہ سارے کا سارا کمپیوٹر میں محفوظ ہو جائے اور وہ کالج سے واپس آ کر کمپیوٹر چلا کر وہ پیغام تحریری شکل میں پڑھ لے۔ وہ خاص آلے کا تار کمپیوٹر کے تار سے جوڑ رہا تھا کہ باہر کسی کے قدموں کی آواز سُنائی دی۔ عمران کے ہاتھ رُک گئے۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ بند تھا۔ انسانی قدموں کی آواز دروازے کے پاس آ کر رُک گئی۔ عمران سوچنے لگا۔ آدھی رات کو آنے والا یہ کون ہو سکتا ہے۔

"عمران! دروازہ کھولو۔"

یہ عمران کے ابّو کی آواز تھی۔ اس نے جلدی سے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ اس کے ابّو نے کُھلے ہوئے کمپیوٹر پر ایک نگاہ ڈالی اور ہلکی سی ڈانٹ کے ساتھ کہا:

"یہ تم اتنی رات گئے کیا کر رہے ہو؟"

عمران نے بڑے ادب سے کہا:

"ابّو جان! میں اپنے ٹیلی فون کو کمپیوٹر سے جوڑ رہا ہوں۔ پھر ہم ریسیور اُٹھائے بغیر ٹیلی فون پر کی گئی باتیں کمپیوٹر کی اسکرین پر پڑھ لیا کریں گے۔"

عمران کے ابّو نے ذرا سختی سے کہا:

"بس بہت ہو گیا۔ اب سو جاؤ۔ صبح کالج بھی جانا ہے۔ تمھیں پتا ہے رات کے دو بجنے والے ہیں۔ بند کرو بتی اور سو جاؤ۔"

"جی ابّا جان!"

عمران تاروں وغیرہ کو سمیٹنے لگا۔ دیوار کے ساتھ اس کا بستر لگا تھا۔ اس کے ابّو چلے گئے۔ عمران نے ہمیشہ اپنے ابّو کا کہنا مانا تھا۔ اس نے سوچا باقی کام کل کروں گا۔ اب سو جانا چاہیے۔ ویسے بھی اتنی رات تک

جاگتے رہنا صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس نے اپنا بستر ٹھیک کیا۔ باتھ روم میں جا کر دانت صاف کیے اور کمپیوٹر کا سوئچ بند کرنے کے لیے میز کی طرف بڑھا۔ ابھی اس نے سوئچ بند کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ کمپیوٹر کی اسکرین پر سگنل اُبھرنے لگے۔ اس کا ہاتھ وہیں رُک گیا۔ وہ حیران ہوا کہ ابھی اس نے اپنے کمپیوٹر ماڈم کے ساتھ سگنل وصول کرنے والا آلہ لگایا ہی نہیں پھر اسکرین پر یہ سگنل کیسے آنے لگے؟

وہ جُھک کر کمپیوٹر کی اسکرین کو دیکھنے لگا۔ یہ سگنل مشینی زبان میں آٹھ آٹھ ہندسوں کے کوڈ میں آ رہے تھے۔ عمران کمپیوٹر کی یہ مشینی زبان سمجھتا تھا۔ پہلے ۰۱۰۰۱۱۱۰ کے آٹھ ہندسے اُبھرے۔ اُس کے بعد تھوڑی تھوڑی تبدیلی کے ساتھ یہ ہندسے اُبھرتے چلے گئے۔ یہ بڑے پراسرار سگنل تھے اور کچھ معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آ رہے ہیں۔ عمران اتنی جلدی انھیں سمجھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے جلدی جلدی ساتھ ساتھ ان سگنلوں کو کاپی پر لکھنا شروع کر دیا۔ یہ مشینی زبان کے کوڈ کی چار سطریں تھیں۔ اس کے بعد سگنل اچانک بند ہو گئے۔ ہندسے غائب ہو گئے اور ایک عجیب سی سیٹی کی آواز بلند ہو کر خاموش ہو گئی۔ عمران نے کمپیوٹر کو کُھلا ہی رہنے دیا۔ کمرے کی بتی بُجھا کر ٹیبل لیمپ روشن کر لیا تا کہ باہر سے زیادہ روشنی نظر نہ آ سکے۔ کاپی پر لکھے ہوئے مشینی زبان کے سگنل اس کے سامنے تھے۔ وہ اسی لمحے ان سگنلز کو اپنی زبان میں کھولنے کی کوشش میں لگ گیا۔ جوں جوں سگنل کُھل رہے تھے اور تحریری شکل میں آ رہے تھے عمران کی آنکھیں حیرت سے کُھلتی جا رہی تھیں اور دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی تھی۔

یہ سگنل کسی خلائی مخلوق کے تھے جو ہمارے نظامِ شمسی سے بھی باہر کسی دُور دراز نامعلوم سیارے سے بھیجے جا رہے تھے۔ جب عمران

سے سارے پُراسرار سگنل اپنی زبان میں ترجمہ کر لیے تو اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ پڑھا۔ لکھا تھا:
"اس دُنیا کے وقت کے مطابق کل رات ٹھیک ایک بجے خلائی تابوت پہنچ رہا ہے۔ اس کے بعد تم لوگوں کو اپنا قاتل مشن شروع کر دینا ہو گا۔ گریٹ کنگ کا یہ حکم ہے۔ قبرستان کے پیچھے انتظار کرنا۔"
عمران یہ خطرناک خلائی سگنل پڑھ کر پریشان ہو گیا۔ اسے خیال آیا کہیں سگنل کے ترجمہ کرنے میں اس سے کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی۔ اس نے ایک بار پھر بڑی احتیاط کے ساتھ مشینی زبان کے خفیہ ہندسوں کا سنبھل سنبھل کر ترجمہ کیا۔ پھر وہی تحریر نکلی۔ اب کسی قسم کے شک شبے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ عمران نے ان ہندسوں کی لمبائی اور ان کے درمیانی وقفوں کو جب اپنے کمپیوٹر کی مدد سے ناپا تو اس پر یہ راز کھلا کہ یہ سگنل ہمارے نظامِ شمسی سے دور کسی دوسرے نظامِ شمسی سے آئے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ ہمارے نظامِ شمسی سے بھی آگے کسی دور دراز نظامِ شمسی کے سیارے کی مخلوق اس دنیا پر کوئی قاتل مشن شروع کرنے والی تھی۔
باہر سے عمران کے ابو کی کرخت آواز آئی۔
"تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟ سوئے کیوں نہیں؟"
"سو رہا ہوں ابا جان!"
یہ کہہ کر عمران نے کمپیوٹر بند کر کے ٹیبل لیمپ بجھا دیا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ خلائی سگنل کی تحریر والی کاپی اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے کاپی بند کر کے تکیے کے نیچے رکھ لی اور آنکھیں بند کر لیں۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس نے ایک ایسا تباہ کن خلائی پیغام پکڑ لیا تھا کہ جس کو پڑھنے کے بعد اس کی نیند اُڑ گئی تھی۔ کل رات ایک بجے کسی اجنبی نظامِ شمسی کے سیارے سے ایک

خلائی تابوت نیچے آنے والا تھا۔ ظاہر ہے کہ جہاں یہ خلائی تابوت پہنچایا جا رہا تھا وہاں کوئی نہ کوئی خلائی مخلوق اسے وصول کرنے کے لیے ضرور موجود ہو گی۔ اسی مخلوق کو یہ پیغام سگنل کے ذریعہ سے پہنچایا گیا تھا۔ سگنل کے آخر میں کہا گیا تھا کہ قبرستان کے پیچھے انتظار کرنا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس خلائی مخلوق کی خفیہ کمیں گاہ قبرستان کے پیچھے ہی کسی جگہ پر ہو گی۔ ایک قبرستان تو ریلوے پھاٹک کے پار ویران ٹیلوں کے درمیان عمران کی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر ہی تھا۔ کیا اس قبرستان کے پیچھے خلائی مخلوق نے اپنی خفیہ کمیں گاہ بنا رکھی ہے؟ وہ سوچنے لگا۔

عمران کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ کوئی اس کی بات پر یقین نہیں کرے گا۔ لوگ اسے پاگل سمجھیں گے۔ اگر اس نے پولیس کو اطلاع کی تو پولیس والے بھی اس کا مذاق اڑائیں گے۔ کیوں کہ اس کے پاس یہ ثابت کرنے کے لیے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا کہ یہ سگنل کسی خلائی مخلوق کے ہیں جو اس دنیا کو تباہ کرنے کا کوئی پروگرام شروع کرنے والی ہے۔ اچانک اسے شیبا کا خیال آ گیا۔ وہ صبح شیبا کو یہ سب کچھ بتا دے گا۔ شیبا عمران کی چچازاد بہن بھی تھی اور اس کے ساتھ کالج میں بھی پڑھتی تھی۔ وہ بھی عمران کی طرح سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی۔ اسے کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا بھی علم تھا۔ اس خیال کے ساتھ عمران نے کچھ سکون سا محسوس کیا اور وہ سو گیا۔

دوسرے روز وہ کالج گیا تو باغیچے میں بیٹھ کر شیبا کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اسے شیبا کالج کے گیٹ میں داخل ہوتی دکھائی دی۔ عمران لپک کر اس کی طرف بڑھا اور بولا۔

”شیبا! مجھے تم سے ایک بڑی ضروری بات کرنی ہے۔ اگر فرصت ہو تو ذرا میرے ساتھ آؤ۔“

شیبا نے کتابیں اٹھا رکھی تھیں۔ ہنس کر بولی:

"میرا تو ابھی پیریڈ ہے۔ پیریڈ کے بعد ہی میں تم سے کوئی بات کر سکوں گی۔"

عمران نے اپنے الفاظ پر زور دے کر کہا۔

"شیبا! یہ بڑی ضروری بات ہے۔ تم آج کلاس میں مت جاؤ۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" شیبا نے جواب دیا۔ "میں کلاس نہیں چھوڑ سکتی۔ پیریڈ کے بعد ملوں گی۔ بائی بائی۔"

یہ کہہ کر شیبا تیز تیز قدموں سے اپنے کلاس روم کی طرف چل دی۔ عمران سر پکڑ کر رہ گیا۔ اس کا پیریڈ خالی تھا۔ وہ باغیچے کی خالی بنچ پر بیٹھ گیا۔ خلائی سگنل کی تحریر والا پرچہ اس کی جیب میں ہی تھا۔ اس نے پرچہ نکال کر کھولا اور ایک بار پھر خطرناک خلائی سگنل کو پڑھا۔ اس کا کلاس فیلو شہباز اسے دیکھ کر قریب آ گیا اور ہنس کر بولا:

"کس کا خط پڑھ رہے ہو عمران؟ ذرا ہمیں بھی دکھاؤ۔"

عمران نے جلدی سے کاغذ جیب میں رکھ لیا اور بولا:

"خط نہیں ہے۔ میری امی نے مارکیٹ سے کچھ چیزیں لانے کے لیے کہا تھا۔ وہی لسٹ دیکھ رہا تھا۔"

شہباز اس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ عمران کا دماغ اس کی بے کار باتوں کے لیے بالکل حاضر نہیں تھا۔ مگر مجبوری تھی۔ وہ اس کی باتوں کا ہوں ہاں سے جواب دیتا رہا۔ شہباز نے اس کی طرف دیکھ کر کہا:

"کیا بات ہے عمران! تم مجھے کچھ پریشان سے دکھائی دیتے ہو۔"

عمران نے جلدی سے کہا:

"نہیں بھئی۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں کیوں پریشان ہونے لگا۔"

شہباز کتابیں سنبھالتا ہوا اٹھا اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ اس کی کلاس

شروع ہونے والی ہے۔ اس کے جانے کے بعد عمران نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب اسے شیبا کا بڑی شدت سے انتظار تھا۔ باغیچے کی گھاس پر دھوپ کھلی ہوئی تھی۔ موسم بڑا خوش گوار تھا۔ مگر عمران کو سخت بے چینی لگی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح شیبا آ جائے اور اسے خلائی سگنل پڑھائے اور بتائے کہ اس دُنیا پر کوئی پراسرار خلائی مخلوق حملہ کرنے والی ہے اور ہماری خوب صورت دُنیا کی سلامتی سخت خطرے میں ہے۔ بڑی مشکل سے پون گھنٹہ گزرا اور شیبا کی کلاس ختم ہو گئی۔

عمران جلدی سے برآمدے کی طرف بڑھا۔ شیبا اپنی ایک سہیلی کے ساتھ باتیں کرتی کلاس سے باہر نکل رہی تھی۔ وہاں کالج میں سب کو معلوم تھا کہ شیبا عمران کی چچازاد بہن ہے۔ عمران کو دیکھ کر شیبا اس کے پاس آ گئی اور بولی:

"اب کہو وہ کون سی ضروری بات تھی جو تم کرنا چاہتے تھے؟"

عمران نے کہا:

"باغ کے کونے میں آ جاؤ۔ وہاں خالی بنچ پر بیٹھ کر تمھیں سب کچھ بتاتا ہوں۔"

شیبا نے مسکرا کر پوچھا، "آخر بات کیا ہے عمران؟ تم یہ ڈرامہ کیوں کر رہے ہو؟"

عمران کا چہرہ بڑا سنجیدہ تھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دونوں باغ کے کونے والی خالی بنچ پر آ کر بیٹھ گئے۔ وہاں ان دونوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ تب عمران نے کہا:

"شیبا! میں تمھیں ایک ایسا خطرناک راز بتانے والا ہوں جس کا ابھی تک سوائے میرے اس دُنیا کی کسی مخلوق کو علم نہیں ہے۔"

شیبا ہنس کر بولی، "کیا کوئی زلزلہ آنے والا ہے عمران؟"

عمران نے سنجیدگی سے کہا:
"شاید زلزلے سے بھی زیادہ بھیانک بات ہونے والی ہے۔"
اب شیبا بھی سنجیدہ ہو گئی۔ اس نے کہا:
"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"
عمران نے جیب سے پراسرار خلائی سگنل کی ترجمہ کی ہوئی تحریر والا پرچہ نکال کر شیبا کو دیا اور کہا:
"کل رات میں نے ایک خطرناک خلائی سگنل پکڑا ہے شیبا، یہ مشینی زبان میں تھا۔ میں نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اسے پڑھو۔"
شیبا نے خلائی سگنل دو تین بار غور سے پڑھا۔ عمران کہنے لگا۔
"تم میرے مزاج سے اچھی طرح واقف ہو شیبا۔ میں نے کبھی کسی سے اس قسم کا مذاق نہیں کیا اور تم یہ جانتی ہو کہ میں جھوٹ سے نفرت کرتا ہوں۔"
پھر عمران نے شیبا کو ساری بات کھول کر بیان کر دی کہ کس طرح رات دو بجے کے بعد وہ کمپیوٹر کو ٹیلی فون لائن سے جوڑ رہا تھا کہ اچانک کمپیوٹر کی اسکرین پر ایک پراسرار سگنل ابھرنے لگا۔ شیبا نے بڑے غور سے ایک بار پھر خلائی سگنل پڑھا اور عمران کی طرف دیکھ کر پوچھا۔
"اس سگنل کے کوڈ جس کتنے ہندسوں میں تھے؟"
"آٹھ ہندسوں میں تھے۔ کوڈ آٹھ جس میں ہی ہوتے ہیں۔"
عمران نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ شیبا ایک بار پھر خلائی تحریر پڑھنے لگی۔ عمران نے کہا:
"کیا تم سمجھتی ہو کہ یہ غلط سگنل بھی ہو سکتے ہیں؟"
شیبا کی نظریں خلائی تحریر والے کاغذ پر جمی تھیں۔ کہنے لگی۔
"غلط سے کیا مراد ہے؟ آخر تمہارے کمپیوٹر کی اسکرین پر ان سگنلوں کی تحریر ابھری تھی اور تمہارا کمپیوٹر ۳۸۶ مشین والا ایڈوانسڈ

کمپیوٹر ہے۔ ماڈم ہے۔ یہ جدید ترین کمپیوٹر ہے۔ اس پہ آیا ہوا سگنل غلط کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ خلائی سگنل ہی ہے جو زمین پر موجود کسی خلائی مخلوق کے کمپیوٹر پر دیا گیا ہے۔"

عمران کو بڑا حوصلہ ہوا کہ شیبا نے اس کی بات پر یقین کر لیا تھا۔ اس نے کہا:

"میں نے سگنل کے ہندسوں کے وقفوں کو ناپا تھا۔ اس سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ سگنل ہمارے نظام شمسی سے نہیں بلکہ کسی ایسے خلائی سیارے سے بھیجے گئے ہیں جو کسی دوسرے نظام شمسی میں واقع ہے اور جہاں کسی گریٹ کنگ کی حکومت ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ گریٹ کنگ کا یہ حکم ہے۔ یہ لوگ ہماری دنیا میں کوئی قاتل مشن شروع کرنے والے ہیں جس کے لیے ایک خلائی تابوت آج رات ایک بجے ہماری زمین پر پہنچنے والا ہے۔"

شیبا نے عمران کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکا ہلکا خوف سا اُبھر رہا تھا۔ کہنے لگی:

"سگنل میں ہدایت کی گئی ہے کہ قبرستان کے پیچھے انتظار کرنا۔ اس کا مطلب ہے کہ جس خلائی مخلوق کو یہ سگنل بھیجا گیا ہے اس کا خفیہ ٹھکانہ یا لیبوریٹری کسی قبرستان کے پیچھے ہے۔"

عمران نے کہا:

"ایک پُرانا قبرستان تو ہماری کوٹھی کے قریب ہی ہے۔ ہو سکتا ہے اسی قبرستان کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔"

شیبا جیسے گہری سوچ میں تھی۔ بولی:

"یہ شہر کا کوئی دوسرا قبرستان بھی ہو سکتا ہے اس کے لیے مجھے سگنل کی اصلی تحریر کو دیکھنا ہو گا۔ مجھے گھر چل کر وہ سگنل دکھاؤ جس کا تم نے ترجمہ کیا ہے۔"

عمران نے اسی وقت شیبا کو ساتھ لیا اور ٹیکسی میں سوار ہو کر اپنی کوٹھی میں آ گیا۔ اس کے ابو دفتر گئے ہوئے تھے۔ امی نوکرانی سے گھر کی صفائی وغیرہ کروا رہی تھیں۔ شیبا کو دیکھ کر بولیں:
"شیبا بیٹی آئی ہے۔ کہو امی کیسی ہیں؟"
شیبا نے بڑے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا:
"امی بالکل ٹھیک ہیں آنٹی۔ عمران نے نیا کمپیوٹر لیا ہے نا۔ بس وہی دیکھنے آ گئی ہوں۔"
عمران کی امی بولیں:
"بیٹی اس کو سمجھاؤ۔ آدھی آدھی رات تک نئے کمپیوٹر کو لیے بیٹھا رہتا ہے۔ رات تو اس کے ابو نے بھی اسے ڈانٹا۔"
عمران بولا، "امی جان! وہ تو میں ٹیلی فون لائن جوڑ رہا تھا۔ اب رات کو نہیں جاگا کروں گا۔ آؤ شیبا بہن! تمھیں اپنا نیا کمپیوٹر دکھاؤں۔"
دونوں اوپر والے کمرے میں آ گئے۔ عمران نے جلدی سے اصلی خلائی سگنل کی نقل نکال کر شیبا کو دکھائی جس میں چار سطروں میں آٹھ آٹھ ہندسوں کی ٹکڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ ان ٹکڑیوں میں زیرو اور ایک کا ہندسہ ہی استعمال کیا گیا تھا جیسا کہ ماڈم کمپیوٹر کی مشین زبان میں ہوتا ہے، مگر ہر ٹکڑی میں زیرو اور ایک کا ہندسہ بدل بدل کر آیا تھا۔ شیبا کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے ان ہندسوں کو کمپیوٹر میں فیڈ کر کے انھیں اسکرین پر ابھارا اور ان ہندسوں کے درمیانی فاصلوں کی مدد سے اس قبرستان کی سمت نکالنے کی کوشش کرنے لگی جہاں رات کو ایک بجے خلائی تابوت اترنے والا تھا اور جس قبرستان کی طرف سگنل میں اشارہ کیا گیا تھا۔
عمران بھی شیبا کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ دونوں کی نظریں کمپیوٹر کی

اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ شیبا کاغذ پر ساتھ ساتھ کچھ لکھتی بھی جا رہی تھی۔ پندرہ بیس منٹ کی کوشش کے بعد شیبا نے کمپیوٹر اوف کر دیا اور کاغذ پر ایک طرف پنسل سے تیر کا نشان لگاتے ہوئے بولی:

"میرے حساب کے مطابق جس قبرستان کی طرف اس سگنل میں اشارہ کیا گیا ہے وہ تمھاری کوٹھی کے علاقے والا قبرستان نہیں ہے بلکہ یہ شمال مغرب کی طرف واقع ہے اور شمال مغرب کی طرف شہر کا وہ سب سے پُرانا قبرستان ہے جو اب ویران ہو گیا ہے اور جہاں کوئی اپنے مُردے دفن کرنے نہیں لے جاتا کیوں کہ اس قبرستان کے بارے میں کم زور عقیدے والے لوگوں نے مشہور کر دیا ہے کہ وہاں بدروحوں کا بسیرا ہے۔"

عمران نے کاغذ پر ایک نگاہ ڈالی اور بولا:

"ہمیں اس بارے میں پورا یقین ہونا چاہیے کہ قبرستان کون سا ہے۔ کیوں کہ میں آج رات اس قبرستان میں چھُپ کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہاں خلائی تابوت کس طرح سے لایا جاتا ہے اور میں اس خطرناک خلائی مخلوق کے خفیہ اڈے یا لیبوریٹری کا بھی سراغ لگا کر وہاں کی تصویریں بنانا چاہتا ہوں تا کہ ہمارے پاس کوئی ثبوت آ جائے اور پھر پولیس کے ساتھ چھاپہ مار کر اس خلائی مخلوق کو پکڑنے اور اپنی خوب صورت دنیا اور پیارے وطن کو آنے والی آفت سے بچانے کی کوشش کی جائے۔"

شیبا نے گہرا سانس بھرا اور بولی:

"عمران! میرا حساب کبھی غلط نہیں ہوتا۔ یہ آسیبی قبرستان ہی ہے۔ مگر کیا تم رات کو خود وہاں جانا چاہتے ہو؟"

عمران نے کہا، "اگر میں نہ گیا تو اس خلائی مخلوق کا مقابلہ کس طرح کیا جائے گا؟ مجھے یقین ہے کہ جس خلائی تابوت کا سگنل میں ذکر ہے اسے کسی اُڑن طشتری کے ذریعہ سے قبرستان کے پیچھے اتارا

جائے گا۔ میں اس کی تصویر لے لوں گا۔ پھر پولیس کو مجھ پر اعتبار کرنا ہی پڑے گا۔ ورنہ ہماری بات کا کسی کو یقین نہیں آئے گا۔"
شیبا اُٹھ کر کمرے میں بے چینی سے ٹہلنے لگی۔
"عمران! میرا خیال ہے کہ ہمیں انسپکٹر جنرل پولیس کو خبر کر دینی چاہیے۔"
عمران بولا، "کوئی یقین نہیں کرے گا شیبا۔ آئی جی صاحب بھی یہی سمجھیں گے کہ میرا دماغ چل گیا ہے، لیکن جب میں انھیں اُڑن تشتری کی تصویر دکھاؤں گا تو انھیں یقین کرنا ہی پڑے گا۔ اس لیے میرا آج رات کو آسیبی قبرستان میں جانا ضروری ہے۔ شیبا! بہت ضروری ہے۔ میں اپنا کیمرا ساتھ لے کر جاؤں گا۔ میں فلیش کے بغیر اڑن تشتری کی تصویر بناؤں گا۔ فلیش کی چمک سے خلائی مخلوق کو میرا پتا چل سکتا ہے۔"
شیبا نے عمران کی طرف غور سے دیکھا اور فکر مند لہجے میں کہا:
"عمران بھائی! شاید تمھیں اس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ تم کتنے خطرناک مشن پر جا رہے ہو۔ وہ خلائی مخلوق یہاں قاتل مشن لے کر آ رہی ہے۔ اگر اس نے اپنے کسی خاص آلے کی مدد سے تمھیں دیکھ لیا تو تمھاری جان خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ میں تمھیں یہی مشورہ دوں گی کہ آسیبی قبرستان میں جانے کا خیال دل سے نکال دو۔ ہم ابھی انسپکٹر جنرل پولیس کے پاس چلتے ہیں اور انھیں ساری بات بتا دیتے ہیں۔ پولیس خود سارا انتظام کرے گی۔"
عمران کہنے لگا:
"کوئی یقین نہیں کرے گا شیبا۔ سب ہمیں پاگل کہیں گے۔ اپنے ملک اور یہاں کے رہنے والے بہن بھائیوں کی سلامتی کی خاطر مجھے یہ خطرہ مول لینا ہی ہو گا۔ میں ضرور جاؤں گا رات کو۔ زندگی، موت

تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور پھر موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اگر میرا وقت ابھی نہیں آیا تو دُنیا کی کوئی طاقت میرا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ تم اطمینان رکھو۔"

شیبا نے کہا،" تو پھر میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔"

عمران بولا،" تم آدھی رات کو گھر سے کیسے نکل سکو گی؟ نہیں نہیں۔ تمھیں میرے ساتھ جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اکیلا ہی جاؤں گا۔ بس تم کسی سے ابھی اس کا ذکر مت کرنا۔"

شیبا کہنے لگی،" مگر اس میں تمھاری جان کو خطرہ ہے عمران! خلائی مخلوق تمھیں ضرور دیکھ لے گی اور پھر...."

عمران نے بات کاٹتے ہوئے کہا:

"یہ ہمارے ملک کی سلامتی کا معاملہ ہے شیبا میں اپنی جان پر کھیل کر بھی یہ خطرہ ضرور مول لوں گا۔ اللہ میرے ساتھ ہے۔"

شیبا چُپ ہو گئی۔ وہ عمران کی ضدی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی کہ جب وہ کوئی فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اس پر قائم رہتا ہے اور یہ تو واقعی دنیا اور اپنے پیارے ملک کے کروڑوں لوگوں کی سلامتی کا معاملہ تھا۔ عمران کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔ اس نے صرف اتنا کہا،" اپنے ساتھ پستول لے جانا۔ تمھارے ابّو کے پاس لائسنس والا پستول ہے۔ میں تمھارے لیے نماز پڑھ کر اللہ میاں سے دعا کروں گی۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی حفاظت میں رکھے۔" تھوڑی دیر بعد شیبا ٹیکسی میں بیٹھ کر کالج چلی گئی اور عمران دوسری ٹیکسی میں بیٹھ کر آسیبی قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ دن کے وقت اس قبرستان کا ایک جائزہ لینا چاہتا تھا۔

خلائی تابوت اُترتا ہے

عمران نے قبرستان سے پہلے ہی ٹیکسی چھوڑ دی۔
یہ علاقہ ویران اور غیر آباد تھا۔ دُور دُور تک کوئی آبادی نہیں تھی۔ جس طرف آسیبی قبرستان تھا اس طرف کوئی سڑک بھی نہیں تھی۔ کبھی ایک کچا راستہ قبرستان کی طرف جاتا تھا۔ مگر جب سے یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ وہاں بدروحوں کا بسیرا ہے یہ راستہ بھی ہٹ گیا تھا اور وہاں خشک کانٹے دار جنگلی جھاڑیاں اُگ آئی تھیں۔ یہ آسیبی قبرستان چھے سات چھوٹی چھوٹی بنجر، سواری پہاڑیوں کے درمیان واقع تھا۔ عمران خشک ریتلی زمین پر جھاڑیوں میں سے گزرتا قبرستان کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ عمران بدروحوں پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ اس کے دل میں اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں تھا۔ وہ سچا مسلمان تھا۔ چناں چہ ایک سچے مسلمان کی طرح اس کا دل اللہ کے خوف کے سوا ہر خوف سے پاک تھا۔ اس کا ایمان تھا کہ جس مسلمان کے دل میں اللہ کا ڈر خوف ہو اس سے دنیا کی ہر شے ڈرتی ہے، لیکن جس کے دل میں اللہ کا خوف نہ ہو اسے دُنیا کی ہر شے ڈراتی ہے۔ احتیاط کے طور پر عمران آسیبی قبرستان کے پُرانے شکستہ دروازے کی بجائے پیچھے کی طرف دو ٹیلوں کے درمیان سے گزر کر دیوار کے پاس آیا۔ یہاں سے قبرستان کی دیوار ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ دیوار کے

پاس رک گیا اور دن کی روشنی میں قبرستان کو دیکھنے لگا۔ قبرستان میں دن کے وقت بھی موت کا سناٹا تھا۔ ٹوٹی پھوٹی قبروں کے پتھروں میں جگہ جگہ خشک گھاس اُگی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں سوکھے ٹنڈ منڈ درخت بھی تھے۔ کچھ قبروں کے چبوترے بھی تھے۔ ایک پرانی قبر پر پتھر کی چھتری بنی ہوئی تھی۔ عمران قبرستان میں داخل ہو گیا۔

ساری قبروں کی حالت خستہ ہو رہی تھی۔ کوئی قبر سلامت نہیں تھی۔ لوگ سنگِ مرمر کے کتبے اُٹھا کر لے گئے تھے۔ قبروں کے پتھر اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ کئی قبریں بیٹھ گئی تھیں۔ ان میں گڑھے پڑ گئے تھے۔ ایک گڑھے میں عمران کو مُردے کی ہڈیاں بھی نظر آئیں۔ عمران درخت کے پیچھے سے نکل کر سامنے آیا تو ایک قبر کے پاس انسانی کھوپڑی پڑی تھی۔ عمران نے کلمہ شریف پڑھا اور مُردے کی کھوپڑی کو اُٹھا کر قبر کے گڑھے میں بڑے احترام سے رکھ دیا۔ پھر اس نے ہاتھ اُٹھا کر سورہ فاتحہ پڑھی اور مرے ہوئے کی مغفرت کے لیے اللہ کے حضور دعا کی۔ وہ سارے قبرستان میں گھوم گیا۔ اسے کسی جگہ ایسا کوئی نشان نہ ملا جس سے یہ ثابت ہوتا کہ یہاں خلائی مخلوق نے کوئی خفیہ لیبوریٹری قائم کر رکھی ہے۔

وہ سوچنے لگا کہ اس قبرستان میں رات کو خلائی تابوت کہاں اُتر سکتا ہے۔ پھر اسے خیال آیا کہ سگنل میں یہ اشارہ دیا گیا تھا کہ خلائی تابوت کا قبرستان کے پیچھے انتظار کرنا۔ اس کا مطلب ہے کہ خلائی مخلوق نے قبرستان کے پیچھے اپنی کوئی خفیہ کمین گاہ بنا رکھی ہو گی۔ عمران آسیبی قبرستان کی ڈیوڑھی کے پاس آ کر رک گیا۔ ڈیوڑھی کی دیوار ایک طرف سے آدھی گری ہوئی تھی اور اس پر خشک گھاس اُگی ہوئی تھی۔ یہ قبرستان کا سامنے والا دروازہ ہوا کرتا تھا۔ اس حساب سے قبرستان کا پچھلا حصہ جنوب کی طرف ہی ہو سکتا تھا۔ عمران قبروں میں سے گزرتا جنوب کی

طرف آ گیا۔ یہاں قبرستان کی دیوار گری ہوئی تھی اور ایک کچی پگ ڈنڈی درٹیلوں کی طرف جاتی تھی۔ عمران نے جھک کر زمین کو دیکھا۔ وہاں اسے کسی خلائی مخلوق کے قدموں کے نشان دکھائی نہ دیے۔ اس نے گھوم کر ٹیلوں کا جائزہ لیا۔ ٹیلے بالکل ویران تھے۔ وہاں کوئی غار یا شگاف نہ تھا۔ عمران ایک پُرانی قبر کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اچانک اسے سانپ کے پھنکار کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک دَم دوسری طرف ہوگیا پلٹ کر دیکھا کہ ایک سیاہ کالا سانپ زمین سے تین فیٹ بلند ہو کر پھن اُٹھائے اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس کی لال زبان بار بار نکل رہی تھی

عمران نے ایسا خوف ناک پھن دار سانپ زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سانپ اپنی جگہ ساکت تھا۔ عمران آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا گیا۔ سانپ نے کوئی حرکت نہ کی۔ عمران کا خیال تھا کہ شاید سانپ لپک کر اس کو ڈسنے کی کوشش کرے گا مگر سانپ اسی طرح اپنی لال لال آنکھوں سے ٹکٹکی باندھے تک رہا تھا۔ عمران نے سوچا کہ اسے مار ڈالنا چاہیے نہیں تو ہو سکتا ہے رات کے وقت وہ اسے ڈس لے۔ اس نے ایک قبر پر سے پتھر اُٹھا کر سانپ پر دے مارا۔ پتھر سانپ کے پھن کے قریب سے ہو کر نکل گیا۔ سانپ نے پھر بھی حملہ کرنے کی کوشش نہ کی۔ عمران نے دوسری بار پتھر اُٹھایا تو سانپ بجلی کی طرح اپنی جگہ سے اُچھلا اور دوسرے لمحے وہ عمران کے اوپر تھا۔ عمران کا سارا جسم دہشت سے کانپنے لگا۔ سانپ نے عمران کی گردن کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور اپنا پھن اس کے چہرے کے قریب لا کر آہستہ آہستہ پھنکار رہا تھا۔ عمران دل میں کلمہ پڑھ کر اللہ کو یاد کرنے لگا۔ سمجھ گیا کہ موت کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ یہ سانپ اسے چھوڑے گا نہیں۔ ابھی اسے ڈس لے گا اور پھر وہ موت کی آغوش میں پہنچ جائے گا۔ مگر حیرانی کی بات تھی کہ سانپ نے ابھی تک عمران کو کچھ نہیں کہا تھا۔ حال آں کہ

عمران نے اس کو پتھر مار کر کچلنے کی کوشش بھی کی تھی۔ سانپ کی دھیمی دھیمی پھنکار سے عمران کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔
اچانک سانپ نے عمران کی گردن کے گرد اپنی گرفت ڈھیلی کر دی اور پھر اس کی گردن سے اُتر کر ایک قبر کے سوراخ کی طرف رینگنے لگا۔ عمران پر ابھی تک دہشت طاری تھی۔ سانپ نے قبر کے سوراخ میں اُترنے سے پہلے عمران کی طرف پلٹ کر دیکھا اور پھر بڑے آرام سے قبر میں گھس گیا۔ جب سانپ کی دُم بھی سوراخ میں چلی گئی تب کہیں جا کر عمران کو ہوش آیا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ جان بچ گئی۔ مگر یہ بات ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ سانپ نے اسے ڈسا کیوں نہیں۔ جب کہ وہ غصّے میں بھی تھا۔ عمران یہی سمجھا کہ اللہ میاں کو اسے بچانا تھا سو بچا لیا۔ وہ اب تیز تیز قدموں کے ساتھ قبرستان سے باہر نکل گیا۔ اس نے رات کے وقت چھپنے کے لیے ایک جگہ چُن لی تھی۔ قبرستان سے نکلنے کے بعد وہ اپنے کالج پہنچ گیا۔ ایک پیریڈ رہتا تھا۔ وہ پڑھا اور پھر واپس گھر آ گیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آ کر خلائی سگنل کے ہندسوں کو ایک بار پھر کمپیوٹر پر پروجیکٹ کر کے ان کا مطالعہ کرنے لگا۔ اتنے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے شیبا کی آواز آئی۔
"کیا تم قبرستان گئے تھے؟"
"ہاں! مگر تمھیں کیسے پتا چلا؟" عمران نے پوچھا۔
شیبا نے ہنس کر کہا:
"میں نے قیاس لگایا تھا کہ تم ضرور آسیبی قبرستان گئے ہو گے۔ کسی بدروح سے تو ملاقات نہیں ہوئی؟"
عمران بھی ہنس دیا۔ بولا:
"بدروح تو نہیں لیکن ایک کالے سانپ سے ضرور آمنا سامنا ہو گیا تھا۔"

پھر عمران نے شیبا کو سارا واقعہ سنایا۔ شیبا نے کہا:
"تم خوش قسمت ہو۔ اللہ نے تمھیں بچا لیا۔ اب رات کو اس طرف مت جانا۔"
عمران نے فکر مند سا ہو کر پوچھا:
"شیبا! کیا تمھیں یقین ہے کہ خلائی مخلوق نے اسی قبرستان کی طرف اشارہ کیا ہے؟"
شیبا کی آواز آئی:
"مجھے سو فیصد یقین ہے عمران۔ میرا حساب کیلکولیٹر کی طرح ہوتا ہے۔ وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ تم قبرستان میں اپنی حفاظت کرنا۔ اور ہاں ڈیڈی کا پستول ضرور ساتھ لیتے جانا۔"
عمران بولا، "اس کی تم فکر نہ کرو۔ میں ایک نیک مہم پر جا رہا ہوں۔ اللہ میری حفاظت کرے گا مجھے اس کا یقین ہے۔ میرا مشن خلقِ خدا کو ایک انسان دشمن خلائی مخلوق کی تباہ کاریوں سے بچانا ہے۔"
شیبا نے کہا:
"اللہ تمھاری حفاظت کرے گا۔ وہاں سے آتے ہی مجھے فون کرنا۔ میں جاگ رہی ہوں گی اور فون بھی میں نے اپنے سرہانے رکھا ہوگا۔"
"اوکے۔" عمران نے کہا۔ "میں قبرستان سے آتے ہی تمھیں ٹیلی فون کروں گا۔"

شیبا نے اللہ حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ عمران نے ایک چھوٹے مگر بڑے طاقت ور کیمرے کا پہلے ہی سے بندوبست کر رکھا تھا۔ یہ کیمرا ہلکی روشنی میں بغیر فلیش کے بھی تصویر کھینچ سکتا تھا۔ رات کا کھانا عمران نے اپنی امی ابو کے ساتھ کھایا۔ نماز پڑھنے کے بعد اس نے اللہ سے اپنی سلامتی اور مہم میں کامیابی کی دعا مانگی اور اپنے کمرے میں آکر بستر پر لیٹ کر پڑھنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کے ابو جان کا

پستول ڈرائینگ روم کی ایک الماری میں پڑا ہوتا ہے۔ اس نے بارہ بجے کا الارم لگایا اور چادر اوڑھ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ دو ایک گھنٹے آرام کر لینا چاہتا تھا۔ اسے نیند آ گئی۔ ٹھیک بارہ بجے رات گھڑی کے الارم نے اسے جگا دیا۔

عمران نے جاگتے ہی الارم بند کیا۔ کلمہ شریف پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیرا اور جلدی سے بستر چھوڑ کر تیار ہونے لگا۔ اس نے کالی پتلون اور کالی جیکٹ پہنی تاکہ رات کے اندھیرے میں وہ کسی کو آسانی سے نظر نہ آ سکے۔ کیمرے کی فلم چیک کی اور آہستہ سے دروازہ کھول کر سیڑھیاں اترتا نیچے ڈرائینگ روم میں آ گیا۔

ڈرائینگ روم میں مدھم سا بلب جل رہا تھا۔ عمران نے الماری میں سے اپنے ابو کا پستول نکالا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ اس میں گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ پستول جیکٹ کی اندرونی جیب میں رکھا اور ڈرائینگ روم کی کھڑکی میں سے باہر باغیچے میں کود گیا۔ باغیچے سے نکل کر وہ سڑک پر آیا اور تیز تیز چوک کی طرف چلنے لگا۔ وہاں اسے ایک خالی رکشا مل گیا۔ وہ رکشے میں بیٹھا اور ڈرائیور سے بلیو کراسنگ کی طرف چلنے کو کہا۔ آسیبی قبرستان بلیو کراسنگ سے ڈیڑھ ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر رکشا والے کے سامنے آسیبی قبرستان کا نام لیا گیا تو وہ بھاگ جائے گا۔

عمران بلیو کراسنگ والے چوک میں اتر گیا۔ چوک کی ٹریفک لائٹ روشن تھی۔ مگر سڑک خالی پڑی تھی۔ کچھ فاصلے پر مشرق کی طرف اونچی عمارتوں میں کہیں کہیں روشنی ہو رہی تھی۔ عمران چوک پار کرنے کے بعد اس سنسان کچی سڑک پر آ گیا جو آسیبی قبرستان والی بنجر، ویران پہاڑیوں کو جاتی تھی۔ سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ عمران آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ دور سے ویران پہاڑیوں کے خاکے

ابھرنے لگے تھے۔ پھر وہ ان کھلی ہوئی پہاڑیوں میں داخل ہو گیا اور آسیبی قبرستان کے پیچھے کی طرف آ گیا۔ یہاں گہری خاموشی چھائی تھی۔ آسمان پر ستارے نکلے ہوئے تھے مگر ان کی چمک بھی زیادہ نہیں تھی۔ ایک پھیکی سی سلیٹی رنگ کی دھند قبرستان پر منڈلا رہی تھی۔ اس دھند نے آسیبی قبرستان کو اور زیادہ دہشت ناک بنا دیا تھا۔ عمران قبرستان کی شکستہ دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔

اسے کالے سانپ کی طرف سے برابر خطرہ لگا ہوا تھا کہ کہیں وہ اچانک قبر میں سے نکل کر اس پر حملہ نہ کر دے۔ لیکن اس خیال سے اسے تھوڑا اطمینان بھی تھا کہ سانپ نے پہلے اسے نہیں ڈسا تو اب بھی اُسے نہیں ڈسے گا۔ عمران نے اپنی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ گھڑی کی چمکتی ہوئی سوئیوں نے بتایا کہ رات کا پونا ایک بج رہا ہے۔ خلائی سگنل میں تابوت کے اُترنے کا وقت رات کے ایک بجے کا بتایا گیا تھا۔

عمران نے دائیں بائیں دیکھا۔ اسے وہاں کوئی ایسی خلائی مخلوق نظر نہیں آ رہی تھی جو خلا سے اُترنے والے تابوت کو وصول کرنے کے لیے وہاں موجود ہو۔ وہ ایک عجیب سی اُلجھن میں مُبتلا تھا۔ کہیں خلائی سگنل کسی دوسرے سیارے میں تو نہیں بھیجے گئے تھے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ کسی وجہ سے ہماری زمین کی فضا میں داخل ہو گئے ہوں۔ لیکن ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے تاریک پہاڑیوں کی طرف ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز سُنائی دی۔ وہ جلدی سے اُٹھا اور قبرستان کے اندر دیوار کی دوسری طرف چلا گیا اور دیوار کی اوٹ میں سے پہاڑیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

پہاڑیوں میں اندھیرا چھا رہا تھا۔ اندھیرے میں اسے کچھ بھی نظر

نہیں آرہا تھا۔ عمران نے کیمرا ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔ بھرا ہوا پستول اس کی جیب میں تھا۔ وہ ایک سیکنڈ میں موقع آنے پر اسے نکال سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ گڑگڑاہٹ کی آواز کیسی تھی۔ ہوسکتا ہے پہاڑیوں کی دوسری طرف سے کوئی ٹرک گزرا ہو۔ مگر اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ ان پہاڑیوں کے پیچھے کوئی سڑک نہیں جاتی۔ اچانک آسمان پر ایسی روشنی ہوئی جیسے کوئی بلب ایک بار جل کر بجھ گیا ہو۔ عمران کی نظریں تارے بھرے آسمان پر لگی تھیں۔ اُس نے سوچا ضرور یہ کسی ٹوٹے ہوئے تارے کی روشنی تھی جو بھڑک کر بجھ گئی۔

وہ ایک ستارے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔ پہلے اسے اپنا وہم لگا۔ لیکن یہ ستارہ آہستہ آہستہ زمین کی طرف آرہا تھا اور جوں جوں قریب آرہا تھا اس کی روشنی بڑھتی جا رہی تھی۔ عمران کو خلائی اُڑن تشتری کا خیال آ گیا۔ ضرور یہ اُڑن تشتری ہے جس میں خلائی تابوت اُتارا جا رہا ہے۔ عمران نے جلدی سے کیمرا اُٹھایا اور اُسے اپنی آنکھ کے ساتھ لگایا ہی تھا کہ اُڑن تشتری کی روشنی بجھ گئی۔ عمران نے کیمرا نظروں کے سامنے سے ہٹا لیا۔ وہ گھور گھور کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے کوئی سیاہ رنگ کی گول چپٹی شے نیچے آتی صاف نظر آ رہی تھی۔ اس کے نیچے صرف ایک ننھی سی سُرخ روشنی بار بار جل بجھ رہی تھی۔

عمران نے فوراً اس کی دو تین تصویریں بنا لیں۔ اب وہ گول شے کافی نیچے آ گئی تھی۔ اس میں سے سرسراہٹ کی ہلکی ہلکی آواز نکل رہی تھی۔ یہ کافی بڑی اُڑن تشتری تھی جو پہاڑیوں کے درمیان آ کر زمین سے کوئی پچاس فیٹ کی بلندی پر فضا میں ٹھہر گئی تھی۔ عمران نے جلدی جلدی اُس کی پیچھے سات تصویریں کھینچ لیں اور پھر دھڑکتے

دل کے ساتھ دیوار کی اوٹ سے اسی طرف دیکھنے لگا۔ اُڑن تشتری کے نیچے سے روشنی نکل کر زمین پر پڑی اسے اس روشنی میں دو انسانی ہیولے نظر آئے جن کا لباس روشنی میں چمکنے لگا تھا۔ اچانک اُڑن تشتری میں سے کوئی شے نیچے لٹکائی گئی۔ یہ شے المونیم کے تابوت کی شکل کی تھی۔ یہ خلائی تابوت ہی ہو سکتا تھا۔ خلائی تابوت آہستہ آہستہ نیچے آ رہا تھا۔ عمران نے اس کی بھی اوپر تلے دو تصویریں اُتار لیں۔ اب اس نے کیمرا جیب میں ڈال کر پستول نکال لیا۔ ابھی تک اسے کسی نے نہیں دیکھا تھا، مگر وہاں کسی بھی وقت کچھ ہو سکتا تھا۔

اُڑن تشتری کے نیچے روشنی کے گول دائرے میں جو دو خلائی اجنبی کھڑے تھے انھوں نے خلائی تابوت اُٹھایا اور اسے لے کر ٹیلے کی طرف بڑھے۔ اُن کے جاتے ہی روشنی کا دائرہ بجھ گیا۔ اُڑن تشتری میں سے گونج کی ہلکی سی آواز نکلی اور وہ بلند ہونے لگی۔ عمران نے کچھ اور تصویریں بنا لیں۔ وہ غور سے اڑن تشتری کو دیکھ رہا تھا جو بہت بڑے تاریک دھبے کی طرح لگ رہی تھی اور آہستہ آہستہ فضا میں بلند ہو رہی تھی۔ جوں ہی وہ ایک خاص بلندی تک پہنچی اس نے ایک غوطہ لگایا اور دیکھتے دیکھتے تاروں بھرے آسمان میں غائب ہو گئی۔

چاروں طرف پھر وہی موت کا سا سناٹا چھا گیا۔ عمران پستول ہاتھ میں لیے ٹیلے کی طرف بڑھا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دونوں خلائی آدمی تابوت لے کر کہاں گئے ہیں۔ ظاہر ہے اسی ٹیلے میں کہیں ان کی خفیہ کمین گاہ تھی۔ وہ پھونک پھونک کر قدم اُٹھاتا اندھیرے میں ٹیلے کے قریب آ کر خشک جھاڑی کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں سامنے والے ٹیلے پر جمی ہوئی تھیں۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں خلائی مخلوق تابوت لے کر گئے تھے۔ مگر وہاں سوائے اندھیرے کے کچھ بھی نہیں

تھا۔ عمران کو یقین تھا کہ اسی جگہ خفیہ کیں گاہ کا کوئی دروازہ ہے جس کی گڑگڑاہٹ کی آواز کچھ دیر پہلے اسے سنائی دی تھی۔
وہ جھاڑی سے نکل کر ٹیلے کی ڈھال پر آگی جھاڑیوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور آنکھیں پھاڑے زمین کو دیکھنے لگا۔ مگر اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ اسے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ کل دن کی روشنی میں وہاں آئے گا۔ تب اسے خلائی کیں گاہ کے خفیہ دروازے کا سراغ ضرور مل جائے گا۔ وہ آہستہ سے اٹھا۔ واپس مڑا اور جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتا قبرستان کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ ابھی تک اسے کالا سانپ کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔ قبرستان دہشت ناک خاموشی کی لپیٹ میں تھا۔ عمران کچے راستے سے ہو کر سڑک پہ آ گیا۔
رات کے دو بج رہے تھے کہ وہ کوٹھی کی عقبی دیوار پھلانگ کر برآمدے میں آیا۔ دبے پاؤں چلتا ڈرائینگ روم کی کھڑکی میں سے ہو کر اندر گیا اور ابو کا پستول اسی طرح الماری میں رکھ دیا۔ پھر وہ دوسری منزل والے اپنے کمرے میں آیا۔ کیمرے میں سے فلم نکالی۔ اسے سنبھال کر الماری میں رکھا اور کپڑے بدل کر بتی بجھائی اور لیٹ گیا۔ اچانک اسے یاد آ گیا کہ شیبا نے کہا تھا آسیبی قبرستان سے واپسی پر مجھے فون ضرور کرنا۔ اس نے ٹیبل لیمپ دوبارہ روشن کیا اور شیبا کا نمبر گھمایا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ پھر شیبا کی نیند میں ڈوبی ہوئی مگر پرجوش آواز آئی۔

"عمران یہ تم ہو؟ کیا ہوا؟"

عمران نے کہا:

"اڑن طشتری اتری تھی۔ خلائی تابوت اس میں سے اتارا گیا۔ میں نے ساری تصویریں بنا لی ہیں۔ کل کالج آ کر ساری باتیں

بتا دوں گا۔ تصویریں بھی ساتھ لیتا آؤں گا۔ اللہ حافظ! شب بخیر!"
ٹیلی فون بند کر کے عمران سو گیا۔
دوسرے دن وہ دیر تک سویا رہا۔ اس کی امی نے آ کر اسے جگایا۔
"کیا بات ہے عمران! آج کالج نہیں جاؤ گے؟"
عمران جلدی سے آنکھیں ملتا اور کلمہ شریف پڑھتا اٹھ بیٹھا۔ اس نے اپنی امی کو سلام کیا اور بولا:
"رات پڑھتا رہا تھا امی جان! آپ ناشتا لگائیں میں تیار ہو کر ابھی آتا ہوں۔"
امی کے جانے کے بعد عمران نے الماری میں سے کیمرا نکالا۔ اس میں سے فلم نکالی اور اپنے کمرے کی چھوٹی سی لیبورٹری میں گھس گیا۔ یہاں اس نے فلم نکال کر ڈیویلپ کرنی شروع کر دی۔ جب اس نے کیمیکلز کے ٹرے میں سے فلم باہر نکالی تو وہ یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا کہ ساری کی ساری فلم صاف تھی۔ کوئی بھی تصویر نہیں بنی تھی۔ عمران نے بار بار نیگیٹیوز کو دھویا اور کیمیکلز میں ڈالا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ فلم بالکل کالی اور صاف تھی۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس نے سوچا۔
وہ جلدی جلدی تیار ہو کر کالج پہنچ گیا۔
شیبا بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ کلاس روم کے برآمدے میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی۔ عمران آیا تو وہ جلدی سے آگے بڑھی۔
"کیا سچ مچ تم نے اُڑن تشتری دیکھی تھی؟ تصویریں لائے ہو؟"
عمران اسے اپنے ساتھ کیفے ٹیریا میں لے گیا اور وہاں بیٹھ کر اسے سارا واقعہ سُنایا اور پھر جیب سے کالی فلم کا رول نکال

کر دیکھا اور کہا :

" ایک بھی تصویر نہیں آئی ۔"

شیبا بڑے غور سے عمران کی باتیں سُن رہی تھی۔ کہنے لگی :

" اس کی وجہ وہ تاب کاری ہی ہو سکتی ہے جو اُڑن تشتری اور خلائی مخلوق اور خلائی تابوت سے نکل رہی تھی ۔"

عمران نے کہا :

" میں دن کے وقت وہاں جا رہا ہوں ۔ مجھے یقین ہے خفیہ خلائی کمین گاہ کا کوئی نہ کوئی سراغ ضرور مل جائے گا ۔"

شیبا نے کسی قدر تشویش کے ساتھ کہا :

" میں تمھیں وہاں جانے کا مشورہ نہیں دوں گی ۔"

عمران نے تڑپ کر کہا :

" تو کیا تم یہ چاہتی ہو کہ خلائی مخلوق اس دنیا پر تباہی مچا دے ؟ وہ یہاں کے امن پسند لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دے ؟ نہیں نہیں شیبا ! میں ان لوگوں کو اپنے ناپاک عزائم میں کبھی کام یاب نہیں ہونے دوں گا ۔ میں اپنے ملک کے لوگوں کو آنے والی خلائی تباہی سے ضرور بچاؤں گا ۔ خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے ۔"

شیبا نے کوئی جواب نہ دیا ۔ وہ جانتی تھی کہ عمران اب ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹائے گا اور ایسا ہی ہوا ۔ کالج سے فارغ ہوتے ہی عمران سیدھا آسیبی قبرستان پہنچ گیا ۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی ۔ اور چاروں طرف دن کی روشنی پھیلی تھی ۔ قبرستان ویران ویران تھا ۔ عمران ٹیلوں کے درمیان اس مقام پر آ گیا جہاں رات کو اس نے اُڑن تشتری میں سے خلائی تابوت کو اترتے دیکھا تھا ۔ یہاں زمین پر خشک گھاس اُگی ہوئی تھی جس کی وجہ سے کسی جگہ بھی کسی کے پاؤں

کے نشان نہیں پڑے تھے۔

عمران ٹیلے کے پاس آیا اور جھک کر پتھروں کو غور سے تکنے لگا۔ وہ ٹیلے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ اچانک اسے ایک جگہ شگاف نظر آیا۔ شگاف کے اندر پتھر کا زینہ نیچے جا رہا تھا۔ عمران کو یقین ہو گیا کہ اس نے خلائی گیس گاہ کا سراغ لگا لیا ہے۔ جوں ہی وہ زینے کی طرف بڑھا ایک پھنکار کے ساتھ کالا سانپ اس کے سامنے آ گیا۔ عمران جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔ یہ وہی کالا سانپ تھا جو اس سے پہلے بھی اسے آسیبی قبرستان میں مل چکا تھا۔ کالا سانپ جیسے عمران کا راستہ روکے کھڑا تھا اور اسے نیچے جانے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے ایک پتھر اٹھا کر سانپ پر دے مارا۔ پتھر کالے سانپ کی اوپر اٹھی ہوئی گردن پر لگا اور وہ جھک کر ایک طرف ہو گیا۔ عمران تیزی سے شگاف کے اندر اتر گیا۔

پتھر کے دو چار زینے اترتے ہی عمران کو جیسے ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ گر پڑا۔ اوپر پتھروں میں سے نیلے رنگ کی روشنی کی ایک لکیر نکل کر عمران کے جسم پر پڑی اور اس کا سارا جسم ایسے سُن ہو گیا جیسے وہ پتھر کا ہو گیا ہو۔ اس نے پورا زور لگا کر اٹھنے کی کوشش کی مگر وہ اپنے ہاتھ پاؤں اور جسم کو ذرا سا بھی نہ ہلا سکا۔ اس کی آواز بھی بند ہو گئی تھی۔ وہ بے جان پتھر کی طرح زینے میں پڑا تھا کہ اچانک گڑگڑاہٹ کی آواز بلند ہوئی اور کھٹاک سے اس کے پیچھے جیسے لوہے کی ایک دیوار گر گئی اور شگاف کا منہ بند ہو گیا۔

عمران دیکھ سکتا تھا، سُن سکتا تھا مگر اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ آنکھیں گھما گھما کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

ہلکی نیلی روشنی میں اسے اپنے سامنے ایک چھوٹا سا غار نظر آرہا تھا جس کی چھت سے لکڑی کے جالے لٹک رہے تھے۔ اتنے میں اسے انسانی قدموں کی آواز سنائی دی۔ قدموں کی بھاری اور سست چاپ اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ پھر وہی دو خلائی آدمی نمودار ہوئے جن کو عمران نے رات کے وقت اُڑن تشتری کے نیچے کھڑے دیکھا تھا اور جنہوں نے خلائی تابوت اُٹھایا تھا۔ یہ دونوں ہماری دنیا کے انسانوں کی طرح کے تھے۔ صرف ان کا لباس ابرق کی طرح کا خلائی تھا۔ ان کی شکلیں بھی انسانوں جیسی تھیں مگر چہرے ساکت تھے اور آنکھیں جیسے پتھرائی ہوئی تھیں۔ ان کے گہرے گہرے سانس لینے کی آواز عمران کو صاف سنائی دے رہی تھی۔ دونوں خلائی آدمی عمران کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے عمران کے بے جان جسم کو اُٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور غار میں ایک طرف چلنے لگا۔ دوسرا خلائی آدمی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

قبر کا زینہ

..KHM

غار زمین کے اندر اُتر رہا تھا۔

عمران کی آنکھیں کھلی تھیں۔ جسم بے حس تھا مگر وہ خلائی آدمیوں کے قدموں کی بھاری چاپ سُن رہا تھا۔ غار میں اندھیرا تھا۔ فضا میں کسی عجیب قسم کی دوائی کی بُو رچی ہوئی تھی۔ عمران خلائی آدمی کے کندھے سے لٹکا ہوا تھا۔ اس کے دونوں بازو غار کے فرش کو چھو رہے تھے۔ غار ایک طرف مُڑ گیا۔ آگے لوہے کا ایک بند دروازہ تھا۔ دونوں خلائی آدمی وہاں جا کر رُک گئے۔ ایک نے دروازے کو اپنی اُنگلی سے چھُوا۔ دروازے کا آہنی پٹ ایک طرف کو کھسک گیا۔ یہ ایک تنگ و تاریک کوٹھری تھی۔ دیوار کے ساتھ ایک اسٹریچر لگا تھا۔ انھوں نے عمران کو اسٹریچر پر ڈالا اور بھاری قدم اٹھاتے کسی مشینی آدمی کی طرح کوٹھڑی سے باہر نکل گئے۔ ان کے جاتے ہی دروازے کا آہنی پٹ بند ہوگیا۔

عمران اسٹریچر پر بے حس و حرکت ایک مردے کی طرح پڑا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے ذرا سی بھی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں کُھلی تھیں اور وہ اندھیری چھت کو تک رہا تھا۔ اس کا ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ خلائی مخلوق

سنے شگاف کھول کر اس کے لیے پھندا تیار کیا تھا اور وہ اس میں پھنس گیا۔ خلائی مخلوق کو اس کے وہاں آنے کا پتا چل گیا تھا۔ عمران کالے سانپ پر بڑا حیران تھا کہ عین موقع پر اس سنے اسے شگاف میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ ایک بات ثابت ہو گئی تھی کہ کالا سانپ اس کا ہمدرد تھا۔ عمران مصیبت میں ضرور پھنس گیا تھا، مگر وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ اپنی کوشش اور اللہ کی مدد سے بہت جلد خلائی مخلوق کی قید سے فرار ہو جائے گا۔ اسے اپنی امی ابو اور شیبا کا خیال آنے لگا۔ جب وہ گھر نہ پہنچا تو یہ لوگ کس قدر پریشان نہیں ہوں گے۔

عمران نے آنکھیں بند کر لیں۔ ایک آواز اسے برابر سنائی دے رہی تھی۔ یہ کسی جگہ پانی گرنے کی آواز تھی۔ آواز مدھم تھی اور مسلسل آ رہی تھی۔ لگتا تھا زمین کے نیچے کسی جگہ پہاڑی شگاف میں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ عمران اللہ سے اپنے وطن کے لوگوں اور اپنی سلامتی کی دعا مانگنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ اس کا دماغ وہاں سے فرار کے منصوبوں پر بھی غور کر رہا تھا۔ اگرچہ فرار کا کوئی راستہ اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود اس نے ہمت نہیں ہاری تھی اور ہوش و حواس کو قائم رکھا تھا۔

شیبا کو معلوم تھا کہ عمران آسیبی قبرستان جائے گا۔ وہ اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ کالج سے فارغ ہو کر وہ اپنے مکان پر آ کر گھر کے کام کاج میں لگ گئی۔ دل میں بار بار خیال آتا کہ عمران کا ٹیلی فون کیوں نہیں آیا۔ ہو سکتا ہے وہ ابھی تک آسیبی قبرستان میں ہی ہو۔ جب شام ہو گئی اور عمران کا کوئی ٹیلی فون نہ آیا تو

شیبا گھر سے نکلی اور سیدھی عمران کی کوٹھی پہنچ گئی۔ وہاں عمران کی امی اور ابو کسی قدر پریشان تھے۔ کیوں کہ عمران ابھی تک کالج سے واپس نہیں آیا تھا۔ شیبا نے انھیں یہ بالکل نہ بتایا کہ عمران کہاں گیا ہوا ہے۔ بلکہ کہنے لگی کہ میں ادھر سے گزر رہی تھی سوچا آپ سے ملتی چلوں گھر میں عمران کو نہ پا کر شیبا بھی کچھ گھبرا سی گئی۔ مگر اس نے اپنی گھبراہٹ کو چھپائے رکھا اور عمران کے امی ابو کو حوصلہ دینے لگی کہ وہ کسی دوست کے ہاں بیٹھا ہو گا ابھی آ جائے گا۔ عمران کی امی نے کہا:

"جب کبھی اسے دیر ہو جائے تو وہ گھر فون ضرور کر دیا کرتا ہے۔ ابھی تک اس کا فون بھی نہیں آیا۔"

بات واقعی پریشانی کی تھی۔ شیبا نے انھیں تسلی دیتے ہوئے کہا:

"آنٹی آپ پریشان نہ ہوں میں کالج جا کر پتا کرتی ہوں کہ ہو سکتا ہے وہ کالج میں دوستوں کے ساتھ گپیں لڑا رہا ہو۔"

یہ کہہ کر شیبا اپنی چھوٹی سی گاڑی میں بیٹھ کر گھر واپس آ گئی۔ اپنے کمرے میں آ کر اس نے عمران کے سب دوستوں کے گھر فون کیا۔ عمران کسی جگہ بھی نہیں تھا۔ شام کے سائے رات کی تاریکی میں ڈھلنے لگے تھے۔ شیبا کی پریشانی بڑھنے لگی۔ ضرور عمران کے ساتھ کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ مجھے اس کی مدد کو جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر شیبا نے اپنی ممی سے کہا کہ میں اپنی ایک سہیلی کی سال گرہ پارٹی میں جا رہی ہوں۔ جلدی واپس آ جاؤں گی۔

شیبا گاڑی میں بیٹھی اور تیز رفتاری سے آسیبی قبرستان کی طرف روانہ ہو گئی۔ شہر کی سڑکوں اور عمارتوں میں بتیاں روشن ہو گئی تھیں۔ شیبا کی گاڑی شہر سے باہر آ گئی تھی۔ وہ سڑک چھوڑ کر

قبرستان کے ٹیلوں کو جانے والے کچے راستے پر اُتر گئی۔ یہاں رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ شیبا نے اپنی گاڑی کی بتیاں روشن نہیں کی تھیں۔ گاڑی کی رفتار بھی کم کر دی تھی۔ آسیبی قبرستان کے سیاہ ٹیلے سامنے نظر آنے لگے تھے۔ شیبا نے قبرستان کی ویران ڈیوڑھی کے باہر دیوار کے ساتھ گاڑی کھڑی کی۔ باہر نکل کر قبرستان کی طرف نگاہ دوڑائی۔ آسیبی قبرستان کے ٹنڈ منڈ درخت اور شکستہ پرانی قبریں شروع رات کے اندھیرے میں ڈوب رہی تھیں۔

شیبا کو اتنا معلوم تھا کہ خلائی سگنل میں قبرستان کے پیچھے کسی جگہ کا ذکر تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتی قبرستان کے پچھلے حصے کی جانب آ گئی۔ یہاں سے خشک سوکھی جھاڑیوں سے بھرا ہوا کچا راستہ دو ٹیلوں کے درمیان میں سے ہو کر گزر گیا تھا۔ فضا میں ایسی گہری خاموشی تھی کہ شیبا کو اپنے دل کے دھڑکنے کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ وہ جھاڑیوں میں چل کر کچھ دُور تک گئی مگر اسے عمران کا کہیں کوئی سراغ نہ ملا۔ پھر وہ قبرستان میں آ کر پرانی قبروں میں گھومنے لگی۔ اس نے ایک دو بار عمران کو آہستہ سے آواز بھی دی مگر عمران وہاں ہوتا تو جواب بھی دیتا۔ وہ ایک چبوترے والی قبر کے قریب سے گزری تو اسے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز آئی۔ شیبا کے قدم وہیں رُک گئے۔ آواز بند ہو گئی تھی۔ وہ چبوترے کی دوسری طرف آہستہ آہستہ چل کر آئی۔ یہاں قبر کے پتھر بکھرے پڑے تھے۔ قبر کے پہلو میں اسے ایک گڑھا دکھائی دیا۔ وہ چبوترے پر چڑھ کر قبر کے گڑھے کو جھک کر دیکھنے لگی۔ وہ یہ دیکھ کر بڑی حیران ہوئی کہ گڑھے میں پتھر کی چھوٹی سیڑھیاں نیچے اُتر رہی تھیں۔ شیبا نے عمران کو ایک بار پھر

آواز دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔

شیبا ہر حالت میں عمران کو ڈھونڈ نکالنا چاہتی تھی۔ یہ سوچ کر کہ شاید عمران گڑھے کے نیچے کہیں بے ہوش پڑا ہو۔ وہ قبر کا زینہ اُتر گئی۔ جوں ہی وہ آخری سیڑھی پر آئی اسے ایک جھٹکا لگا اور وہ نیچے گر پڑی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کے جسم سے جان نکل گئی ہو۔ زینے کے اوپر قبر کی چھت میں سے نیلے رنگ کی روشنی کی لکیر اس کے جسم پر گری اور شیبا کا جسم پتھر کی طرح بے حِس ہو گیا۔ اس نے اُٹھ کر بھاگنا چاہا مگر وہ اپنا جسم تو کیا اپنی اُنگلی بھی نہ ہلا سکی۔ اس نے چیخ مار کر کسی کو مدد کے لیے بلانے کی کوشش کی مگر آواز اس کے حلق سے باہر نہ نکل سکی۔ وہ آواز نکال ہی نہ سکی۔

شیبا کا ذہن اسی طرح برابر کام کر رہا تھا۔ آنکھیں بھی زندہ تھیں۔ وہ سُن رہی تھی۔ دیکھ رہی تھی مگر جسم سارے کا سارا پتھر بن گیا تھا ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو گیا ہے اور نیلی روشنی قبر کی چھت میں کہاں سے نکلی تھی۔

اچانک اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے اندھیرے میں پڑے پڑے اپنی آنکھیں گھما کر سامنے کی طرف دیکھا۔ قبر کے نیچے ایک تنگ و تاریک راستہ تھا۔ اِدھر سے دو انسانی ہیولے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے شیبا کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہ دونوں وہی خلائی آدمی تھے جنھوں نے اس سے پہلے عمران کو بے حِس کر کے غار کی کوٹھڑی میں قید کیا تھا۔ شیبا نے ان دو پراسرار انسانوں کو دیکھا تو خوش ہوئی کہ شاید وہ کوئی گورکن ہیں اور اس کی مدد کرنے آئے ہیں۔ مگر دونوں خلائی آدمی شیبا کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ایک خلائی آدمی نے شیبا کو

بورے کی طرح اُٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور قبر کے اندر والے تنگ و تاریک غار میں آگے آگے چلنے لگا۔ دوسرا خلائی آدمی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اب شیبا سمجھ گئی کہ یہ دونوں خلائی مخلوق ہیں اور اُسے قید کر کے لیے جا رہے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ عمران کو بھی اسی خلائی مخلوق نے ہی قید کیا ہو۔ شیبا کے دل میں یہی خیال آرہا تھا۔ قبر کے نیچے غار میں چلتے ہی کھٹاک کی آواز کے ساتھ وہ شگاف آہنی دروازے نے بند کر دیا جس کی سیڑھیاں اُترنے کے بعد شیبا مصیبت میں پھنس گئی تھی۔

یہ غار قبروں کے نیچے سے ہوتا ہوا اسی ٹیلے کے تہ خانے میں چلا گیا تھا جس کی ایک کوٹھڑی میں عمران بند تھا۔ خلائی آدمیوں نے شیبا کو بھی ایک الگ کوٹھڑی میں لے جا کر اسٹریچر پر ڈالا اور آہنی دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ شیبا بے حس و حرکت اسٹریچر پر پڑی اندھیری کوٹھڑی میں چھت کو گھور رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اب شاید وہ کبھی اس عذاب سے نجات حاصل نہ کر سکے گی۔

شیبا جب رات کو واپس گھر نہ پہنچی تو اس کے ڈیڈی ممی پر تو جیسے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ شیبا کو جگہ جگہ تلاش کیا گیا۔ پولیس میں رپورٹ درج کرا دی گئی۔ دوسری طرف عمران کے امی ابو بھی سخت پریشان تھے کہ عمران کہاں غائب ہو گیا۔ انھوں نے بھی تھانے میں رپورٹ درج کرا دی۔ پولیس نے ان دونوں کی تلاش شروع کر دی۔ مگر پولیس کے یہ وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ عمران اور شیبا کو خلائی مخلوق نے آسیبی قبرستان کے نیچے اپنی خفیہ کمین گاہ میں قید میں ڈال رکھا ہے۔

شیبا اور عمران کو گم ہوئے دو دن گزر گئے۔ تیسرے دن رات کو بارہ بجے کے بعد آسمان سے پھر وہی خلائی اُڑن طشتری آسیبی

قبرستان کے ٹیلوں میں خاموشی سے اُتری۔ اس میں سے ایک خلائی آدمی جس نے نیلا خلائی سوٹ پہن رکھا تھا، نکلا۔ دونوں خلائی آدمی وہاں اس کے استقبال کو پہلے سے موجود تھے۔ اس نیلے سوٹ والے خلائی آدمی کا نام طوطم تھا۔ طوطم خلائی مخلوق کا چیف سائنس دان تھا اور قاتل مشن کے سلسلے میں زمین پر اپنی خفیہ کمیں گاہ میں آیا تھا۔ ٹیلے کے شگاف کا آہنی دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ طوطم اپنے خلائی ساتھیوں کے ہمراہ غار میں داخل ہو گیا۔ آہنی دروازہ بند ہو گیا۔

اس زمین دوز غار کے ایک تہ خانے میں اس خلائی مخلوق نے ایک مختصر سی لیبوریٹری قائم کر رکھی تھی۔ اس لیبوریٹری میں وہ خلائی تابوت ایک میز پر رکھا تھا جو دو روز پہلے خلائی جہاز سے اتار کر وہاں لایا گیا تھا۔ طوطم چیف نے لیبوریٹری میں داخل ہوتے ہی خلائی تابوت پر نگاہ ڈالی اور پوچھا:

"دنیا کے ٹائم کے حساب سے ابھی تابوت کھولنے میں کتنے گھنٹے باقی ہیں؟"

خلائی آدمی نے فوراً کہا:

"دنیا کے ٹائم کے حساب سے اسے کل رات ایک بجے کھولا جائے گا چیف!"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر طوطم چیف کونے میں دیوار کے ساتھ لگے شیشے کے قد آدم سائز کے سلنڈر کے پاس آ گیا۔ پھر پلٹ کر بولا:

"ہمارے دونوں قیدی کہاں رکھے ہوئے ہیں؟"

دوسرے خلائی آدمی نے کہا:

"چیف! دونوں کو غار میں الگ الگ جگہ بند کر دیا گیا ہے۔"

طوطم چیف نے بھاری آواز میں کہا:

"خبردار وہ یہاں سے فرار نہ ہونے پائیں۔ اگر فرار ہو گئے تو ہمارے خلائی مشن کا راز کھل جائے گا۔ کیوں کہ یہ دونوں اس جگہ سے واقف ہو چکے ہیں۔"

خلائی آدمی بولا:

"چیف! ہم نے ان کے جسم سُن کر دیے ہیں۔ وہ اپنی جگہ سے ذرا سی بھی حرکت نہیں کر سکتے۔"

طوطم نے بے چینی سے ٹہلتے ہوئے کہا:

"گریٹ کنگ کو تعجب ہوا ہے کہ اس لڑکے عمران کو ہماری خفیہ لیبورٹری کا کیسے پتا چل گیا۔ اگر اسے ہمارے فائل مشن کا علم نہ ہوتا تو وہ ہمارا سراغ لگاتے کبھی یہاں تک نہ پہنچتا۔"

دوسرا خلائی آدمی کہنے لگا:

"چیف! ہو سکتا ہے اس لڑکی شیبا اور عمران میں سے کسی نے ہمارے خلائی سگنل کو پکڑ لیا ہو۔ کیوں کہ ان کی اسکیننگ رپورٹ سے ہمیں پتا چلا ہے کہ یہ دونوں اس دنیا کی اعلا کمپیوٹر ٹیکنیک کے ماہر ہیں۔"

"ہوں۔" طوطم ٹہلتے ہوئے بولا۔ "ایسا ہو سکتا ہے۔ مگر اچھا ہوا کہ دونوں اپنے آپ ہمارے پھندے میں پھنس گئے۔"

پہلا خلائی آدمی کہنے لگا:

"چیف! ہم نے انھیں کس لیے زندہ رکھا ہوا ہے انھیں اس وقت ختم کر دینا چاہیے تاکہ ہمارے راز کے فاش ہونے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔"

طوطم چیف نے پلٹ کر خلائی آدمی کی طرف دیکھا اور بولا:

"تم احمق ہو۔ جو ہمیں معلوم ہے تمھیں معلوم نہیں ہے۔ ہم

ان دونوں سے اپنے مشن کے لیے کام لینے والے ہیں۔ اس دنیا کے انسانوں کو ختم کرنے کے لیے اسی دنیا سے ہمیں ان دونوں سے بہتر کوئی لڑکا لڑکی نہیں مل سکتے۔ میں اسی کام کے لیے اپنے سیارے اوٹان سے زمین پر بھیجا گیا ہوں۔ ہم ان دونوں کے جسموں میں سیکرٹ کیپسول لگا دیں گے۔ اس سیکرٹ کیپسول کی خلائی لہریں ان دونوں کے دماغوں کو اپنے کنٹرول میں کر لیں گی اور پھر یہ ہمارے سیارے کے ریڈیائی سگنل کے مطابق کام کریں گے ہم ان دونوں کو ان کے گھروں کو واپس بھیج دیں گے اور جو ہم چاہیں گے یہ وہی کریں گے ان کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہوگا۔ اپنی کوئی مرضی نہیں ہوگی۔ یہ وہی کریں گے جو ہم انھیں سگنل کے ذریعہ سے کہیں گے۔"

خلائی آدمی خاموشی سے اپنے چیف سائنس دان طوطم کی گفت گو سُن رہے تھے۔ طوطم نے اپنی خلائی گھڑی دیکھی اور بولا:

"ٹھیک تین گھنٹے بعد ہم اس لڑکے عمران اور لڑکی شیبا کے جسم میں سیکرٹ کیپسول پلانٹ کر دیں گے۔ تم لوگ تیاری شروع کر دو۔"

طوطم چیف المونیم کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ دونوں خلائی آدمی تیزی سے کام میں لگ گئے۔ انھوں نے دو اسٹریچر ایک چھوٹی سی خلائی مشین کے نیچے لا کر رکھ دیے اور مشین کو کھول کر اس کے چھوٹے سے کمپیوٹر کو سیٹ کرنا شروع کر دیا۔

طوطم چیف نے اپنے خلائی سوٹ کے اوپر سفید کوٹ پہن لیا تھا۔ کمپیوٹر سیٹ کرنے کے بعد خلائی آدمیوں نے الماری میں سے اپریشن کرنے کے کچھ چمکیلے اوزار نکالے اور اسٹریچر کے سرہانے چھوٹی میز پر رکھ دیے۔

طوطم چیف نے کہا:
"اس الماری میں سے سیکرٹ کیپسول مت نکالنا وہ میں اپریشن سے پہلے خود نکالوں گا۔"
طوطم چیف بار بار اپنی کلائی پر بندھی ہوئی خلائی گھڑی کو دیکھ رہا تھا۔ وقت گزرتا چلا جا رہا تھا۔ اس زمین دوز کمین گاہ کے باہر رات ڈھلنے لگی تھی اور پو پھٹنے ہی والی تھی۔ شیبا اور عمران غار کے الگ الگ تہ خانوں میں اپنے اپنے اسٹریچروں پر بے حس و حرکت پڑے سوچ رہے تھے کہ وہ کب تک وہاں رکھے جائیں گے۔ انھیں وقت کا بالکل احساس نہیں رہا تھا۔ انھیں پتا ہی نہیں چلا تھا کہ وہاں پڑے پڑے کتنا وقت گزر گیا ہے۔ نہ انھیں پیاس لگی تھی نہ بھوک ہی محسوس ہوئی تھی۔ عمران کو بالکل علم نہیں تھا کہ اسی غار میں تھوڑے فاصلے پر شیبا بھی ایسی ہی نیم مردہ حالت میں ایک اسٹریچر پر پڑی ہے۔
خفیہ لیبورٹری میں اپریشن کے لیے ہر شے تیار تھی۔
طوطم چیف کی نظریں اپنی گھڑی پر لگی تھیں۔ وہ بار بار کرسی سے اٹھتا اور پھر بیٹھ جاتا۔ پھر اس نے اپنی انگلی ہوا میں اٹھائی اور کہا:
"پہلے عمران کو لاؤ۔"
دونوں خلائی آدمی اٹھے اور لیبورٹری سے نکل گئے۔
عمران اپنی تاریک کوٹھڑی میں اسٹریچر پر بے بسی کی حالت میں پڑا چھت کو گھور رہا تھا کہ اچانک آہنی دروازے کا پٹ ایک طرف ہٹ گیا۔ کوٹھڑی میں ہلکی سی روشنی داخل ہوئی۔ عمران نے اسٹریچر پر پڑے پڑے آنکھیں گھما کر دیکھا۔ وہی دونوں خلائی آدمی اندر داخل ہو رہے تھے۔ یہ مجھے کہاں لے جانے

کے لیے آئے ہیں؟ اس نے سوچا۔ خلائی آدمی اسٹریچر کو چلاتے کوٹھڑی سے نکال کر لے گئے۔ عمران اسٹریچر پر نیم جان لاش کی طرح پڑا تھا۔ اسٹریچر غار کی ڈھلان اُتر رہا تھا۔ پھر وہ ایک طرف کو گھوم گیا۔ سامنے لیبورٹری کا دروازہ تھا۔ طوطم چیف نے ہاتھوں پر اپریشن کے سفید دستانے پہن لیے تھے اور بالکل تیار تھا۔ عمران کو اپریشن والے اسٹریچر پر اُلٹا ڈال دیا گیا۔

عمران کو پہلی بار ایک عجیب سا خوف محسوس ہوا۔ یہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں۔ وہ سوچنے لگا۔ کیا یہ اس کے جسم کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے؟ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ طوطم چیف نے عمران کی گردن میں بے ہوشی کا ٹیکہ لگا دیا۔ اس کا جسم تو پہلے ہی سُن تھا۔ اس انجکشن نے اس کا دماغ بھی سُن کر دیا۔ اب وہ نہ سوچ سکتا تھا نہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ پوری طرح بے ہوش ہو چکا تھا۔

طوطم چیف نے کمر پر سے عمران کی قمیص کو اوپر سرکا دیا۔ پھر ایک خاص قسم کے خلائی اپریشن چاقو سے عمران کی کمر میں ریڑھ کی ہڈی کے بالکل قریب چھوٹا سا شگاف ڈال دیا۔ خون نکلا مگر خلائی چاقو نے اس خون کو وہیں خشک کر کے زخم کے منہ کو بند کر دیا۔ عمران کی ریڑھ کی ہڈی صاف نظر آرہی تھی۔

طوطم چیف نے المونیم کی چمٹی سے سیکرٹ کیپسول کو ڈبیہ میں سے اُٹھایا اور عمران کی ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ لگا کر اس طرح سے جوڑ دیا کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سیکرٹ کیپسول بالکل چھوٹا سا تھا۔ اس کے بعد ٹانکے لگا کر گوشت اور پھر کھال کو سی دیا گیا۔ طوطم چیف اپریشن مکمل کرنے کے بعد پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی جگہ دوسرا خلائی آدمی آگے بڑھا۔

اس نے زخم پر ایک ایسی دوائی روئی میں بھگو کر لگائی کہ عمران کے کمر پر سے زخم کا نشان بھی مٹ گیا۔ دیکھنے سے معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں چاقو سے شگاف ڈال کر عمران کی ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ سیکرٹ کیپسول جوڑ دیا گیا ہے۔

جب اپریشن مکمل ہو گیا تو طوطم چیف نے حکم دیا۔

"اسے تہ خانے میں لے جا کر بند کر دو۔ شیبا کا اپریشن کل صبح ہو گا۔ اس کے بعد کل ہی رات کو بارہ بجے خلائی تابوت کھولا جائے گا۔"

دونوں خلائی آدمی عمران کو اسٹریچر پر ڈال کر اس کی کوٹھڑی میں چھوڑ آئے۔ دس منٹ بعد ہی عمران کو ہوش آ گیا۔ صرف اسے ہوش ہی آیا تھا۔ اس کا جسم ابھی تک ویسے ہی بے حس اور سُن تھا اور وہ اپنے اسٹریچر سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ آخر اس کے جسم کے کس حصے کا اپریشن کیا گیا تھا؟ وہ اپنے جسم کو گردن اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ صرف آنکھیں ہی گھما سکتا تھا۔ اتنا اسے یقین تھا کہ اس کا اپریشن ضرور کیا گیا ہے مگر یہ کس جگہ کا اپریشن تھا؟ یہ معمّا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے لیٹے لیٹے آنکھوں کے ڈیلے نیچے کر کے اپنے جسم پر ایک نگاہ ڈالی۔ اس کا جسم صحیح سالم تھا۔ دونوں بازو اور دونوں ٹانگیں بھی سلامت تھیں۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا کہ کس قسم کا اپریشن ہوا ہے۔ سیکرٹ کیپسول نے ابھی عمران کے جسم کے اندر اپنا کام شروع نہیں کیا تھا۔ طوطم چیف چاہتا تھا کہ جب شیبا کا بھی اپریشن ہو جائے تو پھر وہ اپنے کمپیوٹر ریموٹ سے دونوں کے سیکرٹ کیپسول چلا دے اور یوں ان کے ذہن بدل ڈالے اور اپنی مرضی کے مطابق ان سے کام لینا شروع کرے

SALMAN's CHOICE

اب ہم شیبا کی کوٹھڑی کی طرف چلتے ہیں۔ وہ اسی زیرِ زمین خفیہ خلائی لیبوریٹری کی ایک کوٹھڑی میں اسٹریچر پر اس طرح سے پڑی تھی کہ اس کا بھی سارا جسم سُن ہو گیا تھا اور وہ بھی صرف دیکھ سکتی تھی۔ سوچ سکتی تھی اور سُن سکتی تھی۔ وہ نہ حرکت کر سکتی تھی اور نہ بول سکتی تھی۔ شیبا اسٹریچر پر پڑی سخت پریشان تھی۔ اسے اپنے ڈیڈی ممی کا خیال آ رہا تھا کہ نہ جانے وہ اسے کہاں کہاں تلاش کر رہے ہوں گے اور کس قدر پریشان ہو رہے ہوں گے۔ پھر اسے عمران کا خیال بھی آ رہا تھا کہ وہ کس حال میں ہو گا۔ کہاں ہو گا؟

شیبا اس لیے بھی زیادہ پریشان تھی کہ اس کا جسم خلائی شعاع سے سُن کر دیا گیا تھا اور وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ ورنہ وہ ضرور وہاں سے فرار ہونے کی کوئی ترکیب سوچتی۔ لیکن اب وہ مجبور تھی۔ بے بس تھی۔

کوٹھڑی میں دیوار کے کسی سوراخ میں ہلکی ہلکی نیلی روشنی آ رہی تھی۔ شیبا چھت کو تک رہی تھی کہ اچانک اسے ایک عجیب سی آواز سُنائی دی۔ یہ ایسی آواز تھی جیسے کسی نے زور سے گہرا سانس لیا ہو۔ شیبا صرف آنکھیں ہی گھما سکتی تھی۔ اس نے آنکھیں گھما کر اس طرف دیکھا جدھر سے اسے پراسرار سانس لینے کی آواز آئی تھی۔ اسے اپنے اسٹریچر کے دائیں بائیں کچھ دکھائی نہ دیا۔ وہ سوچنے لگی شاید یہ اس کا وہم تھا۔ مگر اس کے بعد پھر وہی آواز آئی۔ اس بار یہ آواز ایک زبردست پھنکار کی آواز تھی۔ شیبا نے دائیں جانب آنکھیں گھمائیں اور اس کا ذہن سنسنانے لگا۔ اس کے ذہن پر خوف چھا گیا۔ کیوں کہ اس کی دائیں جانب اسٹریچر کے قریب ہی ایک کالے رنگ کا سانپ فرش سے تین فیٹ بلند پھن اُٹھائے جھوم رہا تھا اور اپنی لال لال زبان نکال رہا تھا۔ شیبا کو اس خیال سے ذرا سی تسلی بھی

ہوئی کہ سانپ اسے ڈس بھی لے تو وہ مرے گی نہیں۔ کیوں کہ اس کا جسم تو سُن ہو گیا ہے۔ سانپ کا زہر اس کے جسم میں داخل نہیں ہو سکے گا لیکن سانپ اس کی آنکھوں پر بھی ڈس سکتا ہے۔ ممکن ہے وہ اس کی آنکھیں اپنے دانتوں سے باہر نکال کر پھینک دے۔ اس خیال سے شیبا پر خوف چھا گیا اور دہشت کے مارے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

ایک بار پھر پھنکار کی زبردست اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی آواز آئی۔ شیبا نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ کالا سانپ اس کے چہرے کے اوپر اپنے پھن کو جھکائے اس کی آنکھوں میں اپنی سُرخ سُرخ آنکھیں ڈالے غور سے گھور رہا تھا۔ اگر شیبا بول سکتی تو اس کے حلق سے ضرور چیخ نکل جاتی۔ دہشت کے مارے شیبا نے آنکھیں بند کر لیں۔

دماغ بدل گیا

MA..MOOR

کالے سانپ نے اپنا پھن شیبا کے منھ پر جھکا دیا۔
شیبا کا چہرہ چوں کر جسم کے ساتھ ہی سُن ہو چکا تھا
اس لیے وہ اپنے چہرے پر سانپ کا سانس محسوس نہ کر سکی۔ اس
نے خوف کے مارے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ کالے سانپ نے
اپنا منھ شیبا کی آنکھوں کے درمیان رکھا اور ڈس لیا۔ شیبا کو
پھر بھی کچھ محسوس نہ ہوا۔ کالے سانپ نے اپنا زہر شیبا کے جسم
میں داخل کر دیا تھا۔ اس نے اپنا پھن پیچھے ہٹا لیا۔ شیبا کو اپنا
خوف کم ہوتا محسوس ہوا۔ اس نے جلدی سے آنکھیں کھول ڈالیں۔
کیا دیکھتی ہے کہ کالا سانپ اس کے اوپر جھکا ہوا ہے مگر تھوڑا
پیچھے ہو گیا ہے۔ شیبا حیران تھی کہ یہ سانپ کہاں سے آگیا ہے
اور اس سے کیا چاہتا ہے؟
وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ اس کا جسم ایک دم سے گرم ہو گیا
اور اس کے بدن میں جیسے دوبارہ جان پڑ گئی۔ وہ اپنا ہاتھ اور
پاؤں ہلا سکتی تھی۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ سانپ پیچھے
ہو گیا۔ وہ مسلسل شیبا کی طرف تک رہا تھا۔ شیبا کو حیرانی ہو رہی
تھی کہ اس کے مردہ جسم میں دوبارہ طاقت کیسے واپس آ گئی۔ وہ

اسٹریچر سے نیچے اتر آئی۔ مگر سانپ کی وجہ سے ڈر کر دیوار کے ساتھ لگ گئی۔ اسے خطرہ تھا کہ اب چوں کہ اس کے جسم کی طاقت واپس آ گئی ہے اس لیے اگر سانپ نے کاٹا تو اس کے زہر سے مر جائے گی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے اس کو دوبارہ زندگی ملی ہے۔ کالا سانپ پھن اٹھائے شیبا کو تک رہا تھا۔

کوٹھڑی میں ہلکی ہلکی نیلی روشنی تھی جو دیوار میں کسی جگہ سے پھوٹ رہی تھی۔ شیبا آہستہ سے کھسکتی ہوئی دروازے کے پاس آ گئی۔ دروازہ لوہے کا تھا اور بڑی سختی سے بند تھا۔ وہ باہر نکلنا چاہتی تھی۔ اس نے دروازے کو باہر کی طرف زور لگا کر دھکیلا، مگر دروازے پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اتنے میں کالا سانپ اپنا پھن فرش سے تین فیٹ بلند کیے رینگتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ شیبا ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔

سانپ نے شیبا کی طرف گردن گھما کر دیکھا۔ شیبا دیوار کے ساتھ سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ سانپ اس کی طرف یوں دیکھ رہا تھا کہ شیبا کو لگا جیسے وہ اس سے کوئی بات کرنے والا ہے۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔ سانپ کی زبان لہرائی اور پھر شیبا کو ایک دھیمی سی مردانہ آواز سنائی دی۔

"شیبا! مجھ سے ڈرو نہیں۔ میں تمھارا دوست ہوں۔"

پہلے تو شیبا کو یقین نہ آیا کہ یہ سانپ بولا ہے۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ شاید کوئی آدمی وہاں آ گیا ہے جس نے یہ جملہ کہا ہے۔ مگر وہاں ان دونوں کے سوا اور کوئی بھی نہیں تھا۔ کالے سانپ کی ایک بار پھر دھیمی آواز آئی۔

"تم نے میری ہی آواز سنی ہے شیبا۔ یہاں میں ہی تمھارا

دوست ہوں اور میرے ہی ڈسنے سے تمہارے جسم میں دوبارہ طاقت آئی ہے۔"

اب تو شیبا کو یقین کرنا ہی پڑا کہ یہ سانپ ہی بول رہا ہے۔ مگر سانپ کیسے آدمی کی آواز میں بول سکتا ہے۔ یہ سانپ ضرور کوئی جن بھوت ہے یا جادوگر ہے جو سانپ بن گیا ہے۔ شیبا نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر سہمی ہوئی آواز میں پوچھا:

"تم۔ تم کون ہو؟"

سانپ کی آواز آئی:

"یہ میں تمہیں ابھی نہیں بتا سکتا۔ اس وقت میں صرف تمہیں اس قید خانے سے نکالنے آیا ہوں۔"

اتنا کہہ کر کالے سانپ نے لوہے کے بند دروازے کے ایک طرف اپنا پھن جھکایا اور اپنے منہ سے پھنکار ماری۔ اس پھنکار کے ساتھ شعلے کی ایک لکیر نکل کر دروازے کے آہنی پٹ پر پڑی اور دروازہ ایک طرف سے یوں کٹ گیا جس طرح کوئی ویلڈنگ کی نالی سے دروازے کو کاٹ ڈالے۔ سانپ نے شیبا سے کہا:

"دروازے کو دھکیلو۔"

شیبا نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا۔ سانپ دھیمی آواز میں بولا:

"میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

کالا سانپ کوٹھڑی سے نکل کر راہ داری میں آ گیا جہاں کونے میں ایک نیلا لیمپ روشن تھا۔ شیبا اس کے پیچھے چلنے لگی۔ سانپ اسے لے کر راہ داری میں ایک طرف گھوم گیا۔ آگے دیوار میں ایک چھوٹا سا گڑھا پڑا ہوا تھا۔ سانپ نے شیبا سے کہا:

"گڑھے میں اُتر جاؤ اور فرش پر پتھر کی جو سِل ہے اسے ہٹاؤ۔"
شیبا نے ایسا ہی کیا۔ وہ گڑھے میں اُتر گئی۔ نیچے پتھر کی ایک سِل تھی۔ شیبا نے سِل کو ہٹایا تو نیچے ایک راستہ بنا ہوا تھا۔ سانپ خود اس راستے میں اُتر گیا اور شیبا کو اپنے پیچھے پیچھے آنے کو کہا۔ یہ ایک تنگ اور اندھیرا راستہ تھا۔ شیبا کا سر دیوار سے ٹکرا رہا تھا۔ وہ جھک کر سانپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ اسے سانپ نظر نہیں آ رہا تھا، مگر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ سانپ آگے آگے چل رہا ہے۔ کچھ دیر بعد کالے سانپ کی دھیمی مردانہ آواز پھر آئی:
"شیبا اسی طرح چلتی آؤ۔ گھبرانا نہیں۔"
یہ ایک تاریک اندھیری سرنگ تھی جو زمین کے نیچے بنی ہوئی تھی۔ اس میں مکڑیوں کے جالے لٹک رہے تھے جنھیں شیبا اپنے دونوں ہاتھوں سے بار بار پیچھے ہٹا رہی تھی۔ کچھ دور تک چلنے کے بعد سرنگ میں دُور روشنی دکھائی دینے لگی۔ یہ روشنی بڑی پھیکی پھیکی تھی جیسے صبح سورج نکلنے سے پہلے ہوتی ہے۔ سرنگ ایک قبر میں نکل آئی تھی جہاں ایک مُردے کی ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ سانپ نے شیبا سے کہا:
"شیبا! تم اس وقت آسیبی قبرستان کی ایک پُرانی قبر میں ہو۔ یہاں سے نکل کر جتنی جلدی ہو سکے اپنے گھر پہنچنے کی کوشش کرو۔"
اب پہلی بار شیبا نے سانپ سے عمران کا ذکر کیا اور کہا:
"میرا ایک بھائی عمران بھی اس خلائی مخلوق کی قید میں ہے۔ کسی طرح اسے بھی یہاں سے نکالو۔ مجھے یقین ہے کہ خلائی مخلوق نے اسے بھی قید میں بند کر رکھا ہو گا۔"

سانپ نے سرگوشی نما آواز میں کہا :
" عمران بھی ایک کوٹھڑی میں قید ہے ۔ تم اس کی فکر نہ کرو ۔ میں اسے بھی یہاں سے نکال دوں گا "
شیبا نے جلدی سے کہا :
" اللہ کے لیے اسے ابھی یہاں سے نکال دو نہیں تو اللہ جانے یہ بدبخت خلائی مخلوق اس کا کیا حشر کرے "
سانپ نے کہا :
" تم اس خلائی مخلوق کی طاقت سے واقف نہیں ہو شیبا ۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ میں بھی یہاں موجود تھا ورنہ تمہارا یہاں سے باہر نکلنا ناممکن تھا "
شیبا بولی ،" اسی لیے تو میں تم سے مدد چاہتی ہوں ۔ کیوں کہ عمران کو بھی تم ہی یہاں سے نکال سکتے ہو "
سانپ کہنے لگا :
" تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ ۔ عمران بھی یہاں سے ضرور آزاد ہو گا ۔ اب جاؤ "
شیبا پرانی قبر کے گڑھے میں سے باہر نکل آئی ۔ یہ آسیبی قبرستان ہی تھا ۔ آسمان پر پچھلے پہر کی نیلی روشنی پھیل رہی تھی ۔ شیبا قبروں کے درمیان تیز تیز چلنے لگی ۔ قبرستان کی ڈیوڑھی میں سے گزر کر وہ اپنی کار کی طرف آئی اور کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گئی ۔
دوسری جانب عمران اپنی کوٹھڑی میں اسٹریچر پر اسی طرح پڑا تھا ۔ اس کا جسم ابھی تک بے حس تھا اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ چھت کو گھورتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ آخر اس کو خلائی مخلوق اپریشن والے اسٹریچر پر کس لیے لے گئی تھی اور اسے بے ہوش کس لیے کیا گیا تھا ۔ اس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ اس خلائی

مخلوق کے جسم اور چہرے اور آواز بالکل اپنی زمین کے لوگوں جیسی ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ یا تو ان لوگوں نے اپنی انتہائی ترقی یافتہ خلائی سائنس کی مدد سے زمین کے لوگوں جیسا حلیہ بنا لیا ہے اور یا پھر یہ کسی دوسرے نظام شمسی کے کسی ایسے سیارے سے تعلق رکھتے ہیں جہاں کی فضا اور آب و ہوا بالکل ہماری زمین جیسی ہے۔ ایک دم سے عمران کو جھٹکا لگا۔

خفیہ لیبوریٹری میں طوطم چیف اپنے خاص خلائی کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔ اس نے دو تین بٹن دبائے اور کمپیوٹر کی اسکرین پر عمران کے جسم کا ایکس رے نمودار ہو گیا۔ یہ عمران کے جسم کی اسکیننگ تھی۔ عمران کی ہڈیوں کا جو ڈھانچہ کمپیوٹر کی اسکرین پر دکھائی دے رہا تھا اس کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک ننھا سا نقطہ بار بار چمک رہا تھا۔ یہ وہ سیکرٹ کیپسول تھا جو طوطم چیف نے لگایا تھا۔ طوطم نے ایک خاص بٹن دبایا۔ دوسری طرف اپنی کوٹھڑی میں اسٹریچر پر عمران کو ایک اور جھٹکا لگا۔ اس کے ساتھ ہی اسے اپنے جسم میں توانائی واپس آتی محسوس ہوئی۔ اس کے مُردہ جسم کا خون دوبارہ گردش کرنے لگا۔ وہ اسٹریچر پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ بڑا خوش تھا کہ ایک بار پھر زندہ لوگوں میں واپس آ گیا ہے۔ وہ اسٹریچر سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ جیسے اس کے کان میں کسی کی پراسرار سرگوشی سنائی دی:

"عمران! واپس اسٹریچر پر جا کر لیٹ جاؤ۔"

عمران نے اس آواز کو اپنا وہم خیال کیا اور دروازے کی طرف بڑھا کہ وہاں سے فرار ہو جائے، مگر اس کے قدموں نے جیسے دروازے کی طرف چلنے سے انکار کر دیا۔ اس کے قدم اپنے آپ اسٹریچر کی طرف آ گئے اور وہ اسٹریچر پر آ کر لیٹ گیا۔

لیبورٹری میں کمپیوٹر کے آگے بیٹھے خلائی چیف طوطم نے اسکرین پر عمران کے ڈھانچے کو اسٹریچر پر واپس آ کر لیٹتے دیکھا تو اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ آ گئی۔ سیکرٹ کیپسول نے کامیابی سے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ اب اس نے ایک دوسرا بٹن دبایا اور آہستہ سے سرگوشی کی:

"عمران! اسٹریچر سے اُٹھ کر دروازے کی طرف چلو۔"

عمران کے کانوں میں وہی سرگوشی سنائی دی تو وہ کسی غیبی طاقت کے اثر سے اسٹریچر سے اٹھا اور آہستہ آہستہ کسی مشینی آدمی کی طرح قدم اُٹھاتا دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ اس کے کان میں سرگوشی کی آواز آئی:

"غار میں بائیں طرف چلو۔ آگے ایک زینہ زمین کے نیچے جاتا ہے۔ زینے سے اُتر کر راہ داری میں آ جاؤ۔"

عمران اپنے آپ غار میں بائیں طرف گھوما اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ چند قدم چلنے کے بعد ایک زینہ زمین کے اندر اترتا تھا۔ عمران زینے کی نیم روشن سیڑھیاں اُترنے لگا۔ زینہ ختم ہوا تو سامنے ایک چھوٹی سی راہ داری آ گئی جہاں چھت میں سے نیلی روشنی نکل رہی تھی۔ عمران کے کان میں طوطم کی سرگوشی سنائی دی۔

"سامنے والے کمرے میں آ جاؤ۔"

عمران قدم قدم چلتا سامنے والے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔ عمران کا ذہن جیسے گونج رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی یادداشت بھول رہا تھا۔ اس کے ذہن میں اپنے امی ابو اور دوستوں اور رشتے داروں اور شیبا کی شکلیں دھندلی ہوتی جا رہی تھیں۔ اسے

اپنا نام بھی بھولنے لگا تھا۔ اس نے دیکھا کہ کمرے میں المونیم کی گول میز درمیان میں پڑی ہے۔ اس کے گرد تین المونیم کی کرسیاں رکھی ہیں۔ چھت پر سے روشنی ان پر پڑ رہی ہے۔ کمرے کی دیواریں بھی المونیم کی ہیں اور چمک رہی ہیں۔ کمرے میں ایک طرف دیوار کے ساتھ شیشے کا ایک تابوت پڑا تھا جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا۔ عمران کے کان میں سرگوشی ہوئی۔

"عمران! اس تابوت میں لیٹ جاؤ۔"

عمران تو جیسے پُراسرار خلائی سرگوشی کے حکم کا غلام بن چکا تھا۔ وہ اپنے آپ تابوت کی طرف بڑھا اور اس میں لیٹ گیا۔ وہ مُردے کی طرح بالکل سیدھا لیٹا تھا۔ آہستہ آہستہ تابوت کا ڈھکنا نیچے ہونے لگا اور پھر تابوت کے اوپر آ کر لگ گیا۔ شیشے کا تابوت بند ہو گیا تھا۔ عمران اس کے اندر لاش کی طرح دونوں ہاتھ سینے پر باندھے لیٹا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ اوپر تک رہا تھا۔ اس کا جسم زندہ تھا مگر اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی مرضی سے نہ اپنے ہاتھ پیر ہلا سکتا ہے اور نہ کچھ سوچ سکتا ہے کمرے کا آہنی دروازہ خود بہ خود بند ہو گیا تھا۔

طوطم چیف کمپیوٹر کے آگے سے ہٹ گیا۔ دونوں خلائی آدمی اس کے قریب ہی کھڑے تھے۔ طوطم چیف نے ان کی طرف دیکھا اور کہا:

"عمران اب پوری طرح سے ہمارے قبضے میں ہے۔ یہ ہماری طرح کی خلائی مخلوق میں تبدیل ہو چکا ہے اور اس دُنیا میں ہمارے لیے کام کرے گا اور اس شہر سے ہماری پسند کے لڑکوں اور لڑکیوں کو ورغلا کر ہمارے پاس آسیبی قبرستان میں

لائے گا جہاں سے ہم ان لڑکیوں اور لڑکوں کو اپنے خلائی سیّارے پر پہنچایا کریں گے۔"

دونوں خلائی آدمی بڑے خوش ہوئے۔ ایک نے پوچھا:
"مگر چیف شیبا کو ہم کب اپنی خلائی مخلوق میں تبدیل کریں گے۔ میرا مطلب ہے کہ ہم شیبا کی ریڑھ کی ہڈی میں خلائی کیپسول کب لگائیں گے کیونکہ ہمیں ایک ایسی لڑکی کی بھی تو ضرورت ہے جو اس شہر کی لڑکیوں کو ہماری خلائی لیبوریٹری میں لا سکے۔"

طوطم چیف نے گہرا سانس کھینچ کر چھوڑا اور آہستہ سے کہا:
"سب سے پہلے ہمیں آج آدھی رات کو خلائی تابوت کی لاش کو قبرستان میں لے جانا ہے۔ اس کے فوراً بعد شیبا کی ریڑھ کی ہڈی میں سیکرٹ کیپسول لگا دیا جائے گا۔ پھر ان دونوں یعنی عمران اور شیبا کو چھوڑ دیں گے اور یہ ہمارے کمپیوٹر کنٹرول کے قبضے میں ہوں گے اور ہماری مرضی کے مطابق کام کریں گے۔"

پھر طوطم چیف نے اپنی خلائی گھڑی پر وقت دیکھا اور بولا:
"میں اوپر اپنے سیارے میں جا رہا ہوں۔ مجھے گریٹ کنگ سے کچھ ضروری مشورہ کرنا ہے۔ رات کے دس بجے واپس آجاؤں گا۔ پھر خلائی تابوت کو کھولا جائے گا۔"

یہ کہہ کر طوطم چیف ایک برقی دروازے میں سے گزر کر اس لیبوریٹری میں آگیا جہاں دیوار کے ساتھ شیشے کا بہت بڑا سلنڈر لگا ہوا تھا۔ دونوں خلائی آدمی اس کے ساتھ تھے۔ وہ آتے ہی سلنڈر میں داخل ہو گیا۔ شیشے کے گول سلنڈر میں المونیم کے تین اسٹول رکھے تھے۔ طوطم ایک اسٹول پر بیٹھ گیا۔

سلنڈر کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ طوطم نے اشارہ کیا۔ خلائی آدمی نے آگے بڑھ کر پینل پر ایک بٹن کو دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی سلنڈر میں ایک دم نیلی روشنی پھیل گئی اور طوطم چیف کا جسم روشنی کے ذرات بن کر وہیں غائب ہو گیا۔ طوطم چیف ایک سیکنڈ سے بھی کم مدت میں ہمارے نظامِ شمسی سے نکل کر اپنے نظامِ شمسی کے سیارے میں پہنچ چکا تھا۔

شیبا کو قبرستان سے نکالنے کے بعد کالا سانپ اسی تنگ و تاریک سرنگ میں سے رینگتا ہوا خلائی مخلوق کی زمین دوز لیبوریٹری میں آ گیا۔ اب وہ عمران کو اس خلائی قید سے آزاد کروانا چاہتا تھا۔ سانپ کو معلوم تھا کہ عمران کس کوٹھڑی میں بند ہے۔ وہ سرنگ کے شگاف سے نکلا اور خلائی گیس گاہ کی راہ داری میں سے ہوتا ہوا ایک سوراخ میں سے گزر کر عمران کی کوٹھڑی میں داخل ہوا۔ یہ دیکھ کر سانپ وہیں رُک گیا کہ عمران کا اسٹریچر خالی پڑا تھا۔ عمران اپنی کوٹھڑی میں نہیں تھا۔ کالے سانپ نے باری باری تمام کوٹھڑیوں میں تلاش کیا مگر عمران اسے کہیں نہ ملا۔ دوسرے غار میں جانا سانپ کے لیے ناممکن تھا۔ کیوں کہ وہاں دیواریں فولاد کی تھیں جن میں سے سانپ نہیں گزر سکتا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ خلائی مخلوق عمران کو فولادی دیواروں کے پیچھے لے جا چکی ہے۔ وہ خاموشی سے آسیبی قبرستان والی قبر میں آ کر چھپ گیا اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔

دوسری جانب شیبا تیزی سے اپنی کار چلاتے ہوئے شہر کے آباد علاقے میں پہنچی اور پھر سیدھی اپنی کوٹھی میں آ گئی۔ اسے دیکھ کر اس کی ممی اور ڈیڈی کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ انھوں نے شیبا کو پیار کیا اور پوچھا کہ وہ کہاں چلی گئی تھی؟ شیبا

نے کہا:

"اللہ کے لیے مجھے سو جانے دیجیے۔ میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتی۔"

اور شیبا اپنے کمرے میں جاتے ہی پلنگ پر گری اور گہری نیند میں کھو گئی۔ ڈیڈی اور ممی نے فوراً پولیس کو اطلاع کر دی کہ ان کی بیٹی گھر واپس آ گئی ہے۔ وہ ایک رشتے دار کے پاس دوسرے شہر چلی گئی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے عمران کے امی ابو کو بھی فون پر اطلاع کر دی کہ شیبا واپس آ گئی ہے۔ مگر ابھی اس نے کچھ نہیں بتایا کہ وہ کہاں غائب ہو گئی تھی اور عمران اسے ملا کہ نہیں۔ عمران کے امی ابو اسی وقت شیبا کی کوٹھی پر آ گئے اور شیبا کے جاگنے کا انتظار کرنے لگے۔

شیبا سو کر اٹھی تو اس کے پلنگ کے گرد سبھی بیٹھے تھے۔ شیبا نے جب انھیں بتایا کہ آسیبی قبرستان کے ٹیلوں کے نیچے آسمان کے کسی دور دراز سیارے سے آئی ہوئی مخلوق کی خفیہ لیبوریٹری ہے جو ہماری دنیا کے سیارے کو تباہ کرنے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے تو سب ایک دوسرے کا منھ تکنے لگے۔ کسی کو شیبا کی بات کا یقین نہیں آرہا تھا۔ سب یہی سمجھے کہ شیبا آسیبی قبرستان گئی تھی اس پر کسی بدروح کے آسیب کا اثر ہو گیا ہے۔ اس کے ڈیڈی نے کہا:

"بیٹی تم ابھی آرام کرو۔ پھر بات کریں گے۔"

شیبا نے کہا:

"ڈیڈی! آپ میری بات کا یقین کیوں نہیں کر رہے؟ مجھے خلائی مخلوق نے پکڑ کر قید میں ڈال دیا تھا اور عمران بھی وہیں قید ہے۔ اگر کالا سانپ میری مدد نہ کرتا تو میں کبھی آپ

کے پاس نہ پہنچ سکتی ۔"
جب شیبا نے کالے سانپ کا ذکر کیا تو وہاں بیٹھے ہوئے ہر ایک کو یقین ہو گیا کہ شیبا پر کسی نے ضرور جادو کر دیا ہے۔ اس کی ممی تو رونے لگی۔ عمران کی امی اپنے بیٹے کے لیے پریشان تھی۔ اس نے پوچھا :
"بیٹی ! کیا تم نے اپنی آنکھوں سے عمران کو وہاں دیکھا ہے ؟"
شیبا نے جواب دیا :
" میں نے اسے دیکھا تو نہیں آنٹی، مگر کالے سانپ نے مجھے بتایا تھا کہ عمران کو بھی خلائی مخلوق نے قید کر رکھا ہے۔"
اب تو کسی کو بھی ذرا سا شبہ نہ رہا کہ شیبا پر کسی بھوت پریت کا اثر ہو گیا ہے۔ اسی وقت ڈاکٹر کو بلوایا گیا۔ ڈاکٹر نے شیبا کا معائنہ کیا۔ بلڈ پریشر چیک کیا۔ ایک انجکشن لگا دیا جس سے اسے نیند آ گئی۔ اس کی ممی اور ڈیڈی نے عمران کے امی ابو سے کہا کہ ہمیں پولیس کو خبر کر دینی چاہیے اسی وقت پولیس کو دوبارہ ٹیلے فون کیا گیا کہ شیبا پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور وہ عمران کے بارے میں بتاتی ہے کہ وہ خلائی مخلوق کی قید میں ہے۔ پولیس انسپکٹر نے یہ سُنا تو ٹیلے فون پر ہی جواب دیا۔
"محترمہ ! بہتر ہو گا کہ آپ اپنی بیٹی کا دماغی معائنہ کروائیں۔ آپ کی بیٹی آپ کو واپس مل گئی ہے۔ اب آپ آرام سے بیٹھیں۔ عمران کو پولیس تلاش کر رہی ہے وہ بھی مِل جائے گا۔"
عمران کے امی ابو فکرمند سے ہو کر واپس گھر آ گئے۔

شام کو شیبا جاگ پڑی۔ ڈاکٹر کے انجکشن کا اثر ختم ہو چکا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ گھر میں اس بات کا کوئی یقین نہیں کرے گا۔ اس نے خلائی مخلوق کے سگنل کی تحریر اُٹھا کر جیب میں ڈالی اور پولیس اسٹیشن آ گئی۔ یہاں اس نے انسپکٹر کو ساری بات بیان کر دی اور ثبوت کے طور پر خلا سے آیا ہوا وہ سگنل بھی دکھایا جو عمران نے کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ پولیس انسپکٹر سگنل کو پڑھنے لگا۔ پھر بولا:

"یہ کاغذ تو کوئی ثبوت نہیں کہ یہ سگنل خلا سے آیا ہے"

شیبا نے کہا:

"یہ عمران کے کمپیوٹر پر پکڑا گیا تھا عمران اور میں نے خود خلائی مخلوق کو دیکھا ہے۔ ان کی خفیہ لیبوریٹری قبرستان کے ٹیلوں کے نیچے ہے۔ آپ وہاں چل کر چھاپہ ماریں اور خلائی مخلوق کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں نہیں تو وہ ہماری دنیا میں تباہی مچا دیں گے۔ وہ قاتل مشن لے کر زمین پر اُترے ہیں۔"

یہاں بھی جب شیبا نے بتایا کہ کالے سانپ نے اس کو فرار کروانے میں اس کی مدد کی تھی تو پولیس انسپکٹر کو بالکل ہی یقین ہو گیا کہ اس لڑکی کا دماغ چل چکا ہے اور یا پھر اس پر بھوت پریت کا اثر ہو گیا ہے۔ اس نے یہ کہہ کر شیبا کو پولیس اسٹیشن سے رخصت کر دیا کہ ہم ضرور تفتیش کریں گے۔

اس وقت شام ہو رہی تھی۔ شیبا کے جانے کے بعد پولیس انسپکٹر شہباز نے جو ایک نوجوان افسر تھا کاغذات ایک طرف رکھے اور سر ہلا کر بولا:

"پڑھی لکھی لڑکی ہو کر بھی یہ شیبا کیسی پاگلوں جیسی باتیں کر رہی تھی۔ ضرور اس پر کسی بد روح کا اثر ہو گیا ہے۔"
پولیس انسپکٹر شہباز اٹھا اور کینٹین میں چائے پینے چل دیا۔
شیبا پریشانی کی حالت میں گھر واپس آ گئی اور عمران کو خلائی مخلوق کی قید سے نکالنے کے بارے میں غور فکر کرنے لگی۔

جب رات کے ٹھیک بارہ بجے تو خلائی مخلوق کی زیرِ زمین لیبوریٹری کے اس کمرے میں روشنی ہو گئی جہاں خلائی تابوت رکھا ہوا تھا۔ طوطم چیف گریٹ کنگ سے مشورہ کر کے اپنے دور دراز خلائی سیارے سے واپس آ چکا تھا اور رات کے بارہ بجنے کا انتظار کر رہا تھا۔ دونوں خلائی آدمی بھی اس کے قریب ہی بیٹھے تھے۔ جب رات کے بارہ بجے کا عمل ہوا تو طوطم چیف نے اشارہ کیا۔

دونوں خلائی آدمی تابوت کی طرف بڑھے۔ انھوں نے تابوت کو کاندھوں پر اٹھایا اور کمرے سے باہر راہ داری میں آ کر ایک طرف چلنے لگے۔ طوطم چیف ان کے آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ زمین کے نیچے بنی ہوئی غار میں سے گزرتے سیاہ ٹیلوں کے شگاف میں سے باہر نکل آئے۔ باہر رات کا اندھیرا اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ تینوں خلائی آدمی تابوت کو لے کر آسیبی قبرستان کے ویران کونے میں آ گئے جہاں شکستہ قبروں کے نشان بھی باقی نہ رہے تھے اور جہاں آدمی دن کے وقت آتے ہوئے ڈرتا تھا۔ ایک قبر بیٹھ گئی تھی۔ اس میں گڑھا پڑا ہوا تھا۔ طوطم نے اس قبر کی طرف اشارہ کیا۔ خلائی آدمیوں نے خلائی تابوت قبر کے گڑھے میں اس جگہ رکھ دیا جہاں اس قبر کے مردے کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں۔ طوطم قبر میں اتر گیا۔ اس

نے تابوت کا ڈھکن کھول دیا۔ تابوت کے اندر ایک ایسی لاش بالکل سیدھی لیٹی ہوئی تھی جس کا رنگ کالا تھا۔ بال حبشیوں کی طرح گھنگھریالے تھے۔ لاش سیاہ لمبے کوٹ میں ملبوس تھی۔ طوطم چیف نے لاش کے سینے پر سے کوٹ ہٹایا۔ لاش کے سینے میں ایک خنجر دھنسا ہوا تھا۔ طوطم نے خنجر باہر کھینچ لیا۔ لاش نے ایک جھرجھری سی لی۔ طوطم چیف نے اپنی خلائی زبان میں کہا:

"اسکالا! تم اپنے سیارے اوطان سے پہلی بار زمینی سیارے کے اس قبرستان میں لائے گئے ہو۔ تمھیں اس شہر میں جو کچھ کرنا ہے اس کے پروگرام کی ڈسک تمھارے دماغ کے چھوٹے سے کمپیوٹر میں لگا دی گئی ہے۔ اس شہر میں عمران سے تمھارا رابطہ رہے گا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی شیبا بھی تم سے آن ملے گی تم تینوں مل کر زمین پر ہمارے خلائی قاتل مشن کو مکمل کرنے میں ہماری مدد کرو گے۔ جواب دو۔"

خلائی لاش اسکالا کے حلق سے غرغراہٹ نما آواز نکلی:

"ٹھیک ہے۔" طوطم نے تابوت بند کیا۔ قبر سے باہر نکلا اور خلائی آدمیوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے اسی وقت قبر کے گڑھے کو مٹی اور پتھروں سے بھر کر اوپر قبر کی ڈھیری بنا دی۔

آسیبی قبرستان سے اپنی خفیہ زمین دوز لیبوریٹری میں آتے ہی طوطم چیف نے اپنے خلائی آدمی کو حکم دیا کہ شیبا کو لے کر اپریشن لیبوریٹری میں آ جاؤ۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ خود اپریشن لیبوریٹری میں آ گیا۔ اس نے اپریشن کا سارا سامان نکال کر اسٹریچر کے پاس میز پر رکھ دیا۔ پھر الماری میں سے سیکرٹ کیپسول والی ڈبیہ نکالی۔ یہ سیکرٹ کیپسول اُس نے شیبا کی کمر میں ریڑھ کی

بڑی میں لگاتا تھا تا کہ عمران کی طرح وہ بھی خلائی مخلوق کی غلام بن کر ان کے کمپیوٹر کے اشاروں پر کام کرے۔ اتنے میں خلائی آدمی گھبرایا ہوا داخل ہوا اور بولا:

"شیبا فرار ہو گئی ہے۔"

خلائی چیف طوطم کا رنگ اُڑ گیا۔ غصّے سے اس کا چہرہ نیلا پڑ گیا۔ اس نے مٹھیاں بھینچ لیں اور چیخ کر کہا:

"وہ کیسے فرار ہو گئی؟ اسے تلاش کرو۔ وہ یہاں سے نکل گئی تو ہمارا راز فاش ہو جائے گا۔"

اُسی وقت شیبا کی تلاش شروع ہو گئی مگر وہ کہیں نہ ملی۔

طوطم چیف سخت پریشان تھا۔ آخر اسے ایک ترکیب سوجھی۔ وہ لیبورٹری کمپیوٹر کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور اس نے دو تین بٹن دبا دیے۔ اسکرین پر عمران کے جسم کا ڈھانچہ نمودار ہوا۔ طوطم نے نیلا بٹن دبایا۔ تہ خانے کی کوٹھڑی میں اسٹریچر پر لیٹے لیٹے عمران کو ایک جھٹکا لگا اور وہ ہوشیار ہو گیا۔ اس کے کان میں طوطم کی سرگوشی گونجی۔

"عمران! شیبا ہمارے تہ خانے سے فرار ہو گئی ہے وہ ہماری دشمن ہے۔ میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ اسے گھیر کر یہاں واپس لاؤ۔"

عمران کی کمر میں جو سیکرٹ کیپسول لگا ہوا تھا اس کی وجہ سے اب وہ اس خلائی مخلوق کا غلام بن چکا تھا۔ اسے صرف اتنا ہی یاد تھا کہ وہ عمران ہے اور خلائی مخلوق ہے اور شیبا اس کی دشمن ہے جو بھاگ گئی ہے اور طوطم چیف کے حکم سے اسے پکڑ کر واپس خفیہ زمین دوز خلائی لیبورٹری میں لانا ہے۔ اس نے آہستہ سے کہا:

"چیف! آپ کا حکم پورا ہو گا"
یہ کہہ کر عمران اسٹریچر سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ وہ سرنگ میں آ گیا۔ آگے ہر دروازہ خود بہ خود کھلتا گیا۔ یوں رات کے اندھیرے میں عمران ٹیلے کے شگاف سے باہر نکل آیا۔ اس کے نکلنے کے فوراً بعد شگاف کا آہنی دروازہ بند ہو گیا۔ عمران نے آسمان کی طرف دیکھا۔ تارے اسے عجیب انگاروں کی طرح لگے۔ وہ پوری طرح خلائی مخلوق بن گیا تھا۔ پیچھے سے طوطم چیف کمپیوٹر پر بیٹھا اسے کنٹرول کر رہا تھا۔ عمران آسیبی قبرستان میں سے ہوتا ہوا شہر کو جانے والی سڑک پر آ گیا اس وقت رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ دور شہر کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔

عمران سڑک پر پیدل ہی شہر کی طرف چل پڑا۔ وہ ایک مشینی آدمی کی طرح چل رہا تھا۔ اس کے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا کہ شیبا کو پکڑ کر تہ خانے کی لیبورٹری میں واپس لانا ہے۔ عمران کی آنکھیں پتھر کی لگ رہی تھیں۔ شہر کی روشنیاں قریب آ رہی تھیں۔

پھر کیا ہوا؟ کیا عمران نے شیبا کو طوطم چیف کے حوالے کر دیا؟ ——
یہ خلائی ایڈونچر سیریز کی دوسری ناول

"لاش چل پڑی"

میں پڑھیے

SALMAN's CHOICE
لاش چل پڑی
اے۔ حمید
PDFBOOKSFREE.PK

لاش چل پڑی

اے۔ حمید

نونہال ادب
ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس

طابع : ماس پرنٹرز، کراچی

اشاعت : ۱۹۹۰ء

تعداد اشاعت : ۲۰۰۰

قیمت : ۱۰ روپے 8/-

KHALAI SCIENCE ADVENTURE SERIES - 2

LASH CHAL PARI

A. HAMEED

NAUNEHAL ADAB

HAMDARD FOUNDATION PRESS, KARACHI.

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مُقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست

تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

فہرست

شیبا موت کے پھندے میں

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔
شہر کی سڑکیں خالی اور سُنسان تھیں۔ آسمان کو کالے کالے بادلوں نے ڈھانپ لیا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں مزے کی نیند سو رہے تھے۔ عمران ایک مشینی آدمی کی طرح ایک فٹ پاتھ پر چلا جا رہا تھا۔ اس کی کمر میں خلائی مخلوق نے جو سیکرٹ کیپسول لگا دیا تھا وہ خلائی مخلوق کے سگنل وصول کر کے عمران کے دماغ میں پہنچا رہا تھا اور عمران ان سگنلوں کے مطابق بڑھ رہا تھا۔ اس کی اپنی کوئی مرضی، اپنا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ خلائی مخلوق کے چیف طوطم کے سگنل پر عمل کر رہا تھا۔ عمران کی یادداشت بھی بہت ہی مدہم پڑ چکی تھی۔ اسے یہ بھی یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون ہے اور شیبا اس کی چچازاد بہن اور کالج کی ساتھی ہے اور ان دونوں نے خلائی مخلوق کے قاتل مشن کو تباہ و برباد کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اب وہ خود خلائی مخلوق کے کمپیوٹر سگنلوں کا غلام بن کر شیبا کو قابو کرنے جا رہا تھا تاکہ اسے کسی طرح سے ورغلا کر یا زبردستی اٹھا کر شہر کے اسی قبرستان میں پہنچا دے جس کے ٹیلوں کے نیچے خلائی مخلوق نے زمین دوز لیبورٹری قائم کر رکھی تھی اور جہاں طوطم چیف کمپیوٹر کے آگے بیٹھا

اس کے سگنلوں کے ذریعہ سے عمران کو آگے چلا رہا تھا۔
یہ خلائی مخلوق ہمارے نظامِ شمسی سے بھی آگے کسی دوسرے نظامِ شمسی کے سیارے سے ہماری زمین پر اُتر آئی تھی اور ان کا مقصد اس دُنیا کے ہر شہر میں سے قابل ماہر تعلیم اور سائنس دان لڑکوں اور لڑکیوں کو اغوا کر کے اپنے سیارے پر پہنچانا اور اس کے بعد دنیا کے ہر بڑے شہر میں کمپیوٹر نیوکلیائی بم نصب کر کے انھیں تباہ کرنا تھا۔ عمران نے اپنے کمپیوٹر پر اتفاق سے اس خلائی مخلوق کا خطرناک سگنل پکڑ لیا تھا اور پھر خلائی مخلوق کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ شیبا بھی اس کے ساتھ تھی۔ مگر دونوں خلائی مخلوق کے جال میں پھنس گئے۔ شیبا ایک کالے سانپ کی مدد سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی، مگر عمران نہ نکل سکا۔ پھر خلائی چیف طوطم نے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک خلائی سیکرٹ کیپسول لگا دیا اور اب عمران اپنی شناخت بھول کر خلائی مخلوق کا تابع ہو چکا تھا اور ان کے ہر حکم پر عمل کر رہا تھا۔ اس وقت رات کے پونے دو بج رہے تھے اور عمران نیم روشن فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے ایک پارک میں سے گزر گیا۔ سامنے شیبا کے ممی ڈیڈی کی دو منزلہ کوٹھی تھی۔
عمران کوٹھی کے پیچھے آکر پام کے ایک درخت کے نیچے رُک گیا۔ اس نے اپنی خالی خالی پتھرائی ہوئی آنکھیں اُٹھا کر شیبا کے کمرے کو دیکھا۔ شیبا کے کمرے کی بتی بجھی ہوئی تھی اور وہاں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ عمران کے کانوں میں خلائی چیف کی سرگوشی ہوئی،
"عمران! ہماری دشمن شیبا اپنے کمرے میں سو رہی ہے اسے جا کر اُٹھاؤ اور ورغلا کر آسیبی قبرستان میں لے آؤ۔ وہاں ہم اسے قابو میں کر لیں گے۔ آگے بڑھو۔ یہ میرا حکم ہے۔ طوطم چیف کا حکم ہے"۔

عمران کو اس کے ساتھ ہی ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ کوٹھی کی دیوار پھاند گیا۔ سامنے وہ برآمدہ تھا جہاں سے ایک زینہ کوٹھی کی دوسری منزل کو جاتا تھا۔ عمران نے رُک کر دائیں بائیں دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ کوٹھی کے باغیچے میں اندھیرا چھا رہا تھا۔ چاروں طرف گہرا سناٹا تھا۔ دُور شہر کی کسی سڑک پر سے کسی ٹرک کے گزرنے کی آواز آئی اور پھر آہستہ آہستہ غائب ہو گئی۔ عمران زینہ چڑھ کر دوسری منزل پر آ گیا۔ شیبا کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ عمران نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی۔ بہت اندر سے شیبا کی نیند میں ڈوبی ہوئی آواز آئی:

"کون ہے؟"

عمران نے دروازے کے ساتھ مُنہ لگا کر کہا:

"میں ہوں۔ عمران۔ دروازہ کھولو۔"

عمران کا نام سُنتے ہی شیبا نے کمبل ایک طرف پھینکا۔ ٹیبل لیمپ روشن کیا اور دوڑ کر دروازہ کھول دیا۔ اس کے سامنے عمران کھڑا اسے خالی خالی آنکھوں سے تک رہا تھا۔ شیبا نے اُسے دیکھا تو خوش ہو گئی۔ عمران کے مل جانے کی خوشی کے جذبات اتنے جوش بھرے تھے کہ شیبا نے عمران کے چہرے پر آئی ہوئی تبدیلی کو پل بھر کے لیے بھی محسوس نہ کیا۔ وہ بے تابی سے بولی:

"عمران! تم! اللہ کا شکر ہے کہ تم خلائی قید خانے سے نکل آئے۔ اندر آ جاؤ تمھاری امّی ابو بھی بے حد پریشان ہیں۔ میں نے انھیں بتایا کہ قبرستان کے نیچے خلائی مخلوق کا خفیہ ٹھکانا ہے، مگر میری بات پر کوئی یقین نہیں کرتا۔"

شیبا نے پلٹ کر دیکھا۔ عمران ابھی تک دروازے میں ہی کھڑا تھا۔ شیبا نے تعجب سے کہا:

"اندر کیوں نہیں آتے عمران؟ کیا بات ہے؟ تم۔تم مجھے کچھ بدلے بدلے سے لگتے ہو؟"
عین اس وقت عمران کے کانوں میں خلائی چیف کی سرگوشی ہوئی:
"عمران! شیبا کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو جیسا تم پہلے کیا کرتے تھے۔"
اس کے ساتھ ہی عمران مسکرایا اور کمرے میں داخل ہو کر بولا،
"میں ابھی تک حیرت زدہ ہوں شیبا۔ مجھے یقین نہیں آرہا کہ میں اس ظالم خلائی مخلوق کی قید سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"
شیبا نے دروازہ بند کر دیا اور ٹیلیفون کی طرف بڑھی:
"میں تمہارے امی ابو کو فون پر خوش خبری سناتی ہوں کہ عمران آ گیا ہے۔"
عمران نے آگے بڑھ کر شیبا کا بازو پکڑ لیا۔
"ٹھہرو شیبا۔ ابھی کسی کو میرے آنے کی خبر نہ دو۔"
شیبا نے محسوس کیا کہ عمران کی گرفت میں لوہے کے شکنجے جیسی سختی تھی۔ اتنی سختی سے اس نے کبھی شیبا کا بازو نہیں پکڑا تھا۔ شیبا نے تعجب سے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران نے اس کا بازو چھوڑ دیا اور کہنے لگا،
"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو شیبا۔ میرے آنے کی کسی کو خبر ہو گئی تو سب لوگ یہاں آ جائیں گے اور ہم اپنے مقصد کو پورا نہ کر سکیں گے۔"
"کیا مطلب ہے تمہارا؟" شیبا نے آنکھیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

عمران نے اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا:
"اس وقت خلائی مخلوق کا زمین دوز تہ خانہ بالکل خالی پڑا ہے۔ میں جب جان بچا کر وہاں سے فرار ہونے لگا تھا تو ظوظم چیف اپنے دونوں آدمیوں کے ساتھ اپنے سیارے پر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس وقت تک تینوں خلائی آدمی جا چکے ہوں گے۔ تم فوراً میرے ساتھ چلو۔ یہ بڑا سنہری موقع ہے۔ ہم ان لوگوں کی دونوں لیبورٹریز میں آگ لگا کر انھیں تباہ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم نے پولیس کو خبر کی تو وہ دیر لگا دے گی اور ممکن ہے اس دوران خلائی مخلوق اپنے سیارے سے واپس آ جائے۔"
شیبا کے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ عمران خلائی مخلوق کے ساتھ مل چکا ہے اور ان کے اشاروں پر کام کر رہا ہے۔ وہ بھلا کیسے عمران کی باتوں پر اعتبار نہ کرتی؟ اس نے کہا:
"لیکن عمران ہم آگ کیسے لگائیں گے؟ ہمارے پاس تو ڈائنامیٹ بھی نہیں ہے۔"
عمران بولا، "یہ سب کچھ خلائی کمین گاہ میں موجود ہے۔ میں اکیلا یہ کام نہیں کر سکتا تھا اس لیے تمہیں لینے آیا ہوں۔ بس اب تم باتیں نہ کرو اور میرے ساتھ چلو۔ دیر نہ کرو۔"
شیبا تو عمران کو وہی پہلے والا اپنا ساتھی عمران ہی سمجھ رہی تھی۔ اس کے ساتھ چلنے پر فوراً تیار ہو گئی۔ عمران اسے ساتھ لے کر کوٹھی سے باہر آ گیا۔ شیبا کہنے لگی۔
"پچھلی سڑک پر ہمیں ٹیکسی وغیرہ مل جائے گی عمران۔"
عمران اپنی پتھرائی ہوئی خلائی آنکھوں سے اندھیرے میں دور سڑک پر نظر آنے والی روشنی کو دیکھ رہا تھا۔ بولا:

"ہاں اسی سڑک پر چلو۔"

وہ پارک میں سے گزر کر سڑک پر آ گئے۔ عمران بالکل سیدھا ہو کر ایسے چل رہا تھا جیسے کوئی مشینی روبوٹ چل رہا ہو۔ شیبا اس کی چال میں اس تبدیلی کو محسوس کرتے ہوئے بولی:

"عمران! کیا بات ہے۔ تم اس طرح بالکل سیدھے ہو کر کیوں چل رہے ہو؟"

عمران نے آہستہ سے کہا:

"میری گردن میں ان لوگوں نے انجکشن لگائے تھے اس کی وجہ سے گردن میں درد ہو رہا ہے۔"

شیبا کو تو شبہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ کہنے لگی:

"کیا تمھیں معلوم ہے کہ خلائی مخلوق نے مجھے بھی قید کر لیا تھا؟ میں تو بڑی مشکل سے کل ہی فرار ہو کر آئی ہوں۔ اور عمران عجیب بات ہے۔ ایک کالے سانپ نے میری مدد کی تھی۔ وہ سانپ آدمیوں کی طرح بات بھی کرتا تھا۔ تم سن رہے ہو ناں عمران؟"

عمران سُن رہا تھا۔ مگر اسے کالا سانپ یاد نہیں آیا تھا جس نے اس کو ڈسا نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں صرف ایک ہی خیال تھا کہ شیبا خفیہ تہ خانے سے بھاگ آئی ہے اور اسے دوبارہ واپس تہ خانے میں لے جانا ہے۔ اس کی کمر میں لگا ہوا سیکرٹ کیپسول طوطم چیف کے سگنل وصول کر کے انھیں عمران کے دماغ میں برابر پہنچا رہا تھا۔ کسی وقت عمران کے کان میں طوطم کی سرگوشی بھی سُنائی دیتی۔

"عمران! شاباش! اسے لے کر آسیبی قبرستان میں آ جاؤ۔ ہم لوگ شیبا کا انتظار کر رہے ہیں۔"

عمران نے شیبا کی طرف دیکھے بغیر کہا:
"ہاں شیبا۔ مجھے معلوم ہے تم بھی پکڑی گئی تھیں اور پھر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئیں۔"
شیبا نے کسی قدر تعجب سے پوچھا:
"عمران! تم میری طرف دیکھتے کیوں نہیں ہو؟ اور تمھاری آواز بھی کچھ بدلی ہوئی ہے۔"
عمران نے جلدی سے کہا:
"میری گردن میں درد ہے جس سے گلا بیٹھ گیا ہے اور میں اس وقت کوئی ٹیکسی دیکھ رہا ہوں۔ تمھاری طرف دیکھنے کی فرصت نہیں۔"
شیبا مسکرا دی۔ اس کے دل میں عمران کی طرف سے اب بھی کوئی شک پیدا نہیں ہوا تھا۔ سامنے کی جانب سے ایک خالی ٹیکسی آئی تو شیبا نے اسے ہاتھ دے کر روک لیا اور ڈرائیور سے کہا:
"بھائی! ہمیں سامنے والے ٹیلوں تک لے چلو وہاں ہماری ماں بیمار پڑی ہے۔ اسے ہسپتال لے جانا ہے۔"
ڈرائیور بولا، "وہاں تو آسیبی قبرستان ہے۔ میں اُدھر نہیں جا سکتا۔"
وہ گاڑی بڑھانے ہی لگا تھا کہ عمران نے کہا:
"میں تمھیں ایک سو رُپے دوں گا۔ تم قبرستان سے پیچھے ہی ہمیں اُتار دینا۔"
ڈرائیور سو رُپے کے لالچ میں آ گیا۔ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور ٹیکسی گھومی اور آسیبی قبرستان کے ٹیلوں کی طرف روانہ ہو گئی۔ فاصلہ ایک ڈیڑھ میل کا ہی تھا۔ ٹیکسی سڑک سے اُتر کر

ویران سنگلاخ اور اندھیرے میدان میں جھاڑیوں کے قریب سے گزر رہی تھی کہ اچانک اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی اور وہ رُک گئی۔ عمران نے سختی سے پوچھا:

"گاڑی کیوں روک دی؟"

اتنی کرخت آواز شیبا نے عمران کے منہ سے پہلے کبھی نہیں سُنی تھی۔ وہ کچھ ڈر سی گئی۔ ڈرائیور نے کہا:

"بھائی صاحب انجن خراب ہو گیا ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔"

عمران نے دروازہ کھول دیا اور شیبا سے کہا:

"شیبا! ٹیکسی چھوڑ دو۔ ہم پیدل ہی چلیں گے۔ ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

شیبا کو زندگی میں پہلی بار اندھیری رات میں عمران کے ساتھ آسیبی قبرستان کی طرف جاتے ہوئے خوف محسوس ہوا۔ مگر فوراً ہی اس نے یہ سوچ کر اپنا خوف دُور کر دیا کہ آخر عمران میرے ساتھ ہے مجھے ڈرنا نہیں چاہیے۔ عمران تو میرا ساتھی ہے۔ وہ ٹیکسی سے نکل کر عمران کے ساتھ اندھیرے ٹیلوں کی طرف چل پڑی۔ اندھیرے میں آسیبی قبرستان کی دیوار اور ڈیوڑھی دھندلی نظر آ رہی تھی۔ شیبا نے کہا:

"ہم ڈیوڑھی میں سے نہیں عمران بلکہ قبرستان کی دیوار کی طرف سے ہو کر جائیں گے۔"

مگر عمران کی کمر میں پیوست سیکرٹ کیپسول نے سگنل دیا کہ وہ قبرستان کی ڈیوڑھی میں سے شیبا کو لے جائے گا۔ عمران نے فوراً کہا:

"نہیں شیبا! ہم ڈیوڑھی میں سے گزریں گے دیوار کی طرف ہو سکتا ہے خلائی مخلوق نے کوئی پھندا لگا رکھا ہو۔"

شیبا کو پھر بھی کوئی شک نہ ہوا۔ وہ عمران کے ساتھ قبرستان کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گئی۔ ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی اسے ایک لمبی سِسکار کی آواز سُنائی دی۔ شیبا ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔

"کیا ہُوا ؟" عمران نے پوچھا۔

"آگے کوئی ہے عمران ! مجھے آوز آئی ہے ۔"

شیبا نے ڈری ہوئی آواز میں جواب دیا۔ عمران بولا :

"میں دیکھتا ہوں۔ یہاں کون ہو سکتا ہے ۔"

یہ کہہ کر عمران قبرستان کی ڈیوڑھی میں سے نکل کر ویران قبروں کی طرف نکل گیا جو رات کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ شیبا وہیں ڈیوڑھی کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی کہ اچانک اندھیرے میں سے کالا سانپ نکلا اور اس کے سامنے آکر زمین سے تین فیٹ اونچا پھن کھول کر کھڑا ہو گیا۔ شیبا نے سانپ کو پہچان لیا۔ یہ اس کا دوست سانپ ہی تھا۔ کالے سانپ نے دھیمی آواز میں کہا :

"شیبا ! تم ایک بہت بڑی مصیبت میں پھنسنے والی ہو۔ یہاں سے واپس بھاگ جاؤ۔ جلدی کرو ۔"

"مگر میرے ساتھ عمران ہے ۔" شیبا نے خشک آواز میں کہا۔

سانپ بولا ، "شیبا ! واپس گھر کی طرف دوڑو۔ تمھاری زندگی خطرے میں ہے ۔ باقی باتیں میں تمھیں پھر بتاؤں گا ۔ بھاگو ۔"

شیبا نے جلدی سے کہا :

"مگر عمران کو اکیلا کیسے چھوڑ دوں ؟"

کالے سانپ نے کہا :

"وہی تو تمھیں پھنسا کر یہاں لایا ہے ۔ وہ تمھارا دشمن بن چکا ہے ۔ اس کے دماغ پر خلائی مخلوق کا قبضہ ہے ۔ جلدی کرو ۔

یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

شیبا نے جب یہ سُنا تو اس کا ذہن سنسنا گیا۔ اسے عمران کا بدلا ہوا چہرہ اور بدلی ہوئی چال اور کرخت آواز اور سخت ہاتھوں کی گرفت یاد آنے لگی۔ سانپ کے بارے میں شیبا کو معلوم تھا کہ وہ اس کا دوست ہے۔ وہ جھوٹ نہیں بول رہا ہو گا۔ شیبا جلدی سے ڈیوڑھی سے نکل آئی اور تاریک درختوں میں شہر کو جانے والی سڑک کی طرف دوڑ پڑی۔ وہ پوری رفتار سے بھاگ رہی تھی۔ جب وہ کچے راستے پر آئی تو ٹیکسی والا ٹیکسی کے انجن کو ٹھیک کر چکا تھا۔ وہ انجن اسٹارٹ کر رہا تھا کہ شیبا دروازہ کھول کر اندر گھس گئی اور ہانپتی ہوئی آواز میں بولی:

"اللہ کے لیے واپس شہر چلو۔ جلدی۔"

ٹیکسی ڈرائیور بھی گھبرا گیا کہ ضرور اس لڑکی کے پیچھے قبرستان کی کوئی بد روح لگی ہے۔ اس نے ایکسیلیٹر دبایا۔ پہیے تیزی سے گھومے اور ٹیکسی گرد اڑاتی تیزی سے دوڑنے لگی۔ پکی سڑک پر آتے ہی ٹیکسی کی رفتار مزید تیز ہو گئی۔ شیبا نے شیشے میں سے پیچھے دیکھا۔ اسے خطرہ تھا کہ عمران اس کا پیچھا کر رہا ہو گا۔ مگر سوائے اندھیرے کے شیبا کو کچھ دکھائی نہ دیا۔ اب اس کے دل میں شک شبے بیدار ہو رہے تھے۔ اس کو یاد آ رہا تھا کہ عمران کی شکل میں ایک سختی اور کرختگی تھی۔ اس نے جب اس کا بازو پکڑا تھا تو اس کی گرفت فولاد کی طرح سخت تھی۔ اس کی آنکھیں بھی ویران اور پتھرائی ہوئی تھیں۔ تو کیا خلائی مخلوق نے عمران کا برین واش کر کے اسے اپنے اثر میں کر لیا ہے؟ ایسا ہو سکتا تھا۔ شیبا فزکس اور نیوکلیئر سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی۔ وہ جانتی تھی کہ خلائی مخلوق جو زمین پر اتری ہے وہ سائنس میں ان کی دنیا سے بہت آگے ہے اور بہت

ترقی یافتہ ہے۔ یہ مخلوق کسی بھی آدمی کے دماغ میں یا جسم کے حصے میں کوئی کمپیوٹر ڈسک فیٹ کر کے اسے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔

اس خیال سے کہ عمران خلائی مخلوق کا آلہ کار بن گیا ہے اور وہ خلائی مخلوق کے لیے کام کرنے لگا ہے شیبا پر ایک خوف سا طاری ہو گیا۔ عمران تو بڑی تباہی مچا سکتا ہے۔ وہ یہی سوچ رہی تھی کہ ٹیکسی شہر کی روشن سڑک پر آ گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی کی رفتار آہستہ کر دی تھی۔ اس نے پوچھا:

"بی بی جی قبرستان میں کوئی بھوت دیکھا تھا آپ نے ؟"

شیبا بولی، "ہاں۔ ایک بھوت دیکھا تھا۔"

ڈرائیور نے کہا:

"بی بی! آپ کو رات کے وقت قبرستان میں نہیں جانا چاہیے تھا۔ آپ کا بھائی کہاں ہے ؟"

شیبا نے کوئی جواب نہ دیا۔ سامنے پارک کی دوسری طرف شیبا کی کوٹھی تھی۔ اس نے ٹیکسی رکوائی۔ جیب سے کچھ پیسے نکال کر ڈرائیور کو دیے اور کہا:

"بھائی میرے پاس اس وقت یہی کچھ ہے۔"

ڈرائیور بولا: "کوئی بات نہیں بی بی جی۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہماری جان بچ گئی۔"

یہ کہہ کر ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

شیبا نے تیز تیز قدموں سے پارک عبور کیا۔ اپنی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ زینے کی سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں آ کر دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی اور بے دم سی ہو کر اپنے بستر پر گر پڑی۔ پھر جلدی سے اٹھ بیٹھی اور کھڑکی کھول کر نیچے سڑک پر تکنے لگی۔ اسے دھڑکا

لگا تھا کہ عمران کسی بھی وقت وہاں آ سکتا ہے۔ اس نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور سیڑھیاں پھلانگتی اپنے ڈیڈی ممی کے کمرے کی طرف دوڑی۔ دروازے پر زور سے دستک دی۔ کمرے کی بتی روشن ہو گئی۔ اس کے ڈیڈی کی کرخت آواز آئی:

"کون ہے باہر؟"

شیبا نے کہا:

"میں ہوں ڈیڈی! شیبا!"

دروازہ اسی وقت کھل گیا۔ شیبا جلدی سے اندر آ گئی۔ اسے گھبرائی ہوئی دیکھ کر اس کے ممی ڈیڈی پریشان ہو گئے۔ ڈیڈی نے پوچھا:

"کیا بات ہے بیٹی! تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟ کیا کوئی چور آ گیا ہے گھر میں؟"

شیبا نے اپنے سانس پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پانی مانگا۔ اس کی ممی نے اسی وقت جگ میں سے پانی نکال کر دیا۔ شیبا نے پانی پیا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ ممی نے دوڑ کر دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔ اور پوچھا:

"کیا کوئی چور ڈاکو ہے باہر؟"

شیبا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:

"چور نہیں آیا۔ ابھی سارا قصّہ سناتی ہوں۔"

اور پھر شیبا نے اپنے ڈیڈی اور ممی کو سارا واقعہ کھول کر بیان کر دیا۔ ساری کہانی سننے کے بعد ڈیڈی نے کہا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک سانپ آدمی کی طرح بات کرتا ہو؟ یہ تمہارا وہم ہے شیبا۔ عمران تمہارا دشمن نہیں ہے اور قبرستان کے ٹیلوں میں کوئی خلائی مخلوق بھی نہیں رہتی۔ تم

دونوں پاگل ہو گئے ہو۔ عمران شاید واپس آئے۔ اُسے آنے دو۔ میں اس کے امی ابو کو فون کر کے یہاں بلا لیتا ہوں۔ وہ تو اپنے بیٹے کی جُدائی میں سخت پریشان ہیں۔"
شیبا خاموش رہی۔ وہ کیا کر سکتی تھی۔ اس پر کوئی اعتبار ہی نہیں کرتا تھا۔ اُس نے بہت کہا کہ کالا سانپ آدمی کی آواز میں بولتا ہے مگر ڈیڈی ممی اسے یہی کہتے رہے کہ تم پر کسی آسیب کا سایہ ہو گیا ہے۔ صبح تمہیں کسی پیر صاحب کو دکھائیں گے۔ اب جا کر اپنے کمرے میں سو جاؤ۔ شیبا نے سہمی ہوئی آواز میں کہا،
"میں اپنے کمرے میں نہیں جاؤں گی۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"
"تو پھر یہیں میرے پلنگ پر سو جاؤ۔" شیبا کی ممی نے کہا۔
شیبا کے ڈیڈی نے اسی وقت عمران کے گھر فون کر دیا کہ عمران واپس آ گیا ہے۔ وہ تھوڑی دیر میں ہمارے گھر آنے والا ہے۔ آپ لوگ جلدی سے یہاں آ جائیں۔ عمران کی امی ابو نے یہ خوش خبری سُنی تو خوشی سے نہال ہو گئے۔ اسی وقت ٹیکسی پکڑی اور شیبا کی کوٹھی پہنچ گئے۔ شیبا کے ڈیڈی نے انھیں مختصر کر کے بتایا کہ عمران آسیبی قبرستان میں بھٹک گیا تھا۔ شاید وہ کسی خیالی آسیب سے ڈر گیا تھا۔ ابھی یہاں آ جائے گا۔ عمران کے ماں باپ بے چینی سے اپنے بیٹے کی راہ دیکھنے لگے۔
دوسری طرف عمران جب ڈیوڑھی سے نکل کر رات کے اندھیرے میں قبروں میں گیا تو اسے وہاں کوئی شخص نظر نہ آیا۔ اس نے سوچا کہ شیبا کو وہم ہو گیا تھا کہ قبرستان میں کوئی ہے۔ وہ ایک قبر کے پاس کھڑا تھا کہ اس کے کان میں طوطم کی سرگوشی ہوئی۔ طوطم کی سرگوشی میں ڈانٹ تھی۔

"تم احمق ہو۔ شیبا کو اکیلا چھوڑ کر کیوں آ گئے۔ اس کے پاس واپس جاؤ اور اسے لے کر ٹیلے کے شگاف میں آؤ. ہمارے آدمی وہاں موجود ہیں۔"

عمران وہیں سے واپس پلٹا اور ڈیوڑھی میں آ گیا۔ وہاں آ کر دیکھا کہ شیبا موجود نہیں تھی۔ اس نے دو تین آوازیں دیں مگر شیبا کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ عمران ڈیوڑھی سے باہر نکل آیا۔ عین اس وقت اسے دُور سڑک پر ٹیکسی کے انجن کے اسٹارٹ ہونے اور پھر گاڑی کے تیزی سے بھاگنے کی آواز سُنائی دی۔ ساتھ ہی خلائی چیف کا سگنل ملا۔

"شیبا واپس بھاگ گئی ہے۔ اس کے پیچھے جاؤ اور جس طرح بھی ہو اسے لے کر تہ خانے میں پہنچو نہیں تو تمھیں بھسم کر دیا جائے گا۔"

"ایسا نہ کرنا چیف! میں شیبا کے پیچھے جاتا ہوں میں اسے لے کر ہی آؤں گا۔"

اور عمران قبرستان سے نکل کر شہر کی طرف چلا۔

سانپ سامنے تھا

عمران جب شیبا کی کوٹھی کے پاس پہنچا تو اس کے کان میں خلائی چیف کی سرگوشی گونجی :

" عمران ! خبردار تمھاری بول چال سے یہ ہرگز ظاہر نہیں ہونا چاہیے کہ تم خلائی مخلوق کے لیے کام کر رہے ہو۔ جس طرح پہلے ان لوگوں سے باتیں کرتے تھے اسی طرح باتیں کرنا۔ میں تم سے پھر رابطہ قائم کروں گا۔ یاد رکھو ! تم ہمارے خلائی قاتل مشن پر ہو۔ تمھیں شیبا کو پکڑ کر ہمارے پاس لانا ہے۔ اور ان لوگوں کو پولیس میں اطلاع نہیں کرنے دو گے۔ کیوں کہ پولیس یہاں آ بھی گئی تو اسے کچھ نہیں ملے گا۔ جاؤ۔"

عمران نے سرگوشی کے سگنل کو پوری توجہ سے سُنا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر ویسی ہی ہلکی ہلکی مسکراہٹ آ گئی جیسے اس کے چہرے پر خلائی مخلوق کے قبضے میں آنے سے پہلے آیا کرتی تھی۔ اس وقت صبح ہونے والی تھی۔ شہر کی سڑکوں پر سبزی پھل اور دودھ لانے والی گاڑیاں چل پڑی تھیں۔ عمران شیبا کی کوٹھی کے دروازے پر آ کر رُک گیا۔ اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔

ڈرائینگ روم میں شیبا کی ممی، ڈیڈی اور عمران کے امی ابو بیٹھے بے چین سے عمران کی راہ دیکھ رہے تھے۔ گھنٹی کی آواز پر عمران کی امی نے بے اختیار کہا:

"میرا بیٹا عمران ہی ہو گا۔"

شیبا کونے والے صوفے میں بیٹھی عجیب نظروں سے بند دروازے کی طرف تک رہی تھی۔ شیبا کے ڈیڈی نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ باہر عمران کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کی امی اور ابو نے آگے بڑھ کر اپنے بیٹے کو گلے لگا لیا۔

"تم کہاں چلے گئے تھے عمران بیٹا۔ اللہ کا شکر ہے تم واپس آ گئے۔"

عمران کی امی نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا۔

عمران بولا، "امی جان! میں کہیں بھی نہیں گیا تھا۔ بس ایک دوست کے ساتھ شکار کھیلنے چل دیا تھا۔ اب واپس آ گیا ہوں۔"

شیبا کے ڈیڈی نے کہا:

"مگر بیٹا یہ شیبا تو کہہ رہی تھی کہ تم دونوں قبرستان کی طرف گئے تھے اور وہاں کوئی خلائی مخلوق اتری ہوئی ہے جس نے تم دونوں کو قید کر لیا تھا۔"

عمران نے ہنس کر کہا:

"انکل یہ شیبا تو خیالی باتیں کرتی ہی رہتی ہے۔ میں تو اپنے دوستوں کے ساتھ شکار پر گیا تھا۔ اب آیا۔ گھر گیا۔ وہاں نوکر نے بتایا کہ آپ شیبا کے گھر آئے ہیں۔ بس یہاں آ گیا۔ کہو شیبا! کیا حال ہے تمہارا؟"

شیبا عجیب الجھن میں پڑ گئی تھی۔ عمران کی حالت اب

بالکل نارمل تھی۔ وہ بالکل پہلے جیسا عمران تھا ویسے ہی ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بھی پتھرائی ہوئی نہیں تھیں۔ اس کی آواز بھی کرخت نہیں تھی۔ تو کیا سانپ نے جھوٹ بولا تھا؟ شیبا سوچنے لگی، لیکن سانپ کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سانپ کو مغالطہ ہو گیا ہو۔ اسے غلط فہمی ہو گئی ہو۔ عمران کو جب بتایا گیا کہ شیبا بھی غائب ہو گئی تھی اور خلائی مخلوق نے اسے پکڑ کر تہ خانے میں بند کر دیا تھا اور یہ بڑی مشکل سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئی ہے تو عمران بولا:

"یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں انکل؟ کون سی خلائی مخلوق؟ کہاں ہے وہ خلائی مخلوق؟ شیبا نے ضرور کوئی خواب دیکھا ہوگا۔ اچھا انکل اب ہم چلتے ہیں۔ میں سخت تھک گیا ہوں۔ او۔کے شیبا! شام کو ملیں گے۔ میں سارا دن سوؤں گا۔"

بیٹی بیٹے کے واپس آ جانے سے سب خوش تھے۔ شیبا کے ڈیڈی نے کہا:

"میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ کوئی خلائی مخلوق نہیں اُتری ہے۔ بھلا آج کے زمانے میں ایسی باتیں بھی کبھی ہو سکتی ہیں۔ یہ تو فلموں میں آسمان سے خلائی مخلوق آیا کرتی ہے۔ او۔کے عمران اللہ حافظ!"

"اللہ حافظ انکل! اللہ حافظ شیبا!" عمران نے کہا۔

شیبا نے ہاتھ ہلاتے ہوئے اللہ حافظ کہا۔ عمران مسکراتا ہوا اپنے ابو امی کے ساتھ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شیبا کی امی کہنے لگی:

"جاؤ اب اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ۔ آج کالج مت

جانا اور یہ خلائی مخلوق والی فضول باتیں اپنے دماغ سے نکال دو۔ اور اپنی پڑھائی کی طرف توجہ دو۔"

شیبا خاموشی سے سر جھکائے اوپر اپنے کمرے میں آکر لیٹ گئی۔ وہ سوچنے لگی۔ کہیں واقعی یہ سب کچھ وہم ہی تو نہیں ہے کہ اس نے خلائی مخلوق دیکھی ہو۔ وہ ان کی قید میں پھنس گئی ہو اور اسے کالا سانپ وہاں سے نکال لایا ہو۔ اور یہ کہ کالے سانپ نے اسے بتایا ہو کہ عمران خلائی مخلوق کا ساتھی بن چکا ہے اور وہ زمین پر خلائی قاتل مشن کے لیے کام کرنے لگا ہے۔ شیبا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ سارا معاملہ آپس میں گڈمڈ ہو گیا تھا۔ اسے عمران کا مسکراتا ہوا چہرہ اور نارمل باتیں یاد آنے لگیں۔ اس نے اپنے دل سے کہا:

"عمران تو بالکل وہی عمران ہے۔ وہ کیسے کسی خلائی مخلوق کا ایجنٹ بن سکتا ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ عمران بالکل ٹھیک ٹھاک اور نارمل ہے۔ مجھے یہ باتیں ذہن سے نکال دینی چاہییں شام کو عمران سے باتیں کروں گی۔ اگر واقعی کوئی خلائی مخلوق قبرستان میں اتری ہوئی ہے تو ہم دونوں مل کر اس کو ختم کر دیں گے۔"

اور پھر شیبا گہری نیند میں کھو گئی۔

شام ابھی نہیں ہوئی تھی کہ عمران شیبا کے ہاں آگیا۔ وہ جاگ رہی تھی اور اپنے کمرے میں کمپیوٹر کھولے اس پر خلائی مخلوق کے پہلے سگنل کو دوبارہ فیڈ کر کے اس کا تجزیہ کر رہی تھی۔ عمران اندر داخل ہوا تو شیبا کو کمپیوٹر پر بیٹھے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ اس کے کانوں میں خلائی چیف کا سگنل آیا:

"شیبا! تمہاری دُشمن ہے۔ ہمیں اس کی تلاش ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ اسے ہماری خفیہ کمین گاہ میں لانا ہے مگر خوب ہوشیاری سے کام لینا ہو گا۔ جاؤ۔ آگے بڑھو۔"

شیبا نے مڑ کر عمران کو دیکھا۔ عمران نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ طاری کر لی تھی۔ شیبا نے عمران کی مسکراتی ہوئی شکل دیکھی تو اس کے بارے میں جو شک شبہے باقی رہ گئے تھے وہ بھی نکل گئے۔ وہ بالکل نارمل اور مسکراتا ہوا پہلے جیسا عمران تھا۔ شیبا نے بھی مسکراتے ہوئے عمران سے پوچھا:

"کب تک سوتے رہے؟ میں تو کافی سوئی ہوں۔"

عمران کرسی کھینچ کر شیبا کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں کمپیوٹر کی اسکرین پر جم گئیں۔

"یہ کیا کر رہی ہو؟ اس نے پوچھا

شیبا کی انگلیاں کمپیوٹر کے پینل پر چل رہی تھیں۔ کہنے لگی:

"میں جانتی ہوں صبح تم نے ڈیڈی ممی سے جو باتیں کیں وہ عین مصلحت کے مطابق تھیں۔ ہمیں ان لوگوں سے چھُپ کر اپنے طور پر خلائی مخلوق کا مقابلہ کرنا اور اپنی دنیا اور اپنے مُلک کو ان کے ناپاک قاتل مشن سے بچانا ہو گا۔ کیوں کر یہاں کوئی بھی ہماری باتوں پر یقین نہیں کرتا۔ نہ ہمارے ڈیڈی ممی نہ پولیس والے۔"

عمران کمپیوٹر کی اسکرین کو تک رہا تھا جہاں خلائی سگنل اُبھر رہے تھے۔ اس نے پوچھا:

"مگر تم یہ کیا کر رہی ہو؟"

شیبا بولی:

"پُرانے سگنل کے پیغام کا تجزیہ کر رہی ہوں۔ میں اس

خلائی مخلوق کی کوئی کمزور رگ پکڑنا چاہتی ہوں جس سے ہم ان کے سیارے سے آنے والے سگنلز کو خلا میں ہی منتشر کر دیں اور یوں زمین پر اُتری ہوئی اس سیارے کی مخلوق بے یار و مددگار بن کر رہ جائے۔ پھر وہ ہماری دنیا کے خلاف کوئی خطرناک قدم نہیں اُٹھا سکے گی۔ کیوں کہ اس مخلوق کو اپنے سیارے سے ہی طاقت مل رہی ہے۔"

عمران خاموشی سے شیبا کی گردن پر گرے ہوئے بالوں کو تک رہا تھا۔ اس کے دماغ میں ایک ہی خیال گردش کر رہا تھا کہ کس طرح سے وہ شیبا کو یہاں سے اُٹھا کر آسیبی قبرستان میں لے جائے اور خلائی مخلوق کے حوالے کر دے۔

شیبا نے کمپیوٹر کے پینل پر سے انگلیاں ہٹا لیں اور کرسی کو گھماتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

"عمران: ایک بات سچ سچ بتاؤ گے؟"

"پوچھو۔" عمران نے نقلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

شیبا نے عمران کی طرف ایک لمحے کے لیے گھور کر دیکھا۔ پھر پوچھا:

"تم رات مجھے آسیبی قبرستان میں کیوں لے گئے تھے؟"

عمران نے فوراً جواب دیا:

"اس لیے کہ ہم خلائی مخلوق کے خفیہ ٹھکانے میں آگ لگا کر اسے تباہ کر سکیں۔ مگر تم وہاں سے اچانک غائب ہو گئیں۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم وہاں سے بھاگ کیوں آئی تھیں؟"

شیبا نے کہا:

"اگر میں سچ بولوں تو تم یقین کر لو گے؟"

"کیوں نہیں ہے" عمران بولا، "کہو ایسی کون سی بات ہو گئی تھی؟"
شیبا کہنے لگی :
"تمھارے جانے کے بعد مجھے کالے سانپ نے وہاں آ کر بتایا کہ عمران خلائی مخلوق کا جاسوس بن چکا ہے ۔ وہ خلائی مخلوق کے لیے کام کرنے لگا ہے ۔ وہ تمھارا دشمن ہے ۔ وہ تمھیں یہاں خلائی مخلوق کے حوالے کرنے کے لیے لایا ہے ۔ بس یہ سُن کر میں ڈر گئی اور وہاں سے بھاگ نکلی ۔"
عمران نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا ۔ بولا :
"تم بھی کتنی نادان ہو ۔ ایک سانپ کی بات کا تم نے اعتبار کر لیا اور مجھ پر بھروسہ نہ کیا ۔ سانپ اوّل تو انسانوں کی طرح بات نہیں کر سکتا ۔ اگر تمھیں یہ وہم ہے کہ سانپ بولا تھا تو اس نے جھوٹ بولا تھا ۔ اس نے تمھیں میرے خلاف کرنے کی کوشش کی تھی ۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کالا سانپ بھی خلائی مخلوق ہو ۔ چناں چہ اس نے رات خلائی خفیہ کمیں گاہ تباہ ہونے سے بچا لی ۔ اگر وہ تمھیں میرے خلاف کر کے وہاں سے نہ بھگاتا تو ہم خلائی ٹھکانا تباہ کر چکے ہوتے ۔"
شیبا کو کچھ کچھ عمران کی باتوں کا اعتبار آنے لگا ۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے سانپ کوئی خلائی مخلوق ہی ہو ۔ ان کا اپنا ہی کوئی آدمی ہو ۔ وہ بولی :
"ٹھیک ہے عمران ! میں تم پر بھروسہ کرتی ہوں ۔ رات میں نے غلطی کی جو سانپ کی باتوں میں آ گئی ۔ اب ہم ایسا کرتے ہیں کہ پولیس انسپکٹر کے پاس جا کر ساری بات بیان کرتے ہیں ۔ بلکہ اسے اپنے ساتھ لے کر قبرستان کے ٹیلوں میں لے جا کر وہ شگاف دکھاتے ہیں جہاں سے خلائی کمیں گاہ کو رستہ جاتا ہے ۔"

عمران بھلا یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ سیکرٹ کیپسول نے اس کے ذہن کو اپنے کنٹرول میں کر رکھا تھا اور خلائی کمین گاہ میں بیٹھا طوطم چیف بھی اپنے کمپیوٹر سے اسے کنٹرول کر رہا تھا۔ عمران کو خاص طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ یہ معاملہ پولیس تک ہرگز نہ پہنچنے دیا جائے۔ چناں چہ عمران نے فوراً شیبا کی تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے کہا۔

"پولیس نے ہماری بات پہلے کب مانی ہے جو اب ملنے گی۔ وہ ہمارا مذاق اڑاتی رہی ہے۔ پولیس انسپکٹر تو ہمیں پاگل سمجھتا ہے۔"

"پھر تمھارا کیا مشورہ ہے۔ ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے نہیں تو خلائی بشن نے ایک بار اپنا قاتل منصوبہ شروع کر دیا تو پھر معلوم نہیں وہ ملک میں کیا تباہی لائے گی۔"

شیبا نے فکر مند انداز میں کہا۔ عمران بولا:

"اس کی ایک ہی ترکیب ہے کہ کسی طریقے سے خلائی مخلوق کی خفیہ کمین گاہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔ اسی غرض سے میں تمھیں رات کو اپنے ساتھ لے گیا تھا، مگر تم نے سارا منصوبہ خاک میں ملا دیا، لیکن میں کہتا ہوں کہ اب بھی وقت ہے مجھے یقین ہے کہ خلائی مخلوق ابھی تک اپنے سیارے سے واپس زمین پر نہیں آئی ہو گی۔ ان کی کمین گاہ خالی پڑی ہو گی۔"

پھر عمران نے شیبا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا:

"شیبا! میں تو کہتا ہوں کہ ہم رات کو دوبارہ قبرستان والے ٹیلوں میں چلتے ہیں۔ یہ بڑا سنہری موقع ہے۔ ہمیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

شیبا دل میں عمران کی تجویز کو کچھ کچھ مان گئی تھی۔ کہنے لگی:

"لیکن عمران اگر ہم پولیس انسپکٹر اور پولیس پارٹی کو بھی ساتھ لے چلیں تو خلائی تنصیب گاہ کو تباہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ پولیس کے پاس تو دستی بم بھی ہوتے ہیں؟"

عمران پولیس کے نام سے ایک دم جیسے چیخ اٹھا:

"پولیس! پولیس! پولیس! تم اس کا بار بار کیوں ذکر کر رہی ہو۔"

شیبا عمران کی غصیلی آواز سے ڈر سی گئی۔ عمران کو بھی فوراً محسوس ہو گیا کہ اسے اتنی اونچی آواز میں نہیں بولنا چاہیے تھا۔ فوراً نرم لہجے میں کہنے لگا:

"آئی ایم سوری شیبا! دراصل میں اس بات سے بڑا پریشان ہوں کہ خلائی مخلوق ہمارے ملک میں عنقریب بہت بڑی تباہی مچانے والی ہے۔ میں جتنی جلدی ہو سکے انھیں تباہ کر دینا چاہتا ہوں۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ پولیس ہماری کوئی مدد نہیں کرے گی۔ وہ ہمیں پاگل سمجھتی ہے۔ اس لیے مجھے پولیس کے نام پر غصہ آ گیا تھا۔"

شیبا مسکرا دی۔ کہنے لگی۔

"تو پھر ایسا کرتے ہیں کہ تم پہلے قبرستان والے ٹیلے میں جا کر معلوم کرو کہ اگر خلائی مخلوق زمین پر آ گئی ہو گی تو پھر میں بھی تمھارے ساتھ چلی چلوں گی۔"

عمران کے ذہن میں سگنل آیا کہ ٹھیک ہے۔ اسے جھانسہ دو اور کچھ دیر کے لیے اس سے الگ ہو جاؤ۔ پھر واپس آ کر کہہ دینا کہ خلائی مخلوق ابھی تک واپس نہیں آئی۔

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی جا کر پتا کر کے آتا ہوں تم یہیں رہنا۔ اگر خلائی مخلوق وہاں پر نہ آئی ہوئی ہو گی تو میں تمھیں واپس آ کر اپنے ساتھ لے چلوں گا۔ بات دراصل یہ ہے شیبا

کہ بیک وقت زمین کے اندر پھیلی ہوئی تین لیبوریٹریوں کو میں اکیلا تباہ نہیں کر سکتا۔ میرے ساتھ تمھارا جانا بہت ضروری ہے۔"
شیبا نے کہا:
"میں کب انکار کرتی ہوں عمران! یہ تو ہمارا انسانی مشن ہے۔ میں ضرور تمھارے ساتھ چلوں گی۔"
"میں ابھی جا رہا ہوں۔"
یہ کہہ کر عمران شیبا کے کمرے سے نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی شیبا ایک بار پھر سوچ میں پڑ گئی کہ آخر عمران اسے اپنے ساتھ لے جانے پر اتنی ضد کیوں کر رہا ہے۔ رات بھی اُس نے ایسی ہی ضد کی تھی۔ کہیں سانپ نے ٹھیک ہی تو نہیں کہا تھا؟
شیبا جلدی سے اٹھی اور دوسرے دروازے سے نکل کر کوٹھی کے باہر آ گئی۔ وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ عمران قبرستان والے ٹیلوں کی طرف جاتا بھی ہے یا نہیں۔ اس وقت شام کا اندھیرا رات کی تاریکی میں گھل مل رہا تھا۔ شہر کی عمارتوں اور سڑکوں کی بتیاں روشن ہو گئی تھیں۔ شیبا کی نظر عمران پر پڑی۔ وہ کوٹھی کے سامنے والے پارک میں سے گزر رہا تھا۔ شیبا نے کچھ فاصلہ رکھ کر اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ عمران پارک سے نکل کر سڑک پر آ گیا۔ سڑک پر وہ کچھ دور تک چلتا گیا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اب شیبا کی کوٹھی سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تو قبرستان والی سڑک پر جانے کی بجائے اس کچے راستے پر مڑ گیا جو ایک فیکٹری کی طرف جاتا تھا۔
شیبا نے عمران کو قبرستان کی بجائے دوسری طرف مڑتے دیکھا تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ برابر اس کا پیچھا کرتی رہی۔ عمران فیکٹری کے قریب جا کر ایک پرانے تالاب کے پاس رک گیا یہاں

ایک پتھر کا چبوترہ بنا ہوا تھا۔ عمران اس چبوترے پر بیٹھ گیا۔ اب تو شیبا کو پکا یقین ہو گیا کہ عمران خلائی مخلوق کے کنٹرول میں ہے اور اسے اپنے ساتھ لے جا کر خلائی مخلوق کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ سانپ نے ٹھیک کہا تھا۔ شیبا وہیں سے واپس پلٹی اور تیز تیز قدموں سے چلتی اپنی کوٹھی کی طرف جانے کی بجائے ایک چھوٹا سا پل عبور کر کے گندے نالے والے باغ کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ اس کے کالج کے سائنس کے پروفیسر رضوی صاحب باغ کے دوسری طرف رہتے تھے۔ شیبا نے پہلے بھی سوچا تھا کہ وہ خلائی مخلوق کے بارے میں اپنے سائنس کے پروفیسر رضوی صاحب سے بات کرے مگر اسے موقع نہیں ملا تھا۔ مگر اب ان سے بات کرنی ضروری ہو گئی تھی۔ کیوں کہ عمران خلائی مخلوق کے کنٹرول میں آ کر ایک خطرناک انسان میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ کسی بھی پل یا ایرپورٹ میں بم لگا کر اسے تباہ کر سکتا تھا۔ وہ شہر کی کسی بھی لڑکی یا کسی اہم شخصیت کو ورغلا کر خلائی مخلوق کے حوالے کر سکتا تھا۔ پروفیسر رضوی کی چھوٹی سی کوٹھی کے ڈرائینگ روم میں روشنی ہو رہی تھی۔ شیبا نے گھنٹی بجائی۔ نوکر نے آکر دروازہ کھولا۔ وہ شیبا کو پہچانتا تھا۔ شیبا نے پوچھا۔

"پروفیسر صاحب گھر پر ہیں کیا؟"

نوکر بولا، "ہاں بیٹی وہ گھر پر ہی ہیں آ جاؤ۔"

پروفیسر رضوی کی عمر پچاس کے قریب تھی۔ بال سفید ہونے لگے تھے۔ چہرے پر بڑی سنجیدگی رہتی تھی۔ وہ عینک لگاتے تھے اور انہوں نے شادی نہیں کی تھی اور کوٹھی میں اکیلے ہی رہ رہے تھے۔ اس وقت پروفیسر رضوی ڈرائینگ روم میں اکیلے بیٹھے چائے کی پیالی سامنے رکھے شام کا اخبار پڑھ رہے تھے۔ شیبا کو دیکھا

تو مسکراتے ہوئے اخبار ایک طرف رکھ دیا۔
"آؤ بیٹی شیبا۔ آ جاؤ۔ کبھی آنے سے پہلے فون کر دیا ہوتا۔ بیٹھو۔ بیٹھو۔"

پھر انھوں نے نوکر سے شیبا کے لیے چائے لانے کو کہا۔
"ہاں بیٹی بتاؤ۔ کالج کی پڑھائی کیسی جاری ہے؟"
شیبا تیز تیز چل کر آئی تھی اس کا سانس کچھ پھولا ہوا تھا۔ پروفیسر نے پوچھا:
"کیا بات ہے بیٹی تم دوڑتی ہوئی آئی ہو کیا؟ چہرے سے بھی تم مجھے کچھ پریشان سی لگتی ہو۔"
شیبا نے گہرا سانس بھرتے ہوئے کہا:
"پروفیسر صاحب! اس وقت میں آپ سے ایک ایسی بات کرنے آئی ہوں جس پر آپ کو شاید یقین نہیں آئے گا۔ مگر اللہ کے لیے یقین کیجیے گا کہ اس بات کا ایک ایک لفظ سچا ہوگا۔"
پروفیسر رضوی نے شیبا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:
"تم بات تو بتاؤ بیٹی۔ میں جانتا ہوں تم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تم ایک نیک بچی ہو اور نماز پڑھتی ہو۔ روزے رکھتی ہو۔ پھر تم جھوٹ کیوں بولوگی۔ کہو کیا بات ہے؟"
شیبا نے جلدی جلدی شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی بیان کر دی۔ پروفیسر رضوی شیبا کے منھ سے نکلنے والا ایک ایک لفظ بڑے غور سے سن رہے تھے۔ جب شیبا نے اپنی بات ختم کی تو بڑی مایوسی کے انداز میں بولی:
"مجھے یقین ہے پروفیسر صاحب آپ یہی سوچ رہے ہوں گے کہ شاید میں پاگل ہو گئی ہوں یا شاید مجھ پر کسی بھوت پریت کا سایہ ہو گیا ہے جو میں نے اس قسم کی کہانی آپ

کو سُنائی۔"

پروفیسر رضوی اُٹھ کر ٹہلنے لگے۔ اس دوران نوکر چائے رکھ گیا تھا جو شیبا کے سامنے پڑی پڑی ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ پروفیسر ٹہلتے ٹہلتے رُکے، شیبا کی طرف گردن گھمائی اور کہا:

"فوراً اپنے گھر ٹیلی فون کرو اور اپنے ڈیڈی ممی سے کہو کہ اگر عمران آئے تو اسے یہ کہا جائے کہ شیبا کی ایک سہیلی کے ابّو کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ وہاں گئی ہے۔"

شیبا کو سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ پروفیسر رضوی پہلے شخص تھے جنھوں نے شیبا کی باتوں پر یقین کر لیا تھا۔ اس نے فوراً گھر فون کر دیا۔ دوسری طرف سے اس کے ڈیڈی بولے۔ شیبا نے کہا:

"ڈیڈی! اگر عمران آ کر میرے بارے میں پوچھے تو کہیے گا کہ میری ایک سہیلی کے ابّو کا انتقال ہو گیا ہے اور میں ان کے ہاں گئی ہوں۔"

ڈیڈی نے پوچھا:

"مگر بیٹا وہ تمھاری سہیلی کہاں رہتی ہے؟ کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے۔"

شیبا نے کہا:

"ڈیڈی! میں ابھی آپ کو کچھ نہیں بتا سکتی۔ میں پروفیسر رضوی صاحب کے پاس بیٹھی ہوں۔ اللہ کے لیے عمران کو یہ ہرگز نہ بتائیے گا کہ میں پروفیسر صاحب کے پاس ہوں۔ یہ بہت ضروری ہے ڈیڈی۔ میں گھر آ کر آپ کو سب کچھ بتا دوں گی۔ لیجیے پروفیسر صاحب سے بات کریں۔"

پروفیسر رضوی نے ریسیور کان کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا:

”ہاں نقوی صاحب شیبا بیٹی میرے پاس ہے۔ بات ہی کچھ ایسی ہے کہ ابھی آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا۔ بہرحال آپ عمران کو یہ نہ بتائیں کہ شیبا بیٹی میرے پاس ہے۔“

پروفیسر نے فون بند کر دیا اور صوفے پر بیٹھتے ہوئے گھڑی دیکھی۔ پھر شیبا کی طرف دیکھ کر کہا:

”ہمیں کسی طریقے سے عمران کا ایکس رے لینا ہو گا۔ تبھی معلوم ہو سکے گا کہ اس کے جسم میں اگر خلائی مخلوق نے کوئی خفیہ ڈسک لگائی ہے تو وہ کہاں لگائی ہے؟“

سگنل غائب ہو گئے

شیبا پروفیسر رضوی کی طرف دیکھنے لگی۔ پروفیسر رضوی نے کہا:

"وہ سانپ والی بات میری سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ میں سائنس کا پروفیسر ہوں۔ میں عمران کا ایکس رے کر کے اس بات کا ثبوت حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ عمران کے جسم میں واقعی خلائی مخلوق نے کوئی خفیہ آلہ لگایا ہوا ہے۔"

"لیکن عمران کا آپ ایکس رے کیسے لیں گے؟ وہ تو اس پر کبھی تیار نہیں ہوگا۔" شیبا نے کہا۔

پروفیسر کچھ سوچ کر بولا:

"اس کے لیے ہمیں ایک اسکیم پر عمل کرنا پڑے گا۔"

پھر کچھ دیر غور کرنے کے بعد پروفیسر رضوی کہنے لگا:

"میرا ایک سرجن گہرا دوست ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں۔ ہم اسے اپنے اعتماد میں لیں گے وہ ہمارا بڑا اچھا ہم راز ثابت ہوگا۔ تمہیں کسی بہانے عمران کو سرجن حمید کے پرائیویٹ کلینک میں لانا ہوگا۔ اس کے بعد وہ صورت حال کو خود سنبھال لے گا۔"

اب شیبا سوچنے لگی کہ وہ عمران کو کیسے سرجن حمید کے کلینک

میں لاتے۔ آخر ایک ترکیب شیبا کے ذہن میں آ گئی۔ اس نے پروفیسر رضوی کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

"ٹھیک ہے میں عمران کو لے آؤں گی۔آپ مجھے سرجن حمید کے کلینک کا پتا اور وقت بتا دیں۔"

پروفیسر نے شیبا کو اپنے دوست ڈاکٹر کے کلینک کا ایڈریس بتایا اور کہا:

"اپنے اس سرجن دوست کو میں نے اس لیے چُنا ہے کہ اگر یہ معلوم ہو گیا کہ عمران کے بدن میں خلائی مخلوق نے کوئی خفیہ شے پیوست کر رکھی ہے تو اسی وقت اپریشن کر کے وہ شے باہر نکالی جا سکے گی۔"

شیبا کو یہ اسکیم بہت پسند آئی۔ اس طرح سے عمران کو خلائی مخلوق کی قید سے آزاد کیا جا سکتا تھا۔ شیبا صوفے سے اُٹھتے ہوئے بولی:

"اب میں عمران کی طرف جاتی ہوں۔ وہ ضرور اپنے گھر پر ہی ہو گا۔"

پروفیسر رضوی نے بھی صوفہ چھوڑ دیا اور بولا:

"بس تم ایک گھنٹے کے اندر اندر کلینک پہنچ جاؤ میں وہیں جا رہا ہوں۔"

شیبا اپنے پروفیسر صاحب کو سلام کر کے اپنے گھر کی طرف چل دی۔ گھر پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ عمران اس کی تلاش میں وہاں آیا تھا اور جب اسے بتایا گیا کہ شیبا کی سہیلی کے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ وہاں گئی ہے تو عمران سخت مایوسی کے عالم میں واپس چلا گیا تھا۔ شیبا کے ڈیڈی نے پوچھا:

"آخر یہ کیا معما ہے شیبا بیٹی۔ کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔"

شیبا نے کہا، "ڈیڈی وقت آنے پر میں آپ کو سب کچھ بتادوں گی۔ ابھی پلیز مجھے اپنی اسکیم پر آزادی سے عمل کرنے دیں۔"
ڈیڈی نے کہا، "بیٹی مجھے تو صرف تمھاری فکر ہے کہ کہیں تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔"
شیبا نے آسمان کی طرف انگلی اُٹھا کر کہا:
"ڈیڈی! اللہ میری حفاظت کرے گا۔ میں نیکی اور سچائی کی راہ پر ہوں اور سچے دل سے اپنے وطن کے لوگوں کی خدمت کر رہی ہوں اور انھیں آنے والی ایک زبردست تباہی سے بچانے کی جدوجہد کر رہی ہوں۔ مجھے اللہ پاک پر بھروسہ ہے۔ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔"
"اللہ تمھاری حفاظت کرے بیٹی۔" ڈیڈی نے شیبا کو دعا دی۔
شیبا اسی وقت اپنے کمرے میں گئی۔ ٹیلی فون کا نمبر گھمایا اور عمران کے کمرے میں فون کی گھنٹی بج اُٹھی۔ عمران اپنے کمرے میں دونوں ہاتھ پُشت پر رکھے بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ گھنٹی بجی تو اس نے ریسیور اُٹھا کر کہا، "ہیلو۔" دوسری طرف سے شیبا کی آواز آئی تو عمران کی پتھرائی ہوئی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ بے اختیار بولا:
"تم کہاں چلی گئی تھیں شیبا؟"
شیبا نے کہا، "ڈیڈی نے تمھیں بتایا نہیں کیا۔ عمران میری ایک بڑی ہی پیاری سہیلی کے ابّو فوت ہو گئے تھے۔ میں ابھی ابھی وہیں سے آ رہی ہوں اور اب ایک ڈاکٹر کے کلینک میں جا رہی ہوں۔ وہاں میری سہیلی باپ کے صدمے سے بے ہوش پڑی ہے۔ تم بھی میرے ساتھ چلو۔ پھر ہم وہاں سے قبرستان والے ٹیلوں کی طرف چل دیں گے۔"

شیبا نے ایک ہی سانس میں عمران کو اپنی تجویز بیان کر دی۔ اسے یقین تھا کہ عمران اس کے ساتھ کلینک جانے پر ضرور تیار ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ عمران نے کہا:

"تم گھر پر ہی ٹھہرو۔ میں آ رہا ہوں۔"

شیبا نے فون کا ریسیور رکھ دیا اور عمران کا انتظار کرنے لگی۔ پندرہ منٹ بعد باہر ایک ٹیکسی آ کر رُکی۔ شیبا نے کھڑکی میں سے دیکھا۔ عمران ٹیکسی سے اُتر کر نیچے تُلے مشینی انداز میں قدم اُٹھاتا شیبا کی کوٹھی کے چھوٹے سے گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شیبا کھڑکی سے ہٹ گئی۔ اس نے جلدی جلدی اپنے بالوں میں برش پھیرا اور اپنا پرس اُٹھا کر دروازے کی طرف بڑھی۔ عمران زینہ چڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شیبا کو دیکھتے ہی وہی نقلی مشینی انداز کی مسکراہٹ آ گئی۔ شیبا اس خطرناک مسکراہٹ سے بڑی خوف زدہ تھی۔ اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا:

"سوری عمران! تمھیں میرا انتظار کرنا پڑا۔ چلو کلینک کی طرف چلتے ہیں۔ وہاں میں اپنی سہیلی کو دیکھ لوں۔ پھر قبرستان چلے چلیں گے۔"

"او۔کے۔" عمران نے آہستہ سے کہا اور وہیں سے زینے کی طرف مُڑ گیا۔ نیچے گیٹ کے سامنے ٹیکسی اس نے کھڑی کروا رکھی تھی۔ وہ ٹیکسی میں سوار ہو گئے۔ شیبا نے ڈرائیور کو پروفیسر رضوی کے دوست سرجن حمید کے کلینک کا ایڈریس بتایا اور ٹیکسی شہر کے بارونق بازاروں میں سے گزرتی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

شیبا نے راستے میں ایک دُکان کے آگے ٹیکسی رُکوا کر اپنے لیے ایک رومال خریدا۔ دراصل وہ جان بوجھ کر دیر کر رہی تھی

تا کہ اتنی دیر میں پروفیسر رضوی اپنے سرجن دوست کو عمران کے بارے میں سب کچھ بتا دیں۔ شیبا نے پندرہ منٹ دُکان میں ہی لگا دیے۔ عمران ٹیکسی کی کھڑکی میں سے سر باہر نکال کر بولا:

"شیبا! اب آ جاؤ۔ دیر ہو رہی ہے۔"

اور شیبا دُکان سے نکل کر ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔

"سوری عمران! میں رومال کمرے میں ہی بھول آئی تھی۔ چلو ڈرائیور۔"

اور ٹیکسی چل پڑی۔ ڈاکٹر کا کلینک شہر سے شمالی کنارے پر ایک خاموش اور الگ تھلگ جگہ پر واقع تھا۔ وہاں کوئی زیادہ رَش بھی نہیں تھا۔ کیوں کہ یہ ڈاکٹر کے مریض دیکھنے کا وقت نہیں تھا۔ شیبا عمران کو لے کر ڈاکٹر کے کمرے میں آ گئی۔ وہاں پروفیسر رضوی پہلے سے بیٹھے تھے۔ سرجن حمید بھی موجود تھا۔ شیبا نے عمران کا ڈاکٹر سے تعارف کروایا اور بولی:

"میری سہیلی کا کیا حال ہے؟"

یہ ساری باتیں شیبا نے پروفیسر رضوی کو پہلے سے بتا دی تھیں کہ وہ وہاں اپنی فرضی بیمار سہیلی کو دیکھنے کا بہانہ بنا کر آئے گی۔

سرجن ڈاکٹر نے کہا:

"اسے ابھی ابھی ہوش آیا ہے۔ تم اس سے مل سکتی ہو۔ میرے ساتھ آؤ۔"

پھر ڈاکٹر نے سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق عمران سے کہا:

"مسٹر عمران! آپ بھی آ جائیں۔"

عمران کی بھی یہی خواہش تھی کہ وہ شیبا کے ساتھ ہی جائے۔ وہ اب شیبا کو ایک پل کے لیے بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پروفیسر رضوی خاموشی سے کرسی پر بیٹھے یہ سارا ڈرامہ دیکھتے رہے۔ یہ ساری اسکیم انھوں نے ہی تیار کی تھی۔

سرجن حمید اپنے ساتھ شیبا اور عمران کو لے کر دوسرے کمرے میں آگیا۔ یہاں ایک صوفہ پڑا تھا۔ سامنے کسی کمرے کا دروازہ تھا۔ ڈاکٹر نے عمران سے کہا:

"آپ یہاں تشریف رکھیں۔"

اور ساتھ ہی شیبا سے کہا:

"تم اندر جا کر اپنی سہیلی سے مل لو۔ مگر پانچ منٹ سے زیادہ اس کے پاس مت بیٹھنا اور زیادہ باتیں بھی نہ کرنا۔"

شیبا بولی، "ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب۔"

اور شیبا دوسرے کمرے میں داخل ہو گئی۔ عمران وہیں باہر والے کمرے کے صوفے پر بیٹھ گیا۔ سرجن حمید بھی وہیں بیٹھ گیا اور عمران سے موسم کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔ اس کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی ڈاکٹر نے اپنے سفید کوٹ کی جیب میں ایک چھوٹی سی انجکشن گن رکھ لی تھی۔ اس گن کا ٹریگر دبانے سے مریض کے بازو پر ٹیکہ لگایا جاتا تھا۔ لیکن اس وقت ڈاکٹر نے اس انجکشن گن میں ایک ٹرینکولائیزر یعنی فوری بے ہوش کر دینے والا کیپسول ڈال رکھا تھا۔ شیبا جس چھوٹے سے کمرے میں اپنی زخمی سہیلی کی مزاج پرسی کے لیے داخل ہوئی تھی وہاں سوائے گتے کے ڈبوں اور کاٹھ کباڑ کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ دروازہ بند کر کے وہ اس کے سوراخ سے آنکھ لگا کر ساتھ والے کمرے میں دیکھنے لگی۔

ڈاکٹر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے عمران سے باتیں کر رہا تھا۔ عمران صرف ہوں ہاں میں جواب دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پہلے جیسی سختی آگئی ہوئی تھی۔ سرجن حمید باتیں کرتے کرتے اٹھا اور بولا:

"میں آپ کو یورپ سے آیا ہوا ایک تازہ میڈیکل رسالہ دکھاتا ہوں جس میں ہمارے اس شہر کی فضائی آلودگی کے بارے میں ایک بڑا معلوماتی مضمون چھپا ہے۔"

عمران بےزاری سے بیٹھا رہا۔ اسے ڈاکٹر کی باتوں اور اس کے رسالے سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔ وہ تو شیبا کے باہر نکلنے کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ سرجن حمید عمران کے صوفے کے پیچھے آ گیا۔ یہاں ایک الماری رکھی تھی۔ ڈاکٹر نے الماری کو کھولا اور باتیں کرتے ہوئے اس میں سے یوں ہی جیسے رسالہ تلاش کرنے لگا۔ دراصل وہ عمران کی گردن کا نشانہ باندھ رہا تھا۔ اس نے کوٹ کی جیب میں سے انجکشن گن نکال کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لی تھی۔ پھر اس نے یہ کہہ کر الماری بند کر دی کہ رسالہ کوئی لے گیا ہے۔ تیزی سے پلٹا اور انجکشن گن کا منہ عمران کی گردن کے پاس لے جا کر ٹریگر دبا دیا۔ ٹھک کی آواز کے ساتھ گن میں سے انجکشن کی سوئی نکل کر عمران کی گردن میں گھس گئی۔ سوئی گھستے ہی اس کے خون میں بے ہوشی کی دوائی داخل ہو گئی۔

یہ سب کچھ ایک سیکنڈ میں ہو گیا۔ دوائی اتنی تیزی سے اثر کرنے والی تھی کہ اس سے پہلے کہ عمران کو کچھ پتا چلتا اس کا دماغ سُن ہو گیا اس کی گردن ڈھلک گئی اور وہ بے ہوش ہو کر وہیں صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

یہ دیکھ کر شیبا جلدی سے باہر آ گئی۔ سرجن حمید نے کہا:

"یہ کم از کم چھے گھنٹے تک بے ہوش رہے گا اس سے پہلے اسے ہوش نہیں آئے گا۔ اسے ساتھ والے کمرے میں لے جانا ہو گا۔"

دونوں نے بے ہوش عمران کو صوفے پر سے اٹھایا اور ساتھ

والے کمرے میں لے جا کر زمین پر بٹھا دیا۔ پھر دروازے کو تالا لگا دیا گیا۔ ڈاکٹر اور شیبا کلینک کے اسی کمرے میں آ گئے جہاں پروفیسر رضوی بیٹھے بے چینی سے اپنی انگلیاں چٹخا رہے تھے۔ ڈاکٹر اور شیبا کو دیکھتے ہی پوچھا:

"کیا ہوا؟"

ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا:

"عمران اسٹور روم میں بے ہوش پڑا ہے اسے چھ گھنٹے سے پہلے ہوش نہیں آئے گا۔ تھوڑی دیر میں میں کلینک بند کرنے والا ہوں۔ اس کے بعد ہم عمران کا اپریشن کریں گے۔"

شیبا اور پروفیسر کلینک میں ہی بیٹھے رہے۔ جب کلینک بند ہونے کا وقت ہو گیا تو سرجن حمید نے اپنے کمپاونڈر کو چھٹی دے دی۔ اس کے جانے کے بعد ڈاکٹر نے دروازہ لاک کیا اور پروفیسر سے کہا:

"پروفیسر تمھیں میرا ہاتھ بٹانا ہو گا۔ آپ لوگ میرے ساتھ آئیے۔"

کلینک کے سب سے پچھلے کمرے میں سرجن حمید کا اپریشن تھیٹر تھا۔ یہاں وہ چھوٹے موٹے اپریشن کیا کرتا تھا۔ بے ہوش عمران کو اسٹریچر پر ڈال کر وہ سب سے پہلے ایکس رے روم میں لے آئے۔ یہاں عمران کو ایکس رے مشین کے نیچے پہلے سیدھا لٹا کر اس کا ایکس رے لیا گیا۔ ایکس رے بالکل صاف تھا۔ اس میں کوئی شے رکھی ہوئی نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر عمران کی کھوپڑی کا ایکس رے لیا گیا۔ کھوپڑی میں بھی کچھ نہ ملا۔ اس کے بعد عمران کو اسٹریچر پر اُلٹا ڈال کر جب ایکس رے لیا گیا تو ڈاکٹر یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ عمران کی ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ایک چھوٹا سا کیپسول پیوست تھا۔ ڈاکٹر نے ایکس رے شیبا اور پروفیسر کو دکھایا۔ شیبا نے کہا:

"ڈاکٹر! یہی وہ کیپسول ہے جس کے ذریعہ سے خلائی مخلوق عمران کو کنٹرول کر رہی ہے۔ اللہ کے لیے اسے باہر نکال دو۔ میرا شبہ درست نکلا۔ سانپ نے بھی مجھے ٹھیک کہا تھا۔"

سرجن حمید کپڑا ہٹا کر عمران کی کمر کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ اسے ریڑھ کی ہڈی کے قریب کھال میں ہلکا سا زخم کا نشان دکھائی دیا۔ اس نشان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرجن حمید نے کہا:

"کسی بڑی اعلا ٹیکنیک کے ساتھ کیپسول عمران کے جسم میں داخل کر کے زخم کے نشان کو فوری طور پر ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر یہ واقعی کسی خلائی مخلوق کا کام ہے تو وہ لوگ میڈیکل سرجری میں ہم سے بہت آگے ہیں۔"

پروفیسر رضوی بولے:

"ڈاکٹر! یہ باتیں بعد میں ہوں گی۔ اس وقت جتنی جلدی ہو سکے اس خلائی کیپسول کو نکال باہر پھینکو۔"

اسی وقت عمران کو اسٹریچر پر ڈال کر اپریشن تھیٹر لے جایا گیا۔ وہ تو پہلے ہی سے بے ہوش تھا۔ سرجن حمید نے اس کے باوجود بے ہوشی کی دوائی والا دوسرا انجکشن بھی تیار کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور فوراً عمران کی کمر کا اپریشن شروع کر دیا۔ یہ بڑا معمولی سا اپریشن تھا۔ کمر میں ریڑھ کی ہڈی سے ایک انچ کے فاصلے پر ڈاکٹر نے چاقو سے ایک شگاف لگایا اور پہلے کھال کو پیچھے کیا۔ پھر گوشت کو تھوڑا سا کاٹا۔ ساتھ ہی ساتھ شیبا قریب کھڑی خون صاف کرتی جا رہی تھی۔ گوشت ایک طرف ہٹا تو نیچے سیکرٹ کیپسول نظر آ گیا۔ ڈاکٹر نے چمٹی ڈال کر تھوڑی سی کوشش کے بعد سیکرٹ کیپسول باہر نکال لیا۔ اسے غور سے دیکھا اور المونیم کی تھالی میں ڈال دیا۔ پھر زخم میں دوائی لگا کر اسے بند کیا۔ ٹانکے

لگائے اور پٹی کس کر باندھ دی۔ شیبا نے سیکرٹ کیپسول پلاسٹک کے لفافے میں ڈال کر اپنے پاس رکھ لیا۔ پروفیسر رضوی کہنے لگا:
"شیبا بیٹی! کہیں خلائی مخلوق کے سگنل کا تم پر اثر نہ ہونے لگے۔ کیپسول کو پھینک دو۔"
سرجن ڈاکٹر بولا:
"میرے خیال میں اس کے سگنل کا اثر صرف اس وقت ہوتا ہے جب یہ آدمی کے جسم کے اندر پیوست ہو۔ پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔ شیبا بیٹی تم اسے پھینک ہی دو تو اچھا ہے۔"
مگر شیبا اسے پھینکنا نہیں چاہتی تھی۔ کہنے لگی:
"جناب! میں گھر لے جا کر اس کا تجزیہ کرنا چاہتی ہوں اس کے بعد اسے زمین میں دبا دوں گی۔ اس وقت سوال یہ ہے کہ عمران کو کہاں رکھیں؟"
پروفیسر مسکرا کر بولے،
"عمران کی اب فکر کیوں کرتی ہو بیٹی۔ وہ تو ہوش میں آنے کے بعد بالکل نارمل اور پہلے جیسا عمران بن جائے گا۔ یعنی اپنی اصلی پہلے والی حالت میں آ جائے گا۔ اسے تو ہم خود سب کچھ بتا دیں گے کہ اس کے ساتھ کیا حادثہ پیش آ گیا تھا۔"
"ہاں یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا" شیبا نے مسکرا کر کہا۔
سرجن حمید کہنے لگا،
"میں اسے ساتھ والے کمرے میں رکھ لیتا ہوں۔ ہم لوگ یہیں ہیں۔ بس اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہو گا۔"
پروفیسر رضوی نے شیبا کی طرف متوجہ ہو کر کہا:
"بیٹی شیبا! تم عمران کے پاس رہنا کیوں کہ تم ہی اسے ہوش میں آنے کے بعد ساری بات بتاؤ گی۔ ہم ساتھ والے کمرے

میں بیٹھے ہیں۔"

ڈاکٹر اور پروفیسر رضوی کلینک کے آفس میں آ کر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر نے پروفیسر سے کہا:

"پروفیسر ایک بات ثابت ہو گئی ہے کہ اس شہر میں خلائی مخلوق اتر آئی ہے۔ یہی مخلوق عمران کی کمر میں کیپسول پلانٹ کر کے اسے کنٹرول کر رہی تھی۔ جیسا کہ شیبا نے بتایا ہے کہ یہ خلائی مخلوق کسی دور دراز سیارے سے آئی ہے اور ہمارے شہر اور پھر ہماری دنیا میں اپنا کوئی خطرناک قاتل جشن شروع کرنے والی ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں پولیس کو خبر کر دینی چاہیے۔"

پروفیسر کہنے لگا:

"شیبا نے پولیس کو اطلاع کی تھی، مگر پولیس انسپکٹر نے یہ کہہ کر شیبا کو تھانے سے بھیج دیا تھا کہ اس پر بھوت پریت کا سایہ ہو گیا ہے وہ جا کر اپنا علاج کرائے۔"

سرجن حمید بولے:

"مگر ہم پولیس کو ساتھ لے کر خلائی مخلوق کے خفیہ ٹھکانے پر چھاپہ تو مار سکتے ہیں۔"

پروفیسر نے کہا:

"پولیس خلائی مخلوق کے شہر میں اُترنے پر یقین ہی نہیں کر رہی وہ چھاپہ مارنے کیسے جائے گی۔"

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور دوسری طرف شیبا عمران کے پلنگ کے پاس کرسی پر بیٹھی کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی۔ عمران بے ہوش تھا۔ اس کا جسم گردن تک ہسپتال والے لال کمبل سے ڈھکا ہوا تھا۔ وقت گزرتا چلا گیا۔ جب انجکشن کی دوائی کا اثر ختم ہوا تو عمران نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر چھت کی طرف

دیکھا اور دھیمی آواز میں پوچھا :
" میں کہاں ہوں ؟"
شیبا نے جلدی سے رسالہ پھینک دیا اور عمران سے کہا :
" عمران بھائی ! تم بڑی محفوظ جگہ پر ہو ۔ سب ٹھیک ہو گیا ہے ۔"
عمران کو اپنی کمر میں درد محسوس ہوا ۔ اس نے پوچھا :
" میری کمر میں درد کیوں ہو رہا ہے ۔ کیا میں کسی ہسپتال میں ہوں شیبا ؟"
شیبا کو عمران کی آواز اور اس کے لہجے میں پہلے والی نرمی اور خوش اخلاقی محسوس ہو رہی تھی ۔ اس نے کہا :
" عمران بھیا ابھی تم آرام کرو ۔ تمھارا معمولی سا اپریشن کیا گیا ہے ۔ میں تمھیں سب کچھ بتا دوں گی ۔"
عمران نے گردن گھما کر شیبا کی طرف دیکھا اور بولا :
" مجھے کیا ہو گیا تھا ؟ میں تو خلائی مخلوق کی قید میں تھا شیبا ۔ پھر مجھے وہاں سے کون نکال کر لایا ہے ۔ کیا خلائی مخلوق کا خفیہ ٹھکانا تباہ کر دیا گیا ہے ؟ اللہ کرے ایسا ہی ہو ۔ مجھے بتا دو شیبا ۔ میں بالکل ہوش میں ہوں ۔"
عمران کی اپنی ساری یادداشت واپس آ گئی تھی ۔ اسے صرف اتنا یاد تھا کہ وہ خلائی مخلوق کے زمین دوز تہ خانے میں قید تھا ۔ اس کے جسم کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ بے ہوش ہو گیا تھا ۔
شیبا نے سوچا کہ عمران کو سب کچھ بتا ہی دینا چاہیے ۔ چناں چہ اس نے عمران کو شروع سے لے کر آخر تک سارے واقعات تفصیل سے سُنا دیے ۔ عمران نے آنکھیں بند کر لیں اور بولا :
" یا اللہ ! تیرا شکر ہے کہ میں خلائی دشمنوں کے کنٹرول سے

آزاد ہوا ؟"
پھر آنکھیں کھول کر شیبا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا :
"مجھے معاف کر دینا شیبا بہن ! میرے دل میں اگر تمھارے خلاف دشمنی کا خیال آیا تھا تو وہ خلائی مخلوق کے کیپسول کی وجہ سے تھا ۔ اس میں میرا کوئی دخل نہیں تھا ۔ اس کو تو وہ لوگ پیچھے سے کنٹرول کر رہے تھے ۔"
شیبا بولی ، " میں جانتی ہوں عمران ! تمھارا کوئی قصور نہیں ۔ میں تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی ہوں کہ پروفیسر رضوی صاحب اور ان کے ڈاکٹر دوست کی مدد سے تمھیں خلائی کیپسول کی مصیبت سے نجات ملی ۔"
عمران نے تشویش کے ساتھ کہا :
"مگر شیبا ! خلائی مخلوق کو تو پتا چل گیا ہو گا کہ میں ان کے کنٹرول سے باہر ہو گیا ہوں ۔ وہ ضرور ہماری تلاش میں ہوں گے ۔"
شیبا بولی ، " جو ہو گا دیکھا جائے گا ۔ ہم خلائی دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور ان کو تہس نہس کر کے ہی دم لیں گے ۔ تم ابھی آرام کرو ۔"
اور عمران نے آنکھیں بند کر لیں ۔ شیبا نے دوسرے کمرے میں جا کر سرجن حمید اور پروفیسر رضوی کو خوش خبری سنائی کہ عمران کو ہوش آ گیا ہے ۔ میں نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے اور وہ بالکل نارمل ہے اور پہلے والی حالت میں واپس آ گیا ہے ۔ پروفیسر اور سرجن حمید کو بھی یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی ۔ لیکن خلائی چیف طوطم بے حد پریشان تھا ۔ کمپیوٹر پر سے عمران کی اسکریننگ یعنی اس کا ڈھانچہ غائب ہو گیا تھا ۔ اس کے سگنل بھی سیکرٹ کیپسول تک نہیں پہنچ رہے تھے ۔

خلائی مشین چل پڑی

طوطم نے بہت کوشش کی مگر کمپیوٹر کی اسکرین پر عمران کا ڈھانچہ نمودار نہ ہوا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے اثرات اُبھر آئے۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر سے عمران کے ڈھانچے کے غائب ہونے کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی کہ عمران کی کمر میں لگایا گیا سیکرٹ کیپسول کسی طریقے سے نکال لیا گیا ہے۔

طوطم پریشان ہو کر کمپیوٹر کے کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگا۔ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اتنے میں خلائی آدمی اندر آیا اور خلائی زبان میں بتایا کہ اپنے سیارے اوٹان سے عاطون آ گیا ہے۔ یہ سُن کر طوطم چیف ایک دم اُٹھ کھڑا ہُوا۔ عاطون ان کے سیارے کا سب سے زیادہ ظالم شخص تھا اور سیارے کے حاکم گریٹ کنگ کا خاص ساتھی تھا۔ اس کی آمد کا سُن کر طوطم گھبرا گیا کہ وہ اچانک کیسے زمین کے سیارے پر آ گیا۔ خلائی آدمی نے کہا:

"وہ ابھی سلنڈر میں خلا سے بیم ڈاؤن ہوا ہے۔"

زیر زمین لیبورٹری کی راہ داری میں عاطون کے قدموں کی آواز گونجی۔ طوطم جلدی سے سیدھا ہو گیا۔ اتنے میں لیبورٹری کے اندر ایک اونچے قد اور کرخت چہرے والا خلائی آدمی اکڑتا ہوا داخل ہوا۔

اس کا خلائی لباس سیاہ رنگ کا تھا اور کمر کے ساتھ خلائی گن لٹک رہی تھی۔ طوطم نے اسے اٹین شن ہو کر سلیوٹ کیا۔ عاطون نے آتے ہی سخت لہجے میں پوچھا:

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟ ابھی تک فائنل مشن شروع کیوں نہیں کیا؟ گریٹ کنگ تم سب کو ایٹمی بھٹی میں ڈال دے گا۔"

طوطم نے کہا:

"گریٹ عاطون! ہم فائنل مشن شروع کر چکے ہیں۔ اسکالا کی خلائی لاش کو قبر میں اتار کر سیٹ کر دیا گیا ہے۔ وہ قبر سے نکل کر ایکشن شروع کرنے کے لیے بالکل تیار ہے۔"

عاطون نے کمپیوٹر کی طرف نگاہ اٹھائی اور بولا:

"اور عمران اور شیبا کا کیا ہوا؟ کیا انھوں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے؟"

طوطم نے کسی قدر کھسیانا سا ہو کر کہا:

"گریٹ عاطون! ایک ٹریجڈی ہو گئی ہے۔ شیبا ہمارے چنگل سے نکل بھاگی تھی اور عمران کی کمر میں لگایا گیا سیکرٹ کیپسول بھی کسی ترکیب سے نکال دیا گیا ہے۔"

عاطون غصّے سے چیخ اٹھا:

"تم سب نااہل ہو۔ کیا تمھیں پتا نہیں کہ ہمارے سیارے پر پُراسرار خلائی بیماری کا اثر بڑھتا جا رہا ہے۔ اگر تم لوگوں نے دیر کر دی تو جانتے ہو ہمارے سیارے کی ساری مخلوق اذیت کی موت مر جائے گی۔"

طوطم بولا، "گریٹ عاطون! ہم شیبا اور عمران کو دوبارہ اپنے کنٹرول میں کر لیں گے اور پھر اسکالا کی خلائی لاش کو قبر سے شہر

کی طرف روانہ کر دیں گے۔"

عاطون نے کرسی کو ٹھوکر مار کر ایک طرف لڑھکا دیا اور خلائی دستانے اتارتے ہوئے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا اور بولا:

"میں گریٹ کنگ کی طرف سے نیا حکم لے کر آیا ہوں۔ شیبا اور جون کو ابھی رہنے دو۔ انھیں ہم کسی بھی وقت پکڑ سکتے ہیں۔ آج رات خلائی لاش اسکالا کو قبر سے نکال کر شہر کی طرف روانہ کر دیا جائے گا۔ ہمیں فوری طور پر اس شہر کے سب سے لائق اور قابل سائنس داں کی ضرورت ہے جو ہمارے سیارے پر جا کر خلائی بیماری کے وائرس کی تحقیق کر سکے۔ کیوں کہ خلائی وائرس کے معاملے میں اس شہر کے سائنس دانوں نے بہت ترقی کر لی ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں شہر کے ایک ایسے خونی قاتل کی ضرورت ہے جس کو پھانسی کی سزا سنائی گئی ہو۔ یہ دونوں انسان مجھے ایک ہفتے کے اندر اندر ہی اپنے سیارے پر پہنچانے ہیں۔"

طوطم نے پورے یقین کے ساتھ کہا:

"ہم اس مشن کو ایک ہفتے سے بھی پہلے پورا کر لیں گے گریٹ عاطون! خلائی لاش اپنا مشن شروع کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہے۔"

عاطون کرسی چھوڑتے ہوئے بولا:

"ٹھیک ہے۔ آج رات ہم خلائی لاش کو روانہ کر دیں گے۔ اب میں آرام کرنے جا رہا ہوں۔ اتنی دیر میں تم اپنے کمپیوٹر پر شہر کی جیل میں پھانسی پانے والے قاتل اور شہر کے سب سے لائق سائنس داں کا ڈیٹا معلوم کر کے تیار رکھو تا کہ ہم اس ڈیٹا کو خلائی لاش میں فیڈ کر دیں۔"

"بہت بہتر جناب۔" طوطم نے سلیوٹ کرتے ہوئے کہا۔

عاطون لیبوریٹری سے نکل کر دوسرے زمین دوز کمرے میں چلا گیا۔
اس کے جاتے ہی طوطم کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کے پاس شہر کی تمام اہم شخصیات اور خونی قاتلوں کی پوری تفصیل کمپیوٹر کی ایک چھوٹی سی ڈسک پر موجود تھی۔ اس نے ڈسک کمپیوٹر میں ڈالی اور کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگا۔ سب سے پہلے اس نے یہ معلوم کیا کہ شہر کا سب سے قابل سائنس داں اور ماہر ڈاکٹر کون ہے؟ تھوڑی ہی دیر میں کمپیوٹر پر ایک عورت کا نام اُبھر آیا۔ نام کے نیچے اس عورت کا پتا اور اس کی تعلیمی ڈگریاں اور زندگی کے سارے حالات بھی درج تھے۔ اس عورت کا نام ڈاکٹر سلطانہ تھا۔ وہ شہر کے نیوکلیائی سائنس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی پرنسپل تھی۔ کمپیوٹر نے بتایا کہ ڈاکٹر سلطانہ سے بڑھ کر اس ملک میں دوسرا کوئی قابل ڈاکٹر نہیں ہے اور یہی وہ سائنس داں ہے جو اوشان سیارے پر تیزی سے پھیلنے والی پراسرار خلائی بیماری کا سراغ لگا کر اسے ختم کر سکتی ہے۔
طوطم نے ڈاکٹر سلطانہ کے سارے حالات نوٹ کر لیے۔ پھر اس نے شہر کے سب سے بڑے خونی قاتل کی تلاش شروع کی۔ اس کی انگلیاں کمپیوٹر کے کی بورڈ پر تیزی سے حرکت کر رہی تھیں۔ کمپیوٹر کے اسکرین پر ایک خونی قاتل کا نام اور اس کے جرائم کی فہرست ابھر آئی۔ یہ بہرام قاتل تھا جس نے اب تک پچاس آدمیوں کو قتل کیا تھا اور اس وقت وہ شہر کی سب سے بڑی جیل کی پھانسی کی کوٹھڑی میں بند موت کا انتظار کر رہا تھا۔ کمپیوٹر نے بتایا کہ بہرام قاتل کو دو دن بعد پھانسی دے دی جائے گی۔ طوطم نے بہرام قاتل کا ڈیٹا بھی نوٹ کر لیا۔
اس کے بعد طوطم نے ڈاکٹر سلطانہ اور بہرام قاتل کے مواد کو ایک چھوٹی سی ڈسک میں فیڈ کر دیا۔ اس ڈسک کا سائز آدمی کو انگلی کے

ناخن کے برابر تھا۔ ایک گھنٹے بعد وہ عاطون کے سامنے بیٹھا اسے لیڈی ڈاکٹر سلطانہ اور بہرام قاتل کے بارے میں پوری تفصیلات کمپیوٹر پر دکھلا رہا تھا۔ عاطون نے سر ہلاتے ہوئے کہا:

"ٹھیک ہے۔ ہم سب سے پہلے پھانسی کا انتظار کرنے والے قاتل بہرام کو اغوا کر کے اپنے سیارے پر پہنچائیں گے۔ یہ کام آج آدھی رات کے بعد ہو جانا چاہیے۔ اس کے بعد لیڈی ڈاکٹر سلطانہ کو اغوا کر کے اپنے سیارے پر پہنچایا جائے گا۔ اگر بہرام قاتل کو پھانسی نہ ملنے والی ہوتی تو ہم پہلے ڈاکٹر سلطانہ کو اغوا کرتے۔ بہرحال تم تیار رہنا۔ آدھی رات کو ہم خلائی لاش کی قبر پر جا رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر عاطون دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

ادھر سیکرٹ کیپسول نکل جانے کے بعد عمران بالکل ٹھیک ہو گیا تھا۔ اسے کچھ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ خلائی مخلوق کے کنٹرول میں رہ کر وہ کیا کیا کرتا رہا ہے۔ اب وہ پھر پہلے جیسا عمران بن چکا تھا جو شیبا کا بھائی تھا اور خلائی مخلوق کو اپنے خطرناک مشن شروع کرنے سے پہلے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے پر تلا ہوا تھا تاکہ دنیا کی مخلوق ان کے مشن کی تباہی و بربادی سے بچ جائے۔ اس ایڈونچرس مگر بے حد خطرناک مہم میں اب سائنس کا پروفیسر رضوی اور سرجن حمید بھی ان کے ساتھ تھے۔ عمران کی کمر کا زخم ابھی اچھا نہیں ہوا تھا۔ سرجن حمید نے اسے چند روز آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ عمران کے امی ابو بھی بڑے خوش تھے کہ عمران پھر سے صحت مند ہو گیا ہے۔ انھوں نے شیبا اور عمران کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ اب وہ کسی خلائی مخلوق کا نام زبان پر نہ لائیں۔ شیبا اور عمران خود بھی اپنے ماں باپ کو خلائی مخلوق اور ان کے خلاف اپنی مہم کے بارے میں کچھ نہیں بتانا

چاہیے تھے۔ پروفیسر رضوی نے بھی انھیں یہی مشورہ دیا تھا کہ وہ اس راز کو راز ہی رکھیں۔ تاکہ وہ اپنے طور پر پوری جانفشانی اور توجہ سے خلائی مخلوق کے ٹھکانے کو بلا کر بھسم کرنے کے پروگرام پر عمل کر سکیں۔ عمران سرجن حمید کے کلینک میں ہی آرام کر رہا تھا۔ شیبا دن میں دو تین بار آکر اس کی خبر لے جاتی تھی۔ رات کو ایک ملازم عمران کے کمرے میں ہی سوتا تھا۔ عمران نے شیبا کو خبردار کر دیا تھا کہ خلائی مخلوق کو پتا چل چکا ہے کہ میں ان کے کنٹرول سے نکل چکا ہوں اور اب وہ میری تلاش میں ہوں گے۔ شیبا نے جواب دیا تھا:

" وہ تو مجھے بھی ڈھونڈ رہے ہوں گے۔ مگر تم فکر نہ کرو۔ اس بار وہ اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔"

عمران بولا۔" اس کے لیے ہمیں بہت چوکس رہنا ہوگا۔ میں دو تین دن میں چلنے کے لائق ہو جاؤں گا پھر ہم خلائی کمیں گاہ کے ٹیلوں میں ڈائنامیٹ لگا کر سارے ٹیلوں کو دھماکے سے اڑا دیں گے تاکہ دشمن خلائی مخلوق اس میں بھسم ہو کر رہ جائے۔"

حقیقت یہ تھی کہ عمران اور شیبا کو خلائی مخلوق کی زبردست طاقت اور خلائی سائنس میں بے پناہ ترقی کا ابھی تک علم ہی نہیں تھا۔

چناں چہ جب رات کے ٹھیک بارہ بجے تو طوطم اور غاطون اپنی زیر زمین کمیں گاہ سے نکل کر آسیبی قبرستان کی طرف چل پڑے۔ اس وقت آسمان پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ چاروں طرف گہری موت جیسی خاموشی تھی۔ آسیبی قبرستان میں مدھم مدھم پراسرار دھند سی چھائی ہوئی تھی۔ پرانی شکستہ قبروں میں سے گزرتے دونوں خلائی آدمی اس قبر کے پاس آکر رک گئے جس کے اندر

خلائی لاش اسکالا کا تابوت رکھا ہوا تھا۔

عاطون نے اپنی خلائی گن کا رُخ قبر کی طرف کر کے بٹن دبایا۔ گن میں سے نیلے رنگ کی شعاع نکل کر قبر پر پڑی اور وہاں ایک گڑھا پڑ گیا۔ قبرستان کی مدھم دُھند میں انھیں خلائی لاش کا تابوت نظر آنے لگا۔ عاطون نے طوطم کو اشارہ کیا۔ طوطم قبر میں اُتر گیا۔ اس نے تابوت کا ڈھکنا اُٹھا دیا۔ تابوت میں خلائی لاش بالکل سیدھی لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے سینے میں سیاہ جیکٹ کے نیچے خنجر کا گہرا زخم تھا۔ آنکھیں پتھر کی طرح تھیں اور اوپر آسمان کو ٹکٹکی باندھے تک رہی تھیں۔ طوطم نے جیب سے چاقو نکال کر اس کی نوک خلائی لاش کی کھوپڑی پر کان کے اوپر رکھ دی۔ یہ خلائی چاقو تھا۔ کھوپڑی کے ساتھ نوک کے لگتے ہی چاقو اپنے آپ خلائی لاش کی کھوپڑی توڑ کر اندر گھس گیا۔ طوطم نے کھوپڑی میں تھوڑا سا شگاف ڈالا۔ پھر جیب سے کمپیوٹر کی وہ ننھی سی ڈسک لاش کے دماغ میں ایک طرف چپکا دی جس میں بہرام قاتل اور شہر کی سب سے قابل سائنس داں ڈاکٹر سلطانہ کا سارا ڈیٹا درج تھا۔ ڈسک لاش کے دماغ میں لگانے کے بعد اس خلائی چاقو کی مدد سے طوطم نے لاش کی کھوپڑی کو بند کر دیا۔ عاطون قبر کے باہر کھڑا یہ ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔

طوطم بھی قبر سے باہر آ گیا۔ عاطون کے ہاتھ میں المونیم کی ایک پنسل تھی جس میں تین چار سفید نقطے چمک رہے تھے۔ عاطون نے ایک نقطے پر اُنگلی رکھی تو تابوت کے اندر لاش میں حرکت پیدا ہوئی۔ طوطم اور عاطون پیچھے ہٹ گئے۔ لاش تابوت میں سے آہستہ آہستہ اُٹھی اور قبر کے گڑھے سے باہر نکل کر بالکل سیدھی کھڑی ہو گئی۔

عاطون نے اپنی خاص خلائی زبان میں کہا:
اسکالا! تم جانتے ہو تمھیں کیا کرنا ہے۔ ساری تفصیل تمھارے دماغ میں ڈال دی گئی ہے۔ تمھارے مُردہ جسم میں وہ خاص طاقت بھی بھر دی گئی ہے جو اس دنیا کے کسی بڑے سے بڑے طاقت ور آدمی کو ساری زندگی نصیب نہیں ہو سکتی۔ سب سے پہلے تمھیں اس شہر کی سب سے بڑی جیل میں جا کر بہرام قاتل کو اغوا کر کے اپنی خلائی کمیں گاہ میں لانا ہو گا۔ اس کے بعد کل رات تم سائنس داں خاتون، ڈاکٹر سلطانہ کو اغوا کرنے جاؤ گے۔ کیا تم میری باتیں سمجھ رہے ہو؟
خلائی لاش کے حلق سے گڑگڑاہٹ کی ایک دھیمی سی آواز نکلی اور اس نے سر کو یوں آہستہ سے ہلایا جیسے کہہ رہا ہو کہ میں نے سب کچھ سُن لیا ہے۔ سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔
عاطون نے کہا، "اچھا اب اپنے مشن پر روانہ ہو جاؤ۔"
اور عاطون نے خلائی پنسل کا دوسرا نقطہ دبا دیا۔ خلائی لاش کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور وہ قبرستان سے چل پڑی۔ خلائی لاش یوں چل رہی تھی کہ چلتے ہوئے اس کے بازو بالکل نہیں ہل رہے تھے۔ جب لاش قبرستان کی دُھند میں عاطون اور طوطم کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تو عاطون بولا:
"طوطم: لیبوریٹری چلو۔ اسکالا لاش کی واپسی کا ہم کمیں گاہ میں انتظار کریں گے۔"
اور دونوں خلائی آدمی واپس اپنی کمیں گاہ کی طرف چل دیے۔
خلائی لاش قدم قدم چلتی قبرستان سے باہر آ گئی تھی۔ لاش کے بھاری قدموں تلے خشک پتے کچلے چلے جا رہے تھے۔ وہ اندھیرے اور دُھند میں چل رہی تھی۔ لاش کا قد چھے فیٹ سے نکلتا ہوا

تھا۔ اس کے جسم پر سیاہ رنگ کا چمڑے کا لباس تھا۔ سینے کے زخم کا شگاف جیکٹ میں سے تھوڑا سا نظر آ رہا تھا۔ پاؤں میں بھاری سیاہ جوتے تھے جن پر خشک کیچڑ جمی ہوئی تھی۔ آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں اور بالکل سیدھ میں تک رہی تھیں۔ رات کی تاریکی میں میدان عبور کر کے اسکالا کی خلائی لاش شہر کو جاتے والی سڑک پر آ کر رک گئی۔ ایک نظر دُور شہر کی جھلملاتی روشنیوں پر ڈالی۔ لاش کے حلق سے دھیمی سی گڑگڑاہٹ کی آواز نکلی اور وہ سڑک پر شہر کی سب سے بڑی جیل کی طرف چل پڑی۔

لاش کی کھوپڑی میں لگی ڈسک اس کی راہ نمائی کر رہی تھی۔

لاش سڑک پر کچھ دُور ہی چلی تھی کہ پیچھے سے ایک خالی رکشا آ کر اُس کے پاس رُک گیا۔ رکشا والے نے سوچا کہ شہر کی کوئی سواری ہے۔ اس سے مُنھ مانگے دام وصول کروں گا۔

لاش بھی رُک گئی۔ رکشے والے نے مُنھ باہر نکالے بغیر کہا:

"صاحب شہر جانا ہے تو بیٹھ جاؤ۔ پانچ رپے لے لوں گا۔"

لاش بالکل ساکت کھڑی تھی۔ رکشا والے نے دوسری بار آواز دی:

"صاحب کیا سوچ رہے ہو۔ بیٹھ جاؤ رکشے میں تم چار رُپے ہی دے دینا۔ میں شہر کی طرف ہی جا رہا ہوں۔"

جب پھر بھی لاش نے کوئی جواب نہ دیا تو رکشا والے نے سر باہر نکالا اور کہا:

"کیا بات ہے صاحب! کیا سوچ رہے ہو؟"

تب لاش نے اپنی گردن گھما کر رکشے والے کی طرف دیکھا۔ رکشے والے کے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ لاش کی پتھرائی ہوئی آنکھیں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ رکشے والا ڈر گیا کہ

ضرور یہ کوئی بھوت پریت ہے جو آدھی رات کو اسی قبرستان سے نکل کر سڑک پر آگیا ہے۔ وہ رکشا آگے بڑھانے ہی لگا تھا کہ لاش نے ہاتھ بڑھا کر رکشے کی چھت کو پکڑ لیا۔ پھر اسے ایک جھٹکے سے اوپر اٹھایا۔ رکشا والا اچھل کر رکشے سے سڑک پر گرا اور چیخ مار کر ایسا بھاگا کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ لاش نے خالی رکشے کو ایک کھلونے کی طرح ہاتھ میں اوپر اٹھا رکھا تھا۔ پھر اسے زور سے سڑک پر پٹخ دیا۔ رکشا دو ٹکڑے ہو گیا۔ لاش نے پاؤں سے رکشے کے ٹکڑوں کو بری طرح سے کچل ڈالا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ شہر کی طرف چلنے لگی۔

کتنے ہی آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد بے رحم بہرام قاتل شہر کی سب سے بڑی جیل کی پھانسی کی کوٹھڑی میں بیٹھا اپنی موت کی گھڑیاں گن رہا تھا۔ عدالت سے اس کو پھانسی کی سزا کا حکم سنا دیا گیا تھا۔ اس کی رحم کی اپیل بھی خارج ہو گئی تھی۔ اس کی موت کا بلیک وارنٹ بھی جیل کے سپرنٹنڈنٹ کو مل چکا تھا۔ کل رات اسے پھانسی کے تختے پر لٹکایا جانا تھا۔ ساری امیدیں ختم ہو گئی تھیں۔ بہرام قاتل پھانسی کی چھوٹی سی کوٹھڑی میں فرش پر بیٹھا اللہ کو یاد کر رہا تھا اور گڑگڑا کر دل میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا تھا۔ مگر قدرت کے قانون تو اٹل ہوتے ہیں۔ جو کسی کی جان لیتا ہے اسے ایک نہ ایک دن پھانسی کا پھندا اپنے گلے میں ڈالنا ہی پڑتا ہے۔ جو گناہ کرتا ہے اسے اس کی سزا مل کر ہی رہتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ پہلے ہی سوچ سمجھ کر عقل مندی سے کام لے اور ہمیشہ اللہ کا خوف دل میں رکھے اور نیک کام کرے۔ برائی کے خیال کو لپنے نزدیک بھی نہ آنے دے۔

پھانسی کی کوٹھڑی کے آگے ایک چھوٹا سا برآمدہ تھا جہاں ایک سپاہی بندوق کندھے پر رکھے ٹہل رہا تھا۔ کوٹھڑی کے آگے لوہے کا جنگلا لگا تھا جس پر بھاری تالا پڑا تھا۔ کوٹھڑی کے احاطے کے باہر بھی دو سپاہی بندوقیں اٹھائے پہرہ دے رہے تھے۔ بہرام قاتل نے قیدیوں والا لباس پہن رکھا تھا اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی تھیں۔ جیل کی اونچی دیوار کے چاروں کونوں پر روشنیاں ہو رہی تھیں۔ کوٹھڑی کے آگے برآمدے میں بھی بلب روشن تھا۔ جیل کے دونوں بڑے دروازے بند تھے اور باہر پہرے دار ڈیوٹی پر کھڑے تھے۔

مگر لاش جیل کی پچھلی دیوار کی طرف سے آئی تھی۔

اس طرف اندھیرا تھا۔ چاروں طرف موت جیسا سناٹا چھایا تھا۔

خلائی لاش جیل کی مضبوط اور پختہ دیوار کے پاس آ کر رک گئی۔ پھر لاش کا بازو دیوار کی طرف بڑھا۔ اس نے زور سے اپنا بھاری ہاتھ دیوار پر مارا۔ دیوار کی ایک اینٹ اکھڑ گئی۔ دوسری ضرب پر اینٹ نیچے گر پڑی۔ خلائی لاش نے اپنی خلائی طاقت کو کام میں لاتے ہوئے جیل کی مضبوط دیوار میں ایک شگاف ڈال دیا اور پھر اس میں سے گزر کر پھانسی کی کوٹھڑی کی طرف بڑھی۔ کھوپڑی میں لگی کمپیوٹر ڈسک بہرام قاتل کی طرف اس کی راہ نمائی کر رہی تھی۔ لاش ایک کوارٹر کے پیچھے سے بے آواز قدموں سے چلتی گزر گئی۔

لاش رک گئی۔ اسے دو انسانوں کی باتیں کرنے کی آواز سنائی دی تھی۔ لاش نے اپنا ساکت چہرہ اٹھا کر اس طرف دیکھا جدھر سے باتیں کرنے کی آواز آئی تھی۔ تھوڑی دور پھانسی کی کوٹھڑی کے احاطے کے اندر اور باہر اور احاطے کے چھوٹے آہنی دروازے کے اوپر روشنی ہو رہی تھی۔ اس روشنی میں لاش کو دو پہرے دار سپاہی

نظر آئے جو آہنی جنگلے والے دروازے کے پاس کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ لاش آگے بڑھتے بڑھتے ٹھٹھک گئی۔ ایک پل کے لیے جیسے لاش نے کچھ سوچا اور پھر گھوم کر احاطے کی دوسری طرف اندھیرے میں چل پڑی۔

دونوں پہرے دار آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا:

"کل اسی وقت بہرام کو پھانسی کے تختے کی طرف لے جایا جائے گا۔"

دوسرا سپاہی بولا:

"اب اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔"

پہلے والا سپاہی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک دم سے ٹھٹھک گیا اور اس نے دیوار کی طرف مڑ کر دیکھا جدھر اندھیرا تھا۔ دوسرے سپاہی نے پوچھا:

"کیا بات ہے؟"

اس کے ساتھی نے کہا:

"کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی تھی۔"

اور وہ دیوار کی طرف بڑھا جہاں اندھیرا تھا۔ دوسرا سپاہی احاطے کے جنگلے کے پاس ہی بندوق اٹھائے کھڑا رہا۔ وہ بھی چوکس ہو گیا تھا۔ پہلے والا سپاہی بندوق تانے اندھیرے میں آیا تو اسے کوئی انسان نظر نہ آیا۔ وہ واپس مڑا ہی تھا کہ خلائی لاش نے پیچھے سے اس کی گردن کو اپنے فولادی پنجے میں جکڑ کر پوری طاقت سے دبا دیا۔ خلائی لاش نے ضرورت سے زیادہ طاقت خرچ کر دی تھی۔ پہرے دار سپاہی کی گردن اس کے جسم سے الگ ہو کر لاش کے ہاتھ میں ہی پکڑی رہ گئی اور اس کا مردہ دھڑ گر پڑا۔

اس کی آواز دوسرے سپاہی کو آئی تو اس نے پوچھا،
"کیا بات ہے ناور؟ کیا کر رہے ہو ادھر؟"
خلائی لاش نے مردہ سپاہی کے دھڑ کو پیچھے کھینچ لیا تھا۔
دوسرے سپاہی کو جب اپنے ساتھی کا کوئی جواب نہ ملا تو وہ بھی بندوق لیے اندھیرے کی طرف آ گیا۔
"کہاں چلے گئے ہو تم۔ بولتے کیوں ـ"
اس کا جملہ پورا نہیں ہوا تھا کہ اس کی گردن پر کسی کا پتھر جیسا ہاتھ پڑا اور پھر اس کی آنکھوں کے آگے نیلا کالا اندھیرا چھا گیا۔ خلائی لاش نے دوسرے پہرے دار کی گردن بھی اس کے دھڑ سے الگ کر دی تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر لاش کسی مشین روبوٹ کی طرح چلتی پھانسی کی کوٹھڑی کے احاطے کے جنگلے کے پاس آ کر رک گئی۔ لاش نے دیکھا کہ کوٹھڑی کے برآمدے میں بھی ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ اس سپاہی نے بھی اپنے دونوں ساتھیوں کی آوازیں سُنی تھیں۔ اس نے جب دیکھا کہ کسی سپاہی کی آواز نہیں آ رہی تو وہیں سے بولا:
"ارے تم دونوں کدھر چلے گئے ہو؟"
اور وہ آہستہ آہستہ چلتا جنگلے کے پاس آ گیا۔ لاش اسے آتا دیکھ کر بڑی مکاری سے پیچھے ہٹ گئی تھی۔ سپاہی کو جب باہر دونوں پہرے داروں میں سے ایک بھی دکھائی نہ دیا تو اس نے آواز دی۔
"کہاں ہو بھئی تم دونوں؟ یہاں ڈیوٹی کون دے گا؟"
خلائی لاش اندھیرے میں دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ سپاہی کو جب کوئی جواب نہ ملا تو وہ کچھ پریشان سا ہوا۔ جلدی سے اس نے احاطے کا جنگلا کھولا اور باہر آ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ساتھ

ہی ساتھ وہ پہرے داروں کو آوازیں بھی دے رہا تھا۔ خلائی لاش نے اپنے حلق سے گڑگڑاہٹ کی دھیمی آواز نکالی۔ یہ آواز سنتے ہی سپاہی اس کی طرف بڑھا۔

"کیا بات ہے میاں خان؟"

اچانک خلائی لاش نے اس کی گردن پر اپنا ہاتھ زور سے مارا۔ سپاہی کے ہاتھ سے بندوق دور جا گری اور اس کی گردن کی ہڈی چار جگہوں سے چورا ہو گئی۔ وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین پر گر پڑا۔

خلائی لاش اس کے مردہ جسم کے اوپر سے گزر کر پھانسی کی کوٹھڑی کے احاطے میں آ گئی۔ بہرام قاتل کی آنکھیں بند تھیں اور وہ فرش پر دوزانو بیٹھا اللہ کو یاد کر رہا تھا۔ کوٹھڑی کے آگے کوئی دروازہ نہیں تھا بلکہ لوہے کا جنگلہ لگا تھا۔ جنگلے پر بھاری تالا پڑا تھا۔ لاش قدم قدم چلتی جنگلے کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ بہرام قاتل کو اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے گھور رہی تھی۔ یہی اس کا شکار تھا۔ وہ اسی کو اغوا کرنے کے لیے وہاں آئی تھی۔

بہرام قاتل نے قدموں کی آواز سنی تھی مگر وہ یہی سمجھا کہ پہرے دار احاطے کے برآمدے میں چل پھر کر پہرہ دے رہا ہے وہی جنگلے کے پاس آ کر رک گیا ہو گا۔ وہ آنکھیں بند کیے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا رہا۔ اس سے پہلے بہرام قاتل نے احاطے میں پہرے داروں کی کچھ آوازیں سنی تھیں مگر اس نے کوئی خیال نہیں کیا تھا۔ رات کے وقت وہ آپس میں اس طرح باتیں کرتے ہی رہتے تھے۔ اچانک اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی عفریت کوٹھڑی کے جنگلے کے ساتھ منہ لگا کر سانس لے رہا ہو۔

بہرام قاتل نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ احاطے کی روشنی میں اسے

ایک زندہ لاش آہنی جنگلے کے ساتھ لگی نظر آئی ۔ لاش بالکل سیدھی کھڑی تھی ۔ پھر اس لاش نے ہاتھ ڈال کر جنگلے کا مضبوط تالا توڑ مروڑ کر رکھ دیا ۔ اور اندر داخل ہو گئی ۔

خلائی ایڈونچر سیریز کا تیسرا ناول

کالا جنگل، نیلی موت

- خلائی چیف عاطون کے حکم پر شیبا کو اغوا کر کے نامعلوم مقام پر لے جایا گیا۔
- عمران شیبا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔
- برازیل کے کالے جنگل میں موت عمران کا انتظار کر رہی تھی۔
- عمران شیبا کی تلاش میں آگے بڑھتا ہے تو نیلی موت ہر قدم پر اُس کا پیچھا کرتی ہے۔ کامیابی کی منزل قریب آتی ہے اور پھر دور ہو جاتی ہے۔ کیوں؟
- کالا ناگ اپنی پراسرار سرگرمیوں میں مصروف تھا۔
- کالا ناگ کیا واقعی سانپ تھا یا کوئی اور مخلوق۔

یہ خلائی سیریز کے تیسرے ناول کالا جنگل، نیلی موت میں پڑھیے جسے اے۔ حمید نے لکھا اور نونہال ادب نے شائع کیا۔ خوب صورت ٹائیٹل، رنگین تصویریں اور عمدہ چھپائی۔

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

خلائی ایڈونچر سیریز
۳
سیارہ اوشان کا زمین پر حملہ
کالا جنگل، نیلی موت
اے حمید

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس

طابع : ماس پرنٹرز، کراچی

اشاعت : ۱۹۹۰ء

تعداد اشاعت : ۲۰۰۰

قیمت : ۱۰ روپے

KHALAI SCIENCE ADVENTURE SERIES - 3

KALA JUNGLE NILI MAUT

A. HAMEED

NAUNIHAL ADAB

HAMDARD FOUNDATION PRESS, KARACHI.

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مُقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست

تناور درخت بن جاتا ہے ، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں ، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے ، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے ، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں ، دیو پیکر طیارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں ۔ چاند ، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں ۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے ۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے ، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں ۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے ۔ سائنس کی ترقی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے ۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں ۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے ۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا ۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے ۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے ۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے ۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی ۔

حکیم محمد سعید

فہرست

پتھرائی ہوئی آنکھیں

بہرام قاتل خلائی زندہ لاش کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے تکنے لگا۔ پھانسی کی کوٹھڑی کا آہنی جنگلا کھلا تھا۔ بہرام قاتل کے لیے فرار ہونے کا یہ سنہری موقع تھا۔ وہ اٹھ کر دروازے کی طرف لپکا ہی تھا کہ خلائی لاش اسکالا نے پیچھے سے اُسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اُس کے کان میں اپنی اُنگلی ڈال دی۔ بہرام قاتل فوراً بے ہوش ہوکر خلائی لاش کے بازوؤں میں لٹک گیا۔ خلائی لاش نے بے ہوش بہرام قاتل کو اپنے کاندھے پر ڈالا اور پھانسی کی کوٹھڑی میں سے باہر نکل گئی۔ احاطہ پار کرکے وہ جیل کی پچھلی دیوار کی طرف بڑھی۔ یہاں اندھیرا تھا۔ پھر لاش جیل کی دیوار کے شگاف میں سے باہر نکل کر آسیبی قبرستان کی طرف روانہ ہوئی۔

خلائی چیف طوطم اور عاطون رات کے اندھیرے اور آسیبی قبرستان کے سناٹے میں ٹیلے کے شگاف کے پاس کھڑے خلائی لاش کا انتظار کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد انھیں قبرستان کے اندھیرے میں خلائی لاش قدم قدم

چلتی نظر آئی۔ طوطم نے کہا:
"لاش آرہی ہے۔ اُس نے کاندھے پر کسی آدمی کو ڈالا ہوا ہے۔"
خلائی عاطون نے دھیمی آواز میں کہا:
"یہ کوئی خطرناک قاتل ہی ہو سکتا ہے!"
خلائی لاش اسکالا طوطم اور عاطون کے پاس آکر رُک گئی۔ اُس کے حلق سے عجیب سی گڑگڑاہٹ کی آواز نکلی۔ عاطون نے لاش کو حکم دیا:
"اسے نیچے ڈال کر اپنے تابوت میں واپس چلے جاؤ۔"
خلائی لاش نے بہرام قاتل کو نیچے زمین پر ڈال دیا اور ایک جھٹکے سے واپس مڑکر آسیبی قبرستان کی طرف چلنے لگی۔ طوطم اور عاطون بے ہوش بہرام قاتل کو اُٹھا کر نیچے اپنی خفیہ لیبوریٹری میں لے گئے۔
خلائی لاش اسکالا آسیبی قبرستان کی دُھند میں چلتی اپنی قبر کے گڑھے میں اُتر کر تابوت میں لیٹ گئی۔ اس کے لیٹتے ہی تابوت کا ڈھکنا اپنے آپ بند ہوگیا۔ تابوت میں سے نیلی شعاع نکل کر قبر کے گڑھے کے باہر مٹی کے ڈھیر پر پڑی۔ ڈھیر کی مٹی اپنے آپ گڑھے میں گرنے لگی اور دیکھتے دیکھتے گڑھا بھر گیا اور وہاں قبر سی بن گئی۔
طوطم اور عاطون نے بے ہوش بہرام قاتل کو لیبوریٹری میں لے جاکر اسٹریچر پر لٹا دیا۔ عاطون نے اشارہ کیا۔ طوطم نے بہرام قاتل کے ماتھے پر ٹیپ کے ساتھ ایک تار جوڑ دیا۔ پھر پاس رکھے ہوئے کمپیوٹر کو آن کردیا اور کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگا۔ کمپیوٹر کی

اسکرین پر بہرام قاتل کا سارا ڈیٹا اُبھر آیا۔ عاطون طوطم کمپیوٹر کی اسکرین کو تک رہے تھے۔ طوطم کہہ رہا تھا:

"اس کا نام بہرام ہے۔ اس نے بہت سے خون کیے ہیں۔ یہ سنگ دل قاتل ہے۔ اسے کل پھانسی دی جانی تھی۔"

عاطون بولا:

"ہمیں اس قسم کے مزید قاتلوں کی ضرورت ہے۔"

طوطم نے کہا:

"ان کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔ اس شہر سے نہیں ملیں گے تو ہم دوسرے شہروں دوسرے ملکوں سے حاصل کر لیں گے۔"

عاطون اسٹریچر کی طرف مڑا۔

"طوطم! آپریشن شروع کرو۔ ہمیں بہرام قاتل کا سر ابھی گریٹ کنگ کے پاس اپنے سیارے پر پہنچانا ہے۔"

طوطم نے کمپیوٹر بند کیا۔ الماری میں سے بجلی سے چلنے والی چاقو نما آری نکالی۔ بے ہوش بہرام کے سرہانے کی طرف آیا اور بہرام قاتل کی گردن پر آری رکھ کر اس کا ننھا سا بٹن دبا دیا۔ گھرر گھرر کی دھیمی سی آواز لیبوریٹری کی خاموش فضا میں بلند ہوئی اور دیکھتے دیکھتے بہرام قاتل کی گردن جسم سے کٹ کر علاحدہ ہو گئی۔ اس خلائی آری میں یہ خاص بات بھی تھی کہ گردن کے کٹنے کے ساتھ ساتھ کٹی ہوئی گردن کی رگیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ جس کی وجہ سے بے ہوش بہرام کے خون کا ایک
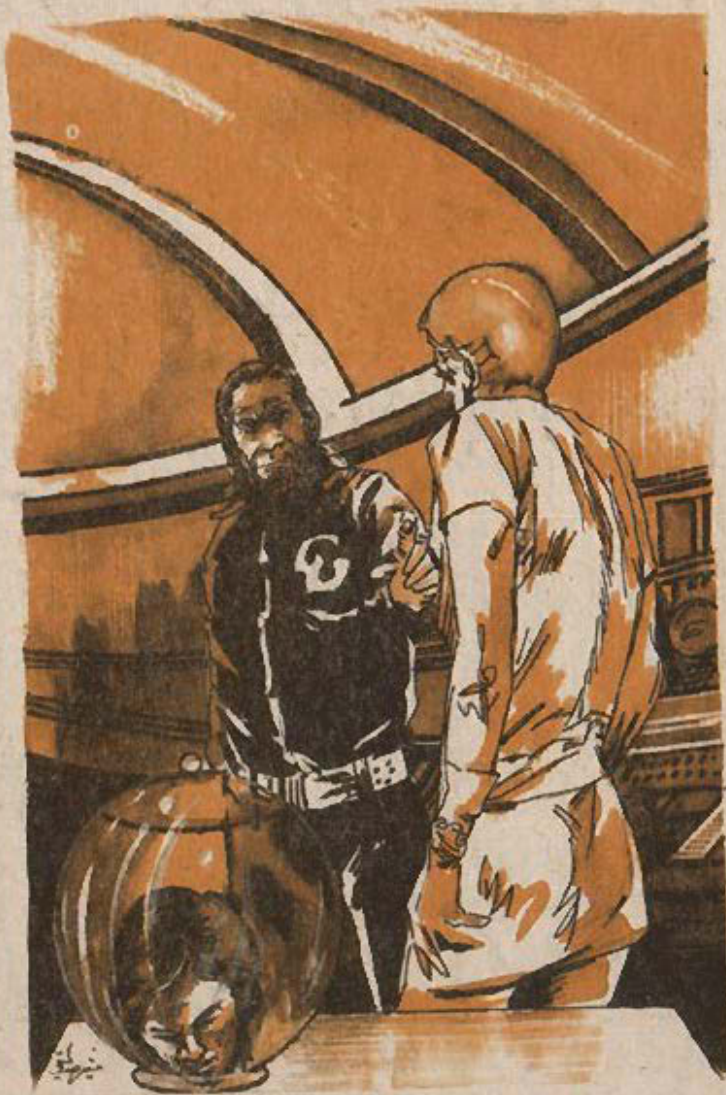
قطرہ بھی نہیں بہنے پایا تھا۔ عاطون نے بہرام قاتل کے کٹے ہوئے سر کو شیشے کے ایک گلوب میں ڈالا اور طوطم سے کہا:

"قاتل کی لاش کو مُردہ خانے میں لے جا کر بھسم کردو۔ میں اس کا سر لے کر اپنے سیارے پر جا رہا ہوں۔ گریٹ کنگ سے مشورہ کرنے کے بعد آکر بتاؤں گا کہ آگے ہمیں کیا کرنا ہے۔"

عاطون بہرام قاتل کا کٹا ہوا سر لے کر ساتھ والی لیبوریٹری کی طرف چلا گیا۔ جہاں اوثان سیارے تک پہنچانے والا شیشے کا سلنڈر کونے میں کھڑا تھا۔ دونوں خلائی آدمی بھی وہاں موجود تھے۔ عاطون کو آتا دیکھ کر ایک نے جلدی سے سلنڈر کا دروازہ کھول دیا۔ عاطون نے انھیں اپنی خلائی زبان میں ایک خاص نمبر بتایا اور سلنڈر میں داخل ہو کر اسٹول پر بیٹھ گیا۔ بہرام قاتل کا کٹا ہوا سر اس کی گود میں تھا۔

خلائی آدمی نے دیوار کے ساتھ لگے پینل کا نیلا بٹن دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی سلنڈر نیلی دھند سے بھر گیا۔ جب دھند چھٹی تو سلنڈر خالی تھا۔ عاطون کٹا ہوا سر لے کر خلا میں دُور ہمارے نظامِ شمسی سے بھی بہت دور اپنے سیارے اوثان پر پہنچ چکا تھا۔ طوطم نے بہرام قاتل کی سر کٹی لاش کو زیرِ زمین اپنے خاص مُردہ خانے میں لے جا کر المونیم کے ایک ٹب میں ڈال دیا۔ ٹب سے نیلی روشنی ہوئی اور لاش ایک سیکنڈ میں بھسم ہو گئی۔

صبح ہوئی تو شہر میں یہ سنسنی خیز خبر پھیل گئی کہ جس

بہرام قاتل کو آج رات پھانسی دی جانے والی رات جیل توڑ کر فرار ہوگیا ہے۔ پولیس نے سارے شہر کی ناکہ بندی کردی اور جگہ جگہ چھاپے مارکر مفرور قاتل کی تلاش شروع کردی۔ کسی کو خبر نہیں تھی کہ اس دنیا میں اب بہرام قاتل کا کوئی وجود باقی نہیں ہے۔ یہ خبر شیبا اور عمران نے بھی سنی۔ انھوں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ عمران کی کمر کا زخم آہستہ آہستہ اچھا ہورہا تھا۔ شیبا سرجن ڈاکٹر کے کلینک میں عمران کے پلنگ کے پاس بیٹھی اس سے باتیں کررہی تھی۔ عمران کہنے لگا:

"دو تین دن میں میرا زخم بالکل ٹھیک ہوجائے گا اور چلنے پھرنے کے قابل ہوجاؤں گا۔"

شیبا نے فکرمندی کے ساتھ کہا:

"مگر تمھیں ابھی گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے عمران! مجھے یقین ہے کہ خلائی مخلوق تمھاری تلاش میں ہوگی۔ تم اپنے گھر گئے تو وہ تمھیں اپنے کنٹرول میں کرلے گی۔"

عمران پُرجوش لہجے میں بولا:

"تمھارا خیال ہے کہ مجھے عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ جانا چاہیے؟ نہیں شیبا! ہمارے سامنے بہت بڑا مشن ہے۔ خلائی مخلوق ہمارے ملک اور ہماری خوب صورت دنیا کو تباہ کرنے کا منصوبہ لے کر یہاں اُتری ہے اور ہم انھیں اُن کے ناپاک عزائم میں نہ صرف کامیاب نہیں ہونے دیں گے بلکہ انھیں اپنی زمین پر ہی ہمیشہ کے لیے ختم کردیں گے۔"

شیبا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جانتی تھی کہ عمران صرف ایک بہادر لڑکا ہی نہیں ہے بلکہ اُسے اللہ پر پورا بھروسا

ہے اور سوائے اللہ کے وہ کسی سے نہیں ڈرتا اور ہر بار وہ جو فیصلہ کر لے اس سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ شیبا کا بھی یہی عزم تھا۔ وہ بھی اپنی زمین کو خلائی مخلوق کے ناپاک قدموں سے پاک کرنا چاہتی تھی۔ مگر حالات بڑے نازک صورت اختیار کر چکے تھے۔ خلائی مخلوق نے عمران کی کمر میں جو خلائی کیپسول لگایا تھا وہ ضائع کر دیا گیا تھا۔ اس کے سگنل آنا بند ہو گئے تھے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ خلائی مخلوق بے چینی سے عمران کی تلاش میں ہوگی اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ شیبا کے بھی پیچھے لگی ہو۔ اس لیے شیبا بڑی احتیاط سے کام لے رہی تھی اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ عمران صحت یاب ہونے کے بعد ابھی اپنے گھر واپس جائے۔ اس نے سرجن حمید اور پروفیسر رضوی سے بات کر لی تھی۔ انھوں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ عمران کو ابھی کچھ دن کلینک میں ہی رکھا جائے گا۔ شیبا یہ کہہ کر چلی گئی کہ وہ شام کو آئے گی۔ اس کے جانے کے بعد عمران سوچنے لگا کہ آسیبی قبرستان والی خلائی مخلوق کی کمیں گاہ کو اڑانے کے لیے کس ترکیب پر عمل کرنا مناسب رہے گا۔

دوسری طرف شام کو خلائی عاطون اپنے سیارے سے واپس آ گیا۔ وہ اپنے ساتھ اوٹان سیارے کے حاکم گریٹ کنگ کا خاص حکم لایا تھا۔ حکم یہ تھا کہ سب سے پہلے شہر کی سب سے قابل خاتون سائنس داں ڈاکٹر سلطانہ کو اغوا کر کے اپنے سیارے پر بھیجا جائے اور اس کے بعد شیبا اور عمران کو اپنے قابو میں کیا جائے۔ زیر زمین خلائی لیبوریٹری میں آتے ہی عاطون نے طوطم کو گریٹ کنگ کا

حکم سُنایا اور کہا:

"خلائی لاش اسکالا میں ڈاکٹر سلطانہ کا ڈیٹا اور سارا پروگرام فیڈ کردو۔ اُسے اپنی مہم پر آج رات ہی روانہ کرنا ہوگا۔ میں صبح ہونے سے پہلے اس شہر کی سائنس داں عورت ڈاکٹر سلطانہ کو ساتھ لے کر اپنے سیارے میں پہنچنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ وہاں وائرس کی بیماری بڑھتی جارہی ہے۔"

طوطم نے آہستہ سے سر جھکا کر کہا:

"گریٹ عاطون! ایسا ہی ہوگا۔ لاش اپنے مشن پر آج رات روانہ ہوجائے گی۔"

عاطون نے پوچھا:

"کیا ڈاکٹر سلطانہ اسی شہر میں ہے؟ کہیں وہ کسی دوسرے شہر تو نہیں گئی ہوئی ہے؟"

طوطم بولا:

"یہ میں معلوم کرچکا ہوں۔ سائنس داں لیڈی ڈاکٹر اسی شہر میں ہے اور آدھی رات کو وہ اپنی کوٹھی میں ہی ہوگی جو شہر سے تھوڑی دور سمندر کے کنارے پر واقع ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" عاطون بولا، "شام ہوچکی ہے۔ ذرا اندھیرا ہوجائے تو لاش کو قبرستان سے لیبوریٹری میں لے آؤ اور ڈاکٹر سلطانہ کا ڈیٹا اس میں فیڈ کردو تاکہ صبح ہونے سے پہلے پہلے لاش ڈاکٹر سلطانہ کو اُٹھا کر ہمارے پاس لے آئے۔"

"او کے سر!"

یہ کہہ کر طوطم کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا اور ڈاکٹر

سلطانہ کے ڈیٹا کی پروگرامنگ کرنے لگا۔ چند منٹ میں اُس نے ناخن کے برابر ایک ڈسک تیار کرلی، جس میں ڈاکٹر سلطانہ کی شکل۔ اس کی کوٹھی کا پتا اور اس کے خون کا گروپ سب کچھ موجود تھا۔

جب ذرا اندھیرا گہرا ہوا تو طوطم نے کمپیوٹر کا چینل بدلا اور خلائی لاش اسکالا کی ڈسک چڑھا کر ایک بٹن دبایا۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر قبرستان میں اس قبر کی تصویر اُبھر آئی جس میں خلائی لاش کا تابوت بند تھا۔ طوطم نے دوسرا بٹن دبایا تو قبر میں اپنے آپ آہستہ آہستہ سوراخ ہونے لگا۔ سوراخ بڑا ہوتا گیا اور پھر وہاں ایک شگاف پیدا ہوگیا۔ اب شگاف میں سے تابوت صاف نظر آرہا تھا۔ طوطم نے کمپیوٹر کی کی بورڈ کا ایک سرخ بٹن دبایا تو تابوت کا ڈھکنا اوپر اُٹھتا چلا گیا۔ جب ڈھکن پورا اوپر اُٹھ گیا تو اس کے اندر سے لاش نکل کر قبر کے شگاف سے باہر آگئی۔ طوطم نے اوپر تلے دو تین بٹن دبائے اور خلائی لاش نے زمین دوز لیبوریٹری کے شگاف کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ طوطم اُٹھ کر نیم روشن غار میں سے گزرتا ہوا اس کے شگاف میں آکر ایک طرف رُک گیا۔

تھوڑی ہی دیر میں خلائی لاش رات کی تاریکی میں اُبھری۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی طوطم کی طرف چلی آرہی تھی۔ طوطم ایک طرف ہٹ گیا۔ لاش شگاف میں اتر کر غار میں آگئی۔ طوطم اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ لاش کو معلوم تھا کہ اُسے کہاں جانا ہے۔ وہ لیبوریٹری نمبر ۲

باہر جانے والی سڑک کے کنارے درختوں کے آگے بڑھ رہی تھی۔

اس وقت شہر کی بلکہ ملک کی سب سے مشہور اور لائق سائنس داں ڈاکٹر سلطانہ اپنی کوٹھی کے بیڈروم میں پلنگ سے ٹیک لگائے، ٹیبل لیمپ کی روشنی میں فزکس کی ایک نئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ جو ایک دن پہلے اُسے کینیڈا کی ایک یونیورسٹی نے بھیجی تھی۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ بیڈروم کی کھڑکی کھلی تھی۔ کھڑکی میں لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ باہر گہری خاموشی چھائی تھی اور سمندر کی مرطوب ہوا کے جھونکے کمرے میں آرہے تھے۔ ڈاکٹر سلطانہ کی عمر پچاس کے قریب تھی۔ وہ ساری زندگی تعلیم حاصل کرنے میں اتنی مصروف رہی تھی کہ اُسے شادی کرنے کے لیے وقت ہی نہیں ملا تھا۔ اب سائنس ہی اس کی زندگی تھی اور وہ دن رات اپنے ملک کے ایک بڑے اہم پراجیکٹ پر کام کر رہی تھی۔ جس کے تحت ایک مصنوعی سیارہ خلا میں بھیجا جانے والا تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ کا ایک بوڑھا ملازم تھا جو اُس کے لئے کھانا وغیرہ بھی پکاتا اور کوٹھی کی جھاڑپونچھ بھی کرتا تھا۔ یہ ملازم اپنے چھوٹے سے کوارٹر میں گہری نیند سو رہا تھا۔

رات خاموش اور پرسکون تھی۔ کھڑکی میں سے ٹھنڈی ٹھنڈی سمندری ہوا آرہی تھی۔ ڈاکٹر سلطانہ کو کتاب پڑھتے پڑھتے اونگھ آگئی۔ کتاب اس کے ہاتھ سے ایک طرف لڑھک گئی اور وہ سو گئی۔ رات کو اکثر وہ اسی طرح پڑھتے پڑھتے

سو جاتی تھی۔ اسے سوئے تھوڑی دیر ہی گزری ہوگی کہ اس نے باہر کے برآمدے میں کسی کے بھاری قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ خلائی لاش کوٹھی میں داخل ہو چکی تھی۔ اس کا رُخ ڈاکٹر سلطانہ کے بیڈ روم کی طرف تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ کا بیڈ روم اس چھوٹی سی کوٹھی کے سمندر والے کونے میں تھا۔ بیڈ روم کا دروازہ اندر سے لاک تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ رات کو ہمیشہ اپنے بیڈ روم میں قفل لگا کر سوتی تھی۔

بیڈ روم کی کھڑکی کا پردہ ایک طرف ہٹا ہوا تھا۔ خلائی لاش کھڑکی میں آکر کھڑی ہوگئی۔ اس کی پتھرائی ہوئی آنکھیں گہری نیند سوئی ہوئی ڈاکٹر سلطانہ پر جمی تھیں۔ لاش کے حلق سے ہلکی سی غراہٹ نما آواز نکلی۔ پھر لاش نے کھڑکی کی سلاخوں کو ایک ہی جھٹکے سے اُکھاڑ کر نیچے پھینک دیا اور کھڑکی کے راستے بیڈ روم میں داخل ہوگئی۔ ڈاکٹر سلطانہ کے سرہانے ٹیبل لیمپ ابھی تک جل رہا تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ گہری نیند سو رہی تھی۔ کتاب بستر پر ایک طرف لڑھک گئی تھی۔ خلائی لاش اسکالا نے کچھ دیر سلطانہ کو گھور کر دیکھا پھر اپنا سیدھا ہاتھ آگے بڑھایا اور اپنی اُنگلی ڈاکٹر سلطانہ کے کان پر رکھ دی۔ اس انگلی کے شدید الیکٹرانک اثر سے ڈاکٹر سلطانہ کے جسم نے ایک جھرجھری سی لی اور پھر وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ خلائی لاش نے ڈاکٹر سلطانہ کو اُٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈالا۔ واپس گھومی۔ کھڑکی میں سے نکل کر کوٹھی کے عقبی باغیچے میں آئی اور آہستہ آہستہ اندھیرے میں گم ہوگئی۔

زیر زمین لیبوریٹری کے شفاف نما دروازے پر خلائی چیف

طوطم اور عاطون خلائی لاش کی راہ دیکھ رہے تھے۔ ان کے سامنے آسیبی قبرستان پر موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ دونوں خاموش تھے۔ پھر انھوں نے ایک بلند قامت انسانی سائے کو ٹیلے کی طرف بڑھتے دیکھا۔ طوطم نے آہستہ سے کہا:

"سر! اسکالا کی لاش آگئی ہے۔"

وہ غار میں جانے والے راستے سے ہٹ گئے۔ خلائی لاش نے ڈاکٹر سلطانہ کو غار کے اندر لا کر زمین پر ڈال دیا۔ طوطم اور عاطون ڈاکٹر سلطانہ کو اُٹھا کر اس کمرے میں لے گئے جہاں شیشے کا خلائی سلنڈر کونے میں رکھا ہوا تھا۔ طوطم نے کمپیوٹر کنٹرول کی مدد سے لاش کو واپس آسیبی قبرستان میں پہنچا دیا جہاں خلائی لاش تابوت میں لیٹ گئی۔ ڈھکنا اوپر سے بند ہوگیا اور قبر کی اپنے آپ ڈھیری بن گئی۔

عاطون اسٹریچر پر بے ہوش پڑی ڈاکٹر سلطانہ کو جھک کر بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے طوطم کو اشارہ کیا اور وہ ڈاکٹر سلطانہ کو اُٹھا کر سلنڈر میں لے گئے۔ اسے اسٹول کے ساتھ باندھ کر بٹھا دیا گیا۔ پینل پر اپنے سیارے اوطان کی فریکوئنسی ملائی گئی۔ عاطون بھی دوسرے اسٹول پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ ڈاکٹر سلطانہ کو اپنے سیارے میں لے جا کر خود گریٹ کنگ کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔

عاطون نے سلنڈر کے اندر سے اشارہ کیا۔ خلائی آدمیوں میں سے ایک نے خاص بٹن دبا دیا۔ سلنڈر میں زبردست روشنی چمکی، روشنی غائب ہوئی تو سلنڈر خالی پڑا تھا۔ ڈاکٹر

سلطانہ اور عاطون کے جسموں کے ایٹم ذرّات بن کر روشنی
کی رفتار سے بھی تیز رفتار کے ساتھ ہمارے نظام شمسی
سے باہر ایک دور دراز نظام شمسی کے سیّارے اوطان
کی لیبوریٹری میں پہنچ چکے تھے۔
اس کام سے فارغ ہوتے ہی طوطم نے اپنے ساتھی
خلائی آدمیوں سے کہا۔
"اس ڈاکٹر عورت کے ہمارے سیّارے پر جانے سے
خلائی وائرس کی بیماری کا خاتمہ ہوجائے گا۔ لیکن ابھی
ہمیں اس دُنیا کو ختم کرنا ہے۔ مگر اسے تباہ کرنے سے
پہلے یہاں کی کچھ قابل عورتوں اور مردوں کو اغوا کرکے
ہمیں اوپر لے جانا ہوگا۔ لیکن سب سے پہلے شیبا اور
عمران کو اپنے قابو میں کرنا ہے۔"
خلائی آدمی نے کہا:
"طوطم چیف! عاطون نے حکم دیا تھا کہ شیبا کو جنوبی امریکا
کے گم شدہ ویران شہر میں واقع اپنے خفیہ خلائی ٹھکانے پہنچانا
ہے۔ کیا ہمیں ایسا ہی کرنا ہوگا؟"
طوطم بولا:
"ہاں ہمیں ایسا ہی کرنا ہوگا۔ شیبا کو ہمیں جنوبی امریکا کے
گم شدہ ویران شہر والی خلائی کمیں گاہ میں پہنچانا ہوگا۔ یہ گریٹ
کنگ کا بھی حکم ہے۔ مگر عمران کو ہمیں اپنے مقصد کے
لیے استعمال کرنا ہوگا۔ کل رات خلائی لاش اسکالا شیبا کو اغوا
کرکے اسے یہاں لائے گی۔ اس کے بعد ہم عمران کو اغوا
کریں گے۔"
دوسرا خلائی آدمی کہنے لگا:

"طوطم چیف! میں نے اپنی کمین گاہ کے باہر ٹیلے کی گھاٹی میں ایک کالے سانپ کو اکثر پھرتے دیکھا ہے۔"

"تو اس میں حیرانی کی کونسی بات ہے؟" طوطم نے کہا۔

خلائی آدمی بولا:

"طوطم چیف! مجھے لگتا ہے کہ اس کالے سانپ کا تعلق کسی دوسری مخلوق سے ہے۔"

طوطم چیف نے گھور کر اپنے خلائی ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا:

"اس دنیا میں ہمارے سوا دوسری کوئی خلائی مخلوق نہیں ہے۔ اب اگر وہ کالا سانپ نظر آئے تو اسے اپنی خلائی گن کے فائر سے بھسم کر دینا۔"

"او کے چیف!"

رات گزر گئی۔ دوسرے دن ملک کی نامور سائنس دان خاتون ڈاکٹر سلطانہ کے غائب ہونے کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ عمران اور شیبا کو اس کا علم ہوا تو وہ یہی سمجھے کہ ڈاکٹر سلطانہ اپنی مرضی سے کسی جگہ چلی گئی ہو گی۔ ان کے وہم میں بھی یہ خیال نہیں آسکتا تھا کہ خلائی مخلوق نے خلائی لاش کے ذریعے سے اسے اغوا کرایا ہے۔ کیوں کہ خلائی لاش کو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ کی تلاش شروع ہو گئی۔ عمران ابھی تک سرجن حمید کے کلینک میں ہی تھا۔ اسے دو دن بعد وہاں سے صحت مند ہو کر واپس جانا تھا۔

شیبا صبح کالج گئی۔ وہاں سے عمران کے پاس کلینک آگئی۔ کچھ دیر بیٹھی ڈاکٹر سلطانہ کی گمشدگی پر باتیں کرتی رہی پھر دوسرے دن آنے کا کہہ کر وہ اپنے گھر کی طرف چل دی۔ رات

کو اس نے اپنے ڈیڈی ممی کے ساتھ کھانا کھایا اور کمرے میں لیٹ کر سوچنے لگی کہ ڈاکٹر سلطانہ اگر اپنی مرضی سے کہیں گئی ہے تو پھر اس کے بیڈروم کی کھڑکی کی سلاخیں کیوں اکھڑی ہوئی تھیں۔ کسی چور ڈاکو کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ ڈاکٹر سلطانہ کو اغوا کرتا۔ تو پھر ڈاکٹر سلطانہ کہاں گئی اور کھڑکی کی سلاخیں کس نے اکھاڑی تھیں۔ ڈاکٹر سلطانہ کے کمرے سے کوئی چیز چوری بھی نہیں ہوئی تھی۔ شیبا کا ذہن سوچتے سوچتے تھک گیا۔ اس نے بتی بجھائی اور چادر اوپر کر کے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے بعد وہ سو گئی۔ جب اس کے کمرے میں میز پر رکھے ٹائم پیس نے رات کا ایک بجایا تو خلائی لاش بڑی احتیاط سے زینہ چڑھتی شیبا کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

شیبا کی چیخ

شیبا کا کمرا بند تھا۔ اندر سے چٹخنی لگی ہوئی تھی۔

بند دروازے کے پاس کھڑے ہوکر خلائی لاش نے اسے دونوں ہاتھوں سے دھکیلا۔ ایک کھڑکھڑاہٹ کی آواز کے ساتھ دروازہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ شیبا کی آنکھ کھل گئی۔ کھڑکی میں سے آتی روشنی میں اُس نے ایک ڈراؤنی لاش نما چیز کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی۔ خلائی لاش نے شیبا کو وہیں دبوچ لیا اور اس سے پہلے کہ شیبا اس کی مضبوط گرفت سے نکلنے کی کوشش کرتی لاش نے شیبا کے کان میں اُنگلی ڈال کر اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

شیبا کی چیخ اور دروازہ ٹوٹنے کی آواز سے شیبا کے ڈیڈی ممی اور نوکر جاگ پڑے۔ وہ اس کے کمرے کی طرف دوڑے۔ لاش شیبا کو کاندھے پر ڈالے بڑے اطمینان سے سیڑھیاں اُتر رہی تھی۔ شیبا کی ممی تو خلائی لاش کو دیکھتے ہی غش کھا کر گر پڑیں۔ شیبا کے ڈیڈی نے شور مچادیا اور نوکر بھی وہاں آ گئے۔ وہ لاش کی طرف بڑھے۔ لاش رُک گئی۔ اس کے حلق سے غضب ناک گڑگڑاہٹ کی آواز نکلی۔

ایک نوکر ڈر کر بھاگ گیا۔ دوسرے نے لاش کو روکنے کی کوشش کی۔ خلائی لاش نے اسے گردن سے پکڑ کر فرش سے پانچ فیٹ اوپر اُٹھایا اور زور سے نیچے پٹخ دیا۔ اس کی کمر کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

شیبا کے ڈیڈی اتنے میں دوڑ کر کمرے سے اپنا پستول لے آئے۔ انھوں نے اپنی بیٹی کو بچاتے ہوئے خلائی لاش پر فائر کر دیا۔ اوپر تلے چار گولیاں خلائی لاش کے پیٹ میں لگیں اور دوسری طرف سے نکل گئیں۔ مگر لاش پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ آگے بڑھتی گئی۔ شیبا کے ڈیڈی نے لاش کے سر کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ گولی لاش کی کھوپڑی میں سے گزر گئی، لیکن لاش کو کچھ بھی محسوس نہ ہوا۔ شیبا کے ڈیڈی گھبرا کر پیچھے ہٹے۔ لاش نے لپک کر اُن کو اُٹھایا اور کھڑکی میں سے باہر برآمدے میں پھینک دیا۔ خلائی لاش بے ہوش شیبا کو لے کر اب کوٹھی کے لان میں سے گزر رہی تھی۔ دوسرے نوکر نے ساتھ والی کوٹھی میں لوگوں کو اُٹھا دیا تھا، مگر خلائی لاش کی شکل دیکھ کر سب خوف زدہ ہو گئے تھے۔ کوئی آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ پھر بھی وہاں شور مچ گیا تھا۔ کسی نے پولیس کو فون کر دیا۔ پولیس جیپ لے کر شیبا کی کوٹھی کی طرف دوڑی۔

خفیہ خلائی لیبوریٹری میں طوطم اپنے کمپیوٹر کی اسکرین پر لکیروں اور نقطوں کی شکل میں یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ پولیس آ رہی ہے تو اُس نے لاش کو سگنل دیا۔

"جیسے بھی ہو شیبا کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔

جلدی کرو۔"

لاش کو سگنل ملا تو اس نے غرا کر دائیں بائیں دیکھا۔ چھوٹی سی سڑک کی روشنی میں لوگ کوٹھیوں کی دیواروں سے لگے اس کی طرف سہمی ہوئی نظروں سے تک رہے تھے۔ کسی کو آگے آنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ دور سے پولیس کی جیپ کے سائرن کی آواز آنے لگی۔ آواز قریب آ رہی تھی۔ خلائی لاش سڑک سے ہٹ کر درختوں میں سے تیز تیز قدم اٹھاتی شہر سے باہر جاتی بڑی سڑک پر آ گئی۔ یہاں سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر ایک مین ہول تھا۔ لاش نے مین ہول کا ڈھکنا اٹھایا اور اس میں اتر گئی۔ اترنے کے بعد لاش نے مین ہول کا ڈھکنا دوبارہ اوپر رکھ دیا۔

خلائی لاش اب شہر کے نیچے سب سے بڑے گٹر میں تھی۔ یہ اتنا بڑا گٹر تھا کہ اس کے دونوں جانب چھوٹے چھوٹے فٹ پاتھ بنے ہوئے تھے۔ بیچ میں شہر کا گندا پانی بہہ رہا تھا جو زمین کے نیچے ہی نیچے سمندر کی طرف جاتا تھا۔ خلائی لاش گٹر کے فٹ پاتھ پر چلنے لگی۔ اب خفیہ خلائی لیبارٹری کے سگنل لاش کی راہ نمائی کر رہے تھے۔ یہ سگنل طوطم اسے بھیج رہا تھا۔ بے ہوش شیبا خلائی لاش کے کاندھے پر پڑی تھی اور اس کے بازو نیچے لٹک رہے تھے۔

خلائی لاش گٹر میں سے گزرتی ہوئی سمندر کے کنارے پر نکل آئی۔ یہاں سے اس نے اپنا رُخ بائیں جانب والی چٹانوں کی طرف پھیر لیا۔ ان چٹانوں کے پیچھے ایک کشادہ ویران میدان تھا جہاں رات کا اندھیرا چھایا تھا۔ خلائی لاش نے یہ میدان بھی پار کر لیا۔ اسے خلائی سگنل راستہ دکھا رہے تھے۔

آدھے گھنٹے بعد خلائی لاش خلائی لیبوریٹری کے غار کے باہر موجود تھی۔ طوطم نے اپنے دونوں خلائی ساتھیوں کی مدد سے بے ہوش شیبا کو اپنے قبضے میں کیا۔ خلائی لاش بالکل سیدھی کھڑی تھی۔ طوطم نے اس کی کھوپڑی اور پیٹ کو دیکھا جہاں گولیوں نے سوراخ کر دیئے تھے۔ طوطم نے لاش سے کہا:

"اسکالا! صبح تک یہ سوراخ اپنے آپ بند ہوجائیں گے۔"

پھر اسے اپنے تابوت میں واپس جانے کا حکم دیا۔ خلائی لاش حکم سنتے ہی آسیبی قبرستان کی طرف چل پڑی۔ طوطم چیف شیبا کو اسٹریچر پر ڈال کر خلائی سلنڈر والی لیبوریٹری میں لے آیا۔ دونوں خلائی آدمی اس کے ساتھ تھے۔ انھوں نے شیبا کو سلنڈر میں اسٹول پر بٹھادیا۔ طوطم چیف نے فوراً کمپیوٹر کھولا اور جنوبی امریکا کے گم شدہ ویران شہر کی دوسری خفیہ لیبوریٹری سے رابطہ قائم کیا۔ گم شدہ ویران شہر کی لیبوریٹری میں اسی خلائی مخلوق کے سات خلائی آدمی موجود تھے۔ ان کا چیف ایک خلائی سائنس داں شوگن تھا۔ شوگن نے سگنل کی زبان میں پوچھا کہ قاتل مشن میں دیر کیوں کی جا رہی ہے۔ طوطم نے سگنل میں جواب دیا:

"ہمارا خلائی قاتل مشن شروع ہو چکا ہے۔ اس دُنیا کی سب سے مشہور سائنس داں ڈاکٹر سلطانہ اس وقت ہمارے خلائی سیارے میں ہے اور ایک اہم ترین جاسوس لڑکی شیبا کو ہم تمھارے پاس بھیج رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم اپنی پسند کے آدمیوں اور عورتوں کو شہروں سے اغوا کرکے اپنے سیارے پر پہنچانا شروع کر دیں گے۔ اس کے بعد ہم بحیرۂ روم کے ویران سمندری جزیرے میں خلائی بم نصب کر دیں گے

جس کے پھٹنے سے اس دُنیا کے تمام سمندروں کا پانی
بھاپ بن کر اُڑ جائے گا اور اس کی کھولتی گرم بھاپ
میں دُنیا کی ساری مخلوق ختم ہو جائے گی۔"
دوسری طرف سے خلائی شوگن کا سگنل آیا:
"پھر ہم اس دُنیا میں آکر قبضہ کرلیں گے اور یہاں اپنی
مرضی سے حکومت کریں گے اور اس زمینی سیارے کو اپنے ماحول
کے سانچے میں ڈھال لیں گے۔"
طوطم نے جوابی سگنل دیا:
"اس وقت تم جاسوس لڑکی شیبا کو مجھ سے وصول کرو۔"
سگنل آیا، "میں شیبا کو وصول کرنے کے لیے تیار ہوں۔"
طوطم نے سگنل دیا:
"یہ بڑی چالاک اور خطرناک لڑکی ہے۔ اس کو گم شدہ شہر
کے سب سے گہرے اور زمین کے نیچے بنے ہوئے تہ خانے
میں رکھنا یہ عاطون کا حکم ہے۔ وہ خود تمھارے پاس آکر
اس لڑکی کا برین واش کر کے اسے اپنے کنٹرول میں کرے گا۔"
"او کے طوطم! میں تیار ہوں۔ شیبا کو بھیجو۔"
اور شوگن نے سگنل بند کر دیے۔ طوطم نے کمپیوٹر پر
ایک خاص فریکوینسی ملائی۔ پھر دوسرے چینل پر بیٹھے اپنے
خلائی ساتھی کو اشارہ کیا۔ اس نے ایک ہی وقت میں دو
انگلیوں سے چینل بورڈ کے دو بٹن دبا دیے۔ سلنڈر میں سرخ
رنگ کی روشنی کا غبار پھیل گیا۔ دو سیکنڈ بعد روشنی کا غبار
چھٹا تو سلنڈر خالی تھا۔ دوسری طرف وہاں سے ہزاروں میل
دور جنوبی امریکا کے ایک شہر سے دُور ویران پہاڑی علاقے
میں مکانوں کے کھنڈرات کے نیچے قائم اس خلائی مخلوق کی دوسری

اہم ترین خلائی کمیں گاہ کے خاص کمرے میں رکھے سلنڈر میں شیبا نمودار ہوگئی۔ وہ سلنڈر کے اندر بے ہوش پڑی تھی۔ خلا ہی سائنس دان شوگن اپنی چمکیلی تیز آنکھوں سے شیبا کو تک رہا تھا۔ اس کے ساتوں خلائی اسسٹنٹ اور ساتھی اس کے قریب موجود تھے۔ شوگن کے اشارے پر شیبا کو سلنڈر میں سے باہر نکالا گیا۔ اور اسے ایک خاص تہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔

طوطم چیف نے شہر سے شیبا کو اغوا کر کے اپنے دوسرے خلائی مرکز میں پہنچادیا تھا۔ اس نے اپنے سیارے میں عاطون کو سگنل کے ذریعہ سے اپنی کامیابی کی اطلاع پہنچادی۔ اوپر سے حکم آیا کہ اب عمران کو اپنے کنٹرول میں کرو اور اس کے بعد بحیرۂ روم کے گمنام جزیرے میں بم لگانے کی تیاریاں شروع کردو۔ عاطون نے دوسرا سگنل دیا کہ اس کے بعد اس شہر کے نامور مردوں اور عورتوں کو اغوا کر کے اپنے سیارے پر لے جانے کا مشن شروع ہوگا۔ طوطم نے جوابی سگنل میں کہا کہ ایسا ہی ہوگا۔ میں عمران کی تلاش شروع کر رہا ہوں۔ وہ اسی شہر میں کہیں چھپا ہوا ہے مگر شیبا کی گمشدگی کی خبر پاکر وہ باہر نکل آئے گا اور ہم اسے بڑی آسانی سے پکڑ سکیں گے۔

جب خلائی لاش آدھی رات کو شیبا کو اغوا کر کے بھاگی تو سارے علاقے میں افراتفری مچ گئی تھی۔ لوگوں نے خلائی لاش کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس کے بعد جب پولیس وہاں پہنچی تو شیبا کے ڈیڈی نے پولیس کو بتایا کہ ایک دہشت ناک شکل والے لاش نما انسانی عفریت نے ان کی بیٹی کو بے ہوش

کر کے اغوا کیا ہے۔ شیبا کی ممی کا غم کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔ پولیس اس وقت شیبا کی تلاش میں درختوں کی طرف بھاگی۔ کیوں کہ لوگوں نے بتایا تھا کہ لاش شیبا کو لے کر اسی طرف گئی تھی۔ صبح تک پولیس نے سارے علاقے کا چپہ چپہ چھان مارا مگر شیبا کا کوئی سراغ نہ ملا۔ خلائی لاش کے پاؤں کے نشان بھی کہیں نہیں مل رہے تھے۔ صبح سارے شہر میں یہ خبر پھیل گئی کہ آسمان سے کوئی خلائی مخلوق زمین پر اتر آئی ہے اور اس نے ڈاکٹر سلطانہ کے بعد شیبا نام کی کالج کی ایک لڑکی کو اغوا کر لیا ہے اور دونوں کو اپنے سیارے پر پہنچا دیا ہے۔

پولیس ایک دم حرکت میں آگئی۔ جگہ جگہ شیبا اور ڈاکٹر سلطانہ کو برآمد کرنے کے لیے چھاپے مارے جانے لگے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پولیس انسپکٹر شہباز کو ابھی تک یقین نہیں تھا کہ کوئی خلائی مخلوق زمین پر اتری ہے۔ وہ اسے لوگوں کا وہم خیال کرتا تھا۔ اس کو یقین تھا کہ یہ کام کسی گروہ کا ہے جو عورتوں کو اغوا کر کے دوسرے ملکوں میں بھیج دیتا ہے۔ انسپکٹر جنرل پولیس کو بھی خلائی مخلوق کے زمین پر اترنے کا اعتبار نہیں تھا۔ محکمے کی طرف سے اخبارات کے ذریعہ سے لوگوں کو پُر امن رہنے کی تلقین کی گئی اور یقین دلایا گیا کہ عورتیں اغوا کرنے والے گروہ کو بہت جلد گرفتار کر کے شیبا اور ڈاکٹر سلطانہ کو برآمد کر لیا جائے گا۔ عمران کو جب یہ خبر ملی کہ شیبا کو کسی خلائی لاش نے اغوا کر لیا ہے تو وہ پہلے تو سکتے میں آگیا۔

شیبا کے ڈیڈی ممی اس کے پلنگ کے پاس ہی بیٹھے تھے۔

انھوں نے عمران سے کہا کہ ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دہشت ناک لاش نما اونچے لمبے ڈراؤنی شکل والے انسان کو دیکھا ہے جس نے بے ہوش شیبا کو اپنے کاندھے پر ڈال رکھا تھا۔ ڈیڈی نے کہا:

"میں نے اس پر کئی گولیاں چلائیں، مگر اُس عفریت پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ اندھیرے میں میری بچی کو لے کر غائب ہو گیا۔"

شیبا کی ممی کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ باپ بے حد پریشان اور غم زدہ تھا۔ عمران گہری سوچ میں تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ اُسی تابوت والی لاش کا کارنامہ ہے جو اڑن تشتری سے زمین پر اُتاری گئی تھی۔ شیبا کے ڈیڈی ٹھنڈی سانس بھر کر بولے:

"پولیس کسی طرح نہیں مانتی کہ یہ واردات خلائی مخلوق کی ہے۔ مگر ہم نے تو اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اگر وہ زمین کی مخلوق ہوتی تو گولیاں کھانے کے بعد وہ ضرور گر پڑتی، مگر اس پر تو ذرا سا بھی اثر نہیں ہوا۔"

عمران نے اُنھیں تسلی دیتے ہوئے کہا:

"چچا جان! آپ حوصلہ رکھیں۔ شیبا کو میں بہت جلد خلائی مخلوق کے چنگل سے نکال لاؤں گا، ایک بات طے ہے کہ وہ لوگ شیبا کو ہلاک نہیں کرنا چاہتے ورنہ وہ اسے اس کے کمرے میں ہی ہلاک کر سکتے تھے۔ ڈاکٹر سلطانہ کو بھی اسی خلائی مخلوق نے اغوا کیا ہے۔ وہ اِن سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں۔ وہ کیا کام ہے؟ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ شیبا اور ڈاکٹر سلطانہ زندہ ہیں۔"

شیبا کی ممی نے کہا:
"بیٹا! تم اکیلے اس خطرناک خلائی مخلوق کا کیسے مقابلہ کروگے؟"

عمران بولا:
"میں نے سب کچھ سوچ لیا ہے چچی جان! آپ پریشان نہ ہوں۔ بہت جلد شیبا آپ کے پاس ہوگی۔"

عمران اسی روز کلینک چھوڑ کر گھر واپس آگیا۔ اس کی کمر کا زخم اچھا ہوچکا تھا۔ دوپہر کو وہ پولیس اسٹیشن پہنچا اور پولیس انسپکٹر شہباز کو ایک بار پھر خلائی مخلوق کی زمین پر آمد کے بارے میں قائل کرنے کی کوشش کی۔ پہلے تو انسپکٹر شہباز اسے وہم کہہ کر ٹالتا رہا لیکن جب عمران نے کہا کہ میں خلائی مخلوق کے خفیہ ٹھکانے کو جانتا ہوں تو انسپکٹر شہباز بولا۔ "تمھارا خیال ہے کہ خلائی مخلوق نے زمین کے نیچے اپنی خفیہ لیبوریٹری قائم کررکھی ہے؟"

عمران بولا:
"یہ میرا خیال نہیں ہے انسپکٹر۔ میں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں بڑی مشکل سے جان بچاکر ان کی قید سے بھاگا تھا۔ وہ اب بھی میری تلاش میں ہوں گے۔"

انسپکٹر شہباز خاموشی سے سنتا رہا۔

عمران کہہ رہا تھا:
"میں خلائی لیبوریٹری میں جانے والے خفیہ راستے کو جانتا ہوں۔ اگر ہم کسی طریقے سے وہاں ڈائنامیٹ لگادیں تو خلائی مخلوق کے ساتھ اُن کے اڈے کو بھی تباہ کیا جاسکتا ہے۔"

انسپکٹر شہباز بولا:

"لیکن تمھیں پہلے مجھے وہاں چل کر خلائی لیبورٹری کا خفیہ راستہ دکھانا ہوگا۔"

عمران جلدی سے بولا:

"میں تیار ہوں۔ آپ ابھی میرے ساتھ چلیں۔"

پھر کہنے لگا:

"اور یقین کریں خلائی لاش بھی اسی قبرستان میں کہیں چھپا کر رکھی گئی ہے۔"

شہباز نے مسکرا کر کہا:

"خلائی لاش کو میں نہیں مانتا۔ ہاں اگر خلائی مخلوق نے قبرستان کے پاس زمین کے اندر اپنا ٹھکانا بنا رکھا ہے اور تم نے مجھے وہ دکھادیا تو میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اسے اُڑا کر رکھ دوں گا۔"

عمران نے سوچا کہ چلو یہ کام تو پہلے ہوجائے۔ پھر خلائی لاش سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔ انھوں نے اسی وقت پروگرام طے کرلیا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے وہ آسیبی قبرستان میں جائیں گے۔ عمران کے دل میں یہ خطرہ بھی تھا کہ خلائی مخلوق شیبا کو اغوا کرنے کے بعد اس کی تلاش میں ہوگی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آسیبی قبرستان میں جاتے ہی وہ دشمن کے کسی پھندے میں پھنس جائے۔ لیکن یہ خطرہ مول لینا ضروری ہوگیا تھا۔

چناں چہ دن کی روشنی ہی میں انسپکٹر شہباز کو ساتھ لے کر عمران آسیبی قبرستان پہنچ گیا۔ جیپ انھوں نے قبرستان کے قریب کھڑی کردی۔ انسپکٹر شہباز نے قبرستان پر ایک نگاہ ڈال

کر کہا:

"یہاں تو سوائے پرانی قبروں کے اور کچھ نہیں ہے عمران۔"

عمران ایک گہرا سانس بھر کر بولا:

"میرے ساتھ آؤ انسپکٹر۔ میں تمہیں خلائی کمین گاہ میں جانے والا خفیہ راستہ دکھاتا ہوں۔"

عمران انسپکٹر شہباز کو لے کر ٹیلوں کے بیچ میں لے آیا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں ٹیلے کی دیوار میں شگاف نمودار ہوا تھا۔ لیکن اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ٹیلے کی دیوار پر خشک گھاس اُگی ہوئی تھی۔ زمین پر کسی انسان کے قدموں کے نشان بھی نہیں تھے۔ انسپکٹر شہباز ہنس کر بولا:

"عمران! اب میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ تم نے بھی ضرور کوئی خلائی خواب دیکھا ہے۔ میری بات مانو۔ خلائی مخلوق کو بھول جاؤ اور واپس چلو۔"

عمران کیا کہہ سکتا تھا۔ انسپکٹر شہباز کو وہاں ٹھیرانے کے لیے کوئی دلیل اُس کے پاس نہیں تھی۔ اتنا وہ سمجھ گیا تھا کہ خلائی لوگ اتنے احمق نہیں ہیں کہ وہ اپنی خفیہ لیبوریٹری کا دروازہ ہر وقت کھلا رکھیں۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ خفیہ راستے والے شگاف کا آہنی دروازہ اس طرح بند ہو جاتا ہے کہ باہر سے کوئی پتا نہیں چلا سکتا کہ یہاں کوئی دروازہ بھی ہے۔ وہ جیپ میں بیٹھ کر انسپکٹر کے ساتھ واپس آگیا۔ مگر شیبا کو تو ہر حالت میں تلاش کرنا تھا۔ عمران نے اکیلے ہی شیبا کو ڈھونڈھ نکالنے کا فیصلہ کر لیا۔ اب وہ رات ہونے کا انتظار کرنے لگا کیوں کہ رات کے اندھیرے میں ہی آسیبی قبرستان کے قریب خلائی مخلوق کے رازوں کے کھلنے کا وقت ہوتا تھا۔ اس امید پر کہ شاید رات

کے وقت خفیہ کمیں گاہ کا دروازہ کھلا ہو عمران آدمی قبرستان کی طرف روانہ ہوا۔

جس وقت رات کے اندھیرے میں عمران قبرستان میں داخل ہوا عین اسی وقت طوطم کے سگنل کے اشارے پر خلائی لاش بھی اپنے تابوت کے اندر حرکت میں آگئی۔ عمران ابھی قبرستان کی ڈیوڑھی میں ہی تھا اور شکستہ دروازے سے لگا بڑے غور سے ان ٹیلوں کی طرف تک رہا تھا جن کے درمیان خلائی کمیں گاہ تھی۔ خلائی لاش دوسرے سگنل پر اپنی قبر سے باہر نکل آئی۔ طوطم چیف نے اسے سگنل دیا کہ عمران کے گھر جاؤ اور اسے اغوا کرکے لے آؤ۔ اگر وہ مقابلہ کرے تو اسے وہیں ہلاک کردو۔ خلائی لاش اسکالا نے حلق سے غراہٹ کی دھیمی آواز نکالی اور قبروں میں چلنے لگی۔ ٹھیک اسی وقت عمران کو ڈیوڑھی میں پھنکار کی آواز آئی۔ اس نے چونک کر بائیں جانب دیکھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہی اس کا دوست اور ہمدرد کالا سانپ اندھیرے میں اپنا پھن لہرا رہا ہے۔ عمران کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ سانپ نے دھیمی سرگوشی نما انسانی آواز میں کہا:

"شی! تمھاری زندگی خطرے میں ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔ جلدی کرو۔"

سانپ عمران کے آگے آگے رینگنے لگا۔ وہ اسے لے کر ڈیوڑھی کے پیچھے قبرستان کی ٹوٹی ہوئی دیوار کے پاس ایک گڑھے میں اتر گیا۔

"یہاں سر نیچے کرکے بیٹھ جاؤ۔ بولنا بالکل مت۔"

عمران خاموش ہوکر بیٹھ گیا۔ قبرستان کی خاموشی میں خشک پتوں اور درختوں کی ٹہنیوں کے کچلے جانے کی آواز سنائی دی۔

جیسے کوئی قبروں میں چل رہا ہو۔ آواز ڈیوڑھی کی طرف سے آرہی تھی۔ عمران کی آنکھیں تاریکی میں ڈیوڑھی پر جم گئیں۔ ستاروں کی پھیکی روشنی میں اسے خلائی لاش ایک دہشت ناک سائے کی طرح قدم قدم چلتی نظر آئی۔ وہ ڈیوڑھی میں سے نکل کر شہر کی طرف جانے والی کچی سڑک پر ہوگئی اور پھر رات کی تاریکی نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

خلائی لاش جب نظروں سے اوجھل ہوگئی تو سانپ نے عمران سے کہا:

"اسکالا کی خلائی لاش تمھاری تلاش میں تمھارے گھر کی طرف گئی ہے۔"

عمران بولا، "میں اسے گھر پر نہ ملا تو وہ میری امّی ابّو کو تو نقصان نہیں پہنچائے گی؟"

"وہ تمھیں اغوا کرنا چاہتی ہے تمھارے ابّو امّی کو نہیں۔ وہ تمھیں دوسری جگہوں پر تلاش کرتی پھرے گی اور پھر ناکام واپس لوٹ آئے گی۔" سانپ نے کہا۔

عمران کو بار بار شیبا کا خیال آرہا تھا۔ نہ جانے وہ کہاں ہوگی؟ اس نے سانپ سے کہا:

"تم میرے دوست اور ہمدرد ہو۔ اس کا مجھے یقین ہے۔ کیا تم اپنی کسی غیبی طاقت سے مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ شیبا کو یہ خلائی مخلوق اغوا کرکے کہاں لے گئی ہے؟"

کالا سانپ ایک پل کے لیے خاموش رہا۔ کچھ نہ بولا۔ صرف اپنا پھن دائیں بائیں لہراتا رہا۔ پھر اس کی دھیمی انسانی آواز سنائی دی:

"ابھی تک مجھے کچھ پتا نہیں ہے کہ شیبا کو کہاں لے جایا

گیا ہے۔ لیکن میں اس کا سراغ لگا سکتا ہوں۔"
عمران نے سانپ کی طرف دیکھ کر کہا۔
"میرے دوست اللہ کے لیے شیبا کا پتا چلاؤ کہ وہ کہاں ہے۔ میں تمھارا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"
سانپ بولا:
"ایک دوست دوسرے دوست کی بھلائی کے لیے اگر کچھ کرتا ہے تو اس میں احسان کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ دوست وہی ہے جو مشکل میں اپنے دوست کے کام آئے۔ میں اپنے حساب اور اپنے ذریعہ سے شیبا کا سراغ لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم اس وقت اپنے گھر مت جانا۔ کسی دوسری جگہ جاکر چھپ جاؤ۔ میں کل رات تم سے ملنے آؤں گا۔"
عمران نے پوچھا:
"مگر تمھیں کیسے پتا چلے گا کہ میں کہاں چھپا ہوا ہوں۔ کیوں کہ ابھی خود مجھے پتا نہیں کہ مجھے کہاں چھپنا ہوگا۔"
سانپ کی سرگوشی ایسی آواز آئی:
"تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں تمھارے جسم کی خوشبو سے تمھارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"
عمران اٹھ بیٹھا اور کہنے لگا:
"اب میں چلتا ہوں۔ میں کل کسی بھی جگہ تمھارا انتظار کروں گا اور ہاں میرے دوست! تم نے ابھی تک مجھے یہ نہیں بتایا کہ تم سانپ ہوکر انسانوں کی آواز میں بات کیسے کر لیتے ہو؟ تم ہو کون؟"
سانپ بولا:
"میں کون ہوں، یہ میں ابھی نہیں بتا سکتا۔ اس کا ابھی

وقت نہیں آیا۔ جب وقت آئے گا تو میں اپنے بارے میں تمھیں سب کچھ بتادوں گا۔ اب تم جاؤ۔"
عمران قبرستان کی ڈیوڑھی سے نکل گیا۔

خلائی قاتل

عمران کے پاس ایک ہی خفیہ ٹھکانا تھا جہاں وہ خلائی لاش سے اپنے آپ کو چھپا سکتا تھا اور وہ سرجن حمید کا کلینک تھا۔ عمران قبرستان سے نکل کر دوسرے راستوں سے ہوتا ہوا رات کے دو بجے سرجن حمید کی کلینک پر پہنچ گیا۔ ڈاکٹر کلینک کے اوپر ہی رہتا تھا۔ عمران نے پیچھے دیکھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں خلائی لاش اس کا پیچھا نہ کر رہی ہو۔ مگر بازار رات کی خاموشی میں دور تک سنسان تھا۔

عمران نے گھنٹی بجائی۔ دوسری بار گھنٹی بجانے پر ڈاکٹر نے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا۔ "کون ہے؟" اس نے نیند بھری آواز میں پوچھا۔ عمران نے جلدی سے کہا:

"میں ہوں۔ عمران۔ ڈاکٹر صاحب دروازہ کھولیے۔"

ڈاکٹر نے فوراً نیچے آکر دروازہ کھول دیا۔ عمران نے اندر داخل ہوتے ہی کہا:

"دروازے میں چٹخنی لگا دیں!"

"خیریت تو ہے عمران؟" ڈاکٹر نے چٹخنی لگاتے ہوئے پوچھا۔

"خیریت ہوتی تو میں اتنی رات گئے آپ کو تکلیف نہ دیتا۔"

عمران نے کمرے میں چلتے ہوئے کہا۔
پھر وہ ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا اور سرجن حمید کو سارا واقعہ سنادیا کہ خلائی لاش اس کی تلاش میں ہے۔
"ڈاکٹر صاحب! اس وقت مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے جب تک میں کوئی نیا قدم نہیں اٹھاتا میں آپ کے کلینک میں خود کو چھپا کر رہنا چاہتا ہوں تاکہ خلائی لاش سے محفوظ رہ سکوں۔"
سرجن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا:
"عمران! میں حیران ہوں کہ تم پڑھے لکھے لڑکے ہو اور سائنس کے اسٹوڈینٹ بھی ہو۔ پھر بھی ایک سانپ کی کہانی مجھے سنارہے ہو۔ بھلا آج تک کوئی سانپ انسانی آواز میں بولا ہے۔ یہ تمھارا وہم ہے۔"
عمران نے تڑپ کر کہا:
"مگر ڈاکٹر صاحب میں نے خلائی لاش کو اپنی آنکھوں سے قبرستان سے نکلتے دیکھا ہے۔"
ڈاکٹر نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا:
"ٹھیک ہے۔ اگر تم ایسا ہی سمجھتے ہو تو میرا کلینک حاضر ہے۔ میں تمھیں پچھلا کمرا دیے دیتا ہوں، تم جب تک چاہو وہاں رہ سکتے ہو۔ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی۔"
عمران ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔
"میں اپنے امی ابو کو فون پر بتادینا چاہتا ہوں کہ میں کلینک میں ہوں اور خیریت سے ہوں۔"
ڈاکٹر بولا:
"میرا خیال ہے کہ تم اپنے گھر والوں کو بھی نہ بتاؤ کہ تم

کہاں ہو۔ ہوسکتا ہے اُن کے منہ سے بات نکل جائے اور تم کسی مشکل میں پھنس جاؤ۔"
عمران نے کہا:
"یہ آپ نے صحیح مشورہ دیا ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں گھر والوں کو بھی اپنے ٹھکانے کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔"
اسی وقت عمران نے گھر فون کیا۔ اس کے ابّو نے فون اٹھایا۔
عمران نے کہا:
"ابّو! میں بالکل خیریت سے ہوں اور ایک خاص وجہ سے روپوش ہوں۔ یہ وجہ آپ بھی جانتے ہیں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ کوئی فکر نہ کریں۔ بہت جلد میں شیبا کو ساتھ لے کر آپ سے ملوں گا۔ میرے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتائیں بس یہی کہیں کہ عمران لندن گیا ہوا ہے۔"
اس سے پہلے کہ اس کے ابّو مزید باتیں پوچھتے عمران نے اللہ حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ ڈاکٹر عمران کو اپنے ساتھ کلینک کے سب سے پچھلے کمرے میں لے گیا جہاں پلنگ بچھا تھا۔ ساتھ ہی باتھ روم تھا۔ ڈاکٹر بولا:
"تم یہاں آرام کرو۔ تمھیں یہاں سے باہر آنے کی ضرورت نہیں۔ میں خود تمھیں ہر شے اسی کمرے میں مہیا کردوں گا۔"
ڈاکٹر چلا گیا۔ عمران پلنگ پر لیٹ کر شیبا اور خلائی لاش کے بارے میں سوچنے لگا۔
دوسری طرف اسکالا کی خلائی لاش قبرستان سے نکلنے کے بعد سیدھی عمران کے مکان پر جا پہنچی۔ مگر عمران گھر میں نہیں تھا۔ خلائی لاش نے ایک کمرے میں جھانک

کر دیکھا۔ اسے عمران کہیں نہ ملا۔ خلائی لاش عمران کی شکل سے مشکل آ گئی۔ وہ وہاں سے سیدھی شیبا کے مکان پر گئی۔ عمران اسے وہاں بھی کہیں دکھائی نہ دیا۔ طوطم خلائی لیبورٹری میں کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہ بھی سگنلوں کی مدد سے دیکھ رہا تھا کہ عمران نہ اپنے گھر پر ہے نہ شیبا کی کوٹھی میں ہے۔ اُس نے لاش کو واپسی کا سگنل دیا کیوں کہ اب صبح ہونے والی تھی اور دن کی روشنی میں لاش کو دیکھا جا سکتا تھا۔ سگنل ملتے ہی لاش گھومی اور قبرستان کی طرف چل پڑی

عمران نے سارا دن ڈاکٹر کے کلینک میں گزار دیا۔ دن میں ایک بار اُس نے گھر اپنے امی ابو کو فون پر بتا دیا کہ وہ بالکل خیریت سے ہے۔ رات کو ڈاکٹر کلینک بند کر کے اوپر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ رات گہری ہو گئی اور شہر کی سڑکوں پر خاموشی چھا گئی۔ عمران کو اپنے دوست سانپ کا انتظار تھا۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ اُس نے سوچا کہ کہیں سانپ راستہ نہ بھول گیا ہو۔ کہیں وہ راستے سے بھٹک نہ گیا ہو۔ مگر ایسی بات نہیں تھی۔ سانپ برابر ڈاکٹر کے کلینک کی طرف چلا آ رہا تھا۔ عمران کے جسم کی بو اُس کی راہ نمائی کر رہی تھی۔ سانپ شہر کے ویران علاقوں میں بڑی تیزی سے رینگتا چلا آ رہا تھا۔ آخر وہ کلینک کی عقبی کھڑکی کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں کھڑکی کے پیچھے سے سانپ کو عمران کی بڑی تیز خوشبو آ رہی تھی۔ عمران نے کھڑکی سانپ کے لیے آدھی کھول رکھی تھی۔ اس کھڑکی میں سلاخیں لگی تھیں۔ سانپ رینگ کر کھڑکی پر چڑھ گیا۔ اس نے سلاخوں میں سے گردن نکال کر دیکھا۔ چھوٹے سے کمرے کی چھت پر دھیمی روشنی والا بلب جل

رہا تھا اور عمران پلنگ پر بیٹھا ایک رسالہ پڑھ رہا تھا۔
سانپ سلاخوں میں سے نکل کر کمرے میں آگیا۔ پھر اُس نے خاصی دھیمی آواز میں کہا:
"عمران! میرے دوست! میں آگیا ہوں۔"
عمران نے چونک کر دیکھا۔ سانپ پھن اُٹھائے اُس کے سامنے موجود تھا۔ اُس نے بے اختیار پوچھا:
"میرے دوست! شیبا کا کچھ پتا چلا؟"
سانپ آہستہ سے رینگ کر عمران کے قریب آگیا اور بولا:
"مجھے صرف دو باتیں معلوم ہو سکی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ سائنس دان ڈاکٹر سلطانہ کو خلائی مخلوق نے اپنے سیارے اوطان پر پہنچا دیا ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی ہے کہ شیبا کو ان لوگوں نے اپنے سیارے پر ابھی نہیں بھیجا۔"
"تو پھر وہ کہاں ہے؟" عمران نے بے تابی سے پوچھا۔
سانپ نے کہا:
"صرف اسی قدر معلومات حاصل ہو سکی ہیں کہ شیبا برّاعظم جنوبی امریکا کے ملک برازیل کے مشرقی ساحل کے پہاڑی علاقے میں کسی جگہ پہنچائی گئی ہے۔"
عمران حیرانی سے سانپ کو تکنے لگا۔
"برازیل کے پہاڑی علاقے میں؟ مگر اُنھوں نے اسے وہاں کیوں پہنچا دیا؟"
سانپ نے جواب میں کہا:
اس لیے کہ خلائی مخلوق کے کچھ ساتھی اس ملک میں بھی اُترے ہوئے ہیں اور انھوں نے وہاں ویران بے آباد پہاڑی علاقے میں کسی جگہ اپنا خفیہ اڈہ بنا رکھا ہے۔ میں نے بہت

کوشش کی، مگر مجھے یہ پتا نہیں چل سکا کہ یہ خلائی مخلوق وہاں کس مقام پر ہے۔"
عمران چُپ ہوگیا۔ یہ معلوم کر کے اسے پریشانی ہوئی تھی کہ شیبا کو خلائی مخلوق اتنی دُور لے گئی ہے اور وہ بھی کسی گمنام جگہ پر۔ وہ کہنے لگا:
"میرے دوست! اس طرح تو ہم شیبا کو برازیل کے جنگلوں میں کہیں بھی تلاش نہ کر سکیں گے۔ برازیل کے جنگل تو دُنیا کے خوفناک جنگل ہیں اور بہت بڑے جنگل ہیں۔"
سانپ نے کہا:
"ان جنگلوں کے مشرق کی جانب ایک پہاڑی علاقہ ہے جو ویران ہے۔ ہمیں اس پہاڑی علاقے میں شیبا کو تلاش کرنا ہوگا اور پھر میں تمھارے ساتھ ہوں گا۔"
عمران مایوسی سے بولا:
"تمھارا شکریہ میرے دوست! لیکن شیبا کا سراغ لگانا تمھارے لیے بھی مشکل ہوگا۔"
عمران ٹھنڈی سانس بھر کر خاموش ہوگیا۔ سانپ نے اطمینان سے کہا:
"عمران تم بھول گئے ہو کہ میں انسانی جسم کی بُو کئی میل سے محسوس کر لیتا ہوں۔ یہاں بھی میں تمھارے جسم کی بُو کا پیچھا کرتا آیا ہوں۔ اگر تم کسی طرح مجھے شیبا کے جسم کا اُترا ہوا کوئی ایسا کپڑا لادو جو ابھی دھوبی کے پاس نہ گیا ہو تو شیبا کے جسم کی بُو لے کر وہ جہاں کہیں بھی ہوگی اس تک پہنچ سکتا ہوں۔"
اس بات نے عمران کو حوصلہ دیا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ سا

صرف اس کے جسم کی بُو پر وہاں آگیا ہے وہ کہنے
"میں تمھیں شیبا کے گھر سے اس کا کوئی کپڑا ضرور لادوں گا۔
سوال یہ ہے کہ برازیل کا ملک دُنیا کے دوسرے کونے
پر ہے۔ وہاں تک جانے کے لیے جہاز کا کرایہ کہاں سے
آئے گا۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ بینک میں زیادہ
سے زیادہ دو چار سو رُپے میرے حساب میں جمع ہوں گے۔"
سانپ نے اپنی خاص دھیمی آواز میں بڑے سکون سے کہا:
"اس کا میں بندوبست کردوں گا۔"
عمران نے پلٹ کر سانپ کی طرف دیکھا اور بولا:
"تم ۔۔ تم کیسے بندوبست کروگے میرے دوست؟"
سانپ نے کہا:
"تم نے یہ ضرور سُن رکھا ہوگا کہ جہاں کوئی خزانہ دفن ہوتا
ہے وہاں ایک سانپ ضرور ہوتا ہے جو اس خزانے کی حفاظت
کرتا ہے۔"
"ہاں یہ بات میں نے کہانیوں میں پڑھی ہے۔" عمران بولا۔
سانپ نے کہا:
"تو پھر میری بات غور سے سنو! اس شہر سے باہر ایک پرانے
محل کا کھنڈر ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کھنڈر کے نیچے ایک
خزانہ دفن ہے۔ اس خزانے پر ایک سانپ پہرہ دیتا ہے۔ وہ
سانپ میرا دوست ہے۔ میں اس سے کہہ کر خزانے میں سے
کوئی ایسا قیمتی موتی یا ہیرا لاسکتا ہوں جس کو فروخت کر کے تم
برازیل کا سفر آسانی سے کر سکو گے۔"
عمران کے دماغ میں یہ خیال تک نہ آیا تھا کہ اس کا دوست
سانپ ایسا کرشمہ بھی کرسکتا ہے۔ وہ جلدی سے بولا:

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ اس طرح تو ساری مشکل آسان ہوجائے گی۔ تم اپنے دوست سے خزانے کا کوئی ہیرا لے آؤ۔ میں کل ہی اپنا پاسپورٹ بنواتا ہوں اور ڈاکٹر کی مدد سے ویزا بھی لگواؤں گا۔ کیوں کہ ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خلائی مخلوق شیبا کو بھی اپنے سیارے پر پہنچادے۔ پھر ہم کچھ نہ کرسکیں گے۔"

سانپ نے کہا:

"خزانے کا ہیرا تو میں صبح ہونے سے پہلے پہلے تمھیں لاکر دے دوں گا۔ یہ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں ابھی اپنے دوست سانپ کے پاس جاتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر سانپ کمرے سے نکل گیا۔

وہ جانتا تھا کہ خزانہ کس جگہ پر دفن ہے۔ سانپ بے حد تیز رفتاری سے بھاگتا چلا جارہا تھا۔ پھر بھی اسے خزانے کے کھنڈر تک پہنچتے پہنچتے آدھا گھنٹہ لگ گیا۔ کھنڈر میں ایک جگہ پتھروں کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔ سانپ اس ڈھیر میں گھس گیا۔ یہاں سے ایک راستہ زمین کے اندر اس چھوٹے سے تہ خانے میں جاتا تھا جہاں خزانے کا صندوق پڑا تھا اور ایک سانپ اس پر پہرہ دے رہا تھا۔

جونہی عمران کا دوست سانپ خزانے کے تہ خانے میں پہنچا خزانے کے سانپ نے ایک دم اپنی گردن اٹھائی اور پھن پھیلا دیا۔ پھر جب عمران کا دوست سانپ سامنے آیا تو خزانے کے سانپ نے فوراً اپنا سر جھکادیا اور سانپوں کی زبان میں بولا:

"سانپوں کے عظیم بادشاہ! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ یہاں تشریف لائے اور مجھے آپ کا دیدار نصیب ہوا۔ فرمایے

میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"
عمران کے دوست سانپ نے کہا:
"مجھے اپنے ایک عزیز دوست کے لیے ایک ایسا قیمتی ہیرا چاہیے جو اپنی شان و شوکت میں بے مثال ہو۔"
خزانے کے سانپ نے سر جھکا کر کہا:
"میرے سردار! یہ سارا خزانہ آپ کے قدموں میں ہے۔"
عمران کا دوست سانپ جو در اصل میں سانپوں کا سب سے بڑا بادشاہ تھا بولا:
"نہیں۔ تم اپنی مرضی سے کوئی قیمتی ہیرا خزانے میں سے نکال کر دے دو۔"
خزانے کا سانپ اسی وقت ہیرے جواہرات سے بھرے ہوئے صندوق میں داخل ہو گیا۔ جب صندوق سے نکلا تو اس کے منہ میں ایک ایسا ہیرا تھا جو صبح کے ستارے کی طرح چمک رہا تھا اور جس کا سائز میز پر رکھے جانے والے پیپر ویٹ جتنا تھا۔ ہیرے کے اندر سے روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ خزانے کے سانپ نے کہا:
"عالی جناب! یہ اس خزانے کا سب سے قیمتی ہیرا ہے۔ اسے قبول کیجیے۔"
سانپ نے ہیرے کو اپنے منہ میں تھام لیا اور خزانے کے تہ خانے سے واپس ہوا۔ ادھر عمران اپنے کلینک والے کمرے میں پلنگ پر بیٹھا دوست سانپ کے آنے کا انتظار کر رہا تھا اس کا ذہن صرف ایک ہی بات سوچ رہا تھا کہ اسے برازیل پہنچ کر شیبا کو کہاں کہاں تلاش کرنا ہو گا۔
اچانک اسے کھڑکی سے باہر روشنی سی نظر آئی۔ یہ روشنی

کھڑکی سے اندر داخل ہوگئی۔ اب عمران یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ اس کا دوست سانپ تھا اور روشنی کی کرنیں اس قیمتی ہیرے میں سے پھوٹ رہی تھیں جو سانپ کے منھ میں تھا۔ سانپ نے ہیرا عمران کے آگے ڈال دیا اور بولا:

"اس سے زیادہ قیمتی ہیرا خزانے میں نہیں تھا۔ کل تم اسے بازار میں لے جاکر فروخت کردینا۔ مجھے یقین ہے تمھیں اس کے عوض کافی رقم مل جائے گی۔"

عمران نے ایسا چمکیلا اور بڑے سائز کا ہیرا کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس نے جلدی سے ہیرے کو رومال میں چھپاکر سرہانے کے نیچے رکھ دیا اور سانپ کا شکریہ ادا کیا۔

سانپ نے کہا۔ "میں تو سارا خزانہ لا سکتا تھا مگر میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اخراجات کے لیے یہ ایک ہیرا ہی کافی ہے۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ کل رات کو آؤں گا۔ تم شیبا کا اُترا ہوا کوئی کپڑا ضرور لاکر رکھنا۔ اس کے بغیر میرے لیے شیبا کا سراغ لگانا مشکل ہوگا۔"

عمران نے اُسے تسلّی دی کہ وہ کل شیبا کا کوئی پُرانا کپڑا بھی منگوا لے گا۔ سانپ چلا گیا اور عمران بتّی بجھاکر لیٹ گیا۔ قیمتی ہیرا اس کے سرہانے کے نیچے تھا۔

صبح محلّے میں اذان کے ساتھ عمران کی آنکھ کھل گئی۔ اُس نے اُٹھ کر وضو کیا۔ نماز پڑھی اور اپنے محسن ڈاکٹر کا انتظار کرنے لگا۔ ڈاکٹر اس کے لیے صبح کو خود ناشتا لے کر آتا تھا۔ ٹھیک وقت پر ڈاکٹر ناشتے کی ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوا اور بولا:

"آج میں تمھارے لیے حلوہ لایا ہوں۔ کیا تمھیں حلوہ

پسند ہے عمران ؟"
عمران بولا :
"کیوں نہیں ڈاکٹر۔ مگر آپ اتنی زحمت نہ کیا کریں۔ اس وقت ایک عظیم مقصد میرے سامنے ہے اور میں گھاس کھا کر بھی زندہ رہ سکتا ہوں ڈاکٹر۔"
عمران نے ابھی تک ڈاکٹر کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ دونوں نے آرام سے ناشتا کیا۔ جب ڈاکٹر چائے بنا رہا تھا تو عمران نے کہا :
"ڈاکٹر! کیا آپ اس بات کو مانتے ہیں کہ زمین کے اندر قدیم بادشاہوں کے خزانے دفن ہوتے ہیں اور سانپ اس کی حفاظت کرتے ہیں ؟"
ڈاکٹر ہنس کر بولا :
"ایسا الف لیلیٰ کی کہانیوں میں ہی ہوتا ہے ، مگر تم یہ ذکر کیوں لے بیٹھے ؟"
عمران نے بڑے اطمینان سے کہا :
"اس لیے کہ میرے پاس اس وقت ایک ایسے ہی شاہی خزانے کا ہیرا موجود ہے جسے میں آپ کی مدد سے فروخت کرنا چاہتا ہوں۔"
پھر عمران نے سرہانے کے نیچے سے قیمتی ہیرا نکال کر ڈاکٹر کے آگے رکھ دیا۔ ڈاکٹر تو اتنے شان دار ہیرے کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ پہلے تو وہ اسے نقلی سمجھا۔ پھر جب اسے غور سے دیکھا تو بولا :
"عمران! یہ ہیرا تو بہت قیمتی ہے۔ تمھارے پاس کہاں سے آیا ؟"

عمران نے کہا:
"جس سانپ کو آپ کہانیوں کا فرضی کردار سمجھتے رہے ہیں یہ ہیرا مجھے وہی سانپ دے گیا ہے اور میں اسے فروخت کر کے برازیل جانا چاہتا ہوں۔"
ڈاکٹر ہکا بکا سا ہو کر عمران کی طرف تکنے لگا۔ عمران کہنے لگا، "رات میرا دوست سانپ میرے پاس آیا تھا۔ اُس نے مجھے بتایا ہے کہ خلائی مخلوق نے شیبا کو برازیل پہنچا دیا ہے اور میں اس کو وہاں سے نکالنے کے لیے برازیل جا رہا ہوں۔"
پھر عمران نے پوری تفصیل کے ساتھ سارے واقعات بیان کر دیئے۔ ڈاکٹر آنکھیں پھاڑے غور سے سنتا رہا۔ عمران نے آخر میں کہا۔
"اس ہیرے کو فروخت کرنے کے علاوہ آپ کو میرا پاسپورٹ بھی بنوانا ہے اور جیسے بھی ہو برازیل کا ویزا بھی لگوا کر دینا ہے۔ تاکہ میں جتنی جلدی ہو برازیل پہنچ کر شیبا کو خلائی مخلوق کی قید سے نکالوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم دیر کر دیں اور خلائی مخلوق اسے اپنے سیارے پر پہنچا دے جیسا کہ انھوں نے ڈاکٹر سلطانہ کو اپنے خلائی سیارے اوشان میں پہنچا دیا ہے۔"
ڈاکٹر بولا:
"عمران! مجھے تمھاری کسی بات پر یقین نہیں آ رہا۔ لیکن تم جیسا کہتے ہو میں ویسا ہی کروں گا۔ میں اس ہیرے کو بھی فروخت کرنے کی کوشش کروں گا اور تمھارا پاسپورٹ بنوا کر برازیل کا ویزا بھی لگوا دوں گا، مگر ایک بات ضرور کہوں گا کہ

دوسرے ملک کی طرف روانہ ہونے سے پہلے یہ ضرور کر دیں کہ وہاں تم بے یارو مددگار ہو گے۔"
عمران نے فوراً جواب دیا۔
"ڈاکٹر! میرا اللہ میرے ساتھ ہو گا اور اللہ جس کے ساتھ ہو وہ کبھی بے یارو مددگار نہیں ہو سکتا۔"
ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا اور کہا:
"ہاں یہ تو ہے۔ میں تمھاری کامیابی کے لیے دُعا کروں گا۔ اب میں سب سے پہلے تمھارا ہیرا فروخت کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"
دوپہر کے بعد ڈاکٹر خزانے کا ہیرا بیچنے کے لیے شہر کے سب سے بڑے جوہری بازار میں گیا۔ یہاں ایک جوہری سیٹھ اس کا جاننے والا تھا۔ جب ڈاکٹر نے خزانے کا ہیرا نکال کر سیٹھ کو دکھایا تو وہ اسے دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ ہیرے کو ہاتھ میں لے کر اچھی طرح سے پرکھا۔ پھر بولا:
"ڈاکٹر! یہ ہیرا تمھیں کہاں سے ملا ہے؟"
ڈاکٹر نے کہہ دیا:
"افریقہ میں میرے ایک دوست کی ہیروں کی کان ہے اس نے یہ ہیرا فروخت کرنے کے لیے میرے پاس بھیجا ہے۔ تم اس کی کتنی رقم دے سکتے ہو سیٹھ؟"
سیٹھ جانتا تھا کہ اس ہیرے کی قیمت دس کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن اُس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا:
"ہیرا تو بڑا نایاب ہے مگر اس میں ایک عیب ہے کہ اگر اسے کاٹا جائے گا تو یہ ریزہ ریزہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے ہمیں اس کا گاہک ڈھونڈنے میں بڑی مشکل پیش

آسکتی ہے۔"

ڈاکٹر کو عمران نے کہہ دیا تھا کہ اگر اس ہیرے کے پچاس ہزار روپے بھی ملیں تب بھی اسے فروخت کر دیں۔ ڈاکٹر نے کہا:
"سیٹھ دو لفظوں میں بات کرو۔ تم اس کا کیا دو گے؟"

سیٹھ نے کافی سوچ بچار کے بعد کہا۔
"ڈاکٹر بھائی میں تمھیں اس کے دو لاکھ روپے نقد دے سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ بولو! نکالوں رقم تجوری سے؟"

ڈاکٹر نے ہیرا سیٹھ کے حوالے کردیا اور دو لاکھ روپے کے نوٹ لے کر کلینک واپس آگیا۔ عمران کو اس کی امانت دی اور کہا، "اس سے زیادہ نہیں مل سکتا تھا عمران۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر" عمران بولا۔ "یہ تو بہت ہے۔ اب ان نوٹوں کے عوض ڈالر بھی آپ ہی کو خرید کر دینے ہوں گے۔"

"وہ تو میں کروں گا مگر پہلے تمھارا پاسپورٹ بنواتا ہے"
ڈاکٹر نے کہا۔ ڈاکٹر نے ان نوٹوں میں سے ارجنٹ فیس کے لیے کچھ روپے لیے۔ عمران کی تصویریں اتروائیں اور پاسپورٹ آفس کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس کے جانے کے بعد عمران نے شیبا کے کسی اُترے ہوئے کپڑے کے لیے اس کے گھر فون کیا۔ مگر ان کا فون خراب تھا۔ عمران کسی وجہ سے اپنے امی ابو کو یہ بات نہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ شیبا کی تلاش میں ایک سانپ کو بھی ساتھ لے جا رہا ہے۔ شام کو ڈاکٹر عمران کا پاسپورٹ تیار کروا کر لے آیا۔ اس پر شمالی اور جنوبی امریکا کے کئی شہروں اور یورپ کے کئی ملکوں کے ویزے بھی لگے ہوئے تھے۔ تب عمران نے ڈاکٹر سے مدد چاہی کہ وہ شیبا کے

گھر سے اس کا کوئی اترا ہوا دوپٹہ کسی طرح سے لادے۔ ڈاکٹر نے یہ کام بھی کردیا۔ رات کے آٹھ بجے تک عمران کے پاس شیبا کا ایک پرانا دوپٹہ پہنچ چکا تھا۔

رات کو اپنے وقت پر سانپ آگیا۔ عمران نے شیبا کا دوپٹہ اس کو دکھایا اور یہ بھی بتایا کہ سارے کاغذات تیار ہیں اب صرف ہوائی جہاز میں سیٹ بک کروانی باقی ہے۔ سانپ نے دوپٹے کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"عمران کیا تمھیں یقین ہے کہ یہ دوپٹہ شیبا ہی کا ہے؟"

عمران نے جواب دیا:

"مجھے یقین ہے۔ اس لیے کہ میں نے خود شیبا کو یہ دوپٹہ اوڑھتے دیکھا ہے۔"

پھر سانپ نے اپنا منھ شیبا کے دوپٹے پر رکھ دیا اور زور سے سانس کھینچا۔ ایسا سانپ نے تین چار مرتبہ کیا اور کہنے لگا۔

"اب میں کم از کم پچاس میل سے شیبا کی خوشبو سونگھ سکتا ہوں۔"

سانپ دوسرے دن شام کو آنے کا کہہ کر چلا گیا۔ دوسرے دن ڈاکٹر نے اپنے اثر و رسوخ سے کام لیتے ہوئے رات نو بجے کی پرواز میں لندن تک کے لیے عمران کی سیٹ بک کروادی۔ ڈاکٹر نے ٹکٹ لاکر عمران کو دیا اور پوچھا:

"میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا کہ تم اپنے دوست سانپ کو ساتھ کیسے لے جاؤ گے؟ کسٹم اور سکیورٹی والے تمھیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ وہ سانپ کو جہاز میں نہیں لے جانے دیں گے کیوں کہ یہاں ایک قانون بن چکا ہے کہ عام پروازوں میں کوئی سپیرا یا سائنس دان ڈاکٹر بھی تجربے کے لیے سانپ اپنے

ساتھ نہیں لے جاسکتا"۔

عمران نے کہا:

"میں نے سانپ سے اس کا ذکر کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ کام مجھ پر چھوڑ دو۔ میں جہاز پر اپنے طریقے سے سوار ہوں گا۔"

ڈاکٹر نے گردن ہلاتے ہوئے کہا:

"ٹھیک ہے۔ اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ بہر حال اب تیاری کرو۔ کیوں کہ وقت زیادہ نہیں ہے۔ یہ لو دو ہزار ڈالر سفر خرچ کے لیے۔ باقی کی رقم ڈالروں کی شکل میں میں نے واشنگٹن کے ورجینیا بینک میں جمع کرادی ہے۔ اس بینک کی شاخیں جنوبی امریکا کے ہر شہر اور قصبے میں ہیں۔ یہ چیک بک بھی اپنے پاس رکھ لو۔ تمھارے دستخط بھی ان تک پہنچادیے گئے ہیں"۔

جہاز نو بجے رات لندن کی طرف پرواز کرنے والا تھا۔ سانپ آٹھ بجے آگیا۔ عمران نے سانپ کو پروگرام کے مطابق پلاسٹک کے تھیلے میں چھپا لیا اور ڈاکٹر کے ساتھ گاڑی میں سوار ہوکر ہوائی اڈے کی طرف روانہ ہوگیا۔ ایئرپورٹ پر پہنچنے کے بعد عمران نے ایک طرف ہوکر درختوں کے پاس سانپ کو تھیلے سے نکال کر چھوڑ دیا۔ سانپ نے اسے ایسا ہی کرنے کے لیے کہا تھا۔

کالا جنگل، نیلی موت

سانپ گھاس میں رینگتا، جنگلے کے نیچے سے گزر کر ایئرپورٹ کے اندر اس جگہ آگیا جہاں ہوائی جہاز میں لے جانے کے لیے ٹریلر پر سامان لادا جا رہا تھا۔ یہاں تھوڑا تھوڑا اندھیرا بھی تھا۔ سانپ بڑی آسانی سے ایک بڑے ٹوکرے میں گھس کر چھپ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹریلر کو جہاز کے نیچے لے جایا گیا اور سامان جہاز کے نیچے رکھا جانے لگا۔ دوسری طرف عمران بھی دوسرے مسافروں کے ساتھ جہاز میں سوار ہو چکا تھا۔ یہ جمبو جیٹ تھا اور پیرس، لندن اور نیویارک سے ہوتا ہوا برازیل کے دارالحکومت کی طرف جا رہا تھا۔

ٹھیک وقت پر جمبو جیٹ جہاز ٹیک آف کر گیا۔ اس شہر سے پیرس کا سفر سات گھنٹوں کا تھا۔ عمران دل میں دعا مانگتا رہا کہ اس کا دوست سانپ بھی جہاز میں کسی طرح سوار ہو گیا ہو۔ کیوں کہ سانپ کے بغیر وہ شیبا تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جہاز تاروں بھرے آسمان کی فضاؤں میں ایک خاص بلندی پر اپنی منزل کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ اپنے وقت پر جہاز پیرس کے ہوائی اڈے پر اتر گیا۔ وہاں سے اڑا تو

لندن اور پھر لندن سے امریکا کے شہر نیویارک تک کا گھنٹوں کا سفر شروع ہو گیا۔ اس سے پہلے عمران صرف ایک بار نیویارک آیا تھا۔ جب وہ اپنے کالج کے ایک ڈیلیگیشن کے ساتھ امریکا میں ایک سیمینار میں شرکت کرنے گیا تھا۔ نیویارک جہاز دوسرے دن شام کے وقت پہنچا۔ یہاں سے اڑا تو سیدھا براعظم جنوبی امریکا کے اہم ترین ملک برازیل کے دارالحکومت برازیلیا کے ایئرپورٹ پر لینڈ کر گیا۔

یہی عمران کی منزل بھی تھی۔ عمران نے سانپ کو بتا دیا تھا کہ اسے برازیلیا کے ایئرپورٹ پر اترنا ہو گا۔ یہاں سامان اتارا گیا تو اس میں سانپ بھی چھپا ہوا تھا۔ وہ بھی سامان کے ساتھ ایئرپورٹ سے باہر آگیا۔ اس وقت رات کے تین بج رہے تھے۔ ایئرپورٹ کی روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ مگر سانپ کسی طرح سامان سے نکل کر ایئرپورٹ کے بڑے گیٹ کی طرف آکر ایک بڑے گملے کے پیچھے چھپ کر عمران کا انتظار کرنے لگا۔ عمران کو بھی معلوم تھا کہ سانپ ایئرپورٹ کے گیٹ کے سامنے کسی جگہ اس کے انتظار میں ہو گا۔ سانپ کو دور ہی سے عمران کی خوشبو آگئی۔ پھر اس نے عمران کو تھیلا کاندھے پر ڈالے دوسرے مسافروں کے ساتھ باہر نکلتے دیکھا۔ جب وہ سانپ کے قریب سے گزرا تو سانپ نے آہستہ سے اس کا نام لے کر پکارا۔ عمران وہیں رک گیا۔ نظر نیچی کر کے دیکھا کہ سانپ ایک بہت بڑے سنگ مرمر کے گملے کے پاس اندھیرے میں بیٹھا تھا۔ عمران نے اسے اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈالا اور کہا:

"اللہ کا شکر ہے کہ تم مل گئے۔"

ایک آدمی نے پیچھے مڑ کر عمران کی طرف دیکھا اور ... میں پوچھا:

"کیا تم نے مجھ سے کچھ کہا؟"

عمران نے معذرت کرتے ہوئے کہا:

"معاف کیجیے! میں پیچھے اپنے ایک دوست سے بات کر رہا تھا۔"

ایئر پورٹ کے باہر سیکڑوں ٹیکسیاں اور خالی کاریں کھڑی تھیں۔ عمران نے ایک ٹیکسی والے سے بات کی اور وہ اسے شہر کے ایک ہوٹل میں لے آیا۔ جہاں عمران نے ایک کمرا کرائے پر لے لیا۔ وہ اپنی مہم شروع کرنے سے پہلے آرام کرنا چاہتا تھا۔ جہاز کے لمبے سفر نے اُسے تھکا دیا تھا۔ سارا دن عمران نے اپنے کمرے میں آرام کیا۔ سانپ بھی پلنگ کے نیچے لیٹا رہا۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد عمران نے سانپ سے پوچھا:

"میرے دوست! تم نے اپنے بارے میں مجھے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ تم اصل میں سانپ ہو کہ انسان ہو۔ خیر یہ وقت ان باتوں میں جانے کا نہیں ہے۔ ویسے بھی تم نے وعدہ کیا ہے کہ وقت آنے پر تم اس راز پر سے پردہ اُٹھا دو گے۔ لیکن ہم ایک خطرناک مہم شروع کرنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنا کوئی نام بتا دو جس نام سے میں تمھیں بلایا کروں۔"

سانپ نے کہا:

"تم مجھے ناگ کے نام سے پکار سکتے ہو؟"

عمران خوش ہو کر بولا:

"ناگ؟ ناگ تو سانپ ہی کو کہتے ہیں۔ یہ تو کوئی نام نہ ہوا۔

خیر ٹھیک ہے اگر تم کہتے ہو تو میں تمھیں اسی نام سے
کروں گا۔ اچھا میرے دوست ناگ! یہ بتاؤ کہ تمھیں یہاں کس
طرف سے شیبا کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے؟
ناگ نے کہا:
"یہ تجربہ میں نے یہاں آتے ہی کرلیا تھا۔ مجھے یہاں کسی
طرف سے بھی شیبا کی خوشبو نہیں آرہی۔"
عمران بولا:
"آبھی نہیں سکتی۔ وہ تو اس ملک کے مشرقی علاقے
کے پہاڑی جنگلوں میں کہیں خلائی مخلوق کی قید میں ہے۔
بہرحال رات ہم آرام کریں گے۔ صبح اٹھتے ہی اپنی مہم پر
روانہ ہوجائیں گے۔ میں نے نقشے میں دیکھ لیا ہے کہ ہمیں
کہاں جانا ہے۔"
دوسرے دن عمران نے مارکیٹ میں جاکر ریوالور اور گولیوں
کے چھ سات ڈبے، شکاری چاقو، پانی رکھنے والا چھوٹا مشکیزہ،
بسکٹوں کے پیکٹ، نائیلون کی باریک مگر بے حد مضبوط رسی،
آگ جلانے والے لائٹر اور سفر میں کام آنے والی دوسری
ضروری چیزیں خریدیں۔ انھیں ایک تھیلے میں بند کرلیا۔ ہوٹل
میں آکر برازیل کے نقشے کو میز پر پھیلا دیا۔ ملک کی مشرقی
پہاڑی وادیاں چھوٹی پہاڑیوں اور گھنے جنگلوں سے اٹی ہوئی
تھیں۔ ان کے درمیان دریائے ایمیزون بہ رہا تھا۔ سانپ عمران
کے قریب ہی کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ عمران نے نقشے پر ایک
جگہ پینسل رکھتے ہوئے کہا:
"ہمیں اس مقام تک ہوائی جہاز میں سفر کرنا ہوگا۔ اس مقام
کا نام شوگاٹا ہے۔ یہاں سے ہمارا جنگلوں اور پہاڑیوں میں دشوار

گزار سفر شروع ہوگا۔"
سانپ نے دھیمی آواز میں کہا:
"مجھے یقین ہے خلائی مخلوق کا خفیہ ٹھکانا انھیں پہاڑیوں میں کہیں ہوگا۔"
ایک گھنٹے کے بعد عمران اور سانپ ایک چھوٹے ہوائی جہاز میں بیٹھے شوگاٹا کی طرف پرواز کر رہے تھے۔ عمران نے سانپ کو اپنے تھیلے میں چھپا رکھا تھا۔ یہ اندرون ملک پرواز تھی۔ یہاں چیکنگ زیادہ نہیں ہوئی تھی۔ تین گھنٹے سفر کرنے کے بعد برازیل ایئر لائنز کا جہاز شوگاٹا کے ایئرپورٹ پر اتر گیا۔
شوگاٹا ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ یہاں ایک معمولی سا ہوٹل دریائے ایمیزون کے کنارے واقع تھا۔ عمران اور سانپ نے اس ہوٹل میں ایک رات آرام کیا اور نقشہ سامنے رکھ کر اس گھنے جنگل اور پہاڑیوں کو دیکھا جن کے درمیان سے گزر کر انھیں برازیل کے مشرقی ساحل کے قریب ان پتھریلی سیاہ پہاڑیوں میں جانا تھا جہاں ان کے خیال میں شیبا خلائی مخلوق کی قید میں تھی۔ شوگاٹا سے عمران نے کھانے پینے کی چیزوں کے کچھ ڈبے بھی اپنے ساتھ لے لیے۔ مشکیزے میں تازہ پانی بھر لیا۔ دواؤں میں گولیاں بھر لیں۔ سانپ کو تھیلے میں رکھنے کی بجائے اپنی جیکٹ کی بڑی تھیلا نما جیب میں رکھ لیا۔ کیوں کہ اب اسے چھپانے کی ضرورت نہیں تھی۔
دن کے دس بجے عمران شوگاٹا کے چھوٹے سے ہوٹل سے نکلا۔ ایک کھڑکھڑاتی بس میں سوار ہوگیا۔ یہ بس دوپہر تک دریا کے کنارے سفر کرتی رہی۔ دوپہر کے بعد دریا کا کنارا چھوڑ کر جنگل میں داخل ہوگئی۔ عمران نے دیکھا

کر راستے کے دونوں جانب بڑے اونچے درخت تھے، جن کی شاخیں ایک دوسرے میں پھنسی ہوئی تھیں۔ ان کے تنوں پر سبز رنگ کی چوڑے پتوں والی بیلیں لپٹی ہوئی تھیں۔ درختوں نے چھت ڈال رکھی تھی۔ یہاں روشنی بھی کم تھی۔ راستے میں بس کے مسافروں نے ایک جگہ اتر کر کھانا کھایا چائے پی اور بس پھر سفر پر روانہ ہو گئی۔

شام کا اندھیرا آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا کہ یہ پرانی کھٹارا بس جنگل کے آخری کنارے والے ایک گاؤں میں پہنچ کر رک گئی۔ یہ اس بس کی آخری منزل تھی۔ اس کے آگے چھوٹی بڑی پہاڑیاں شروع ہو جاتی تھیں۔ یہاں سے آگے عمران کو پیدل سفر کرنا تھا۔ گاؤں میں کسی ہوٹل وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ بس کے اڈے پر بیٹھ گیا۔ دو چار دوسرے مسافر بھی بیٹھے تھے۔ یہ دیہاتی لوگ تھے جنہیں رات وہیں گزارنی تھی اور صبح اپنے پہاڑی دیہات کی طرف چلنا تھا۔

سانپ عمران کی جیکٹ کی بڑی جیب میں آرام کر رہا تھا۔ عمران بس اسٹینڈ کی شکستہ چھت کے نیچے ایک طرف کونے میں بیٹھا تھا۔ اس نے سانپ سے کہا:

"اگر تم کھلی ہوا میں پھرنا چاہتے ہو تو باہر لے چلوں؟"

سانپ نے کہا:

"ابھی اس کی ضرورت نہیں عمران! جب رات کا اندھیرا ہو جائے گا تو میں تمہاری جیب سے باہر آ جاؤں گا۔"

عمران سانپ کو ابھی چھپا کر ہی رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے ڈبل روٹی کے ساتھ تھوڑا سا پنیر کھایا۔ پانی پیا اور

وہیں لیٹ گیا۔ جب رات کا اندھیرا گہرا ہوگیا تو سانپ نے آہستہ سے کہا:

"عمران! میں باہر نکلنا چاہتا ہوں۔ اب مجھے کوئی نہیں دیکھے گا۔"
مگر عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بڑی گہری نیند سو رہا تھا سانپ نے سوچا کہ عمران کو بے آرام نہیں کرنا چاہیے۔ میں خود ہی تھوڑی دیر کھلی ہوا میں ٹہل لیتا ہوں۔ یہ فیصلہ کر کے سانپ عمران کی جیب سے باہر آگیا اور فرش پر اندھیرے میں رینگتا بس اسٹینڈ کے پیچھے جو ہری بھری گھاس کی ڈھلان تھی وہاں چلا آیا۔ رات خاموش تھی۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ سانپ کو تازہ کھلی ہوا میں بڑا سکون محسوس ہوا۔ وہ دھیرے دھیرے رینگتا درختوں کی طرف بڑھا۔ اگرچہ یہاں اندھیرا تھا۔ مگر سانپ اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا تھا۔ وہ بڑے مزے سے جنگل کی تازہ ہوا میں سیر کرتا ذرا آگے گیا تو اسے درختوں کے نیچے ایک جھونپڑا نظر پڑا۔

اس جھونپڑے میں مٹی کا دیا جل رہا تھا۔ جھونپڑے کا دروازہ کھلا تھا۔ جھونپڑے میں اس علاقے کا مشہور سپیرا اپنے سانپوں کو مٹی کی ہنڈیا میں بند کر رہا تھا کہ اچانک سانپ بے چین ہو گئے اور ہنڈیا سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگے۔ ان سانپوں کو اس سانپ کی بو آگئی تھی جو ان کا بادشاہ تھا۔ ساتھ ہی تجربے کار سپیرے نے بھی فضا میں ایک عجیب سی بو سونگھ لی تھی۔ وہ فوراً سمجھ گیا کہ یہ بو سانپوں کے بادشاہ کی ہے جو زمین کے تمام سانپوں پر حکمرانی کرتا ہے اور جس کو زمین کے اندر چھپے ہوئے تمام خزانوں کا علم ہے۔ سپیرے نے اپنے سانپوں کو جلدی سے ہنڈیا میں بند کر کے اوپر ڈھکنا

ڈھک دیا اور خود جھونپڑی کے پچھلے دروازے سے نکل کر اندھیرے میں ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا۔

سانپ یونہی سیر کرتا ہوا جھونپڑی کے پاس آگیا۔ اس پر چراغ کی روشنی پڑی تو اس نے اپنا پھن اُٹھا لیا۔ قریب والی جھاڑی میں چھپے سپیرے کی سانپ پر نظر پڑی تو خوشی سے اُس کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ اُس نے فوراً پہچان لیا تھا کہ یہی سانپوں کا بادشاہ ہے۔ اُس کے پھن کی پیشانی پر سفید رنگ کے چھوٹے سے تاج کا نشان بھی بنا ہوا تھا۔ سپیرا بھلا سانپوں کے بادشاہ کو کیسے ہاتھ سے جانے دیتا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کا زہر اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی آدمی کو ڈس لے تو اس بدقسمت آدمی کی ہڈیاں تک گل کر پانی بن جاتی ہیں۔ مگر سپیرے کے پاس شیش ناگ کا مہرہ تھا۔ اس نے مہرہ جیب سے نکالا اور اپنے منہ میں رکھ لیا۔ اب اس پر سانپ کے بادشاہ کے زہر کا بھی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔

سانپ نے جب دیکھا کہ جھونپڑا خالی پڑا ہے تو اپنے پھن کو سکیڑ لیا اور واپس مڑ گیا۔ اُس کا رُخ گاؤں کے گیسٹ ہاؤس کی طرف تھا۔ جہاں عمران گہری نیند سو رہا تھا۔ سانپ کو واپس جاتے دیکھ کر سپیرا جھاڑی سے نکلا اور لپک کر بجلی جیسی تیزی کے ساتھ اُس نے سانپ کو دُم سے پکڑ کر اُٹھا لیا اور اوپر تلے چھ سات بار جھٹکا۔ سانپ کچھ نہ سمجھ سکا کہ یہ اچانک کیا ہو گیا ہے۔ جھٹکوں نے اُسے ادھ موا کر دیا تھا۔ سپیرا جھونپڑے کی طرف دوڑا۔ جھونپڑے میں آتے ہی سپیرے نے سانپ کو چمڑے کے تھیلے میں بند کر کے اس کا منہ رسّی سے باندھ دیا۔

سپیرے کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی تھی۔ اسے اچانک دُنیا کی دولت مل گئی تھی۔اب اُسے اپنے دوسرے سانپوں سے کیا دل چسپی ہو سکتی تھی۔ خود سانپوں کا بادشاہ اس کی قید میں تھا۔ جس کی مدد سے وہ زمین میں چھپے ہوئے سارے خزانے حاصل کرسکتا تھا۔سپیرے نے جھونپڑے کے چراغ کو پھونک مار کر بجھا دیا اور خود جنگل سے نکل کر سامنے والی پہاڑیوں کی طرف تیز تیز چلنے لگا۔

عمران کی آنکھ کھلی تو سورج نکل آیا تھا اور اس کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے کلائی کے ساتھ بندھی گھڑی دیکھی۔ صبح کے سات بج چکے تھے۔ اچانک اسے اپنے دوست ناگ سانپ کا خیال آگیا کہ وہ تو ساری رات اس کی جیب میں ہی بند پڑا رہا ہے۔ اس نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈالا مگر جیب خالی تھی۔ ناگ سانپ جیب میں نہیں تھا۔ وہ سمجھا کہ سانپ اپنے آپ ہی کہیں اِدھر اُدھر ٹہلنے نکل گیا ہوگا۔ عمران نے نلکے سے منہ ہاتھ دھویا۔ایک دُکان پر ناشتا کیا اور بس اسٹینڈ کے چھپر تلے آکر بیٹھ گیا اور سانپ کا انتظار کرنے لگا۔اُسے تو پورا یقین تھا کہ سانپ تھوڑی دیر کھلی ہوا میں چلنے پھرنے کے بعد اسی جگہ واپس آجائے گا۔ مگر جب کافی دیر ہوگئی اور سانپ واپس نہ آیا تو عمران کو تشویش ہوئی کہ سانپ کہاں چلاگیا۔ وہ اب تک واپس کیوں نہیں آیا۔ وہ اُٹھا اور ہری بھری گھاس والی ڈھلوان اُتر کر درختوں میں آگیا اوراپنے دوست سانپ کو تلاش کرنے لگا۔ اس نے آہستہ آہستہ دو تین بار سانپ کو آواز بھی دی۔ مگر کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ عمران کی پریشانی بڑھنے لگی۔ کہیں سانپ کے ساتھ کوئی

حادثہ تو پیش نہیں آگیا۔ اس کے بغیر تو وہ شیبا کو خلائی
کی قید سے نہ نکال سکے گا۔ سانپ ہی نے تو شیبا کی بُو پر
اُسے خلائی مخلوق کے خفیہ ٹھکانے تک پہنچایا تھا۔

عمران نے پوری سرگرمی سے سانپ کی تلاش شروع کر دی۔
سامنے اسے جھونپڑی نظر پڑی۔ وہ جھونپڑی میں آیا۔ وہاں
تین چار مٹی کی ہنڈیاں پڑی تھیں۔ عمران نے ان کی طرف کوئی
توجہ نہ دی۔ یہاں بھی اُس نے ناگ سانپ کو پکارا۔

"ناگ! میرے دوست۔ تم کہاں ہو؟"

جواب میں وہی جنگل کی خاموشی تھی۔ عمران نے اس علاقے
کا چپہ چپہ چھان مارا، مگر سانپ اسے نہ ملا۔ وہ تھک ہار کر
واپس بس اسٹینڈ میں بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اب اسے کیا
کرنا چاہیے۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ یا تو کسی نے سانپ کو
مار دیا ہے اور اس کی لاش کسی گڑھے میں دبا دی ہے،
اور یا کوئی سپیرا اُسے پکڑ کر لے گیا ہے۔ عمران اپنی مہم
ملتوی نہیں کر سکتا تھا۔ کیوں کہ یہ شیبا کی زندگی اور موت
کا سوال تھا۔ اسے ہر حالت میں شیبا کو خطرناک خلائی مخلوق
کی قید سے نکال کر واپس اپنے وطن میں پہنچانا تھا، لیکن وہ
سانپ کی مدد سے ضرور محروم ہو گیا تھا۔ اب اسے اپنے آپ
شیبا کو ڈھونڈھنا تھا۔ عمران ہمت ہارنے والا لڑکا نہیں تھا۔ اور
پھر اُسے اپنے اللہ کی مدد پر بھی پورا یقین تھا۔ سانپ کی
وجہ سے اسے شیبا تک پہنچنے میں ذرا آسانی ضرور ہو جاتی،
لیکن وہ اکیلا بھی شیبا کو تلاش کر سکتا تھا۔

پھر بھی عمران نے دوپہر وہیں بس اسٹینڈ میں بیٹھے بیٹھے دوست
سانپ کا انتظار کیا کہ شاید وہ واپس آجائے۔ جب دن کے بارہ

بچ گئے اور سانپ نہ آیا تو عمران نے اکیلے ہی اپنے خطرناک سفر پر روانہ ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ اُٹھا۔ اپنا سفری تھیلا کاندھے کے پیچھے باندھا اور اللہ کا نام لے کر اس پہاڑی سلسلے میں داخل ہو گیا جس کے بارے میں اُسے سانپ نے بتایا تھا کہ وہیں کسی مقام پر خلائی مخلوق نے زمین کے اندر اپنی کمین گاہ یا لیبوریٹری قائم کر رکھی ہے۔ عمران عین نقشے کے مطابق چل رہا تھا۔ پہاڑی راستے میں اُسے کچھ دور تک برازیل کے دیہاتی مکان نظر آتے رہے اس کے بعد آبادی کے یہ نشان بھی غائب ہو گئے۔

برازیل کے دارالحکومت میں عمران کو اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ ان پہاڑی علاقوں میں کہیں کہیں گھنے جنگلوں کے ٹکڑے بھی ہیں جہاں خون خوار ریڈ انڈین کے قبیلے آباد ہیں۔ ان میں کچھ ویسے قبیلے بھی ہیں جو بھولے بھٹکے مسافروں کو پکڑ کر ان کا سر کاٹ ڈالتے ہیں اور پھر اس سر کو گرم ریت کی کڑاہی میں ڈال کر سکیڑ دیتے ہیں اور اس کو گیند کی طرح اپنے جھونپڑے کے دروازے پر لٹکا دیتے ہیں۔ کچھ جنگلی قبیلوں کے بارے میں عمران کو یہ بھی بتایا گیا تھا کہ وہ آدم خور ہیں اور سفر کرتے مسافروں پر گھات لگا کر حملہ کرتے ہیں اور پھر اُنھیں بھون کر کھا جاتے ہیں۔ طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بدقسمت مسافر کو زندہ حالت میں ہلکی ہلکی آنچ پر پکاتے ہیں اور ساتھ ساتھ کھاتے جاتے ہیں۔ یہ ساری ہولناک باتیں عمران کے ذہن میں تھیں۔ اور وہ اُن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔

مگر اس کی کوشش یہی تھی کہ وہ ان خون خوار جنگلی ریڈ انڈین قبیلوں کے علاقے سے بچ کر گزرے۔ سانپ کے بچھڑنے کا عمران

کو بہت افسوس تھا۔ مگر اب آسے سفر میں پیش آنے والی مشکلوں اور مصیبتوں کا اکیلے ہی مقابلہ کرنا تھا اور شیبا کا بھی خود ہی سراغ لگانا تھا۔ پہاڑی راستہ ٹیڑھا میڑھا تھا۔ عمران کو بار بار نقشہ کھول کر دیکھنا پڑتا کہ کہیں وہ راستے سے بھٹک تو نہیں گیا۔ اسی طرح وہ دوپہر تک سفر کرتا رہا۔ پہاڑی سلسلہ اسی طرح سامنے پھیلا تھا۔ موسم خوش گوار تھا۔ کیوں کہ سورج بادلوں کے پیچھے چھپ گیا تھا اور ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔ لگتا تھا کہ بارش آنے والی ہے۔ مگر عمران آہستہ آہستہ چلتا گیا۔

دوپہر کے بعد اسے راستے میں پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ ملا۔ یہاں بیٹھ کر اس نے کھانا کھایا، پانی پیا، منھ دھویا، تھوڑی دیر آرام کیا مگر بادلوں کا رنگ دیکھ کر وہ آگے چل پڑا۔ بارش آنے سے پہلے پہلے وہ کسی محفوظ جگہ پہنچ جانا چاہتا تھا۔ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی۔ سورج سیاہ بادلوں کے پیچھے مغرب کی طرف جھکنے لگا تھا۔ عمران رات گزارنے کے واسطے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔ یہاں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں جو چٹانوں کی طرح بالکل سیدھی چلی گئی تھیں۔ ان کی ڈھلانوں پر گھنی گھنی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ ایک طرف چھوٹی سی ڈھلان تھی جو نیچے کیلے اور آبنوس کے درختوں کے ایک جھنڈ تک چلی گئی تھی۔ اس جگہ کسی پرانے کھنڈر کا چبوترہ تھا۔ جس کے نیچے ایک چشمہ بہ رہا تھا۔ عمران کو یہ جگہ رات بسر کرنے کے لیے بڑی مناسب معلوم ہوئی۔ کیوں کہ چبوترے کے اوپر پتھر کی چھتری بنی ہوئی تھی۔ عمران یہاں بارش سے بھی محفوظ رہ سکتا تھا۔

چناں چہ عمران ڈھلان سے اتر کر پرانے کھنڈر کے چبوترے پر آگیا۔ پتھر کی چھتری کے ستونوں پر عجیب عجیب قسم کے جنگلی جانوروں

اور انسانی کھوپڑیوں کی شکلیں کندی ہوئی تھیں۔ عمران نے اُدھر
طرف کوئی دھیان نہ دیا اور تھیلا کمر سے اتار کر ایک ستون کے پاس
رکھا اور خود پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔ اسے بڑا سکون محسوس ہوا۔ پھر
نیچے اُتر کر چشمے پر گیا۔ پانی پیا، سر اور منہ دھویا اور چھتری کے
نیچے آکر بیٹھ گیا۔ بوندا باندی اسی طرح ہو رہی تھی۔ درختوں کی
شاخوں پر بارش کی بوندیں گر رہی تھیں جس سے ہلکی ہلکی آواز
پیدا ہوتی۔ دن کی دھندلی روشنی شام کے اندھیرے میں بدلنے لگی
تھی۔ عمران نے پیچھے کی طرف دیکھا۔ درختوں کے درمیان ایک پتلی
سی پگڈنڈی چلی گئی تھی جن پر سوکھے پتے گرے ہوئے تھے۔
شاید آگے کوئی گاؤں تھا۔ عمران نے سوچا اور تھیلے میں سے
ڈبل روٹی کے دو ٹکڑے اور اُبلے ہوئے انڈے نکال کر کھانے
لگا۔ اس کے بعد اس نے ریوالور کھول کر چیک کیا۔ اس میں گولیاں
اسی طرح بھری ہوئی تھیں۔ ریوالور کو جیکٹ کی جیب میں رکھا اور
بارہ دری کے ستون سے ٹیک لگا کر شیبا کے بارے میں سوچنے لگا
کہ وہ ان پہاڑیوں میں کہاں قید ہو گی اور خلائی مخلوق نے کس جگہ
زیر زمین اپنی خفیہ کمین گاہ بنا رکھی ہو گی۔ اس کمین گاہ کا سراغ لگانا کوئی
آسان کام نہیں تھا۔ لیکن عمران کے حوصلے بلند تھے۔ اسے اپنے اللہ
پر مکمل بھروسا تھا اور اسے یقین تھا کہ وہ سانپ کی مدد کے بغیر
بھی شیبا تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے گا۔
بجلی چمکی، بادل گرجے اور بارش کے موٹے موٹے قطرے گرنے
لگے۔ پتھر کی چھتری کی وجہ سے عمران بارہ دری کے اندر بارش سے
بچا ہوا تھا۔ رات ہو گئی تھی۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تھا عمران دن
بھر کے پیدل سفر کا تھکا ہارا تھا۔ اسے نیند آنے لگی تھی۔ وہ
بارہ دری میں ہی اپنے سفری تھیلے پر سر رکھ کر لیٹ گیا اور آنکھیں

بند کرلیں۔ پھر اُسے کوئی ہوش نہ رہا۔ جانے وہ کتنی دیر تک سوتا رہا ہوگا کہ اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسے محسوس ہوا کہ اس نے کوئی آواز سُنی تھی۔ بارش رُک چکی تھی۔ کبھی کبھی درخت کی شاخوں میں بارش کے رُکے ہوئے قطروں کے گرنے کی آواز آجاتی تھی۔ اسے کسی انسانی قدموں کی آہٹ سُنائی دی۔ جیسے کوئی گیلی زمین پر احتیاط سے قدم رکھ رہا ہو۔ عمران جلدی سے اُٹھ بیٹھا۔ ریوالور ہاتھ میں لے لیا اور اندھیرے جنگل میں جدھر سے آواز آئی تھی اُدھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تکنے لگا۔ اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی تھی۔ پھر کھٹک کی آواز پیدا ہوئی اور ایک تیز سَن کی آواز کے ساتھ اس کے سر کے اوپر سے گزرگئی۔ ساتھ ہی اندھیرے میں سے ایک ریڈ انڈین جنگلی نے نکل کر کلہاڑی سے عمران پر حملہ کردیا۔ عمران نے اوپر تلے ریوالور کے تین فائر کردیے۔ جنگل گولیوں کے دھماکوں سے گونج اُٹھا۔

پھر کیا ہوا؟ یہ آپ اگلی کتاب میں ملاحظہ فرمایئے جس کا نام ہے

"خلائی سرنگ سے فرار"

خلائی ایڈونچر سیریز کا چوتھا ناول

خلائی سرنگ سے فرار

اے۔ حمید

عمران ریڈ انڈین جنگلیوں کے نرغے میں۔ وہ ان آدم خوروں کے جنگل سے کس طرح بچتا ہے۔
پراسرار سانپ خلائی سرنگ کے ذریعے سے شیبا کو خلائی مخلوق کی قید سے فرار کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔
مگر خلائی مخلوق جلد ہی ان کا سراغ لگا لیتی ہے۔
عمران اور شیبا کو اغوا کر کے سیارہ اڑمان لے جایا جاتا ہے۔
عمران اور شیبا موت کے مینار میں قید کر دیے جاتے ہیں۔
کیا وہ موت کے مینار سے فرار ہونے میں کامیاب ہوتے ہیں؟
ڈاکٹر سلطانہ سیارہ اڑمان سے اپنی دنیا سے رابطہ قائم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے
اچانک اس کے سامنے بہرام قاتل کی سر کٹی لاش آکھڑی ہوتی ہے۔
بہرام قاتل کو اپنے سر کی تلاش ہے۔
کیا بہرام قاتل کو اس کا سر مل جاتا ہے؟

ایک دلچسپ اور حیرت انگیز ناول

خلائی سرنگ سے فرار

رنگین تصاویر۔ خوبصورت سرورق اور عمدہ طباعت

قیمت: ۱۰ روپے

نونہال ادب ، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

خلائی ایڈونچر سیریز کا پہلا ناول

خطرناک سگنل

رات کافی گزر چکی ہے، عمران اپنے کمرے میں کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہے۔ اچانک کچھ عجیب پراسرار سگنل کمپیوٹر کے اسکرین پر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ عمران ان سگنلوں کو جو کوڈ میں ہیں پڑھ لیتا ہے اور کانپ اٹھتا ہے۔ یہ سگنل ایک دوسرے نظام شمسی سے آ رہے تھے۔ سیارہ اوشان کا ظالم حکمراں زمین پر حملہ کر کے انسانی نسل کو ختم کرنے کا مشن شروع کر چکا تھا۔

عمران اور اس کی بہن شیبا اوشان کے حملے سے زمین کو بچانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر کیسے؟
کیا وہ اکیلے اوشان کی زبردست سائنسی قوت کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

اے۔ حمید کی حیرت انگیز واقعات سے بھرپور خلائی ایڈونچر سیریز کا رنگین تصاویر سے مزین پہلا ناول

خطرناک سگنل

قیمت ۱۰ روپے

نونہال ادب ـــــ ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

خلائی ایڈونچر سیریز کا دوسرا ناول

لاش چل پڑی

خلائی مخلوق عمران کی کمر میں خلائی سیکرٹ کیپسول لگا کر اُسے اپنے تابع کر لیتی ہے۔
عمران شیبا کا دشمن بن جاتا ہے۔ خلائی مخلوق کے حکم پر وہ شیبا کو اغوا کرنے کے لیے اس کے گھر جا پہنچتا ہے۔ شیبا موت کے پھندے میں۔
کیا عمران شیبا کو اغوا کر کے خلائی مخلوق کے حوالے کر دیتا ہے؟
کیا عمران خلائی مخلوق سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے؟
خلائی لاش شہر میں اپنا خطرناک مشن شروع کر دیتی ہے۔
خلائی مخلوق کے حکم پر خلائی لاش ایک خطرناک قاتل کو اغوا کرنے کے لیے چل جا پہنچتی ہے۔
کیا خلائی لاش بہرام قاتل کو اغوا کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے؟

یہ ہے خلائی ایڈونچر سیریز کے دوسرے ناول

لاش چل پڑی

میں پوشیدہ ایک سنسنی خیز کہانی۔ اے حمید کے قلم سے

رنگین تصویروں سے مزین

قیمت: ۱۰ روپے

نونہال ادب، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

نونہال ادب
بچوں کے لیے
دل چسپ، مفید، معیاری
اور خوب صورت کتابیں

خلائی ایڈونچر سیریز
۴
سیارہ اوٹان کا زمین پر حملہ
خلائی سرنگ سے فرار
اے۔ حمید
PDFBOOKSFREE.PK

خلائی سرنگ سے فرار

طلعت حمید

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

ناشر　:　ہمدرد فاؤنڈیشن پریس

طابع　:　ماس پرنٹرز، کراچی

اشاعت　:　۱۹۹۱

تعداد اشاعت　:　۲۰۰۰

قیمت　:　۱۰ روپے

KHALAI SCIENCE ADVENTURE SERIES-4

KHALAI SURANG SA FARAR

A. Hameed

Naunehal Adab

Hamdard Foundation Press,

Karachi.

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے۔ پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مُقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست

تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظام شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

فہرست

آدم خوروں کے پنجے میں

عمران نے اپنے ریوالور سے تین فائر کیے تھے۔
مگر یہ تینوں فائر اندھیرے میں کیے گئے تھے اور اس ریڈ انڈین جنگلی کو ایک بھی گولی نہیں لگی تھی جس نے عمران پر حملہ کیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے طاقتور جسم والے جنگلی نے عمران کو اپنی گرفت میں قابو کرلیا اور حلق سے چیخ کی آواز نکالی۔ تین چار جنگلی وہاں فوراً آگئے۔ انھوں نے عمران کو باندھا اور گھسیٹتے ہوئے اپنے جھونپڑوں کی طرف لے گئے۔ وہاں اسے ایک جھونپڑے میں بند کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا تھا کہ عمران کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ ریڈ انڈین جنگلیوں کی قید میں آگیا ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے جھونپڑے کے باہر دو جنگلی چھرے لیے پہرہ دے رہے تھے۔
عمران نے آنکھیں بند کرلیں اور دل میں اللہ سے دعا مانگی کہ وہ اسے ان جنگلیوں کی قید سے نجات دلائے۔ اب اسے اس کلرک کی بات یاد آرہی تھی جس نے برازیل کے دارالحکومت میں بتایا تھا کہ برازیل کے گھنے جنگلوں میں ابھی تک ایسے وحشی قبیلے بھی رہتے ہیں جو بھولے بھٹکے مسافروں کے سر کاٹ کر انھیں گرم ریت میں بھون کر سکیڑ کر گیند کے برابر کرلیتے ہیں اور پھر انھیں اپنے گلے میں پہنتے ہیں۔
خوف کے مارے ایک بار تو عمران کا حلق خشک ہوگیا۔ تو کیا یہ وحشی لوگ اس کا سر کاٹ کر اسے چھوٹا کر دیں گے؟ اس نے اسی وقت فیصلہ کرلیا کہ وہ حوصلہ نہیں ہارے

گا۔ مایوسی کو اپنے قریب بھی نہیں پھٹکنے دے گا اور اس جہنم سے فرار ہونے کی بھرپور کوشش کرے گا۔ مگر اس کے ہاتھ پیر بندھے ہوئے تھے اور باہر جنگلی پہرے اٹھائے پہرہ دے رہے تھے۔ اس کے باوجود عمران فرار کی ترکیبوں پر غور کرنے لگا۔

دن نکلا تو وحشی اسے جھونپڑے سے نکال کر درختوں کے درمیان کھلی جگہ پر لے آئے۔ یہاں پہلے سے ایک بدنصیب آدمی درخت کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ عمران کو بھی اس کے ساتھ والے درخت سے ساتھ باندھ دیا گیا۔ جنگلی لوگ وہاں جمع ہو کر دائرے کی شکل میں بیٹھ گئے۔ درمیان میں پتھر جوڑ کر آگ جلا دی گئی۔ آگ کے اوپر ایک کڑاہی ڈال دی جس میں ریت پڑی تھی۔ عمران سمجھ گیا کہ اس کی موت کا وقت آگیا ہے۔ ابھی اس کا اور ساتھ بندھے ہوئے بدنصیب مسافر کا سر کاٹ کر ریت کی کڑاہی میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر بھی اس نے اپنے ہوش و حواس قابو میں رکھے ہوئے تھے اور دل میں اللہ کو یاد کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کا ایمان تھا کہ اگر اس کی موت کا وقت نہیں آیا تو یہ سارے وحشی مل کر بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

اتنے میں ان جنگلیوں کا سردار اپنے جھونپڑے سے نکل کر وہاں آیا۔ سب جنگلی سردار کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ جنگلی سردار ایک تخت پر بیٹھ گیا۔ اس نے ہاتھ میں ایک تلوار تھام رکھی تھی۔ سارے جنگلی اپنی اپنی جگہوں پر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ ہر طرف ایک سناٹا چھا گیا۔ اچانک سردار نے اپنا تلوار والا ہاتھ اوپر اٹھایا اور اپنی زبان میں کچھ کہا۔ اس کے ساتھ ہی ایک جنگلی تلوار لے کر ان درختوں کی طرف بڑھا جہاں عمران اور ایک دوسرا بدنصیب مسافر بندھے تھے۔ عمران ساکت آنکھوں سے جنگلی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جنگلی اس کی طرف آنے کی بجائے ساتھ والے بدنصیب کی طرف بڑھا۔ اس کے سر کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ کر آگے کو کھینچا اور دوسرے ہاتھ سے تلوار کا وار کر کے اس کی گردن کاٹ دی۔ اس کا خون آلود سر جنگلی کے ہاتھ میں

لٹک رہا تھا۔ سارے وحشی نعرے لگانے لگے۔ کٹا ہوا سر کڑاہی میں ڈال دیا گیا۔ ایک جنگلی کڑاہی کے پاس بیٹھ کر سر کو گرم ریت میں ادھر ادھر ہلانے لگا۔ ایسا ظلم اور خونخواری عمران نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کے ساتھ والے درخت سے ساتھ بد نصیب مسافر کی سر کٹی لاش ابھی تک بندھی ہوئی تھی۔ عمران پر ایک عجیب سا خوف اور دہشت طاری تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کے بعد اس کا سر کاٹا جائے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ سردار نے عمران کی طرف دیکھا اور ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان میں کہا۔

"تمہاری باری کل آئے گی۔ آج تمہیں یہ دکھانے کے لیے یہاں لایا گیا تھا کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔"

پھر سردار نے اشارہ کیا اور جنگلی عمران کو درخت سے کھول کر واپس جھونپڑے میں لے گئے جہاں اس کے ارد گرد چار آدمیوں کا پہرہ لگا دیا گیا۔ عمران کے ہاتھ کھلے تھے مگر پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ عمران نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ کم از کم ایک دن کے لیے تو اس کی جان بچ گئی۔ اب وہ فرار کی ایک آدھ کوشش کر سکتا تھا۔ اگرچہ اسے وہاں سے فرار ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر بھی وہ مایوس نہیں تھا۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں تھا۔ اس کے دل کو یقین تھا کہ اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا۔ چوں کہ ان خونخوار جنگلیوں کو عمران کے صحت مند سر کی ضرورت تھی اس لیے اسے دن میں دو تین بار جانوروں کا بھنا ہوا گوشت اور پھل وغیرہ کھلائے گئے تاکہ عمران کو کمزوری محسوس نہ ہو۔

جوں جوں رات قریب آ رہی تھی عمران کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ جھونپڑی میں چراغ جل رہا تھا۔ اس کی مدھم روشنی میں عمران نے دو ایک بار ہاتھوں سے اپنے پاؤں کی رسی کھولنے کی کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ رسی کو کچھ اس طرح سے گرہیں لگائی گئیں تھیں کہ وہ اسے کھول نہیں سکا تھا۔ کبھی کبھی اسے باہر جنگلی آدمیوں کی آپس میں باتیں کرنے کی آوازیں آ جاتی تھیں۔ کسی وقت کوئی جنگلی بھی جھونپڑے کا

دروازہ کھول کر عمران کو دیکھ کر اپنی تسلی کر لیتا تھا۔ رات گزرتی چلی جا رہی تھی۔ عمران کی کسی شے کو ان جنگلیوں نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اس کی گھڑی اس کی کلائی پر ہی بندھی ہوئی تھی۔ عمران نے وقت دیکھا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ عمران جھونپڑی کے درمیان میں گھڑے کھمبے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ اس کی زندگی کی آخری رات ہو؟ اس کا دماغ ایک بار تو چکر کھا گیا۔ وہاں سے بچ نکلنے کی کوئی ترکیب اس کے ذہن میں نہیں آ رہی تھی۔ نیند کوسوں دور تھی۔ اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔

عین اس وقت درختوں کے اس جھنڈ کے پاس ایک چٹان کے عقب سے عمران کے دوست سانپ نے اپنا پھن اوپر اٹھا کر اس جھونپڑے کی طرف دیکھا جس میں عمران قید کی حالت میں پڑا زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا تھا۔ سانپ کو عمران کی خوشبو اس جھونپڑی سے آ رہی تھی۔ سانپ جھونپڑی کی طرف بڑھا۔ رات کے اندھیرے میں بھی اسے ہر شے صاف نظر آ رہی تھی۔ سانپ نے گھاس کے اندر چھپ کر جھونپڑی کا ایک چکر لگایا۔ اس نے دیکھ لیا کہ جھونپڑی کے ارد گرد چار جنگلی لوگ پہرہ دے رہے ہیں جس کا مطلب تھا کہ عمران کو جھونپڑی میں قید کیا گیا ہے۔ مگر سانپ اپنی تسلی کے لیے عمران کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔ سانپ کے لیے جھونپڑی میں گھسنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ جھونپڑی میں دیا جل رہا تھا جس کی روشنی میں اس نے عمران کو دیکھا کہ درمیان میں گڑے ہوئے بانس کے کھمبے کے ساتھ ٹیک لگائے سر جھکائے بیٹھا ہے اس کے پاؤں رسی سے بندھے ہوئے تھے۔ سانپ نے سوچا کہ اگر اس وقت اس نے عمران سے کوئی بات کی تو آواز سن کر جنگلی اندر آ جائیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنا سر جھونپڑی کی دیوار کے سوراخ میں سے باہر نکال لیا۔

وہ سب سے پہلے ان دو جنگلیوں کی طرف بڑھا جو جھونپڑی کے پیچھے گھاس پر بیٹھے پہرہ دے رہے تھے۔ ان کے منہ جھونپڑی کی طرف تھے۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے

تھے۔ سانپ رینگتا ہوا ان کے پیچھے آیا۔ وہ اپنے زہر کی تیزی سے واقف تھا۔ اس کا زہر کسی کو دوسرا سانس لینے کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس نے پہلے جنگلی کو ڈسا تو وہ بولتے بولتے ایک دم رکا اور پھر ایک طرف ڈھیر ہو گیا۔ اس کا ساتھی اسے اٹھانے ہی لگا تھا کہ وہ بھی اس کے اوپر گر پڑا۔ سانپ نے دوسرے جنگلی کو بھی ڈس دیا تھا۔ اب وہ ان جنگلیوں کی طرف گیا جو جھونپڑی کے دروازے کے سامنے بیٹھے پہرہ دے رہے تھے۔ اسی طرح سانپ نے ان دونوں کو بھی ڈس کر ہلاک کر دیا۔ یہ لوگ کوئی ہلکی سی آواز بھی نہ نکال سکے۔

اس کے بعد سانپ جھونپڑی میں گھس گیا۔ عمران آنکھیں بند کیے سر جھکائے بیداری اور نیند کے عالم میں تھا۔ سانپ رینگتا ہوا اس کے قریب آ گیا اور آہستہ سے بولا:

"عمران! میرے دوست!"

عمران نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اپنے سامنے اپنے دوست سانپ کو دیکھا تو اس کے مُردہ جسم میں جیسے جان پڑ گئی۔ کہنے لگا:

"میرے دوست! تم آ گئے تم کہاں چھپ گئے تھے؟"

سانپ نے دھیمی آواز میں کہا:

"یہ سب کچھ تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ بہر حال مجھے ایک سپیرا پکڑ کر لے گیا تھا۔ موقع پا کر اسے جہنم میں پہنچایا اور خود تمہاری بو لیتا یہاں تک پہنچا ہوں۔"

عمران بولا، "باہر چار آدمی پہرہ دے رہے ہیں۔"

سانپ نے کہا، "میں نے ان چاروں کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ اب یہاں سے نکل چلو۔"

عمران نے اپنے بندھے ہوئے پاؤں دکھائے۔ سانپ نے اسی وقت اپنے دانتوں سے رسی کاٹ ڈالی۔ عمران نے دیا بجھا دیا اور جھونپڑی کا دروازہ کھول کر باہر دیکھا۔

دروازے کے آگے اسے دو ڈیرے نظر آئے۔ دونوں جنگلیوں کی لاشیں آہستہ آہستہ
جل رہی تھیں۔ سانپ نے کہا، "پچھلی طرف سے نکل چلو۔"
عمران جھونپڑی کے پیچھے جو درخت تھے اس طرف کو بھاگا سانپ اس کے پیچھے پیچھے
تھا۔ آگے چھوٹا سا پہاڑی نالہ آگیا۔ وہ نالے میں اتر کر اس کے کنارے کنارے شمال کی
طرف چلنے لگا۔ سانپ تیز تیز رینگ رہا تھا۔ عمران نے اسے اٹھالیا اور اپنی جیب میں رکھ
لیا۔ اچانک اسے اپنے ریوالور کا خیال آگیا جو جنگلی سردار نے تھیلے سمیت اپنے پاس رکھ
لیا تھا۔ اس نے ناگ سانپ سے ذکر کیا کہ ریوالور پیچھے رہ گیا ہے۔ سانپ بولا:
"اس کی اب فکر نہ کرو۔ یہاں سے جان بچاؤ یہ آدم خور جنگلی ہیں جب تک میں
ان سب کو باری باری ہلاک کروں گا۔ یہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"
اور عمران تیز تیز دوڑنے لگا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد رات کی تاریکی نے اسے اپنی لپیٹ
میں لے لیا۔
رات کا باقی حصہ عمران پہاڑیوں میں سفر کرتا جنگلی آدم خوروں کے علاقے سے کافی
دور نکل گیا۔ جب دن کی روشنی پھیلی تو منظر بدل چکا تھا۔ ہری بھری پہاڑیوں کی جگہ بنجر
اور سیاہ چٹانوں نے لے لی تھی۔ ان نوکیلی چٹانوں کے درمیان کہیں کہیں جھاڑیاں اگی
تھیں۔ ایک جگہ پتھروں میں سے پانی نکل کر ٹپک رہا تھا۔ عمران وہاں بیٹھ گیا۔ اس نے
اپنے دوست سانپ کو جیب سے نکال کر پتھروں پر رکھ دیا اور جی بھر کر پانی پیا۔ پھر منہ
ہاتھ دھویا اور سانپ سے پوچھا:
"میرے دوست! کیا تمہیں یہاں شیبا کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے؟"
ناگ سانپ نے چاروں طرف اپنا پھن گھمایا۔ بار بار زبان باہر نکال کر لہرائی۔ پھر
بولا:
"مجھے کسی طرف سے شیبا کی خوشبو نہیں آرہی۔" عمران نے جیب سے نقشہ
کھول کر پھیلایا۔ کہنے لگا:

"نقشے میں اس ساحل کا صرف یہی علاقہ دکھایا گیا ہے جہاں چٹانیں ہی چٹانیں ہیں۔"

سانپ بولا:

"میں نے خلائی مخلوق کی زبانی یہ ضرور سنا تھا کہ جہاں خلائی مخلوق نے اپنا زمین دوز ٹھکانہ بنا رکھا ہے وہاں اوپر چٹانیں نہیں ہیں بلکہ سیاہ ٹیلے ہیں۔ اس لیے ہمیں یہاں سے آگے شمال کی طرف چلنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ آگے ہمیں سیاہ ٹیلے ضرور مل جائیں گے۔"

تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد عمران ان چٹانوں میں آگے کی طرف چل پڑا۔ سانپ اس کی جیب میں تھا اور اس نے اپنی گردن جیب سے باہر نکال رکھی تھی۔ ایک گھنٹے تک عمران ان چٹانوں میں سفر کرتا رہا۔ آخر اسے سیاہ ٹیلوں کا سلسلہ نظر آیا۔ اس نے سانپ کی طرف دیکھا تو سانپ نے گہرا سانس پھنکار کی طرح چھوڑتے ہوئے کہا:

"عمران! ہوا میں شیبا کی خوش بو ہے۔" یہ سن کر عمران اچھل سا پڑا۔ اسے اپنی مہم کامیاب ہوتی نظر آ رہی تھی۔ اس نے جلدی سے پوچھا:

"یہ خوش بو کس طرف سے آ رہی ہے۔"

سانپ کا پھن شمالی ٹیلوں کی طرف تھا جو اس جگہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر تھے۔ سانپ نے کہا:

"شیبا کی خوش بو سامنے والے ٹیلوں سے آ رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ خلائی مخلوق کی خفیہ لیبوریٹری ان پہاڑیوں کے اندر ہی کسی جگہ واقع ہے اور شیبا بھی وہاں موجود ہے۔ اسے ابھی تک خلائی سیارے میں نہیں لے جایا گیا۔" عمران خوش ہو کر کہنے لگا۔

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ شیبا ابھی تک ہماری زمین پر ہی ہے۔ اب ہمیں باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔"

اور عمران آگے چل پڑا۔ جب سیلو ٹیلے شروع ہوئے تو سانپ بولا:
"عمران! رک جاؤ۔ آگے خطرہ ہو سکتا ہے کیونکہ شیبا کی خوشبو کی لہریں یہاں بڑی تیزی سے آ رہی ہیں۔"
عمران ایک ٹیلے کی اوٹ میں ہو گیا۔ اس نے دن کی روشنی میں گردن آگے بڑھا کر دیکھا کہ سامنے ایک سنگلاخ پہاڑی تھی جس کے اوپر ٹوٹی پھوٹی پتھریلی سیڑھیاں جاتی تھیں۔ پہاڑی کے اوپر کہیں کہیں شکستہ مکانوں کے کھنڈر دکھائی دے رہے تھے۔ ان کھنڈرات پر ویرانی برس رہی تھی۔ کوئی پرندہ تک اوپر اڑتا ہوا نظر نہ آتا تھا۔ عمران نے سانپ کو جیب سے باہر نکال کر سیلو پہاڑی کے مکانوں کے کھنڈر دکھائے اور کہا:
"میرا خیال ہے اب ہم اپنی منزل کے سامنے ہیں۔ یہی وہ پہاڑی اور شکستہ مکانوں کے کھنڈر ہیں جن کے بارے میں تم نے بتایا تھا۔"
سانپ نے بھی پہاڑی والے کھنڈر کو غور سے دیکھا اور بولا:
"شیبا کی خوشبو بھی اسی پہاڑی کی طرف سے آ رہی ہے۔ ضرور اسی جگہ خلائی مخلوق نے زیر زمین اپنا ٹھکانہ بنایا ہوا ہے۔"
عمران بڑے غور سے پہاڑی کو تک رہا تھا۔ کہنے لگا، "مگر یہاں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ یہاں خلائی مخلوق رہتی ہے؟"
سانپ نے کہا:
"خلائی مخلوق اس دنیا کو تباہ کرنے یہاں آئی ہوئی ہے۔ وہ اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ چھپائے گی۔ ان مکانوں کے نیچے خلائی لیبورٹری ہوگی اور شیبا بھی اسی جگہ کسی تہ خانے میں قید ہے۔"
عمران بولا، "ہمیں رات کے اندھیرے میں وہاں جانا چاہیے۔ دن کی روشنی میں ہمیں دیکھا جا سکتا ہے۔ ویسے بھی یہ خلائی مخلوق سائنس میں کافی ترقی یافتہ ہے۔ انھوں نے باہر ضرور کوئی خفیہ راڈار یا کسی جگہ کوئی مائیکرو ٹی وی کیمرہ لگایا ہوگا۔"

سانپ کچھ دیر کے لیے خاموش رہا۔ پھر کہنے لگا:
"میں پہلے جاکر معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ اگر کوئی زیر زمین خلائی تہ خانہ ہے تو اس کو کون سا راستہ جاتا ہے۔ بہتر یہی ہے۔"
عمران نے کہا، "تم کسی مشکل میں نہ پھنس جاؤ۔"
سانپ بولا، "اگر میری جگہ تم جاؤ گے تو تم بھی کسی مشکل میں پھنس سکتے ہو۔ یہ خطرہ تو ہم دونوں میں سے کسی کو لینا ہی پڑے گا ویسے میرے دیکھے جانے کا امکان کم ہے۔"
آخر میں طے ہوا کہ اندھیرا ہو جانے کے بعد سانپ گمشدہ ویران شہر کے کھنڈروں میں جائے گا۔ وہ وہاں سے پیچھے ہٹ گئے۔ ایک جگہ کالی چٹانوں میں ایک قدرتی سرنگ بنی ہوئی تھی۔ وہ دونوں سرنگ میں چھپنے آ گئے۔ سانپ بولا:
"تمہیں بھوک لگ رہی ہو گی۔ میں باہر جاکر دیکھتا ہوں، ہو سکتا ہے یہاں تمہارے لیے کھانے پینے کو کچھ مل جائے۔"
عمران نے مسکرا کر کہا، "اس ویرانے اور سنگلاخ پہاڑی علاقے میں بھلا کھانے پینے کو کیا ملے گا۔"
ناگ سانپ نے بڑی سنجیدہ آواز میں کہا:
"عمران! تم اس زمین اور زمین کی چیزوں کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں۔ تم اسی جگہ رہنا۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔"
سانپ سرنگ میں سے رینگتا ہوا نکل گیا۔ چٹانوں کے درمیان سوائے سوکھی خشک گھاس اور کانٹے دار جھاڑیوں کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ پانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مگر سانپ کسی اور ہی چیز کی تلاش میں تھا۔ آخر اسے وہ شے مل گئی۔ یہ امرود کی طرح کا ایک پھل تھا جو ایک چٹانوں کے اوپر اگی ہوئی جھاڑی پر لگا تھا۔ ناگ سانپ وہ امرود توڑ کر عمران کے پاس لے آیا اور کہا:

"اسے کھا جاؤ۔ تمھیں کل شام تک نہ بھوک لگے گی نہ پیاس اور تمھیں کمزوری بھی محسوس نہیں ہوگی۔"

عمران نے سانپ سے وہ پھل لے کر اپنی جیکٹ سے رگڑ کر صاف کیا اور کھانے لگا۔ پھل میٹھا اور رس دار تھا۔ اسے کھانے کے بعد عمران کی بھوک پیاس جاتی رہی۔ اس نے کہا:

"دوست! تم نے تو کمال کر دکھایا۔ اب ذرا ایک بار پھر ویران شہر کی پہاڑی کی طرف منہ کر کے مجھے بتاؤ کہ شیبا کی خوش بو کہیں غائب تو نہیں ہو گئی۔"

سانپ نے ویران شہر کی پہاڑی کی طرف منہ کر کے سانس کھینچا اور بولا، "شیبا کی خوش بو برابر آ رہی ہے۔"

اب انھیں رات کا اندھیرا چھا جانے کا انتظار تھا۔ جب سورج غروب ہو گیا تو ویران پہاڑی کے کھنڈر مکانوں پر آہستہ آہستہ سیاہی چھانے لگی۔ جب ہر طرف رات کا اندھیرا چھا گیا تو سانپ نے کہا:

"اب میں جاتا ہوں۔ تم یہاں سے مت ہلنا، میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔"

یہ کہہ کر سانپ چٹانوں میں سے نکل کر ویران پہاڑی کے اوپر مکانوں کے کھنڈر میں پہنچا تو اس نے محسوس کیا کہ شیبا کی خوش بو کے جھونکے ایک خاص طرف سے زیادہ تیز تیز آ رہے ہیں۔ سانپ اس طرف رینگتا چلا گیا۔ وہاں مکانوں کی ٹوٹی ہوئی پتھریلی دیواروں کے درمیان ایک چھوٹا سا احاطہ بنا ہوا تھا۔ اس احاطے کے کونے میں ایک گول شکستہ سا مینار تھا۔ شیبا کی خوش بو اس مینار میں سے نکل رہی تھی۔ یہاں چاروں طرف اندھیرا تھا اور کوئی خلائی مخلوق بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ سانپ پتھروں کے درمیان رینگتا مینار کے قریب آیا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ مینار کے اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ مگر شیبا کی خوش بو کی لہریں بڑی شدت سے مینار کی دیوار میں سے نکل رہی تھیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ شیبا اس مینار کے نیچے اسی تہ خانے میں قید ہے۔

ساتپ نے مینار کے گرد ایک چکر لگایا۔ مینار اوپر سے بند تھا۔ اس کی دیوار میں سے کچھ پتھر اکھڑے ہوئے تھے۔ مینار کی چھتری بھی ایک طرف ڈھے گئی تھی مگر اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ساتپ کو مینار کی دیوار کے نیچے زمین کے اندر جاتا ایک سوراخ دکھائی دیا۔ وہ اس سوراخ میں داخل ہو گیا۔ یہ سوراخ کسی چوہے کا بل تھا۔ مگر چوہا وہاں نہیں تھا۔ کیونکہ وہاں خلائی مخلوق کے جسموں سے نکلنے والی تابکاری پھیلی ہوئی تھی۔ تابکاری کی لہروں کو ساتپ نے بھی اپنے جسم پر محسوس کیا تھا۔ ساتپ چوہے کے بل میں آگے ہی آگے رینگتا چلا گیا۔ پہلے اندھیرا تھا۔ پھر ہلکی ہلکی روشنی نظر آنے لگی۔ یہ راستہ زمین کے نیچے جا رہا تھا۔ یہاں خلائی مخلوق کی تابکاری بھی بڑھ گئی تھی۔ ساتپ نے اس کی کوئی پروا نہیں کی اور آگے ہی آگے رینگتا چلا گیا۔ روشنی صاف ہوتی گئی۔ پھر چوہے کا بل ایک ایسی پتھر کی دیواروں والی کوٹھڑی میں پہنچ کر ختم ہو گیا جہاں چھت کے ایک پتھر میں سے نیلے رنگ کی روشنی نکل رہی تھی۔ کوٹھڑی میں ایلومینیم کے چھوٹے بڑے خالی ڈبے بکھرے پڑے تھے اور فضا میں کسی تیز دوائی کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود ناگ ساتپ شیبا کی خوش بو برابر محسوس کر رہا تھا۔ یہ خوش بو کوٹھڑی کی دوسری طرف سے آ رہی تھی۔

کوٹھڑی کا دروازہ لوہے کا تھا جو بند تھا۔ ناگ ساتپ نے دیوار کو دیکھا۔ دیوار بڑے بڑے پتھروں کی سلوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی۔ اس میں سے گزرنے کے لیے کوئی چھوٹا سا سوراخ بھی نہیں تھا۔ ساتپ کو قدموں کی آواز سنائی دی۔ وہ جلدی سے المونیم کے خالی ڈبوں کے پیچھے چھپ گیا۔ دروازہ کھلا اور نیلے خلائی لباس میں ملبوس دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے بھی انسانوں جیسے تھے مگر ان پر بڑی کرختگی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے بات بھی نہیں کر رہے تھے۔ وہ اپنے ساتھ سلور کا ایک کریٹ لائے تھے جس میں سے وہ چھوٹے چھوٹے ڈبے نکال کر سامنے والی دیوار کے ساتھ لگانے لگے۔ لوہے کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔ ساتپ نے موقع غنیمت جانا اور ایلومینیم کے ڈبوں میں سے رینگتا ہوا

نکلا اور دروازے سے باہر ہو گیا۔ باہر ایک دھندلی نیلی روشنی تھی۔ یہ ایک سرنگ سی تھی۔ یہاں تابکاری کچھ زیادہ تھی۔ یہ تابکاری سانپ کو زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تیزی سے سرنگ کی دیوار پر چڑھ گیا اور رینگ کر چھت کے ساتھ کونے میں چپک گیا۔

دونوں خلائی آدمی کوٹھڑی سے باہر نکلے اور کریٹ کو کھینچتے سرنگ میں سے گزر گئے۔ سانپ سرنگ کی چھت سے چمٹا ہوا تھا۔ وہاں اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ سرنگ میں رینگنے لگا۔ شیبا کی خوش بو زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ آگے چھت پر نیلی روشنی تھی۔ سانپ اس سے بچنے کے لیے دیوار پر آ گیا۔ رینگتے رینگتے وہ ایک چھوٹے سے روشن دان کے پاس پہنچا جہاں اندر سے روشنی کے ساتھ خلائی مخلوق کی باتیں کرنے کی آواز آ رہی تھی۔

سانپ نے روشن دان کے ساتھ لگ کر اندر نگاہ ڈالی۔ یہ چاندی کی طرح چمکتا ایک چھوٹا سا کمرا تھا جس کی دیواروں پر بے شمار ڈائل لگے ہوئے تھے۔ ان میں نیلی سبز سرخ روشنیاں ہو رہی تھیں۔ درمیان میں ایک گول سفید میز کے گرد سفید اسٹولوں پر آمنے سامنے دو خلائی آدمی بیٹھے میز پر رکھی تانبے کی ایک چوکور پلیٹ کو دیکھ رہے تھے۔ ایک نے سر اوپر اٹھائے بغیر اپنی خلائی زبان میں کچھ کہا جسے سانپ نہ سمجھ سکا۔ سانپ روشن دان کے اوپر سے ہو کر دیوار پر آگے گزر گیا۔ کیونکہ شیبا کی خوش بو سرنگ کے دوسرے حصے سے آ رہی تھی اور یہ خوش بو پہلے سے بہت تیز ہو گئی تھی جس کا مطلب تھا کہ شیبا کہیں قریب ہی تھی۔

سانپ شیبا کی خوش بو کے ساتھ ساتھ رینگتا چلا گیا۔ سرنگ آگے جا کر مڑ گئی چونکہ وہ چھت کے ساتھ لگا رینگ رہا تھا۔ اسی لیے کسی کی نظر اس پر نہیں پڑ سکتی تھی۔ وہ سرنگ آگے جا کر ڈھلانی ہو گئی۔ یہاں ایک کمرے کے روشن دان میں سے ہلکی نیلی روشنی کے ساتھ شیبا کی خوش بو بھی بڑی تیزی سے نکل رہی تھی۔ سانپ نے روشن دان

کے ساتھ منہ لگا دیا گیا دیکھتا ہے کہ شیبا کمرے میں ایک اسٹریچر پر اس طرح پڑی ہے کہ اس کے منہ کے اوپر ایک بڑا نیلا بلب روشنی ڈال رہا ہے۔ شیبا شاید بے ہوش تھی۔ کیونکہ وہ کوئی حرکت نہیں کر رہی تھی۔

ایک خلائی آدمی ہاتھ میں سفید ٹرے لیے آیا اور دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ سانپ تیزی سے رینگ کر نیچے آیا اور ادھ کھلے دروازے میں سے کمرے میں داخل ہو کر کونے میں ایک الماری کے پیچھے چھپ گیا۔ خلائی آدمی نے شیبا کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر دوسرے ہاتھ سے اس کی نبض دیکھی۔ پھر اس کے بازو پر ایک انجکشن لگایا اور روشنی کے بڑے بلب کو بجھا دیا۔ اب کمرے میں صرف کونے والا نیلا بلب ہی روشنی دے رہا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر خلائی آدمی کمرے سے نکل گیا۔ اس نے جاتے ہوئے باہر تالا لگا دیا تھا۔ ناگ سانپ تیزی سے الماری کے پیچھے سے نکلا اور شیبا کے پاس آ کر اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔

خلائی سرنگ سے فرار

شیبا نیم بے ہوش تھی۔
سانپ کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔ کسی وقت بھی کوئی خلائی آدمی اندر داخل ہو سکتا تھا۔ سانپ کے پاس شیبا کو ہوش میں لانے کی ایک ہی تدبیر تھی۔ اس نے پنا پھن پیچھے ہٹایا۔ منہ سے گرم ہوائی پھنکار شیبا کے چہرے پر پھینکی۔ شیبا نے ایک جھرجھری سی لی اور آنکھیں کھول دیں۔ اپنے سامنے اپنے پرانے ساتھی اور ہمدرد کالے سانپ کو دیکھا تو اسے فوراً پہچان لیا۔ وہ حیران ہو کر بولی۔
"ارے! تم یہاں کیسے آ گئے؟ تمھیں میرا پتا کیسے چلا؟ ممی کا کیا حال ہے؟ عمران کہاں ہے؟"
شیبا نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔ سانپ نے آہستہ سے کہا۔
"سب ٹھیک ہے۔ عمران میرے ساتھ ہی ہے۔ میں تمھیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں" شیبا اسٹریچر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کمرے میں چاروں طرف دیکھا اور بولی۔
"وہ لوگ کسی بھی وقت یہاں آ سکتے ہیں۔ تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ کہیں چھپ جاؤ"
ناگ سانپ نے کہا۔
"تم میری فکر نہ کرو شیبا۔ اٹھو اور میرے ساتھ ابھی یہاں سے نکل چلو"

شیبا نے بے بسی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
"یہاں سے کوئی باہر نہیں نکل سکتا۔ اللہ کے لیے تم اپنی جان بچا کر یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ لوگ آج رات مجھے اپنے سیارے اوٹان پر لے جا رہے ہیں۔ انھوں نے سارا انتظام کر لیا ہے۔"
"شیبا! تم نے حوصلہ کیوں ہار دیا۔ میں اور عمران اپنے وطن سے ہزاروں میل کا سفر طے کر کے اس ویران علاقے میں صرف تمھاری خاطر آئے ہیں۔ ہم تمھیں اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔"
دروازے کی طرف کسی کے قدم بڑھ رہے تھے۔ شیبا جلدی سے اسٹریچر پر لیٹ گئی اور سانپ سے کہا۔
"چھُپ جاؤ، چھُپ جاؤ۔ وہ لوگ آ رہے ہیں"
سانپ تیزی سے رینگ کر الماری کے پیچھے چھپ گیا۔ دروازہ کھلا اور ایک خلائی آدمی نیلے خلائی سوٹ میں اندر داخل ہوا۔ اس نے دروازہ بند کیا۔ ایک نظر شیبا پر ڈالی اور الماری کھول کر اس میں سے کوئی شے تلاش کرنے لگا۔ خلائی آدمی کے نیلے جوتوں والے پاؤں ناگ سانپ کے بالکل سامنے تھے۔ خلائی سوٹ کی پتلون کے نیچے سانپ کو خلائی آدمی کی نیلی پنڈلی تھوڑی سی دکھائی دے رہی تھی۔
سانپ کے ذہن میں تیزی سے ایک خیال چمک اٹھا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ اس کے ڈسنے سے خلائی آدمی ضرور مر جائے گا۔ مگر اس نے حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کے سامنے دوسری کوئی تدبیر نہیں تھی۔ سانپ نے فوراً ہی اپنے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے خلائی آدمی کی پنڈلی پر اپنے نوکیلے دانت گاڑ دیے اور کافی تعداد میں اپنا مہلک زہر اس کے جسم میں داخل کر دیا۔
سانپ کا خیال تھا کہ یہ خلائی مخلوق ہے۔ اس پر شاید ہی اس کے زہر کا اثر ہو۔ مگر اس کے زہر نے خلائی آدمی کے خون کے نظام کو تہس نہس کر دیا تھا۔ وہ کھڑے

کھڑے لرزا اور پھر دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ اسے گرتا دیکھ کر شیبا اسٹریچر پر اٹھ بیٹھی۔ سانپ الماری کے پیچھے سے نکل آیا اور بولا۔

"میں نے اسے ڈس دیا ہے شیبا۔ اس کو میرے زہر نے ہلاک کر دیا ہے۔ جلدی سے اٹھ کر اس کا خلائی سوٹ خود پہن لو۔ دیر نہ کرو شیبا۔ جلدی کرو۔"

شیبا کو پہلی بار وہاں سے فرار ہونے کی ہلکی سی امید نظر آئی۔ اس نے جلدی جلدی خلائی آدمی کا نیلا خلائی سوٹ پہن لیا۔ اس سوٹ کے پہننے سے چہرے کے آگے ایک نقاب آجاتا تھا جس پر نیلا شیشہ لگا تھا اور شکل آسانی سے دیکھی نہ جا سکتی تھی۔ شیبا نے خلائی آدمی کی سیاہ سرخی لاش کو گھسیٹ کر الماری کے پیچھے ڈال دیا اور سانپ سے کہا۔

"میرے پیچھے پیچھے آنا۔ مجھے یہاں کے کچھ خفیہ راستوں کا تھوڑا بہت علم ہے۔"

شیبا نے الماری میں سے المونیم کا ایک ڑے نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور بڑے اطمینان سے دروازہ کھول کر نیم روشن راہ داری میں آگئی۔ سانپ اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ خلائی مخلوق کے درمیان رہنے سے شیبا کو ان کے اشاروں اور ایک آدھ الفاظ سے واقفیت ہو گئی تھی۔ راہ داری میں سے وہ یوں سکون سے گزر رہی تھی جیسے کسی بیماری یا اپریشن روم کے راستے کوئی ضروری شے لے کر جا رہی ہو۔ یہی وہ راستہ تھا جہاں سے گزار کر اسے پہلی بار لایا گیا تھا۔ دائیں جانب مڑنے کی بجائے شیبا اس طرف ہو گئی جدھر لوہے کا دروازہ تھا اور باہر ایک خلائی گارڈ ہاتھ میں لیزر گن لیے پہرہ دے رہا تھا۔

خلائی گارڈ نے ابھی شیبا کو نہیں دیکھا تھا۔ شیبا نے ایک نظر راہ داری میں پیچھے کی طرف ڈالی اور پھر سانپ سے جھک کر کہا۔

"ہمارے راستے کی شاید آخری رکاوٹ وہ خلائی گارڈ ہے۔ کیا تم اسے ختم کر سکتے

ہو۔" سانپ نے دھیمی سرگوشی میں کہا۔

"وہ بچ نہیں سکے گا۔ تم اسی جگہ اندھیرے میں ٹھیرو"

شیبا دیوار کے ساتھ اندھیرے میں ہو گئی۔ سانپ دیوار پر چڑھ گیا اور پھر سرنگ کی چھت سے چپٹا آہستہ آہستہ رینگتا خلائی گارڈ کے پیچھے آگیا۔ اس کے پیچھے لوہے کا دروازہ تھا۔ سانپ دروازے پر سے رینگ کر نیچے آگیا۔ اسے معلوم تھا کہ خلائی مخلوق کے نیلے سوٹ کی پتلون اور نیلے جوتوں کے درمیان تھوڑی سی جگہ خالی ہوتی ہے۔ اس خلائی گارڈ کی نیلی پنڈلی بھی تھوڑی تھوڑی نظر آرہی تھی۔ یہی سانپ کا ٹارگٹ تھا۔ وہاں سوچنے اور غور کرنے اور منصوبہ بندی کرنے وقت نہیں تھا۔ سانپ نے پھن اٹھایا اور خلائی گارڈ کی پنڈلی پر ڈس لیا۔ خلائی گارڈ اپنی جگہ کھڑے کھڑے ایسے کانپا جیسے کسی نے اسے ہلا دیا ہو۔ پھر دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی شیبا اس کی طرف دوڑی۔ سب سے پہلے اس کی لیزر گن اپنے قبضے میں کی اور دیوار میں لگا ایک خاص بٹن دبایا۔ آہنی دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔

شیبا نے سانپ کو اشارہ کیا اور وہ دونوں دروازے میں سے گزر گئے۔ آگے پتھر کی سیڑھیاں تھیں جو اوپر جا رہی تھیں۔ شیبا نے سانپ سے کہا۔

"اب تمھیں میری جیب میں آجانا چاہیے آگے خطرہ ہے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

سانپ شیبا کے خلائی سوٹ کی جیب میں اتر گیا۔ شیبا سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اوپر ایک بڑا کمرا ہے جہاں خلا میں سفر کرنے والی چھوٹی اڑن تشتری رکھی گئی ہے۔ یہ اڑن تشتری خلائی سیارے اوٹان سے شیبا کو لینے کے لیے آئی ہوئی تھی۔ شیبا کو خلا میں لے جانے کا حکم اوٹان سیارے کے گریٹ کنگ نے دیا تھا اور شیبا کو خلائی سیارے میں لے جانے کے لیے ضروری انجکشن وغیرہ لگائے جا رہے تھے۔ شیبا خلائی سوٹ میں ملبوس بظاہر بڑے اطمینان کے ساتھ اس کمرے میں آئی اور اڑن

تشتری کے قریب سے گزر کر عقبی زینے میں آ گئی۔ ایک خلائی آدمی اڑن تشتری کے سامنے والی دیوار کے پاس گن لیے کھڑا تھا۔ مگر وہ یہ سمجھا کہ یہ کوئی اپنے ٹھکانے کا ہی خلائی آدمی ہے۔ اس نے شیبا کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ شیبا دھڑکتے دل کے ساتھ زینہ اترنے لگی۔

اس زینے کے آگے اس زیر زمین خلائی اڈے کا آخری دروازہ تھا جو باہر کھلتا تھا۔ اس دروازے تک ایک تنگ راستہ جاتا تھا۔ یہاں آکر شیبا نے ایک گہرا سانس لیا اور سانپ کو جیب سے نکالا اور کہا۔

"میرے دوست! صرف ایک دروازہ باقی رہ گیا ہے۔ اس دروازے پر بھی ایک خلائی گارڈ پہرے پر ہوتا ہے۔ اسے بھی ختم کرنا ہوگا۔ اسے ختم کیے بغیر ہم یہاں سے باہر نہیں نکل سکتے۔"

سانپ نے سرگوشی میں کہا۔

"مجھے دروازے تک لے چلو۔"

شیبا زیر زمین نیم روشن تنگ راستے سے گزرتی اس جگہ آکر رک گئی جہاں لوہے کا دروازہ دیوار میں لگا ہوا تھا اور ایک خلائی گارڈ لیزر گن لیے پہرے پر کھڑا تھا۔ شیبا دیوار کے ساتھ اندھیرے میں تھی۔ اس نے سانپ کو خلائی گارڈ دکھایا اور پھر اسے چھوڑ دیا۔ اگرچہ ایک لیزر گن شیبا کے ہاتھ میں تھی مگر وہ لیزر گن فائر کرنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتی تھی۔ کیونکہ اگر اس کا نشانہ خطا ہو گیا تو خلائی گارڈ ایک سیکنڈ میں دیوار کا بٹن دبا کر وہاں خطرے کا سائرن بجا سکتا تھا اور پھر شیبا اور سانپ کا وہاں سے فرار ناممکن تھا۔

سانپ دیوار پر رینگتا خلائی گارڈ کے پیچھے آ گیا۔ یہاں سے وہ نیچے زمین پر اتر آیا۔ وہ خلائی گارڈ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ خلائی گارڈ نے اپنی جگہ سے حرکت کی اور ٹہلنے لگا۔ ناگ سانپ پیچھے ہٹنے لگا تو خلائی گارڈ کی اس پر نظر پڑ گئی۔ اس نے فوراً سانپ پر اپنی گن سے فائر کر دیا۔ گن میں سے نیلی شعاع نکل کر زمین پر پڑی اور وہاں شعلہ بلند ہوا۔

خوش قسمتی سے سانپ تڑپ کر دوسری طرف ہٹ گیا تھا۔ مگر شیبا یہی سمجھی کہ گارڈ نے سانپ کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی شیبا اچھل کر سامنے آ گئی۔ لیزر گن دونوں ہاتھوں میں پکڑی اور نشانہ باندھ کر فوراً گارڈ پر فائر کر دیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا کہ گارڈ اپنی گن اوپر نہ اٹھا سکا۔ شعلہ اس کے سینے پر لگا اور وہ آناً فاناً وہیں بھسم ہو گیا۔ دوسرے لمحے زمین پر خلائی گارڈ کی نسواری رنگ کی راکھ پڑی تھی۔

شیبا بھاگ کر دروازے کے پاس آئی۔ اس نے سانپ کو آواز دی۔ سانپ اس کے سامنے آ گیا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ تم بچ گئے۔"

شیبا نے آگے بڑھ کر دیوار کے ساتھ لگے ایک چوکور بٹن کو دبا دیا۔ آہنی دروازہ اپنے آپ اوپر اٹھ گیا۔ باہر سے تازہ ٹھنڈی ہوا اور دن کی روشنی اندر آ گئی۔ شیبا اور سانپ جلدی سے باہر نکل گئے۔ ان کے باہر نکلتے ہی دروازہ اپنے آپ آہستہ سے نیچے گر گیا۔ یہ دروازہ اس ویران مینار کی دیوار میں زمین کے ساتھ بنایا گیا تھا جو پہاڑی کے اوپر کھنڈر مکانوں کے احاطے کے کونے میں واقع تھا۔ احاطے میں سے گزرنے کے بجائے شیبا دوسری طرف سے پہاڑی کے نیچے اترنے لگی۔ اس نے خلائی سوٹ اتار کر اسے بغل میں دبا لیا تھا اور چھوٹے بڑے پتھروں میں سے گزرتی بھاگی جا رہی تھی۔ پہاڑی کی ڈھلان اترنے کے بعد وہ چٹانوں کی طرف دوڑی کیونکہ سانپ نے اسے بتا دیا تھا کہ عمران ان چٹانوں میں چھپا ہوا ہے۔

عمران کی نگاہیں بھی ویران کھنڈر مکانوں والی پہاڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک لڑکی کو چٹانوں کی سمت تیز تیز آتے دیکھا تو اوٹ سے باہر نکل آیا۔ اس نے شیبا کو پہچان لیا تھا۔ شیبا نے بھی عمران کو دیکھ لیا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ عمران کے پاس آتے ہی بولی۔

"یہاں سے بھاگ چلو عمران...... تھوڑی دیر میں خلائی مخلوق کو میرے فرار کا علم ہو

جائے گا اور وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔"

عمران نے پوچھا، "ناگ کہاں ہے۔"

شیبا نے تعجب سے کہا، "ناگ کون ہے؟"

عمران بولا، "میں اپنے دوست کو ناگ ہی کہتا ہوں اس نے اپنا یہی نام بتایا ہے۔"

شیبا نے جیب کی طرف اشارہ کیا۔ سانپ اس کی جیب میں سے گردن نکالے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"اور یہ تمہاری بغل میں کیا ہے؟" عمران نے دوسرا سوال کیا۔ شیبا نے اپنے سانس پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"یہ خلائی مخلوق کا سوٹ ہے۔ ہمارے کام آسکتا ہے اب زیادہ سوال مت پوچھو اور یہاں سے دوڑو"

اور وہ چٹانوں سے نکل کر پیچھے کی طرف جتنی تیز دوڑ سکتے تھے دوڑ پڑے۔ دس پندرہ منٹ میں وہ خلائی مخلوق والی پہاڑی سے بہت دور نکل گئے۔ یہاں چٹانوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور چھوٹے چھوٹے ٹیلے شروع ہو گئے جن پر ہری ہری جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ لیزر خلائی گن شیبا کے ہاتھ میں تھی۔ وہ دوڑتے دوڑتے تھک گئی تھی۔ عمران نے کہا،

"یہاں تھوڑی دیر آرام کر لو۔"

شیبا دوڑتے ہوئے بولی۔ "ابھی ہم خطرے سے باہر نہیں نکلے۔" اور وہ دوڑتی چلی گئی۔ آخر ٹیلوں کے علاقے سے نکل کر وہ اس جگہ پر آ گئے جہاں برفانی کے گھنے جنگل شروع ہوتے تھے۔ یہاں ایک چشمے کے کنارے وہ دونوں بے سدھ ہو کر گر پڑے۔ وہ بری طرح کانپ رہے تھے۔ جب ان کے سانس درست ہوئے تو دونوں نے چشمے پر جا کر منہ ہاتھ دھویا۔ جی بھر کے ٹھنڈا پانی پیا اور ایک بڑی چٹان کی اوٹ میں بیٹھ گئے۔ عمران

کہنے لگا۔

"میں حیران ہوں تم کیسے اس خلائی جہنم سے نکل آئیں"۔

شیبا نے سانپ کو جیب سے نکال دیا۔ سانپ ان کے سامنے گھاس پر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ اس کا پھن اوپر اٹھا ہوا تھا۔ شیبا نے کہا۔

"اگر ہمارا دوست مدد کرنے نہیں آتا تو میں اس وقت تمہارے پاس نہ ہوتی"۔

عمران بولا۔ "واقعی یہ ہمارا سچا دوست ہے شیبا۔ ہمیں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔"

سانپ نے دھیمی آواز میں کہا۔

"میں نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے۔ سچا دوست وہی ہوتا ہے جو مشکل میں اپنے دوست کے کام آئے۔ مگر تمہیں یہاں زیادہ دیر نہیں رکنا چاہیے۔ خلائی مخلوق تمہیں یہاں آکر بھی دبوچ سکتی ہے۔"

شیبا نے عمران کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ ٹھیک کہتا ہے۔ یہ وسطی امریکہ کا ملک برازیل ہے۔ اتنا مجھے پتا چل گیا تھا۔ تم کس طرف سے ادھر آئے تھے؟"

عمران نے شیبا کو بتایا کہ وہ اور سانپ ہوائی جہاز کے ذریعہ سے برازیل کے دارالحکومت برازیلیا اترے تھے اور وہاں سے خطرناک جنگلوں اور دلدلوں کا سفر کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے۔ شیبا کہنے لگی۔

"ہمیں برازیلیا کی بجائے یہاں سے ریوڈی جینرو جانا چاہیے۔ برازیلیا سے آگے سفر بے حد طویل ہے اور ہم کہیں بھی پکڑے جا سکتے ہیں۔"

"اور ریوڈی جینرو کیا محفوظ ہوگا؟" عمران نے پوچھا۔

شیبا بولی۔ "ریوڈی جینرو برازیل کی مشرقی بندرگاہ ہے۔ وہاں سے اگر ہم کسی طرح کسی بحری جہاز میں سوار ہو جائیں تو اس ملک کو آسانی سے چھوڑ کر اپنے وطن کے

لیے روانہ ہو سکیں گے۔
عمران نے کہا، "لیکن ہمیں خلائی مخلوق کے اس ٹھکانے کو بھی تباہ کرنا ہے شیبا۔"
شیبا کہنے لگی، "لیکن سب سے پہلے ہمیں اپنے وطن کی سرزمین اور وطن کے لوگوں کو خلائی مخلوق کے قاتل مشن سے بچانا ہے۔ ہمیں اپنے وطن میں اتری ہوئی خلائی مخلوق کو ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کرنا ہے۔ اس لیے ہمارا اپنے وطن پہنچنا بہت ضروری ہے۔"
یہ بات عمران کی سمجھ میں آ گئی۔ کہنے لگا۔
"ریوڈی جینرو بھی یہاں سے کافی دور ہے شیبا۔" اور اس نے نقشہ کھول کر گھاس پر رکھ دیا۔ شیبا نے ایک جگہ انگلی رکھ دی اور بولی۔
"یہ برازیل کی مشرقی بندرگاہ ریوڈی جینرو ہے۔ یہ ایک ماڈرن شہر بھی ہے۔ مگر ہمارے پاس کافی رقم ہونی چاہیے۔ کیونکہ بحری جہاز کا کرایہ بہت زیادہ ہو گا۔"
عمران بولا، "روپے کی تم فکر نہ کرو۔ یوں سمجھ لو کہ میرے لاکھوں ڈالر بینک میں جمع ہیں اور اس بینک کی شاخیں دنیا کے ہر شہر میں موجود ہیں۔"
"یہ لاکھوں ڈالر کہاں سے آ گئے؟" شیبا نے تعجب سے پوچھا۔ عمران نے سانپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:
"یہ سب ہمارے دوست کا کرشمہ ہے۔ مگر یہ باتیں بعد میں ہوں گی۔ اب ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔"
شیبا نے خلائی گن عمران کو دیتے ہوئے کہا:
"اسے تم اپنے پاس چھپا کر رکھ لو۔"
عمران نے خلائی گن کو غور سے دیکھا اور جیب میں رکھتے ہوئے بولا، "یہ تم نے اچھا کیا جو خلائی سوٹ کے ہمراہ اسے بھی وہاں سے لے آئی۔ یہ ہمارے کام آ سکتے ہیں۔"

عمران نے برازیل کے نقشے پر آخری نگاہ ڈالتے ہوئے کہا:
"اس وقت ہم ملک کے مشرقی علاقے پاپولوس کے پہاڑی سلسلے میں ہیں۔ یہاں سے ہمیں گھنا جنگل اور دریائے ایمزون عبور کر کے پاپولوس شہر پہنچنا ہو گا۔ وہاں سے ہمیں ریو ڈی جینرو کے لیے ہوائی جہاز مل سکے گا۔"
شیبا نے کہا۔ "یہ جنگل دنیا کے گنجان ترین اور خطرناک ترین جنگل ہیں۔ یہاں دلدلیں بھی ہیں اور مگرمچھ بھی ملیں گے۔"
عمران بولا۔ "لیکن ہمیں ان خطرناک جنگلوں سے گزرنا ہی پڑے گا۔ دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔"
عمران نے نقشہ چمڑے کے بٹوے میں لپیٹ کر رکھا۔ سانپ کو اپنی جیکٹ کی بڑی جیب میں رکھا اور پھر وہ اور شیبا اللہ کا نام لے کر برازیل کے جنگلوں کے خطرناک سلسلے میں داخل ہو گئے۔ یہ جنگل اتنے سرسبز اور گنجان تھے کہ سورج کی روشنی بڑی مشکل سے نیچے تک پہنچ رہی تھی۔ وہ شام تک چلتے گئے۔ جب اندھیرا زیادہ گہرا ہو گیا تو انھوں نے ایک جگہ رات بسر کرنے کے لیے زمین صاف کی۔ وہاں کیلے کے پتے کاٹ کر بچھا دیے۔ جنگلی کیلوں کے بے شمار درخت اگے ہوئے تھے۔ انھوں نے پیٹ بھر کیلے کھائے۔ قریبی ندی پر جاکر پانی پیا اور آرام کرنے لگے۔ سانپ نے کہا:
"تم لوگ سو جاؤ۔ میں تمھاری حفاظت کروں گا۔" ایک طرف شیبا اور دوسری طرف عمران زمین پر سو گئے۔ وہ سخت تھکے ہوئے تھے۔ انھیں بہت جلد نیند نے آگھیرا۔ سانپ ایک طرف ہٹ کر پہرہ دینے لگا۔ رات گہری ہوتے ہی جنگل میں پرندوں کی آوازیں بند ہو گئیں اور ایک خوفناک قسم کا سناٹا چھا گیا۔ سانپ ہر طرف سے چوکس رہ کر پہرہ دیتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ شیبا اور عمران بیدار ہو گئے۔ انھوں نے چشمے پر جاکر وضو کیا۔ نماز پڑھی اور اللہ سے اپنی کامیابی کے لیے دعا مانگی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ تین دن کے دشوار گزار اور پرخطر سفر کے بعد شیبا اور عمران پاپولوس پہنچ

گئے۔

پاپولوس اگرچہ ایک چھوٹا شہر تھا مگر یہاں ایک ہوائی اڈہ بھی تھا اور بینک اور خوبصورت ہوٹل بھی تھے۔ یہاں پہنچتے ہی عمران نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بینک سے کچھ ڈالر نکلوائے۔ اپنے اور شیبا کے لیے ریڈی میڈ کپڑے خریدے۔ پھر رات کی پرواز سے پاپولوس سے ریوڈی جینرو کے لیے ہوائی جہاز میں دو نشستیں بک کروائیں۔ سانپ ان کے ساتھ ہی تھا۔ وہ عمران کے سفری تھیلے میں چھپا دیا گیا تھا۔ ائیرپورٹ پر معمولی سی چیکنگ ہوئی اور سانپ کا کسی کو پتا نہ چل سکا۔ تین گھنٹے کی پرواز کے بعد رات کے دو بجے وہ برازیل کے عالی شان جدید بندرگاہی شہر ریوڈی جینرو پہنچ گئے۔ یہ شہر نیویارک کی یاد دلاتا تھا۔ ہر طرف روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ کشادہ سڑکوں پر کاروں کی قطاریں جاری تھیں۔ جگہ جگہ ہائی رائیز یعنی بلند وبالا عمارتیں کھڑی تھیں۔ یہاں ایک ہوٹل میں انھوں نے ساتھ ساتھ دو کمرے لے لیے اور کھانا کھانے کے بعد سو گئے۔ دوسرے دن شیبا بھی تیار ہو کر عمران کے کمرے میں آ گئی۔ عمران ابھی ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوا تھا۔ شیبا نے کمرے کی شیشے کی دیوار کے آگے پردہ کھینچ دیا اور بولی:

"عمران! یہ پردہ نہیں ہٹانا تھا۔ ہم ابھی خطرے سے باہر نہیں ہوئے۔ خلائی مخلوق ضرور ہمارا پیچھا کر رہی ہوگی۔"

عمران بولا۔ "اسی لیے میں نے تمھارے آنے سے پہلے بحری جہاز والوں کی کمپنی سے معلوم کر لیا ہے کہ ان کا جاپان کی طرف جہاز کب جائے گا۔"

"پھر کیا کہا انھوں نے؟" شیبا نے پوچھا۔ عمران نے کہا "وہ کہتے ہیں کہ یہ جہاز اگلے ہفتے جانے والا ہے اور کراچی رک کر جائے گا۔ ہمیں اس جہاز میں سفر کرنا ہوگا۔ ہم کراچی اتر جائیں گے۔"

شیبا نے کہا۔ "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ ہمیں ٹکٹ خرید کر سیٹیں بک کروا لینی چاہییں۔"

عمران پیالیوں میں چائے ڈالتے ہوئے بولا۔

"جہاز والے کہتے ہیں سیٹیں دو دن پہلے بک ہوں گی اور ٹکٹ بھی اسی دن ملیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔" شیبا نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "لیکن عمران اس دوران ہمیں ہوٹل سے بہت ہی کم باہر نکلنا ہو گا۔ تم خلائی مخلوق کی بے پناہ سائنسی طاقت سے واقف نہیں ہو۔ مجھے تو یہ بھی ڈر ہے کہ ان کا راڈار ہمیں کمپیوٹر پر دیکھ رہا ہے۔"

عمران نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔

"اگر ایسی بات ہوتی تو وہ اب تک ہمیں گرفتار کر چکے ہوتے۔ ضرور کوئی ایسی بات ہے کہ وہ اپنے زیر زمین خلائی ٹھکانے سے باہر نہیں نکلتے۔ اب تک تو انھیں یہاں ہمارے پیچھے آ جانا چاہیے تھا۔" شیبا کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"اب مجھے یاد آتا ہے کہ خلائی مخلوق ہماری دنیا کی روشنی میں آتے ہوئے گھبراتی ہے۔ اس برازیلی خفیہ زیر زمین خلائی اسٹیشن کا انچارج شوگن چیف خلائی آدمی ہے۔ یہاں اس کے علاوہ سات خلائی اسسٹنٹ بھی ہیں۔ خلائی گارڈز ان کے علاوہ ہیں۔ ایک بار مجھے یاد ہے کہ شوگن چیف اپنے ساتھی سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ آپس میں کمپیوٹر سگنل سے بات کر رہے تھے جنھیں میں سمجھ لیتی ہوں اور تم بھی سمجھتے ہو۔ یہ ملازم لینگویج تھی۔"

"وہ کیا باتیں کر رہے تھے؟" عمران نے شیبا کی طرف چائے کی پیالی بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ شیبا بولی۔

"ان کی باتوں سے صرف ظاہر یہ ہوتا تھا کہ وہ ہماری دنیا کے سورج کی دھوپ اور اس کی روشنی کی معمولی سی تابکاری کو بھی زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے انھوں نے یہاں بھی اور ہمارے ملک میں بھی زمین کے اندر اپنے خفیہ خلائی اڈے بنائے ہیں۔ وہ رات کے وقت آسانی سے باہر کی فضا میں آ سکتے ہیں مگر دن کے وقت وہ سورج کی روشنی

میں آنے سے گھبراتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے یہاں تک حملہ نہیں کیا۔ لیکن وہ اپنی جدید ترین اور ترقی یافتہ خلائی سائنس کی مدد سے ہمیں کہیں سے بھی اغوا کر سکتے ہیں۔"

عمران نے مسکرا کر کہا، "چائے پیو شیبا بہن! ٹھنڈی ہو جائے گی۔" اور شیبا چائے کے ہلکے ہلکے گھونٹ بھرنے لگی۔
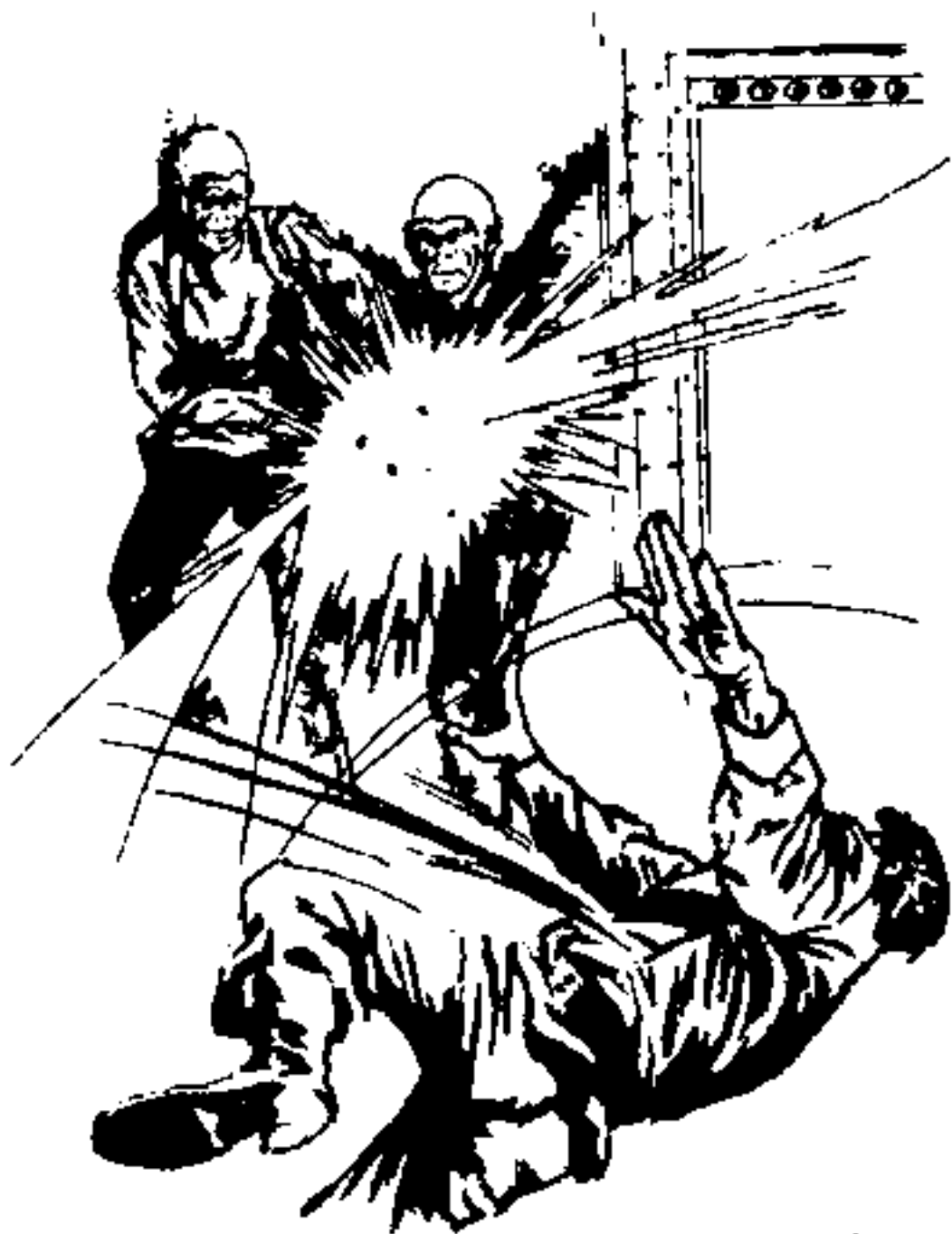
موت کا چینلر

خلائی چیف شوگن اپنے ہیڈ کوارٹر پر گیا ہوا تھا۔
جب وہ سیاہ پہاڑی کے ویران شہر والے اپنے زیر زمین خلائی اسٹیشن پر واپس آیا
تو اسے خبر ملی کہ شیبا فرار ہو گئی ہے۔ یہ اس کے لیے بے حد اچنبھے اور حیرت کی بات تھی
کہ وہ ایک ایسے قید خانے سے کیسے فرار ہو گئی جہاں سے باہر نکلنے کا بظاہر کوئی راستہ نہیں
تھا۔

"ضرور ہمارا کوئی خلائی آدمی اس کے ساتھ مل گیا ہو گا۔"
شوگن غصے سے دھاڑا۔ پھر بے چینی اور اضطراب سے ٹہلنے لگا۔ اس کے
اسسٹنٹ نے بتایا کہ شیبا کے پاس کوئی ایسا زہریلا ٹیکہ تھا جس کے لگانے سے ہمارے
آدمی فوری طور پر ہلاک ہو گئے۔ اور اسے فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ شوگن اسی وقت
سخت غصے کے عالم میں اپنے جدید ترین راڈار کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گیا اور اس کا بٹن دبا کر
اس کی اسکرین پر نظریں جما دیں۔ ساتھ ساتھ وہ کہہ رہا تھا۔
"شیبا اکیلی یہ کام نہیں کر سکتی۔ ضرور عمران اس کی مدد کو پاکستان سے یہاں
آگیا ہو گا۔ گریٹ کنگ نے اس کو بھی پکڑنے کا حکم دے رکھا ہے۔ طلوم اور خلائی
لاش پاکستان میں اس کا سراغ لگانے میں ناکام ہو گئے ہیں وہ ضرور یہاں آیا ہوا ہے۔ اور
وہی شیبا کو کسی طریقے سے یہاں سے نکال لے گیا ہے۔"

اسکرین پر برازیل کے شہروں کی سیٹنگ آ رہی تھی۔ کمپیوٹر بڑی تیزی سے اس ملک کے ہر شہر کے بڑے بڑے ہوٹلوں کا منظر شوگن کو دکھا رہا تھا۔ اچانک ایک منظر پر شوگن کی نظریں اٹک گئیں۔ اس نے بٹن دبا کر منظر کو ساکت کر دیا اور خوشی سے چلایا۔

"دیکھو۔ ریوڈی جینرو کے ایک ہوٹل کے کمرے میں شیبا سو رہی ہے۔ وہ ہمارا دشمن عمران بھی یہیں کہیں ہو گا۔"

اور خلائی چیف شوگن نے دوسرا بٹن دبایا۔ خلائی کمپیوٹر نے دوسرے کمرے کا منظر دکھایا۔ اس کمرے میں عمران پلنگ پر گہری نیند سو رہا تھا۔ شوگن کے پاس عمران کی تصویر پہلے ہی سے پہنچ چکی تھی۔ اس نے عمران کو فوراً پہچان لیا اور میز پر زور سے مکا مار کر بولا، "ہمارا دوسرا دشمن عمران بھی اسی ہوٹل میں ہے۔" اس نے فوراً اپنے اسسٹنٹ کو ریوڈی جینرو کے ہوٹل کی فریکوینسی بتائی اور کہا:

"ابھی رات کا وقت ہے۔ تم لوگ اس دنیا کی فضا میں بے خطر چل پھر سکتے ہو۔ فوراً ان دونوں کو ان کے کمروں سے اٹھاؤ اور اپنے خلائی سیارے پر پہنچا دو۔ یہاں لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ یہ عیار یہاں سے پھر فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔"

شوگن نے خلاباز طرطوش کو حکم دیا:

"یہ مشین میں تمہارے سپرد کرتا ہوں طرطوش! تم اسی وقت اپنا سپیس شپ لے کر جاؤ اور شیبا اور عمران کو اٹھا کر اپنے سیارے اوٹان کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ گریٹ کنگ ہماری اس کارکردگی پر بہت خوش ہو گا۔ پاکستان میں بیٹھے طوطم اور عاطون بھی وہ کام نہیں کر سکے جو ہم کر دکھائیں گے۔ فوراً اسی وقت نکل جاؤ۔"

خلاباز طرطوش نے ہاتھ سینے پر رکھ کر شوگن چیف کو سلیوٹ کیا اور اپنے تین خلا بازوں کے عملے کو ساتھ لے کر اس کمرے میں آ گیا جہاں اس کا سپیس شپ یعنی

اڑن تشتری موجود تھی۔ چاروں خلا باز اڑن تشتری میں بیٹھ گئے۔ اڑن تشتری کے بے آواز انجن اسٹارٹ کر دیے گئے۔ اس کی بتیاں بالکل نہ جلائی گئیں تاکہ کسی کو پتہ نہ چل سکے کہ آسمان پر کونسی شے پرواز کرتی جا رہی ہے۔

ایک خاص بٹن دبانے سے زیر زمین خلائی اسٹیشن کے اس کمرے کی چھت ایک طرف کو ہٹ گئی اور اڑن تشتری آہستہ آہستہ زمین سے اٹھ کر چھت کے شگاف کی طرف جانے لگی۔ چھت کے شگاف سے باہر نکلتے ہی اڑن تشتری نے ایک جھٹکا کھایا اور وہ بجلی کی تیزی کے ساتھ آسمان میں غائب ہو گئی۔ چھت دوبارا بند ہو گئی۔ اڑن تشتری خلائی رفتار سے جا رہی تھی۔ اس کی کوئی آواز نہیں تھی۔ وہ پانچ سیکنڈ کے بعد برازیل کے بڑے شہر ریوڈی جینرو کے آسمان پر پرواز کر رہی تھی۔ اڑن تشتری کے کمپیوٹر کو فیڈ کر دیا گیا تھا کہ وہ ہوٹل کہاں ہے اور وہ کمرے کہاں ہیں جہاں شیبا اور عمران سو رہے ہیں۔ اڑن تشتری کی باہر کی ساری روشنیاں بجھی ہوئی تھیں صرف اس کے اندر روشنیاں ہو رہی تھیں جو باہر سے بالکل دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔

اڑن تشتری بہت بڑے ہوٹل کی چھت پر آکر لگ گئی۔ دروازہ کھلا اور طرطوش نیلے خلائی سوٹ میں ملبوس لیزر خلائی گن ہاتھ میں لیے اڑن تشتری سے باہر نکل آیا۔ اس کے پیچھے عملے کے دو آدمی بھی باہر نکل آئے۔ انہوں نے بھی خلائی سوٹ پہن رکھے تھے اور ہاتھوں میں لیزر گنیں تھیں۔ چھت سے ایک زینہ نیچے جاتا تھا۔ دروازہ بند تھا۔ دوسری طرف سے تالا لگا ہوا تھا۔ طرطوش نے خلائی گن کا فائر کیا۔ دروازہ کھل گیا۔ تینوں خلائی آدمی ہوٹل کا زینہ اترنے لگے۔ اس وقت رات کا ایک بج چکا تھا ریوڈی جینرو کے اس جدید ترین ہوٹل میں لوگ اپنے اپنے کمروں میں آرام کی نیند سو رہے تھے۔ یا کہیں کہیں پارٹیوں سے فراغت پا کر سونے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

ہوٹل کے تمام کمروں کا نقشہ ان خلائی آدمیوں کے ذہن میں تھا انہیں معلوم تھا کہ کہاں جانا ہے۔ ہوٹل کی چھت کا زینہ ایک روشن گیلری میں ختم ہوتا تھا۔ طرطوش

آگے آگے تھا۔ وہ لفٹ کی طرف بڑھا تو اچانک ایک کمرے سے نکل کر ہوٹل کا بیرا اس کے سامنے آگیا۔ بیرے نے اپنے سامنے ایک عجیب و غریب مخلوق کو دیکھا تو اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ وہ وہیں ساکت ہو گیا۔ طرطوش نے اس پر خلائی گن کا فائر کر دیا۔ بیرے کا جسم وہیں جل کر بھسم ہو گیا۔ ایک سیکنڈ پہلے جہاں ایک زندہ انسان کھڑا تھا اب وہاں اس کی جگہ سیکری کے فرش پر راکھ پڑی تھی۔ تینوں خلائی آدمی لفٹ میں سوار ہو کر ہوٹل کی اس منزل پر آگئے جہاں شیبا اور عمران کے کمرے تھے۔ یہ دونوں کمرے ساتھ ساتھ تھے۔ راہ داری میں کہیں کہیں چھت سے روشنی کی کرنیں نکل رہی تھیں۔

طرطوش نے اشارہ کیا۔ یہ شیبا کا کمرا تھا۔ دونوں خلاباز دائیں بائیں خلائی گنیں تان کر کھڑے ہو گئے۔ طرطوش نے گن کا فائر کر کے دروازے کو کھول دیا۔ ساتھ ہی تینوں خلاباز کمرے میں گھس گئے۔ کمرے میں مدہم سی روشنی ہو رہی تھی۔ شیبا پلنگ پر بے سدھ ہو کر گہری نیند سو رہی تھی۔ طرطوش نے اپنی خلائی گن کا ایک سرخ بٹن نیچے کر دیا۔ اور دوسرے لمحے گن میں سے روشنی کی تیز سرخ شعاع نکل کر شیبا پر گری۔ اس شعاع نے شیبا کو نیند میں ہی بے ہوش کر دیا۔ وہ کوئی خواب دیکھ رہی تھی خواب میں یکدم اندھیرا چھا گیا اور پھر شیبا کو کچھ ہوش نہ رہا۔

طرطوش کے اشارے پر بے ہوش شیبا کو پلاسٹک کے تھیلے میں ڈال کر کاندھے پر اٹھا لیا گیا۔ اس کے بعد یہ خلائی مخلوق عمران کے کمرے میں داخل ہوئی۔ عمران بھی گھوڑے بیچ کر گہری نیند سو رہا تھا۔ خلائی گن کی سرخ روشنی نے عمران کو بھی بے ہوش کر دیا۔ اسے بھی پلاسٹک کے تھیلے میں ڈال کر اٹھا لیا گیا۔ تینوں خلائی آدمی کمرے سے نکل کر ہوٹل کی چھت پر جانے والے زینے کی طرف بڑھے۔ اب انہیں راستے میں کوئی نہ ملا۔ وہ بڑے اطمینان سے ہوٹل کی چھت پر آگئے۔ یہاں ان کی اڑن تشتری اندھیرے میں کھڑی تھی۔ شیبا اور عمران کو لے کر یہ خلائی لوگ اڑن تشتری میں سوار ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی اڑن تشتری میں سے دھیمی سی آواز نکلی اور وہ اوپر اٹھنے لگی۔ ہوٹل کی چھت

سے کوئی سو فٹ بلند ہونے کے بعد اڑن تشتری ایک جھٹکے کے ساتھ فضائی وسعتوں میں اڑتی ہوئی گم ہو گئی۔

اڑن تشتری کی رفتار زمین کی فضا میں عام خلائی راکٹ سے دوگنا زیادہ تھی۔ وہ چند لمحوں میں زمین کی فضا سے نکل کر خلا اور زمینی فضا کے درمیانی علاقے میں آ گئی۔ یہاں اس کی رفتار میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ ایک قیامت کا دھماکہ ہوا اور اڑن تشتری زمین کے مدار کے مقناطیسی علاقے کو پار کر کے خلا میں داخل ہو گئی۔ اسے ہمارے نظام شمسی کو عبور کرنا تھا۔ یہ کوئی معمولی فاصلہ نہیں تھا۔ لیکن اڑن تشتری ہر قسم کے جدید ترین خلائی سائنسی آلات سے لیس تھی۔ خلا میں داخل ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہی اس کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہو گئی۔ یہ روشنی کی رفتار تھی۔ اگر اڑن تشتری میں ہوا کے دباؤ کا مکمل انتظام نہ کیا گیا ہوتا تو اس رفتار میں داخل ہوتے ہی بے ہوش عمران اور شیبا کے جسم پھٹ جاتے مگر اڑن تشتری میں اتنا دباؤ موجود تھا جتنے دباؤ کی عمران اور شیبا کے جسموں کو ضرورت تھی۔

اڑن تشتری روشنی کی رفتار سے سفر کرتی ہوئی دیکھتے دیکھتے ہمارے نظام شمسی کے آخری ستارے پلوٹو سے بھی آگے نکل گئی۔ پلوٹو ہمارے نظام شمسی کا آخری ستارہ ہے اور وہاں اس قدر سردی ہے کہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک سائنس دان نے پلوٹو کی سردی کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کا کچھ اندازہ ہم اس طرح کر سکتے ہیں کہ ہماری زمین کے پہاڑوں پر جمی ہوئی برف کو ہم پلوٹو سیارے کی آگ کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے نظام شمسی سے نکلنے کے بعد اڑن تشتری کی رفتار اور زیادہ بڑھ گئی۔ جس طرح ہمارا ایک نظام شمسی ہے یعنی ہمارے سورج کے گرد گردش کرنے والے نو سیارے ہیں اسی طرح اس کائنات میں اربوں کھربوں بلکہ اس سے بھی زیادہ نظام ہائے شمسی ہیں ان ہی میں سے ایک نظام شمسی ایسا بھی تھا جس کے سورج کے تیسرے سیارے کا نام لوٹان تھا اور یہ خلائی مخلوق اسی سیارے سے ہماری زمین پر آئی تھی۔ اگر کوئی خلائی راکٹ عام رفتار

سے ہماری زمین سے نکل کر اوٹان سیارے کی طرف روانہ ہو تو اسے وہاں تک پہنچتے پہنچتے ایک اندازے کے مطابق دو کروڑ سال لگ جائیں مگر اڑن تشتری کی رفتار روشنی سے بھی زیادہ تھی۔ چنانچہ وہ ہماری زمین کے وقت کے حساب سے دو گھنٹوں میں اپنے سیارے کے نظام شمسی میں داخل ہو گئی۔

طرطوش اڑن تشتری کے چینل پر بیٹھا تھا۔ اس نے کمپیوٹر پر اوٹان سیارے سے رابطہ قائم کر رکھا تھا۔ اچانک کمپیوٹر کی سکرین پر اوٹان سیارے کے گریٹ کنگ کی شکل ابھری۔ یہ ایک ایسے شخص کی شکل تھی جس کی آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح ترچھی تھیں۔ بال سر کے اوپر محراب کی طرح تکونے انداز میں کھڑے تھے۔ جسم کا رنگ ان خلائی آدمیوں کے جسموں کی طرح نیلا تھا اور آنکھوں سے بھی نیلی روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔

طرطوش نے اپنی زبان میں کہا:

”گریٹ کنگ کو مبارک۔ ہم نے زمین پر اپنے خلاف جاسوسی کرنے والے عمران اور شیبا کو اغوا کر لیا ہے۔ زمین کے سیارے پر یہی دو انسان تھے جن پر ہمارے مشن کا راز کھل چکا تھا۔ ہم انہیں لے کر اپنے سیارے پر پہنچنے والے ہیں۔“

گریٹ کنگ کی آنکھیں مزید چمک اٹھیں۔ اس نے بھاری آواز میں کہا۔

”میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔“

اور اس کے ساتھ ہی کمپیوٹر کی سکرین پر اوٹان سیارے کے خلائی ڈکٹیٹر گریٹ کنگ کی شکل غائب ہو گئی۔ طرطوش نے کمپیوٹر کا فیز بدل دیا اور اب سکرین پر اوٹان سیارے کی نیلی گیند ایسی تصویر ابھر آئی۔ یہ گیند آہستہ آہستہ قریب ہو رہا تھا۔ پھر اڑن تشتری خلائی سیارے اوٹان کی فضا میں داخل ہو گئی۔ فضا میں داخل ہوتے وقت اڑن تشتری کو ہلکا سا دھچکا لگا جس طرح زمین کی فضا سے نکلتے وقت لگا تھا۔ ہماری زمین کی طرح سیارہ اوٹان بھی سورج کی طرف سے تیسرا سیارہ تھا۔ ہمارے سورج کا پہلا سیارہ عطارد آتا ہے

جسے انگریزی میں مرکری کہتے ہیں۔ دوسرا سیارہ زہرہ یا وینس آتا ہے اور تیسرا سیارہ ہماری زمین ہے۔ ہماری زمین کی طرح لوثان سیارہ بھی سورج سے اتنے فاصلے پر تھا کہ سورج کی تابکاری اس کے لیے زندگی کی نشوونما کا باعث بن گئی تھی۔ مگر کسی خلائی انقلاب کی وجہ سے لوثان سیارے کی فضا ایک خاص عنصر سے محروم ہو گئی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ یہاں کی خلائی مخلوق کے جسم نیلے تھے۔ آنکھیں بلی کی آنکھوں کی طرح ترچھی تھیں اور یہ مخلوق سورج کی تابکاری زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکتی تھی۔ اس پر ایک خلائی وائرس کا شدید حملہ ہوا تھا اور ہزاروں خلائی مخلوق مر گئی تھی۔ پھر گریٹ کنگ کے حکم سے ہماری زمین پر سے نامور خاتون سائنس دان ڈاکٹر سلطانہ کو اغوا کر کے لوثان سیارے پر لایا گیا تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ خلائی مخلوق کا حکم ماننے پر مجبور تھی چنانچہ اس کی دن رات کی محنت اور خلائی وائرس پر تحقیق کی بدولت لوثان سیارے پر پھیلی ہوئی بیماری کا خاتمہ ہو گیا۔ گریٹ کنگ نے ڈاکٹر سلطانہ کو ایک پہاڑی کے اوپر فلیٹ میں قید کر رکھا تھا۔ اگرچہ اسے گریٹ کنگ کے شاہی محل میں آنے کی اجازت تھی مگر اس کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی اور اسے اس علاقے میں جانے کی اجازت نہیں تھی جہاں اڑن تشتریوں کے زمین دوز ہینگر بنے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر سلطانہ صبر شکر کر کے بیٹھ گئی تھی۔ وہ اس بات پر بڑی حیران تھی کہ لوثان سیارے کی فضا سوائے چند ایک باتوں کے بالکل ہمارے زمینی سیارے کی طرح تھی۔ کبھی کبھی ڈاکٹر سلطانہ کو اپنا سر چکراتا اور جسم گرتا ہوا محسوس ہوتا مگر خلائی سائنس دان کی کارروائی اسے ٹھیک کر دیتی۔ لوثان سیارے کے درختوں اور گھاس کا رنگ بھی نیلا تھا۔ خلائی لوگ زیادہ تر گھروں کے اندر رہ کر کام کرتے تھے۔ صرف رات کو باہر نکلتے تھے۔ کیونکہ دن کے وقت سورج کی تابکاری میں زیادہ دیر چلنے پھرنے سے ان کے جسم جلنے لگتے تھے۔ یہ خلائی مخلوق سائنس میں بہت ترقی کر چکی تھی۔ ہم لوگ ابھی تک صرف ٹیلی ویژن اسٹیشن سے گانے والے یا خبریں پڑھنے والے کے عکس کے ذرات کو ریڈیائی لہروں میں تبدیل کر کے انٹینا کی مدد سے ٹی وی سیٹ کی اسکرین تک پہنچانے میں کامیاب

ہوئے ہیں جبکہ سیارہ لوٹان کے سائنس دان خلائی انسان کے جیتے جاگتے جسم کے ذرات کو روشنی کی رفتار کے ساتھ ایک سیارے سے دوسرے سیارے میں پہنچا دیتے تھے۔ اس سیارے پر سورج کی روشنی اور حرارت کی تابکاری بڑھ رہی تھی اور اس کا واحد حل یہاں کے سائنس دانوں نے گریٹ کنگ کو یہ بتایا تھا کہ زمین پر سے صحت مند اور ذہین نوجوانوں کو لا کر ان کی شادیاں یہاں کی مخلوق سے کرائی جائیں تاکہ لوٹان کی آنے والی نسل میں سورج کی بڑھتی ہوئی تابکاری کو برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔ اسی وجہ سے گریٹ کنگ کے منصوبے کے مطابق ہماری زمین پر دو جگہوں پر خلائی مخلوق نے زیر زمین اپنے خفیہ خلائی اسٹیشن قائم کر لیے تھے۔ ایک ہماری زمین پر آسیبی قبرستان کے ٹیلوں کے نیچے تھا اور دوسرا براعظم جنوبی امریکا کے ایک ملک برازیل کی شمال مشرقی سیاہ پہاڑیوں کے گمشدہ ویران شہر کے شکستہ مینار کے نیچے قائم کیا گیا تھا جہاں پر شیبا فرار ہوئی تھی۔ لوٹان خلائی مخلوق کا قاتل مشن یہ تھا کہ زمین پر سے تمام صحت مند لڑکے لڑکیوں اور ذہین افراد کو اغوا کر کے اپنے سیارے پر لایا جائے اور پھر انتہائی طاقتور خلائی ایٹمی نظام کی مدد سے زمین کو تباہ کر دیا جائے۔ گریٹ کنگ اسی خطرناک قاتل مشن پر کام کر رہا تھا۔

اڑن تشتری میں سے طرطوش اور اس کے تینوں ساتھیوں کو گریٹ کنگ کا جدید ترین سائنسی محل صاف نظر آنے لگا تھا۔ طرطوش نے اڑن تشتری کو ہیلی پیڈ پر اتار دیا۔ یہ لوٹان سیارے کے خلائی اسٹیشن کی جدید ترین عمارت تھی جو ساری کی ساری نیلے شیشے کی بنی ہوئی تھی۔ یہ ایسا نیلا شیشہ تھا کہ جس کے باہر سے آدمی کو اندر کی کوئی شے نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اندر سے باہر سب کچھ دکھائی دیتا تھا۔ اس عمارت کے پیچھے نیلے درختوں کے ایک پلاٹ کے درمیان لوٹان سیارے کے ڈکٹیٹر گریٹ کنگ کا عالی شان نیلا محل تھا۔ یہ محل بھی جدید طرز کا تھا جس کے درمیان میں ایک نیلا تکونا مینار بنا ہوا تھا۔ خلائی اسٹیشن اور گریٹ کنگ کے محل کے نیچے سیکڑوں فیٹ کی گہرائی تک خلائی لیبورٹریز بنی

ہوئی تھیں جہاں دن رات جدید سائنسی فارمولوں پر کام ہوتا تھا۔ یہاں گھروں میں کوئی کھانا نہیں پکاتا تھا۔ ناشتے اور کھانے میں صرف نیلے رنگ کی چھوٹی گولیاں پانی سے نگل لیتے تھے اور ان کی بھوک پیاس مٹ جاتی تھی۔

طرطوش نے خلائی اسٹیشن پر اترتے ہی سگنل دیا۔ ایک بھیلے کاپٹر عمارت کی چوتھی منزل پر سے اڑ کر نیچے آگیا۔ اس بھیلے کاپٹر کے پنکھے بالکل نہیں تھے۔ اوپر سے نیلے بلبلے کی طرح تھے۔ کاک پٹ میں نیلے خلائی سوٹ میں ملبوس ایک پائلٹ بیٹھا تھا۔ طرطوش نے اڑن تشتری میں سے بے ہوش عمران اور شیبا کے تھیلے نکلوا کر ہیلی کاپٹر پر رکھوائے اور خود زیر زمین اسٹیشن پر آگیا۔ ایک نیلی گاڑی ہر ایک منٹ کے بعد وہاں آ کر رکتی اور پھر آگے نکل جاتی تھی۔ طرطوش اس گاڑی کے بلبلہ نما نیلے ڈبے میں سوار ہو گیا۔ زمین طوفانی رفتار کے ساتھ زیر زمین سرنگ میں سے گزرتی ہوئی اسٹیشن پر رک گئی۔ طرطوش یہاں سے لفٹ میں بیٹھ کر اوپر چڑھا اور گریٹ کنگ کے شاہی محل کے ویٹنگ روم میں آگیا۔ اس نے گریٹ کنگ کو اپنی آمد کی اطلاع بھجوائی۔ گریٹ کنگ نے فوراً اسے طلب کر لیا۔ گریٹ کنگ کا کمرا شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔ دیواریں فرش اور چھت نیلے شیشے کی بنی ہوئی تھیں۔ وہ خود ایک اونچے چبوترے پر نیلی کرسی پر بیٹھا تھا۔ دو خلائی محافظ اس کے دائیں بائیں بالکل ساکت کھڑے تھے۔

طرطوش نے جاتے ہی سینے پر ہاتھ رکھ کر سلیوٹ کیا۔ گریٹ کنگ نے آہستہ سے اپنا سر ہلایا اور پوچھا۔

"شیبا اور عمران کو لے آئے طرطوش؟"

طرطوش نے سر جھکایا اور بولا:

"آپ کا حکم تھا گریٹ کنگ۔ میں انھیں ان کے ہوٹل سے اٹھا لایا ہوں۔" گریٹ کنگ کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ پتھر کی طرح ساکت تھا۔ ترچھی آنکھوں میں سے ہلکی ہلکی نیلی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ اس نے بھاری آواز میں کہا:

"طوطم اور عاطون سے جو کام نہ ہو سکا وہ تم نے کر دکھایا۔ ہم تم سے خوش ہیں۔"

طرطوش نے ایک بار پھر سر کو جھکایا اور بولا:

"یہ میری خوش قسمتی ہے گریٹ کنگ!"

گریٹ کنگ نے کہا:

"زمین سیارے پر کی دو انسان شیبا اور عمران ہمارے قاتل مشن سے واقف ہو گئے تھے اور انھوں نے ہمارے خفیہ اسٹیشن کو بھی دیکھ لیا تھا۔ یہ ہمیں کسی بھی وقت سخت نقصان پہنچا سکتے تھے۔ اب یہ اپنی بقی عمر ہمارے سیارے پر قید میں بسر کریں گے۔ جاؤ انھیں ڈیتھ ٹاور میں لے جا کر قید کر دو۔ انھیں ٹاور سے باہر نکلنے کی ہرگز اجازت نہیں ہو گی۔"

"ایسا ہی ہو گا گریٹ کنگ!"

طرطوش نے سر جھکاتے ہوئے کہا اور سیلوٹ کر کے واپس چل دیا۔ عمران اور شیبا خلائی اسٹیشن کے ایک زمین دوز کمرے میں اسی طرح بے ہوش پڑے تھے۔ طرطوش نے دونوں کو ایک خاص ہیلے کاپٹر پر لادا اور ڈیتھ ٹاور کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ ڈیتھ ٹاور یعنی موت کا مینار سیارے کے اس اکلوتے خلائی شہر سے باہر ایک نیلے جنگل کے کنارے کالے پانی کی جھیل کے درمیان بڑی بڑی چٹانوں پر بنا ہوا تھا۔ اس مینار کی آخری منزل میں سطح زمین سے پچاس فیٹ کی بلندی پر دو کمرے بنے ہوئے تھے۔ ان کمروں میں ایلومینیم کے سٹریچر نما پلنگ اور میز کرسیاں تھیں۔ باتھ روم بھی تھے۔ ہر کمرے میں صرف ایک کھڑکی تھی جو جھیل کی طرف نکلتی تھی۔ ان کھڑکیوں میں فولادی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ لوتان سیارے کی ہر عمارت کی طرح یہاں ایسا خود کار نظام لگا دیا گیا تھا کہ اگر فضا میں خنکی بڑھے تو اپنے آپ کم ہو جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سیارے لوتان کی ہر عمارت میں سارا سال ایک جیسی خوشگوار فضا قائم رہتی تھی۔ کمرے چھوٹے تھے اور ان کی

دیواریں سخت نیلے پتھر کی تھیں۔ یہ آتش فشاں پہاڑوں کے پتھر تھے جو ٹوٹ نہیں سکتے تھے۔

طرطوش نے جیلے کاپٹر میں سے بے ہوش عمران اور شیبا کو نکال کر موت کے مینار کے الگ الگ کمروں میں پہنچا دیا اور دروازے کمپیوٹر کے ذریعہ سے مقفل کر دیے۔ پھر وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر واپس چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ شیبا اور عمران کو کچھ دیر بعد ہوش آنے والا ہے اور ایسا ہی ہوا۔ سب سے پہلے عمران کو ہوش آیا۔ وہ یہی سمجھا کہ گہری نیند سو کر جاگا ہے۔ اس نے آنکھیں کھول کر کلمہ شہادت پڑھا اور منہ پر ہاتھ پھیر کر آنکھیں بند کرلیں اور سائیڈ ٹیبل کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ وہ اپنی طرف سے ٹیلی فون کرنا چاہتا تھا مگر اس کا ہاتھ نیچے گر پڑا۔ میز وہاں نہیں تھی۔ تب عمران نے آنکھیں کھول دیں اور چھت کو غور سے دیکھا۔ ایک دم اسے احساس ہو گیا کہ وہ ہوٹل والے کمرے میں نہیں ہے۔ وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ہوٹل کے پلنگ کی بجائے وہ اسٹریچر نما بستر پر ہے اور سامنے کھڑکی کی سلاخوں میں سے غروب ہوتے ہوئے سورج کی پھیکی قرمزی روشنی اندر آرہی ہے۔ وہ لپک کر کھڑکی کے پاس آگیا۔

بہرام قاتل خلا میں

کھڑکی کے نیچے کالے رنگ کی جھیل دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے نیلے رنگ کے درختوں والا جنگل تھا۔ عمران نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان کا رنگ بھی بھورا اور گندھک کی رنگ کی طرح کا تھا۔ عمران نے گہرا سانس اوپر کھینچا۔ اسے ہوا میں آکسیجن کے علاوہ کسی دوسری گیس کا بھی احساس ہوا۔ یہ گیس اس کے گلے میں ہلکی سی خراش پیدا کر رہی تھی۔ اب تو عمران گھبرا گیا۔

اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ مگر دروازہ بند تھا۔ وہ زور زور سے دروازے پر مکے مارنے لگا۔ اس نے چیخ کر آواز دی۔

"ہیرا! ہیرا! شیبا! شیبا!"

اس کی آواز بند کمرے کے نیلے پتھروں سے ٹکرا کر رہ گئی۔ وہ پریشان ہو کر اسٹریچر پر بیٹھ گیا اور دیواروں اور چھت کو گھورنے لگا۔ کونے میں اسے نیلے رنگ کا ایک چھوٹا دروازہ نظر آیا۔ یہ دروازہ کھلا تھا۔ وہ جلدی سے اس میں داخل ہوا۔ یہ چھوٹا سا بڑا شفاف اور چمکیلا باتھ روم تھا جہاں نیلا شیشہ لگا تھا۔ شیشے میں عمران کو اپنا چہرہ بھی نیلا دکھائی دیا۔ کارنس پر ایلومینیم کی ایک ڈبی پڑی تھی۔ اس نے ڈبی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو دیوار سے دھیمی سی آواز آئی۔

"عمران! اس ڈبی میں تمہارے رات کے کھانے، دوپہر کے لنچ اور صبح کے ناشتے

کے لیے نیلی گولیاں ہیں۔ ناشتے پر ایک گولی، لنچ پر دو گولیاں اور رات کے کھانے پر بھی دو گولیاں ہی کافی ہوں گی۔"

عمران نے چلا کر کہا،

"تم کون ہو؟ میں کہاں آگیا ہوں؟ شیبا کہاں ہے۔ وہ ہوٹل کہاں ہے؟"

وہی خلائی آواز پھر آئی:

"عمران! چلا کر اپنی طاقت ضائع نہ کرو۔ اب تمہیں باقی ساری عمر اسی کمرے میں گزارنی ہے تمہاری بہن شیبا اسی مینار کی دوسری اور نچلی منزل کے کمرے میں قید ہے۔ وہ بھی ساری زندگی اپنے کمرے میں ہی گزارے گی۔ تم دونوں ایک دوسرے سے کبھی نہیں مل سکو گے۔"

عمران چلایا:

"میں کہاں ہوں؟ کہاں ہوں میں؟"

خلائی آواز نے آہستہ سے کہا:

"چلانے سے کوئی فائدہ نہیں عمران! تم ہمارے سیارے اوٹان میں ہو۔ یہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ چونکہ تم اور شیبا زمین پر ہمارے خفیہ خلائی ٹھکانوں سے واقف ہو چکے تھے اس لیے تم اس وقت تک زمین پر واپس نہیں جاؤ گے جب تک کہ ہمارا قاتل مشن مکمل نہیں ہو جاتا۔ اور جب ہمارا مشن مکمل ہو جائے گا تو ہم تمہاری دنیا کو تباہ کر دیں گے۔ اس کے سمندروں کو خشک کر دیں گے۔ پھر تم وہاں جا کر کیا کرو گے۔ اس لیے اس کمرے کو اپنا ہمیشہ کا گھر اور ہمیشہ کی قبر سمجھو۔"

عمران نے چیخ کر کہا، "مجھے شیبا سے بات کرنی ہے۔ مجھے شیبا سے بات کرنے دو" مگر خلائی آواز نے کوئی جواب نہ دیا۔ کمرے میں موت کا سناٹا چھا گیا۔ عمران سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی جیب دیکھی۔ سانپ بھی نہیں تھا۔ ایسی ہی

حالت شیبا کی بھی ہوئی۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ یہی سمجھی کہ ریوڑی جیزو والے عالی شان ہوٹل کے کمرے میں ہے لیکن بہت جلد اس پر یہ تلخ حقیقت کھل گئی کہ اسے کسی اجنبی جگہ پر پہنچا دیا گیا ہے۔ جب اس نے بھی دروازے پر زور زور سے ہاتھ مارے تو پراسرار خلائی آواز نے اسے بھی بتا دیا کہ وہ زمین سے اغوا کر کے سیارہ لونان میں پہنچا دی گئی ہے۔ اسے یہ بھی بتا دیا گیا کہ عمران اسی موت کے مینار کی اوپر والی منزل پر قید ہے اور اب وہ دونوں ساری زندگی ان کمروں میں ہی بسر کریں گے اور موت کے بعد ان کی قبریں بھی اسی کمرے میں بنیں گی۔

شیبا بھاگ کر سلاخوں والی کھڑکی کے پاس گئی۔ نیچے کالے پانی کی جھیل تھی۔ پیچھے نیلے درختوں کے جنگل تھے۔ آسمان جو پہلے بھورا تھا سورج غروب ہو جانے کے بعد گہرا نیلا اور سیاہ ہو رہا تھا۔ شیبا نے سلاخوں کے ساتھ منہ لگا کر پوری طاقت سے عمران کو آواز دی۔ عمران نے شیبا کی آواز سنی تو دوڑ کر اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس آ گیا۔ چلا کر بولا۔

"شیبا! میں اوپر والے کمرے میں ہوں۔ ہم لونان سیارے پر پہنچا دیے گئے ہیں۔ مگر تم گھبرانا نہیں۔ ہم انشاء اللہ یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

شیبا کی اونچی آواز آئی:

"عمران! تم بھی مت گھبرانا۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

اس کے ساتھ ہی کھڑکی پر ایک نیلا شیشہ اوپر سے نیچے گرا۔ اور عمران کو شیبا کی آواز آنی بند ہو گئی۔ عمران نے کرسی پکڑ کر شیشے کو توڑنے کی کوشش کی تو وہی پراسرار خلائی آواز پھر سنائی دی:

"اپنی طاقت اس طرح خرچ کرو گے تو جلدی مر جاؤ گے۔ یہ شیشہ تمہاری دنیا کے پستول کی گولی سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔ ایسا ہی شیشہ شیبا کی کھڑکی پر بھی گرا دیا گیا

ہے۔ اب تم ایک دوسرے کی آواز بھی نہیں سن سکو گے۔ موت تمہارے ساتھ ہے" اور خلائی آواز غائب ہو گئی۔

اس خلائی شہر کے جنوب کی طرف ایک ویران پہاڑی پر چھوٹا سا نیلے شیشوں والا چوکور مکان بنا ہوا تھا۔ اس مکان میں ہماری دنیا کی نامور خاتون سائنس دان ڈاکٹر سلطانہ کو رکھا گیا تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ کو شیبا اور عمران سے بہت پہلے زمین سے اغوا کر کے یہاں لایا گیا تھا تاکہ وہ سیارہ لوٹان پر پھیلی ہوئی وائرس کی بیماری کا علاج کر سکے کیونکہ میڈیکل سائنس میں لوٹان سیارے کی مخلوق زیادہ ترقی یافتہ نہیں تھی۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں ڈاکٹر سلطانہ نے یہاں پہنچنے کے بعد اپنی محنت اور لیاقت سے بیماری کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے گریٹ کنگ سے درخواست کی کہ اسے واپس زمین پر بھیج دیا جائے تو گریٹ کنگ نے کہا:

"ہمیں پھر بھی تمہاری ضرورت پڑے گی۔ تم ہمارے سیارے کے لیے بہت ضروری ہو۔ اب تم ہمارے سیارے پر ہی رہو گی۔ اپنی زمین کو بھول جاؤ۔ تمہارے ساتھ یہ رعایت ہو گی کہ تم ہماری نگرانی میں اپنے گھر سے ہمارے خلائی اسٹیشن تک آسکو گی مگر اسی صورت میں جب تمہیں یہاں بلایا جائے گا۔ اس کے علاوہ تم اپنے مکان سے باہر نہیں جا سکو گی"

ڈاکٹر سلطانہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس کے خواب و خیال میں بھی نہ آیا تھا کہ کوئی خلائی مخلوق اسے زمین سے اغوا کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے سیارے پر لے جا کر قید کر دے گی۔ اس نے کچھ کہنا چاہا تو گریٹ کنگ نے خلائی گارڈز سے کہا۔

"اسے اس کے مکان پر پہنچا دو"

ڈاکٹر سلطانہ کو دو خلائی گارڈ اپنی سخت نگرانی میں اس کے پہاڑی والے مکان پر لا کر چھوڑ گئے۔ اس مکان کی دیواریں بھی نیلے شیشوں کی تھیں جن میں باہر سے کچھ نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کے دروازے اس طرح بند کیے گئے تھے کہ صرف خلائی

اسٹیشن کے چیف آپریٹر کے سگنل دینے پر ہی کھل سکتے تھے۔

جب شیبا اور عمران بھی سیارے پر لا کر قید کر دیے گئے تو ڈاکٹر سلطانہ کو ان کی بالکل خبر نہ ہوئی۔ خلائی مخلوق نے بھی ڈاکٹر سلطانہ کو بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ ڈاکٹر سلطانہ کے باورچی خانہ میں بھی مختلف قسم کی نیلی گولیاں پڑی تھیں۔ یہ ناشتے اور رات کے کھانے کی گولیاں تھیں۔ انہیں کھانے کے بعد سلطانہ کو ایسے ہی محسوس ہوتا جیسے اس نے جی بھر کر کھانا کھالیا ہے۔ مگر ڈاکٹر سلطانہ نے بھی ہمت نہیں ہاری تھی۔ وہ اپنے مکان پر زیادہ تر وقت اللہ کو یاد کرنے میں گزارتی۔ ہر نماز کے بعد اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگتی کہ وہ اسے اس عذاب سے نجات دلائے۔ مگر بظاہر ڈاکٹر سلطانہ کو یہاں سے واپس اپنی زمین پر پہنچنے کی کوئی صورت دکھائی نہ دیتی تھی۔ صرف اللہ ہی اس کی مدد کر سکتا تھا۔

اب ہم تھوڑی دیر کے لیے اپنی زمین، اپنی دنیا پر واپس آتے ہیں۔ جس وقت ریوڈی جینرو کے ہوٹل میں خلائی مخلوق شیبا اور عمران کو ان کے کمروں سے اغوا کر کے اپنے سیارے پر لے گئی اس وقت عمران کے کمرے میں سانپ بھی موجود تھا مگر یہ سانپ کی بدقسمتی یا خوش قسمتی تھی کہ ڈریسنگ ٹیبل کے ایک خانے میں پڑے پڑے اسے نیند آگئی تھی۔ ویسے خلائی مخلوق نے بھی کسی قسم کا شور نہ کیا تھا۔ بڑی تیزی اور خاموشی سے عمران اور شیبا کو بے ہوش کر کے اٹھا کر لے گئے تھے۔

سانپ کو بہت کم نیند آتی ہے۔ لیکن یہ کالا سانپ ایک پر اسرار ہستی تھی۔ عین اس وقت جبکہ کمرے سے عمران کو اٹھا کر لے جایا جا رہا تھا سانپ گہری نیند میں تھا۔ کچھ دیر بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ یونہی وہ ٹیبل کے خانے میں سے رینگ کر باہر آگیا۔ اس نے دیکھا کہ عمران کا بستر خالی ہے۔ وہ سمجھا کہ عمران باتھ روم میں گیا ہوگا۔ وہ وہیں ٹیبل کے پاس قالین پر کنڈلی مارے بیٹھا رہا۔ جب کافی دیر ہوگئی اور عمران غسل خانے سے باہر نہ نکلا تو سانپ کو تشویش ہوئی۔ وہ غسل خانے کی طرف

گیا۔ غسل خانے کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔ عمران اندر نہیں تھا۔

ناگ سانپ نے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ یہ دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔ کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ اس روشنی میں اسے دروازے کا پٹ تالے کی جگہ پر جلا ہوا نظر آیا۔ سانپ تیزی سے دروازے کے باہر راہ داری میں آ گیا۔ باہر نیم روشن راہ داری خالی پڑی تھی۔ سانپ نے دوبارہ دروازے پر نگاہ ڈالی۔ باہر سے بھی تالا اکھڑا ہوا تھا اور وہاں سے لکڑی جل کر سیاہ ہو گئی تھی۔ جیسے کسی نے وہاں شعلہ پھینک کر اسے جلا دیا ہو۔ سانپ کے دل میں ایک عجیب سا خوف ابھرا۔ وہ تیزی سے رینگتا ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھا۔ جہاں شیبا سوئی ہوئی تھی یا جہاں شیبا کو سویا ہوا ہونا چاہیے تھا۔ یہ دیکھ کر اس کا دل زور سے دھڑکا کہ شیبا کے دروازے کا تالا بھی اکھڑا ہوا تھا اور تالے کی جگہ لکڑی جل کر سیاہ ہو گئی تھی۔

دروازہ کھلا تھا۔ سانپ کمرے میں آ گیا۔ شیبا کا پلنگ بھی خالی تھا۔ سانپ وہیں چپ سا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کا ذہن تیزی سے صورت حال کا تجزیہ کر رہا تھا اور وہ ان واقعات سے اصل نتیجے تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خلائی مخلوق کی اپنی زمین پر موجودگی اور ان کے ناپاک منصوبوں سے سانپ پوری طرح واقف تھا۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ شیبا کو وہ اور عمران خلائی مخلوق کی کیمپ گاہ سے بھگا کر لائے ہیں اور خلائی مخلوق ان کے پیچھے ضرور آئے گی۔ جلا ہوا دروازہ اس بات کی علامت تھی کہ وہاں خلائی گن کی شعاع سے فائر کیا گیا ہے۔

تو کیا شیبا اور عمران کو خلائی مخلوق دوبارہ اغوا کر کے لے گئی ہے؟ سانپ کے دماغ میں اپنے آپ یہ سوال گونجنے لگا۔ وہ جلدی سے سیڑھیاں طے کر کے آخری منزل کی راہ داری میں آ گیا۔ یہاں اسے لفٹ کے دروازے کے آگے قالین پر جلا ہوا نشان ملا۔ وہاں سفید اور سیاہ راکھ بھی بکھری ہوئی تھی۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں خلائی مخلوق نے اپنی قاتل گن سے ہوٹل کے بیرے کو بھسم کیا تھا اور وہ جل کر راکھ ہو گیا تھا۔

سانپ نے جھک کر راکھ کو سونگھا۔

وہ تڑپ کر پیچھے ہٹ گیا۔ یہ خلائی جسم کی راکھ تھی۔ سانپ رینگ کر ہوٹل کی چھت پر آگیا۔ اس وقت وہاں سے اڑن تشتری پرواز کر کے خلاؤں میں گم ہو چکی تھی۔ سانپ نے چھت کے فرش کو غور سے دیکھا۔ اسے سونگھا۔ وہاں اسے عمران اور شیبا میں سے کسی کی خوش بو محسوس نہ ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان دونوں کو پلاسٹک کے تھیلوں میں بند کر کے چھت پر لایا گیا تھا۔ سانپ نے اپنی خاص حس سے کام لیتے ہوئے ایک گہری پھنکار فضا میں چھوڑی اور پھر فرش کو سونگھا۔ اب اسے وہاں سے عمران اور شیبا کی بہت ہی مدہم مدہم خوش بو محسوس ہوئی۔

اب سانپ کو کسی قسم کا شبہ نہیں رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ عمران اور شیبا کو خلائی مخلوق اغوا کر کے لے گئی ہے۔ سانپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان دونوں کو خلائی مخلوق کہاں لے گئی ہے۔ یعنی کیا انھیں واپس گمشدہ شہر والی خلائی کمین گاہ میں لے جایا گیا ہے یا خلائی مخلوق انھیں لے کر پاکستان میں واقع قدیمی قبرستان والی خفیہ زیرِ زمین کمین گاہ میں لے گئی ہے۔ سانپ واپس عمران کے کمرے میں آکر سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ عمران اور شیبا کو کہاں تلاش کرے۔

ابھی رات باقی تھی۔ سانپ کے دل میں خلائی مخلوق کے خلاف انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ ہر حالت میں عمران اور شیبا کو خلائی مخلوق کی قید سے واپس لانا چاہتا تھا۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں خلائی مخلوق ان دونوں کو ہلاک نہ کر ڈالے۔ کیونکہ دنیا میں عمران اور شیبا اس آسمانی مخلوق کی خفیہ کمین گاہوں کے راز سے واقف ہو چکے تھے۔

ابھی تک ہم نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ یہ سانپ اصل میں کون ہے اور اس میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی تھی کہ وہ انسانی آواز میں بات کر سکتا تھا۔ ہم نے صرف اتنا ہی اشارہ دیا ہے کہ یہ سانپوں کا بادشاہ ہے جس کی دنیا کا ہر سانپ عزت کرتا اور

اس کا خاتمہ ہوتا ہے اور ابھی ہم آپ کو ساتپ کے بارے میں کچھ زیادہ تفصیل بتانا بھی نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس وقت ہمارے سامنے سب سے اہم مسئلہ عمران اور شیبا کی رہائی اور اپنے پیارے وطن اور پوری دنیا کو خلائی مخلوق کے قاتل مشن سے بچانا ہے۔ ساتپ بھی اسی پریشانی میں الجھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے بھی یہی "سب سے اہم ترین کام اور مشن تھے۔"

ساتپ خاموش نیم روشن کمرے میں کنڈلی مارے بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اسے کس طرف نکلنا چاہیے۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ سب سے پہلے برازیل کے پہاڑی علاقے والے گمشدہ شہر کے کھنڈروں میں جائے گا تاکہ وہاں کی خلائی کمیں گاہ میں دونوں کا سراغ لگایا جائے۔ کیونکہ یہ خلائی کمیں گاہ اسی ملک میں واقع تھی۔

ساتپ صبح ہونے سے پہلے ریوڈی جینرو شہر سے نکل جانا چاہتا تھا تاکہ کوئی اسے دیکھ نہ سکے۔ اس نے خالی کمرے میں آخری بار چاروں طرف دیکھا اور کمرے کی کھڑکی میں آ گیا۔ یہاں سے دیوار پر رینگتا وہ نیچے ہوٹل کے باغ میں اتر آیا۔ باغ میں روشنی تھی مگر رات ہونے کی وجہ سے وہاں کوئی نہیں تھا۔ ساتپ تیز تیز رینگتا وہاں سے گزر کر دوسری جانب بڑی سڑک پر آ گیا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ ریوڈی جینرو کے ہوائی اڈے سے جہاز پاپولوس کی طرف جائے گا۔ اسے اس جہاز میں سوار ہونا تھا تاکہ پاپولوس سے آگے سیرا پہاڑی تک سفر کر سکے۔ یہ ایک طویل سفر تھا اور خطرناک بھی تھا۔ خطرناک اس طرح کہ راستے میں گھنے جنگل، مگر مچھوں سے بھرا ہوا دریا اور گہری دلدلیں تھیں۔ ساتپ یہی کچھ سوچتا تیزی سے ایئرپورٹ کی طرف دوڑتا چلا جا رہا تھا۔ اسے دور ایئرپورٹ سے جہازوں کے انجن سے نکلنے والی تیل کی خاص بو برابر آ رہی تھی۔

ساتپ شہر کی جگمگاتی عمارتوں سے دور ایک غیر آباد علاقے میں نکل آیا۔ یہاں اونچی نیچی زمین پر گھاس اور جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ ساتپ ایک سوکھے نالے

کے پل پر سے گزرا تو اسے دوسری طرف پتھر کی ایک سل زمین میں گڑی ہوئی نظر آئی جس پر سات منھ والے سانپ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ سانپ وہیں رک گیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ کس کی تصویر ہے یہ شیش ناگ کی تصویر تھی جو ایک پرانی داستان کے مطابق آسمانی مخلوق تھا اور جس کے آباؤ اجداد کسی خلائی سیارے کے تباہ ہو جانے کے بعد اس زمین پر اتر آئے تھے۔ شیش ناگ میں اتنی طاقت تھی کہ وہ کسی بھی خلائی مخلوق کا حال بتا سکتا تھا اور گمشدہ آدمیوں کی بھی خبر دے سکتا تھا۔ سانپ وہیں رک گیا۔

وہ پتھر کے پاس آیا اور شیش ناگ کی تصویر پر اپنی دونوں آنکھیں جما دیں اور پھر زور سے سانس کھینچ کر پھنکار ماری اور کہا۔

"شیش ناگ! تم جانتے ہو میں کون ہوں مگر یہ نہیں جانتے کہ میں تم سے کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔ تم جہاں بھی ہو یہاں آؤ اور میرے سوال کا جواب دو"

اسی وقت شیش ناگ سامنے آگیا اور سر جھکا کر ادب سے بولا۔ "سانپوں کے عظیم بادشاہ! کیا حکم ہے"

سانپ نے کہا۔ "مجھے عمران اور شیبا کی تلاش ہے۔ وہ مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔"

پھر سانپ نے شیش ناگ کو ساری داستان سنا دی۔ شیش ناگ نے آسمان پر چمکتے ستاروں پر ایک نگاہ ڈالی اور سانپوں کے بادشاہ سے کہا۔ "عمران اور شیبا کو تو خلائی مخلوق اپنے سیارے پر لے گئی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اونان سیارے کے ایک مینار میں بند ہیں اور اگر ان کی مدد کو کوئی نہ پہنچا تو وہ قیامت تک زمین پر اپنی دنیا میں واپس نہ آسکیں گے۔"

سانپ کو پہلے ہی خطرہ تھا کہ عمران، شیبا کو خلائی لوگ اغوا کر کے لے جا چکے ہیں۔ اس نے پوچھا۔

"یہ دیکھ کر بتاؤ کہ اس خلائی مخلوق کی کوئی اڑن تشتری زمین پر کسی جگہ موجود

ہے۔"

شیش ناگ نے چاروں طرف اپنی سات منھ والی گردن گھمائی اور پھر کہنے لگا۔

"عظیم بادشاہ! مجھے اس وقت زمین پر کسی جگہ بھی کوئی خلائی اڑن تشتری نظر نہیں آرہی۔ مگر میں نے ایک بڑی خطرناک بات دیکھی ہے۔" "وہ کیا، جلدی بتاؤ" ناگ سانپ نے کہا۔

شیش ناگ بولا، "وہ یہ کہ موت تمہارے پیچھے کھڑی ہے" یہ کہہ کر شیش ناگ غائب ہو گیا۔ سانپ نے سوچا کہ شیش ناگ نے یونہی جاتے جاتے مذاق میں یہ بات کہہ دی ہے۔ کیونکہ موت تو سب کے ساتھ لگی ہوتی ہے۔ آخر ایک دن سب ہی کو اس دنیا سے جانا ہے۔ ناگ سانپ کو یہ پتا چل گیا تھا کہ عمرو اور شیبا اپنی زمین پر نہیں ہیں اور انھیں خلائی مخلوق اٹھا کر اپنے خلائی سیارے اوٹان میں لے گئی ہے جہاں وہ ایک پنجرے میں قید کر دیے گئے ہیں۔ وہ سوچنے لگا کہ اب اسے خلائی سیارے پر جانے کی کیا ترکیب کرنی چاہیے۔ وہ جانتا تھا کہ اپنے وطن میں قریبی قبرستان کی خلائی کہیں گاؤں پر کبھی کبھی رات کو خلائی سیارے سے اڑن تشتری اترا کرتی ہے اسے اسی تشتری میں بیٹھ کر خلائی سیارے تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ سوچ کر سانپ ایئرپورٹ کی طرف چلا۔ وہ کسی جہاز پر سوار ہو کر اس ملک سے نکل کر اپنے وطن واپس جانا چاہتا تھا۔

آدھ گھنٹے بعد سانپ ایئرپورٹ پر پہنچ گیا۔ ایئرپورٹ روشنیوں سے چمک رہا تھا۔ سانپ نے سوچا کہ اسے رن وے پر کھڑے جہازوں کے پاس جا کر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اس براعظم جنوبی امریکا سے یورپ کی طرف کون سا جہاز جانے والا ہے۔ وہاں سے وہ اپنے وطن کے جہاز میں سوار ہو سکتا تھا۔ سانپ جنگلے کو پار کر کے رن وے کی طرف آیا۔ رن وے پر جب جل رہے تھے۔ وہ رن وے کراس کر کے دوسری طرف جانا چاہتا تھا۔ جوں ہی وہ رن وے کو پار کرنے کے لیے آگے بڑھا پیچھے سے ایک تیز رفتار

ٹرک آیا اور اس سے پیشتر کہ سانپ واپس بھاگتا ٹرک کے بھاری پہیے اس کے اوپر سے گزر گئے۔ سانپ کو یاد آ گیا۔ شیش ناگ نے کہا تھا موت تمہارے پاس کھڑی ہے۔ ناگ سانپ کچلا گیا۔ اس کا جسم رن وے کے ساتھ چپک گیا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ غائب ہو گیا۔

اس وقت خلائی سیارے اوتان میں آدھی رات کا وقت تھا۔ آسمان پر ستارے انگاروں کی طرح چمک رہے تھے۔ ڈاکٹر سلطانہ اپنے پہاڑی والے خلائی مکان میں اپنے کمپیوٹر کے آگے بیٹھی زمین کے کسی وائرلیس اسٹیشن سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ زمین سے اس کے لیے کوئی مدد نہیں آ سکتی مگر رابطہ پیدا کر کے وہ زمین والوں کو کم از کم یہ ضرور بتا دینا چاہتی تھی کہ اسے خلائی مخلوق اپنے سیارے اوتان پر لے آئی ہے۔ گریٹ کنگ کے حکم سے ڈاکٹر سلطانہ کو یہ کمپیوٹر خاص طور پر دے دیا گیا تھا کہ وہ اس پر سیارے کی فضا کا تجزیہ کرتی رہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ فضا میں کسی بیماری کے جراثیم یا کوئی وائرس تو پرورش نہیں پا رہا۔ ڈاکٹر سلطانہ کا یہ دستور تھا کہ وہ آدھی رات کے وقت کمپیوٹر کھول لیتی اور خاص خاص فریکوئنسی پر اپنی زمین سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دیتی۔ اس رات بھی وہ اسی خیال سے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی تھی۔ اس کی انگلیاں خلائی کمپیوٹر کے کی بورڈ پر چل رہی تھیں اور اسکرین پر لکیریں اور نقطے ابھر رہے تھے غائب ہو رہے تھے۔

کمرا خاموش تھا۔ اچانک ڈاکٹر سلطانہ کو ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی آہستہ آہستہ کمرے میں چل رہا ہے۔ ڈاکٹر سلطانہ نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔ کمرہ خالی تھا۔ دیوار کے ساتھ نیلا لیمپ روشن تھا۔ وہ اسے اپنا وہم سمجھ کر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ چند سیکنڈ بعد پھر وہی قدموں کی چاپ سنائی دی۔ سلطانہ نے پھر پیچھے دیکھا کمرا خالی پڑا تھا۔

وہ کمپیوٹر کے سامنے سے اٹھی اور دروازے پر آ گئی۔ اس نے دروازہ کھول کر باہر

دیکھا۔ آسمان پر ستارے دہکتے ہوئے انگارے لگ رہے تھے۔ پہاڑی کے چاروں طرف گہری تاریکی اور سناٹا چھایا تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ نے دروازہ بند کیا۔ اندر سے تالا لگایا اور واپس کمپیوٹر کے سامنے آکر بیٹھ گئی اور کی بورڈ پر انگلیاں چلانی شروع کر دیں۔ دس بارہ سیکنڈ کے بعد اسے اپنے پیچھے کپڑے کی سرسراہٹ سنائی دی۔ اس نے جو پلٹ کر دیکھا تو اس پر عجیب سا خوف طاری ہو گیا۔ اس کے سامنے ایک ایسا انسانی جسم کھڑا تھا جس نے سفید کفن لپیٹ رکھا تھا مگر جس کا سر غائب تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ سائنس کی پروفیسر تھی۔ اس نے حوصلہ کر کے پوچھا:

"کون ہو تم؟"

سر کٹے جسم نے خرخراتی آواز میں کہا:

"سلطانہ! میں بہرام قاتل کی روح ہوں۔ یہ لوگ میرا سر کاٹ کر اس سیارے پر لے آئے ہیں۔ مجھے اپنے سر کی تلاش ہے"

ڈاکٹر سلطانہ کے بدن میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔

اس کے بعد کیا ہوا؟

یہ آپ نونہال سائنس فکشن کی اسی سیریز کی اگلی کتاب میں پڑھیے جس کا نام "وہ خلا میں بھٹک گئے" ہے۔

SALMAN's
CHOICE

SALMAN's CHOICE
۵
PDFBOOKSFREE.PK
اے۔ حمید
وہ خلا میں بھٹک گئے

نونہال ادب ـــــ علم و ادب کے میدان میں ہمدرد کی ایک اور خدمت

وہ خلا میں بھٹک گئے

خلائی ایڈونچر سیریز ـــــ پانچواں ناول

اے۔ حمید

نونہال ادب
ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس
ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی

طابع : ماس پرنٹرز، کراچی

اشاعت : ۱۹۹۱

تعدادِ اشاعت : ۲۰۰۰

قیمت : ۱۰ روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع، نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

KHALAI SCIENCE ADVENTURE SERIES-5

WO KHALA MAN BHTAK GAY

A. Hameed

Naunehal Adab
Hamdard Foundation Press
Karachi.

فہرست

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست

تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

پراسرار لڑکی

خوف سے ڈاکٹر سلطانہ کا حلق خشک ہو گیا۔
وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بہرام قاتل کی روح کو تک رہی تھی جس کا سر غائب تھا۔ یہ بد روح ہی ہو سکتی تھی۔ کیونکہ کوئی نیک روح اس حالت میں زمین پر نہیں آتی۔ بہرام قاتل نے ایک بار پھر اپنی بات دہرائی۔
"سلطانہ! میں اپنا سر واپس لینے آیا ہوں۔ یہ خلائی مخلوق میرا سر کاٹ کر اپنے منحوس سیارے میں لے آئی ہے۔ میری مدد کرو۔"
ڈاکٹر سلطانہ ایک سائنس داں خاتون تھی۔ انسان ہونے کے ناطے وہ ایک بار خوف زدہ ضرور ہو گئی تھی لیکن پھر جلدی ہی سنبھل گئی۔ بہرام قاتل کی بد روح کے بارے میں اس نے یہی نتیجہ نکالا کہ سر الگ کر دیئے جانے کے شدید صدمے کی وجہ سے بہرام کے ذہن کے مادی اجزاء توانائی میں تبدیل ہو گئے ہیں اور یہ اینٹی توانائی روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اس سیارے میں پہنچ گئی ہے۔ سلطانہ نے اب اپنے ہوش و حواس کو مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں کر لیا تھا۔ اس نے کمپیوٹر پر سے ہاتھ ہٹا لیے اور بہرام کی روح بلکہ سلطانہ کے خیال کے مطابق بہرام کے مادی جسم کی اینٹی توانائی کے ہیولے سے مخاطب ہو کر کہا۔
"مگر میں تو خود خلائی مخلوق کی قید میں ہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ ان لوگوں نے تمہارا

کٹا ہوا سر کہاں رکھا ہے۔"

بہرام کا ہیولا بولا۔

"وہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ سیارے کے حاکم گریٹ کنگ کے وزیر اعظم طرطوش نے میرا سر کہاں پر رکھا ہے۔"

ڈاکٹر سلطانہ نے کہا۔ "اگر تمہیں معلوم ہے تو تم خود جاکر لپنا سر وہاں سے کیوں نہیں اٹھا لاتے" اس پر بہرام کے ہیولے نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر! میں جسم نہیں ہوں۔ روح ہوں۔ روح کی اپنی اگر کچھ طاقت ہوتی ہے تو کچھ مجبوریاں بھی ہوتی ہیں۔ میں خود لپنا سر اٹھا کر اپنے جسم پر نہیں لگا سکتا۔ اس کے لیے تمہیں میری مدد کرنی ہوگی۔"

ڈاکٹر سلطانہ نے پوچھا کہ اس کا سر کس جگہ پر ہے۔ بہرام قاتل کی روح نے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں اپنے سر تک لیے چلتا ہوں۔ میرا سر لیبو لیبورٹری میں ہے۔"

سلطانہ بولی۔ "مگر وہ خلائی مخلوق مجھے پکڑ لے گی۔ مجھے بلیو لیبورٹری میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

بہرام کی روح نے کہا۔

"تم میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلو گی اور تمہیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ آؤ دیر نہ کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ طرطوش اور اس کے ساتھی خلائی سائنس دان میرے کٹے ہوئے سر کو ایٹمی بھٹی میں نہ ڈال دیں۔ وہ میرے دماغ کی تخریب پسند توانائی کے ایٹموں کو ایک ٹیوب میں بند کر کے محفوظ کر لینا چاہتے ہیں۔"

ڈاکٹر سلطانہ خاموشی سے اٹھی اور بہرام کی روح یا توانائی کے ہیولے سے قدم ملا کر کمرے سے باہر نکل آئی۔ جوں ہی اس نے بہرام کی روح سے قدم ملائے وہ غائب ہو گئی۔ اب وہ سب کو دیکھ سکتی تھی مگر اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ہم پہلے آپ کو بتا چکے ہیں کہ ڈاکٹر سلطانہ کو خلائی مخلوق کے ڈکٹیٹر گریٹ کنگ کے حکم سے نیلے شیشوں والے خلائی کمپلیکس سے کچھ دور ایک پہاڑی پر واقع نیلے پتھروں کے مکان میں رکھا گیا تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ نے اس سیارے اوٹان پر پھیلی ہوئی ایک بیماری کے وائرس کو اپنی خداداد صلاحیتوں سے ختم کر دیا تھا۔ گریٹ کنگ اور طرطوش اسے اب زمین پر واپس نہیں بھیجنا چاہتے تھے تاکہ اگر پھر کبھی سیارہ اوٹان پر کوئی وبا پھیلے تو ڈاکٹر سلطانہ اس وبا سے خلائی مخلوق کو بچانے میں مدد دے سکے۔ مگر ڈاکٹر سلطانہ کو اپنے نیلے پتھروں والے مکان سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن اس وقت ڈاکٹر سلطانہ بہرام کے ہیولے کے ساتھ چل رہی تھی اور اس ہیولے کے ایٹموں سے نکلنے والی تابکاری کی وجہ سے کسی کو دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ بہرام قاتل کا ہیولا اسے لے کر نیلی پہاڑی سے اترا اور سیدھا بلیو لیبوریٹری کمپلیکس کی طرف لے گیا۔ بہرام کے ہیولے کو اس جگہ کا علم تھا جہاں اس کا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔ کمپلیکس کے باہر خلائی گارڈ لیزر گن لیے پہرہ دے رہا تھے۔ مگر ان میں سے کسی کو بھی ڈاکٹر سلطانہ اور بہرام قاتل کا ہیولا دکھائی نہ دیا اور وہ دونوں کمپلیکس میں داخل ہو گئے۔ ایک روشن زینہ اتر کر وہ راہ داری میں آ گئے جس کا نیلا فرش روشنی میں چمک رہا تھا۔ خلائی لیبوریٹری کے کچھ لوگ ان کے قریب سے گزر گئے۔ وہ کسی کو نظر نہ آئے۔

بہرام کا ہیولا ڈاکٹر سلطانہ کو لے کر اس لیبوریٹری میں آ گیا جہاں اس کا سر شیشے کی ایک الماری میں پڑا تھا۔ بہرام کے ہیولے نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر سلطانہ! تم صرف اتنا کرو کہ الماری کو کھولو۔ میرا سر باہر نکال کر میرے ہیولے کے کاندھوں پر رکھ دو۔ اس کے بعد تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔"

لیبوریٹری میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ سلطانہ نے الماری کھول دی اور نیلے شیشے کی پلیٹ پر رکھا ہوا بہرام قاتل کا سر اٹھا لیا۔ بہرام قاتل کا ہیولا ایک قدم آگے آ گیا۔ ڈاکٹر سلطانہ نے کٹے ہوئے سر کو بہرام کے ہیولے کے کندھوں کے درمیان کٹی ہوئی گردن پر

رکھ دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک عجیب سی سرگوشی کی آواز بلند ہوئی۔ جیسے بہرام قاتل کے ہیولے نے اطمینان کا گہرا سانس لیا ہو۔

بہرام نے کہا۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ ڈاکٹر سلطانہ! تم نے میرے لیے وہ کام کیا جو یہاں کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اب میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ عمران اور شیبا اس منحوس سیارے لوٹان پر اغوا کر کے لائے جا چکے ہیں اور کالی جھیل والے موت کے مینار میں قید ہیں۔"

ڈاکٹر سلطانہ نے چونک کر بہرام کے ہیولے کی طرف دیکھا۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں" بہرام کے ہیولے نے کہا۔ "میں نے خود انہیں وہاں دیکھا ہے۔ انہیں خلائی مخلوق نے عمر بھر کے لیے وہاں قید میں ڈال دیا ہے۔ کوئی پتا نہیں انہیں گریٹ کنگ کے حکم سے کب ہلاک کر دیا جائے۔"

"کیا تم انہیں واپس اپنی زمین پر نہیں پہنچا سکتے؟"

ڈاکٹر سلطانہ نے بے تابی سے سوال کیا۔ بہرام کا ہیولا بولا۔

"کاش میں ایسا کر سکتا۔ میں مجبور ہوں۔ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ آؤ تمہیں واپس تمہارے مکان پر پہنچا دوں۔"

بہرام قاتل کا ہیولا جس کی گردن پر اب اس کا سر موجود تھا ڈاکٹر سلطانہ کو ساتھ لے کر اس کے مکان کی طرف چل دیا۔ جب ڈاکٹر سلطانہ اپنے کمرے میں پہنچی تو اس نے بہرام قاتل کے ہیولے سے کہا۔

"میں نے تمہارے لیے اتنا بڑا کام کیا ہے کیا تم میرے لیے اتنا کام بھی نہیں کر سکتے کہ عمران اور شیبا کو یہاں سے واپس اپنی زمین کے سیارے پر لے جاؤ۔"

بہرام قاتل کے ہیولے کی آواز آئی۔

"میں تمہارے لیے صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ تمہیں ایک لڑکی گارشا کے بارے میں بتا دوں جو چیف سائنس دان اور اسی سیّارے کے وزیرِ اعلیٰ طرطوش کے ساتھ لیبوریٹری کام کرتی ہے اور یہاں سے نیچے دوسری پہاڑی کے دامن والے نیلے مکان میں ایک نوکرانی کے ساتھ اکیلی رہتی ہے۔"

"وہ کیا کرے گی؟" ڈاکٹر سلطانہ نے پوچھا۔

بہرام قاتل کے ہیولے نے کہا۔

"وہ تمہارے لیے وہ کچھ کر سکے گی جو اس منحوس سیارے پر تمہارے لیے کوئی نہیں کر سکتا۔ گارشا کے دل میں زمینی سیّارے کی مخلوق کے لیے ہمدردی کے جذبات ہیں۔ گریٹ کنگ اور طرطوش نے اپنے سیارے کی فضا کو بچانے کے لیے ہماری زمین کو تباہ کرنے کا جو منصوبہ بنایا ہے وہ گارشا کو سخت ناپسند ہے مگر وہ اکیلی اس منصوبے کے خلاف کچھ نہیں کر سکتی۔ اگر وہ کسی سے بات کرتی ہے تو اسے اسی وقت لیزر گن کے فائر سے جلا کر بھسم کر دیا جائے گا۔"

ڈاکٹر سلطانہ کے سامنے یہی ایک امید کی کرن تھی۔ اس نے پوچھا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ گارشا کے دل میں ہمارے زمینی سیارے کے لوگوں کے لیے ہمدردی کے جذبات ہیں۔"

بہرام قاتل کے ہیولے نے جواب دیا۔

"میں جسم نہیں ہوں۔ توانائی ہوں اور توانائی کا دائرہ ساری کائنات میں پھیلا ہوا ہے۔ اسی توانائی کی مدد سے میں نے گارشا کا ذہن پڑھا ہے۔ تم بے فکر ہو کر اس سے بات کرو، وہ تمہاری بہت مدد کرے گی۔ اسے بہت کچھ معلوم ہے۔ وہ خود سائنس دان بھی ہے اور خلائی سائنس میں اس کا جواب نہیں ہے۔"

ڈاکٹر سلطانہ کچھ پوچھنے لگی تھی کہ بہرام قاتل کا ہیولا بولا۔

"اب میں جاتا ہوں۔ اللہ حافظ۔ شاید اب پھر کبھی ملاقات نہ ہو۔ تمہارا ایک بار

پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر بہرام قاتل کا ہیولا غائب ہو گیا۔

ڈاکٹر سلطانہ کمرے میں اکیلی رہ گئی۔ کھڑکی کے نیلے شیشوں میں سے باہر وہ دوسری پہاڑی نظر آرہی تھی جس کے بارے میں بہرام کے ہیولے نے بتایا تھا کہ وہاں گارشا نام کی لڑکی کا مکان ہے اور وہ وہاں اکیلی رہتی ہے۔

سلطانہ اب رات ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ کیونکہ رات کے اندھیرے میں ہی وہ اپنے مکان سے نکل کر گارشا سے ملنے جاسکتی تھی۔ اسی دوران ڈاکٹر سلطانہ نے کمپیوٹر کے سگنل کے ذریعے سے اپنی زمین سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش چھوڑ دی۔ کیونکہ اب اسے خلائی سیارے میں ہی ایک ایسا رابطہ مل گیا تھا جو اس کی مدد کر سکتا تھا۔ اور یہ رابطہ گارشا خلائی لڑکی تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ بہرام قاتل کا توانائی ہیولا درست کہہ رہا تھا۔ کیونکہ توانائی کا رابطہ کائنات میں پھیلی ہوئی توانائی سے ہوتا ہے اور وہ دلوں کے حال پڑھ سکتی ہے۔

جب رات ہو گئی اور اونان سیارے پر اندھیرا چھا گیا اور تاریک آسمان پر ستارے انگاروں کی طرح دہکنے لگے تو ڈاکٹر سلطانہ چپکے سے مکان کے پچھلے دروازے سے نکلی اور پہاڑی کی ڈھلان پر اترنے لگی۔ وہاں اسے دیکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ نیچے میدان میں آگئی۔ یہاں نیلے اور سیلو رنگ کے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ تھوڑی دور اسے وہ چھوٹا سا ٹیلا نظر آرہا تھا جس کے دامن میں ایک مکان کے روشن دان میں روشنی ہو رہی تھی۔ یہی گارشا کا مکان ہو سکتا تھا۔

سلطانہ بڑی احتیاط سے چلتی گارشا کے چھوٹے سے مکان کی عقبی کھڑکی کے پاس آکر رک گئی۔ کھڑکی پر نیلا شیشہ لگا تھا۔ کمرے میں روشنی ہو رہی تھی مگر اس شیشے میں سے اندر کی کوئی شے نظر نہ آتی تھی۔ سلطانہ وہاں سے گزر کر مکان کے دروازے پر آگئی۔ دروازہ بھی نیلے شیشے کا تھا اور دوسری طرف کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ سلطانہ کو معلوم

تھا کہ وہاں اندر سے کسی کو کیسے بلایا جاسکتا ہے۔ اس نے دروازے کے درمیان میں اپنا پنجہ لگا دیا۔ اس کے ساتھ ہی مکان کے ڈرائنگ روم میں گھنگھرو سا بجا۔ دوسرے لمحے گلر شا کی آواز آئی۔ اس نے اپنی خلائی زبان میں پوچھا تھا کہ باہر کون ہے۔ اس پر سلطانہ نے خلائی زبان میں جواب دیا۔ "ایک ضروری اطلاع دینی ہے۔ کیا تم گلر شا ہو؟" جواب دیا۔

"ہاں میں گلر شا ہوں۔ مگر تم کون ہو؟"

سلطانہ نے خلائی زبان میں کہا۔ "طرطوش نے بھیجا ہے۔ میں لیبوریٹری اسسٹنٹ ہوں۔" پھر دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ "اندر آجاؤ" گلر شا کی آواز آئی۔ سلطانہ اندر داخل ہوئی۔ ایک چھوٹا سا راستہ سامنے ڈرائنگ روم میں جاتا تھا جہاں روشنی تھی۔ سلطانہ ڈرائنگ روم میں آگئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک نیلے رنگ کی دبلی مگر بڑی خوبصورت لڑکی میز کے پاس بیٹھی کچھ لکھ رہی ہے۔ گلر شا نے سلطانہ کو دیکھا تو چونک کر کہا۔

"تم تو ڈاکٹر سلطانہ ہو۔ تم زمینی سیّارے کی مخلوق ہو۔ تمھیں طرطوش چیف نے میرے پاس کس لیے بھیجا ہے؟"

ڈاکٹر سلطانہ سب کچھ سوچ کر آئی تھی۔ وہ کرسی کھینچ کر گلر شا کے قریب بیٹھ گئی اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی۔

"گلر شا! تم بھی ایک عورت ہو۔ میں بھی ایک عورت ہوں۔ ایک عورت ہی دوسری عورت کے دل کا درد جان سکتی ہے۔ مجھے میرے بہن بھائیوں سے جدا کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ میں جانتی ہوں اب میں اپنے ماں باپ بہن بھائیوں سے کبھی نہیں مل سکوں گی۔ میں ساری عمر کے لیے یہاں قید میں ڈال دی گئی ہوں۔ لیکن میں سسک سسک کر نہیں مرنا چاہتی۔ مجھے یہ بھی اچھی طرح علم ہے کہ میں یہاں سے فرار بھی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے میں نے مرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس زندگی سے موت ہزار درجے بہتر

ہے۔ میری زمین پر میرے ماں باپ بہن بھائی بھی رو رو کر مر جائیں گے۔ میں خودکشی کرنا چاہتی ہوں، مگر کسی ایسی شے سے مرنا چاہتی ہوں جس سے مجھے تکلیف نہ ہو۔ تم ایک سائنس دان لڑکی ہو۔ تمہارے پاس لیبوریٹری میں ایسا زہر ضرور ہو گا جس کا انجکشن لگتے ہی میں اس دکھ بھری زندگی سے نجات حاصل کر لوں۔ میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں مجھے کسی ایسے زہر کا انجکشن لگا دو جس سے میں بغیر تکلیف کے ایک پل میں مر جاؤں۔"

ڈاکٹر سلطانہ کی تقریر کا گلرشا پر گہرا اثر ہوا۔ وہ تو پہلے ہی زمین پر رہنے والوں سے محبت کرتی تھی اور زمین کی انسانی مخلوق کو تباہ کرنے والے گریٹ کنگ کے منصوبے سے اسے سخت نفرت تھی۔ سلطانہ نے گلرشا کے چہرے سے پڑھ لیا تھا کہ اس کے دل میں ہمدردی کی لہر پیدا ہو چکی ہے۔ بہرام کے ہیولے نے بالکل ٹھیک اطلاع دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سلطانہ نے آگے بڑھ کر گلرشا کے گھٹنے چھو لیے اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔

"پیاری بہن گلرشا! مجھ پر رحم کھاؤ اور انجکشن لگا کر مجھے ہمیشہ کے لیے اس اذیت سے نجات دلا دو۔ میں اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کے بغیر ایک پل بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ میں نے یہاں اتنا عرصہ اندر ہی اندر غم کھا کر گزارا ہے۔ اب مجھ میں مزید غم اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔"

اس پر گلرشا نے ڈاکٹر سلطانہ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے اور ہمدردی سے کہا۔

"سلطانہ بہن! میں تمہارے دکھ کو سمجھتی ہوں۔ میں تمہارے غم کو محسوس کر سکتی ہوں۔ مگر میں تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔"

ڈاکٹر سلطانہ نے جب دیکھا کہ گلرشا کا دل اس کی ہمدردی سے بھر گیا ہے تو فوراً کہا۔

"تو کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں ساری زندگی یہاں اپنے بہن بھائیوں ماں باپ کے غم میں گھلتی رہوں؟ ساری زندگی نوبیت اُٹھاتی رہوں؟"

گارشا نے گہرا سانس بھرا۔ ڈاکٹر سلطانہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"نہیں سلطانہ بہن! میں تمھیں مرنے نہیں دوں گی۔ میں تمھیں تمہاری زمین پر، تمہارے ماں باپ بہن بھائیوں کے پاس واپس پہنچا دوں گی۔ اور تمہاری خوبصورت زمین کو بھی تباہی سے بچانے کی کوشش کروں گی۔"

ڈاکٹر سلطانہ نے گارشا کا ہاتھ چوم لیا۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو گارشا؟"

"ہاں" گارشا نے کہا۔ "میں نے تمہاری مدد کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مگر تمھیں میری ایک شرط ماننی ہو گی۔"

"میں تمہاری ہزار شرطیں تسلیم کرتی ہوں۔"

ڈاکٹر سلطانہ نے جلدی سے کہا۔ گارشا کہنے لگی۔

"میری شرط صرف اتنی ہے کہ تمھیں مجھے اپنے ساتھ اپنی خوبصورت زمین پر لے جانا ہو گا۔"

ڈاکٹر سلطانہ سوچ رہی تھی کہ معلوم نہیں وہ کون سی شرط لگائے گی جب گارشا نے زمین پر ساتھ چلنے کی خواہش کا اظہار کیا تو وہ خوش ہو کر بولی۔

"پیاری بہن میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو گی کہ تم میرے ساتھ ہماری زمین پر چلو گی۔ تم ایک تجربہ کار اور لائق خلائی سائنس دان ہو۔ ہمیں تم سے بڑی مدد ملے گی۔ گارشا اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ پھر سلطانہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"تمھیں شاید معلوم نہیں سلطانہ! تمہاری زمین سے ایک لڑکا اور لڑکی اغوا کر کے یہاں لائی گئی ہے۔ اور انھیں اب اپنی موت تک اسی سیارے پر قید میں زندگی بسر کرنی

ہو گی۔"

سلطانہ جانتی تھی کہ عمران اور شیبا بھی وہاں لائے گئے ہیں اور موت کے مینار میں بند ہیں مگر اس نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو گلرشا؟"

"ہاں" گلرشا ٹہلتے ہوئے بولی۔ "لڑکے کا نام عمران ہے۔ لڑکی کا نام شیبا ہے۔ دونوں کمپیوٹر سائنس میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ اس راز سے واقف ہو چکے ہیں کہ گریٹ کنگ نے زمین کو تباہ کرنے کے لیے ایک خفیہ خلائی اسٹیشن قائم کر رکھا ہے اس لیے ان دونوں کو اغوا کر لیا گیا۔"

سلطانہ نے دبی زبان میں کہا۔

"تو کیا ہم عمران اور شیبا کو یہاں چھوڑ جائیں گے؟"

گلرشا کرسی پر بیٹھ گئی اور فیصلہ کن انداز میں بولی۔

"نہیں سلطانہ! ہم انھیں بھی واپس اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔"

سلطانہ بڑی خوش ہوئی۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ اللہ نے نجات کی راہ پیدا کر دی ہے۔ گلرشا نے اٹھ کر کھڑکی کے نیلے شیشے میں سے باہر دیکھا اور پلٹ کر کہا۔

"اب تم جاؤ سلطانہ! جب تک میں نہ اشارہ کروں تم ہرگز یہاں مت آنا۔ اب سارا کام میں کروں گی۔"

سلطانہ نے گلرشا کا ہاتھ چوما اور خاموشی سے کمرے سے نکل کر مکان سے باہر آ گئی۔ باہر سیارہ لوہان کی رات اسی طرح تاریک اور بھیانک تھی۔ وہ جس راستے سے آئی تھی اسی راستے سے گزرتی اپنے مکان میں آ کر پلنگ پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے اللہ کے حضور سر سجدے میں گرا دیا اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے کہا۔ "یا اللہ! میں کس زبان سے تیری اس رحمت کا شکر ادا کروں؟ تو نے میرے یہاں سے واپس جانے کی سبیل پیدا کر کے میرے مردہ جسم میں پھر سے زندگی کی حرارت پیدا کر دی ہے۔ یا اللہ! تو ہی ساری

کائنات کا مالک ہے۔ سب کچھ تیرے ہی اختیار میں ہے۔ اب میری مدد کرنا اور مجھے عمران، شیبا اور گارشا کو اپنی حفاظت میں اس جہنم سے نکال دینا۔"

دعا مانگ کر سلطانہ نے اپنے آنسو پونچھے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس میں ایک نئی طاقت آ گئی ہے۔ پھر وہ اپنے پلنگ پر جا کر گہری نیند سو گئی۔ دوسرے دن وہ صبح صبح اٹھی۔ وضو کر کے نماز پڑھی اور اپنے مشن کی کامیابی کے لیے اللہ میاں سے دعا مانگی اور کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ کر روز کے مطابق کام کرنے لگی۔ وہ اس سیارے کی فضا میں پھیلے کسی وائرس پر کام کر رہی تھی۔ گریٹ کنگ کے بلائے بغیر وہ خلائی کمپلیکس میں نہیں جا سکتی تھی بلکہ اپنے مکان سے بھی باہر نہیں نکلتی تھی۔ اگرچہ اسے اجازت تھی کہ وہ آس پاس کے علاقے میں سیر وغیرہ کر سکتی ہے۔ اس روز وہ اس وجہ سے بھی گھر سے باہر نہ گئی کہ گارشا کا کوئی پیغام کسی بھی وقت آ سکتا تھا۔ دوپہر تک وہ کمپیوٹر کے آگے بیٹھی کام کرتی رہی۔ شام کے وقت گارشا نے سلطانہ کو کمپیوٹر سگنل دیا کہ ابھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ میں فرار کے منصوبے پر کام کر رہی ہوں۔ تم تیار رہنا۔ کسی بھی وقت ہمیں یہاں سے فرار ہونا ہو گا۔ سلطانہ نے سگنل آنے کے بعد کمپیوٹر بند کر دیا اور کھڑکی کے شیشے میں سے باہر دیکھنے لگی۔ اس کے دل میں بار بار خیال آ رہا تھا کہ کیا وہ کبھی اس جہنمی سیارہ سے فرار ہو سکے گی۔
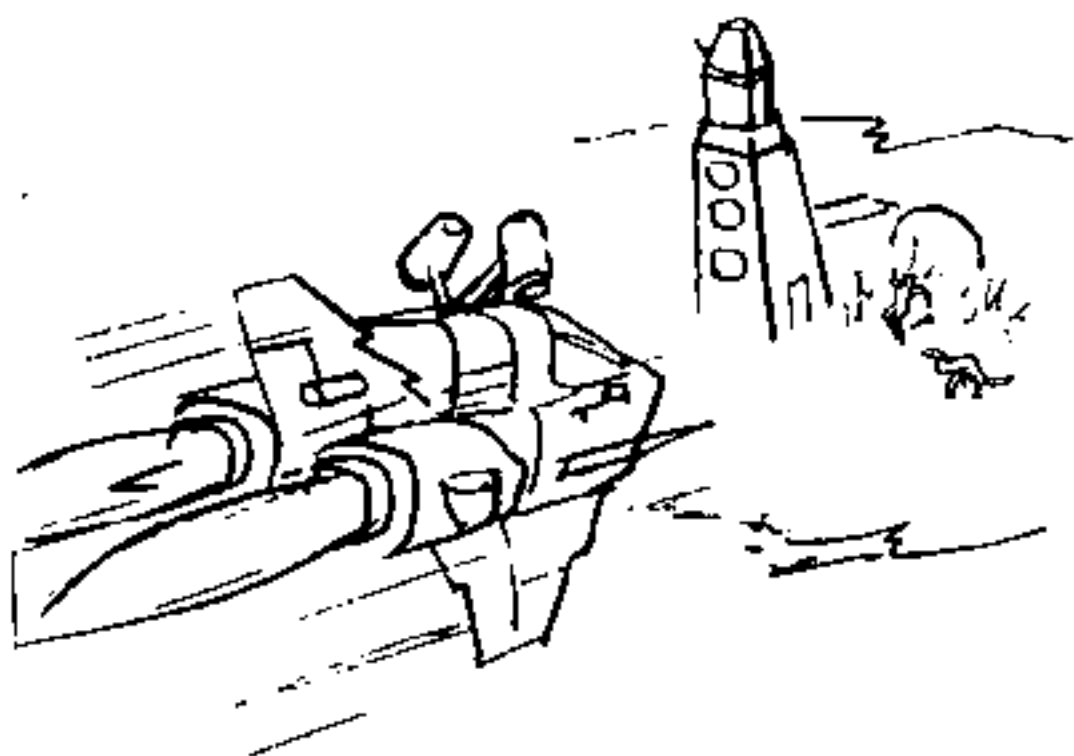
خلائی اسٹیشن پر حملہ

اب ہم اپنے ہیرو عمران کی طرف چلتے ہیں۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ وہ موت کے مینار کی اوپر منزل کی ایک تنگ کوٹھڑی میں قید تھا اور شیبا اس سے نیچے کی منزل والی کوٹھڑی میں قید تھی۔ دونوں کو ایک دوسرے کا پتا تھا مگر دونوں میں سے کوئی بھی وہاں سے فرار نہیں ہو سکتا تھا۔ کیوں کہ موت کا یہ مینار ایک سیاہ جھیل کے درمیان ایک چٹان پر بنا ہوا تھا۔ جھیل کا پانی گہرا تھا اور اس میں عجیب و غریب قسم کے خونخوار سیاہ فام مگرمچھ اچھلتے اور تیرتے رہتے تھے۔ اس جھیل کے آگے سیاہ اونچے درختوں کے جھنڈ تھے۔ جھیل کے کنارے خلائی گارڈز ہر وقت گشت لگاتے رہتے تھے۔ کھانے پینے کے لیے سلطانہ کی طرح عمران اور شیبا کو بھی نیلی گولیوں کا ایک ایک پیکٹ دے دیا جاتا تھا جو ایک مہینے کے لیے کافی ہوتا۔ دن میں دو نیلی گولیاں کھانے کے بعد چوبیس گھنٹے تک نہ بھوک لگتی نہ پیاس کا احساس ہوتا تھا۔

عمران اس بات سے بے خبر تھا کہ ڈاکٹر سلطانہ کا گلرشا نام کی ایک خلائی لڑکی سے رابطہ ہو گیا ہے اور گلرشا انھیں خلائی سیارے سے فرار کروانے کے منصوبے پر کام کر رہی ہے۔ عمران اپنے طور پر موت کے مینار سے بھاگ نکلنے پر سوچ بچار کرتا رہتا تھا۔ وہ شیبا کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ شیبا سے اس کی ابھی کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ کوٹھڑی کی کھڑکی پر نیلا موٹا شیشہ جڑا ہوا تھا جس میں سے کوئی آواز نہ اندر سے باہر

جا سکتی تھی نہ باہر سے اندر آ سکتی تھی۔ عمران بہت غور کرتا۔ بہت سوچتا کہ یہاں سے کیسے فرار ہوا جائے مگر اس کی سمجھ میں کوئی ترکیب نہ آتی۔ وہ تھک ہار کر چپکا ہو کر بیٹھ جاتا۔ مگر وہ مایوس نہیں ہوا تھا۔ وہ اللہ کی رحمت سے کبھی بھی ناامید نہیں ہوا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اللہ میاں اس کی نجات کا کوئی ذریعہ پیدا کر دے گا۔

اور اللہ میاں نے اس کی نجات کا ایک سبب پیدا کر دیا تھا اور یہ گلر شا اور سلطانہ کی ملاقات تھی۔ گلر شا اپنے طور پر فرار کے منصوبے پر لگی ہوئی تھی۔ وہ خلائی کمپلیکس کی ایک ایک شے کو جانتی تھی۔ وہ صرف ایک قابل سائنس دان لڑکی ہی نہیں تھی بلکہ خلائی جہاز اور خلائی شٹل بھی چلانا جانتی تھی اور اسے ان کی ساری سائنس کا علم تھا۔ گلر شا کو معلوم تھا کہ اوتان سیارے پر کالے جنگل کے پیچھے چٹانوں کے اندر ایک خلائی بیس ہے جہاں ہنگامی حالات میں کام آنے والا ایک خلائی راکٹ ہر وقت پرواز کے لیے تیار رہتا ہے۔ اس راکٹ میں ہر قسم کا ضروری سامان اور راشن موجود تھا اور گلر شا کو یہ بھی معلوم تھا کہ چٹانوں میں صرف دو گارڈ پہرے پر ہوتے ہیں اور پھر گلر شا کو وہ دونوں جانتے تھے اور وہ بڑی آسانی کے ساتھ کوئی معقول بہانہ بنا کر خلائی بیس میں داخل ہو سکتی تھی۔

گلر شا نے کافی سوچ بچار کے بعد یہی فیصلہ کیا کہ اسے اس ہنگامی خلائی راکٹ کے ذریعے سے سیارے سے فرار ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ گلر شا جب یہ فیصلہ کر چکی تو اس نے سلطانہ کو کمپیوٹر سگنل پر کہا۔

"آج رات میرے ہاں آؤ، تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

سلطانہ تو اس سگنل کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ فوراً آدھی رات کو گلر شا کے ہاں پہنچ گئی۔ گلر شا نے اسے اپنا منصوبہ بیان کر دیا اور کہا۔

"صرف یہی ایک ہنگامی راکٹ ایسا ہے کہ جس کی مدد سے ہم اس منحوس سیارے سے فرار ہو سکتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے ہمیں عمران اور شیبا کو موت کے مینار سے نکال کر کسی جگہ چھپا دینا ہو گا تاکہ وقت آنے پر ہم ان دونوں کو بھی ساتھ لے کر یہاں سے

بھاگیں۔۔"

"عمران اور شیبا کو موت کے مینار سے نکالنا بڑا کٹھن کام ہے کیونکہ وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ایک تو وہاں سخت پہرہ ہے دوسرے جس جھیل میں یہ مینار بنا ہے اس میں خونخوار مگرمچھ رہتے ہیں جو پانی کی ذرا سی حرکت پر منہ پھاڑ کر باہر نکل آتے ہیں۔"

گلرشا مسکرائی اور بولی۔

"اس کا انتظام میں کرلوں گی۔ اس معاملے میں ہماری خلائی سائنس تمھاری سائنس سے بہت آگے نکل چکی ہے۔"

پھر اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ کہنے لگی۔

"سوال یہ ہے کہ عمران اور شیبا کو وہاں سے نکالنے کے بعد کہاں چھپایا جائے۔"

سلطانہ نے کہا۔

"تم اسے میرے مکان میں چھپا سکتی ہو۔ وہاں کسی کو شک نہیں پڑے گا۔ میرے ہاں تو کوئی آتا جاتا نہیں۔"

گلرشا سوچ میں پڑ گئی۔ کہنے لگی۔

"نہیں۔ تمہارے ہاں ان دونوں کا چُھپایا جانا خطرناک ہو سکتا ہے۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آگئی ہے۔"

پھر گلرشا نے سلطانہ کو بتایا کہ کالے درختوں والے جنگل کے شمال میں نیلی چٹانوں میں ایک پرانا اسٹور ہاؤس ہے جو ایک عرصے سے خالی پڑا ہے۔ ہم عمران اور شیبا کو موت کے مینار سے نکال کر اسی خالی اسٹور ہاؤس میں چھپا دیں گے اور وقت آنے پر وہاں سے نکال کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ سلطانہ کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس نے کہا۔

"مگر کیا ہم شیبا اور عمران کو موت کے مینار سے نکال سکیں گے گلرشا؟"

گلرشا بولی۔ "یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ اب تم جاؤ اور میرے اگلے سگنل کا انتظار

سلطانہ واپس اپنے مکان میں آ گئی۔

دوسری رات گار شا نے نیلی خلائی یونیفارم پہنی۔ یہ وہ یونیفارم تھی جو ڈیوٹی کے وقت پہنی جاتی تھی۔ اپنا چھوٹا بلبلہ نما خلائی ہیلی کاپٹر باہر نکالا اس میں سوار ہوئی اور سیدھی اس جھیل کی طرف اڑ گئی جہاں موت کا مینار تھا۔ اسے وہاں تک پہنچنے میں ایک منٹ کا عرصہ لگا ہوگا۔ رات کے وقت موت کے مینار کے اوپر روشنی ہو رہی تھی اور کالی جھیل کا پانی شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔ جونہی گار شا کا ہیلی کاپٹر جھیل کے قریب پہنچا نیچے سے گارڈ نے سگنل دیا۔ "کون ہو۔ ادھر کس لیے آئے ہو؟" گار شا جانتی تھی کہ اسے کیا کہنا ہے۔ اس نے اوپر ہی سے سگنل دیا۔

"میں طرطوش چیف کی اسسٹنٹ گار شا ہوں۔ ایک ضروری مشن پر زمینی سیارے کے قیدیوں کے پاس جا رہی ہوں۔ تم نیچے کتنے گارڈ ہو؟"

نیچے سے سگنل آیا۔

"میڈم ہم اس وقت صرف دو گارڈز ڈیوٹی پر ہیں۔"

گار شا نے سگنل دیا۔

"باہر نکل کر اپنی شناخت کراؤ"

دونوں گارڈ چٹان کے پیچھے سے نکل کر گار شا کے ہیلی کاپٹر کے نیچے آ گئے۔ گار شا نے دونوں کو اپنی خلائی لیزر گن کے نشانے میں لیا اور فائر کر دیا۔ ایک ہی فائر سے دونوں گارڈز وہیں شعلے میں بھسم ہو گئے۔ گار شا انھیں زندہ نہیں چھوڑ سکتی تھی کیونکہ انھیں پتا چل گیا تھا کہ گار شا موت کے مینار کی طرف جا رہی ہے۔

گار شا ہیلی کاپٹر کو جھیل کے اوپر سے گزار کر موت کے مینار پر لے آئی۔ اس نے ہیلی کاپٹر کو مینار کے پاس ہی چٹان پر روک دیا۔ عمران اور شیبا نے ہیلی کاپٹر کو دیکھا تو کھڑکی کے شیشے کے پاس آ گئے۔ انھوں نے چھوٹے سے بلبلہ نما ہیلی کاپٹر میں سے

اندھیرے میں ایک سایہ باہر نکلتے دیکھا۔ سایہ مینار کے نیچے آ کر ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ گلر شا جانتی تھی کہ اسے اوپر کیسے جانا ہے۔ اس نے ایک خاص پتھر کے نیچے لگے بٹن کو دبایا تو فولاد کا چھوٹا طاقچہ نکل گیا۔ گلر شا اس کے اندر داخل ہو گئی۔ وہ تنگ زینے میں سے گزرتی سب سے پہلے شیبا کی کوٹھڑی میں آئی۔ شیبا نے اپنے سامنے ایک نیلی خلائی لڑکی کو دیکھا تو بولی۔

"کیا میری موت کی خوش خبری لے کر آئی ہو؟ اللہ کے لیے مجھے موت کی نیند سلا دو۔ میں زندہ نہیں رہنا چاہتی۔"

گلر شا بڑے غور سے شیبا کو تک رہی تھی۔ کہنے لگی۔

"میں تمہارے لیے موت کی نہیں زندگی کی خوش خبری لے کر آئی ہوں۔ اسی جگہ میرا انتظار کرو۔ میں اوپر والے کمرے سے عمران کو لے آؤں۔"

عمران نے اپنے سامنے نیلی خلائی لڑکی کو دیکھا تو کہا۔

"اب کیا پیغام لے کر آئی ہو تم؟"

گلر شا نے کہا۔ "کیا تم ہی عمران ہو؟"

عمران طنزیہ انداز میں بولا۔

"جیسے تم جانتی ہی نہیں ہو۔ تم لوگوں نے ہی تو مجھے موت کے مینار میں ڈال رکھا ہے۔"

گلر شا نے کہا۔

"میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں اور شیبا کو یہاں سے نکالنے آئی ہوں۔"

پہلے تو عمران ہکا بکا سا ہو کر رہ گیا۔ پھر بولا۔

"تم لوگوں کی ضرور یہ کوئی نئی سازش ہے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

گلر شا نے لیزر گن نکال کر اس کا رخ عمران کی طرف کر دیا اور غصے سے بولی۔

"کیا فضول باتیں کر رہے ہو۔ جلدی سے میرے ساتھ نیچے چلو۔ نیچے شیبا ہمارا

انتظار کر رہی ہے۔ میں تم دونوں کو یہاں سے نکالنے آئی ہوں اور اپنے دو خلائی گارڈز کو ہلاک بھی کر چکی ہوں۔ "

عمران کے دل نے کہا۔ اس کے ساتھ چلو۔ یہ جھوٹ نہیں بول رہی۔ وہ گارشا کے ساتھ موت کی کوٹھڑی سے نکل کر نیچے والی کوٹھڑی میں آ گیا جہاں شیبا پہلے سے تیار بیٹھی تھی۔ دونوں بہن بھائی نے ایک دوسرے کو دیکھا تو خوشی سے آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

گارشا نے کہا۔

"جلدی سے میرے ساتھ آؤ"

گارشا نے عمران اور شیبا کو اپنے ساتھ ہیلی کاپٹر میں بٹھایا اور ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو کر کالے درختوں والے جنگل کی طرف غوطہ لگا گیا۔ ہیلی کاپٹر بڑی تیزی سے کالے جنگل کے اوپر سے گزر گیا۔ اب اس کا رخ نیلی ویران چٹانوں کی طرف تھا۔ ہیلی کاپٹر بہت نیچی پرواز کر رہا تھا۔ شیبا نے عمران سے سرگوشی میں پوچھا۔

"کیا ہم سچ مچ یہاں سے فرار ہو جائیں گے؟"

اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا گارشا نے کہا۔ "خاموش رہو۔"

ہیلی کاپٹر کی رفتار بہت ہلکی ہو گئی تھی۔ پھر اس نے ایک طرف کو غوطہ لگایا اور دو چٹانوں کے درمیان اتر گیا۔ یہ نوکیلی چٹانیں تھیں جو اندھیری رات میں خاموش کھڑی تھیں۔ گارشا نے عمران اور شیبا سے کہا۔

"یہاں ایک ویران اسٹور ہاؤس ہے۔ تمہیں وہاں اس وقت تک رہنا ہو گا جب تک کہ میں ڈاکٹر سلطانہ کو لے کر یہاں نہیں آ جاتی۔"

عمران نے چونک کر گارشا کی طرف دیکھا۔ "تو کیا ڈاکٹر سلطانہ بھی تمہارے ساتھ ہے؟" گارشا بولی۔

"ہاں وہ بھی ہمارے ساتھ ہے۔ ہم سب اکٹھے اس سیارے سے فرار ہوں گے مگر

ابھی تمہیں چھپ کر رہنا ہوگا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

گارشا تاریک رات کے اندھیرے میں شیبا اور عمران کو ساتھ لیے ایک نوکیلی چٹان کے عقب میں گھوم گئی۔ چٹان کے پیچھے ایک خفیہ راستہ پرانے اسٹور روم کو جاتا تھا۔ جو چٹان کے اندر بنایا گیا تھا۔ ایک چھوٹا سا کمرا تھا جس میں المونیم کے خالی ڈبے اور فولادی دو خالی الماریاں پڑی تھیں۔ گارشا نے کہا۔

"تم دونوں اس وقت تک یہاں رہو گے جب تک میں سلطانہ کو لے کر واپس نہیں آتی۔ ایک بات کا خیال رہے کہ تم دونوں میں سے کوئی بھی یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرے۔"

یہ کہہ کر گارشا چلی گئی۔ وہ اپنے چھوٹے ہیلی کاپٹر میں بیٹھی اور سیدھی سلطانہ کے نیلے مکان کی طرف پرواز کر گئی۔ وہ خوب جانتی تھی کہ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ وہ دو گارڈز کو ہلاک کر چکی تھی۔ صبح ہوتے ہی جب ان کی جگہ نئے گارڈز آئیں گے تو انہیں وہاں پر پہلے گارڈز کی لاشوں کی جھلسی ہوئی راکھ ملے گی۔ پھر شیبا عمران کے فرار کا راز بھی کھل جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی سارے سیارے پر ہنگامی صورتحال پیدا ہو جائے گی۔ اور شیبا، عمران، اور ڈاکٹر سلطانہ کے ساتھ ساتھ گارشا کی تلاش بھی شروع ہو جائے گی۔ اسی لیے اسے تیزی سے کام کرنا تھا۔

ڈاکٹر سلطانہ بھی جاگ رہی تھی۔ اس نے گارشا کا ہیلی کاپٹر اپنے مکان کے آگے اترتے دیکھا تو سمجھ گئی کہ فرار کا لمحہ آگیا ہے۔ گارشا ہیلی کاپٹر سے نکل کر سلطانہ کی طرف بڑھی۔

"سلطانہ جلدی کرو۔ وقت اڑا جا رہا ہے شیبا اور عمران محفوظ مقام پر پہنچا دیئے گئے ہیں۔"

سلطانہ لپک کر ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئی۔ گارشا نے ہیلی کاپٹر کا ابھی انجن بند نہیں کیا تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر کو اٹھایا اور تیزی سے مشرقی چٹانوں کی طرف نکل گئی۔

نیلی چٹانوں والے اسٹور روم سے شیبا اور عمران کو ساتھ لیا اور ان پہاڑیوں کی طرف اڑ گئی جہاں ہنگامی حالات میں کام آنے والا خلائی راکٹ موجود تھا۔

عین اسی وقت ایک ایسی بات ہو گئی جس نے گلر شا کے فرار کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ جس وقت گلر شا ہیلی کاپٹر لیے ہنگامی خلائی راکٹ کی طرف جا رہی تھی اس وقت خلائی کمپلیکس میں چیف سائنس دان اور وزیر اعلیٰ اوتان کو سگنل وصول ہوا کہ کالے جنگلوں کے اوپر ایک ہیلی کاپٹر جاتا دیکھا گیا ہے جس کی اسکینیگ کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اس میں زمینی سیارے کے تین انسان اور اپنے سیارے اوتان کی ایک خلائی عورت سوار ہے۔

چیف طرطوش چھلانگ لگا کر اپنے بڑے کمپیوٹر کی طرف لپکا۔ اس کے کمپیوٹر اور اس میں بیٹھے ہوئے انسانوں کی اسکینگ ایکس رے کی طرح نمودار ہو گئی۔ چیف طرطوش کے لیے ان کی شناخت کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کو پتا چل گیا کہ ہیلی کاپٹر میں خلائی سائنس دان لڑکی گلر شا کے ساتھ شیبا، عمران اور ڈاکٹر سلطانہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ہیلی کاپٹر کا رخ ہنگامی خلائی راکٹ والے زیر زمین خلائی اسٹیشن کی طرف ہے۔ طرطوش فوراً سمجھ گیا کہ گلر شا ان لوگوں کے ساتھ مل گئی ہے اور انھیں سیارہ اوتان سے فرار کروا رہی ہے۔

طرطوش نے فوراً ہنگامی خلائی راکٹ کے سیکورٹی گارڈ کو سگنل دے کر ساری صورت حال بتائی اور حکم دیا۔

"ہیلی کاپٹر میں آنے والوں کو فریز کر دو میں آ رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے سیکورٹی چیف کی آواز آئی۔

"او کے سر!"

گلر شا اس افسوس ناک حقیقت سے بالکل بے خبر تھی کہ ان کا منصوبہ فاش ہو گیا ہے اور آگے ان کو قابو کرنے کے واسطے ایک خطرناک جال بچھا دیا گیا ہے۔ گلر شا نے دور

سے خلائی راکٹ والی پہاڑی کو دیکھا اور بولی۔
تم لوگ اس وقت تک ہیلی کاپٹر میں بیٹھے رہنا جب تک کہ میں واپس نہ آؤں۔"

ہیلی کاپٹر ہنگامی راکٹ اسٹیشن کے گیٹ سے چند قدم دور اتر گیا۔ سیکورٹی گارڈ اسی ہیلی کاپٹر کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ گارشا ہیلی کاپٹر سے نکل کر گیٹ کے پاس آئی۔ سیکورٹی چیف نے پوچھا۔ "گارشا! اتنی رات گئے کس مقصد کے لیے آنا ہوا؟"
اگرچہ رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا مگر سیکورٹی چیف نے ہیلی کاپٹر کے اندر موجود تین انسانوں کے سائے دیکھ لیے تھے۔ گارشا نے اپنا کارڈ دکھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے چیف طرطوش نے چیک اپ کے لیے بھیجا ہے۔ گیٹ کھول دو۔"
گارشا کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ گارڈ روم میں جا کر چیف سیکورٹی آفیسر اور دوسرے گارڈز کو اپنی خلائی گن سے ہلاک کر دے گی اور پھر خلائی راکٹ تک راستہ صاف ہو گا۔ گیٹ پر صرف ایک ہی گارڈ تھا۔ باقی دو گارڈز سیکورٹی روم میں تھے۔ اگر وہ سیکورٹی چیف اور گارڈ کو گیٹ پر ہلاک کرتی ہے تو گارڈ روم سے باقی گارڈ اس پر فائر کر سکتے تھے۔
سیکورٹی چیف تو اپنے بچھائے ہوئے جال کے مطابق کام کر رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا اور گارشا سے کہا۔
"اندر آ جاؤ۔"
سیکورٹی چیف بھی جانتا تھا کہ خلائی لڑکی گارشا کو قابو کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کے پاس خلائی گن ہے۔ کاپٹر میں بیٹھے ہوئے تین زخمی آدمیوں کو تو آسانی سے گرفتار کیا جا سکتا تھا۔ گارشا تیز تیز قدموں سے گارڈ روم کی طرف چلی۔ گارڈ روم میں پورا انتظام پہلے ہی سے کر دیا گیا تھا۔ وہاں ایک بھی گارڈ نہیں تھا۔ جونہی گارشا گارڈ روم میں داخل

ہوئی کمرے کا الیکٹرانک دروازہ تیزی سے بند ہو گیا۔ گار شا چونک کر گھومی مگر وہ پھندے میں پھنس چکی تھی۔ گارڈ روم کی چھت کے ایک سوراخ میں سے سرخ رنگ کی شعاع نکل کر ایک چھپاکے کے ساتھ گار شا پر پڑی اور وہ سنبھلنے سے پہلے بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑی۔ چوکور شیشے میں سے سیکورٹی چیف نے اسے گرتے دیکھا تو اپنے گارڈز کو اشارہ کیا۔ تینوں گارڈز ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑ پڑے۔ ان کے ہاتھوں میں خلائی گنیں تھیں۔

گارڈز نے آتے ہی خلائی گنیں تان لیں اور شیبا، عمران اور ڈاکٹر سلطانہ کو ہیلی کاپٹر سے باہر نکلنے کا حکم دیا۔ وہ لوگ پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ سمجھ گئے کہ ان کا منصوبہ ناکام ہو گیا ہے اور گار شا کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر سے باہر آ گئے۔ ان تینوں کو بھی گارڈ روم میں بند کر دیا گیا۔ وہاں گار شا پہلے سے ہی بے ہوش پڑی تھی۔ عمران نے گار شا کو بے ہوش دیکھا تو بولا۔

"اب کیا ہو گا؟ شاید ہم کبھی یہاں سے نہ نکل سکیں۔"

شیبا وہیں بیٹھ گئی۔ "مجھے پہلے ہی دھڑکا لگا تھا۔ یہاں سے فرار ہونا اتنا آسان کام نہیں ہے جتنا گار شا سمجھ رہی تھی۔" ڈاکٹر سلطانہ نے جھک کر گار شا کے کان کے نیچے ہاتھ رکھا۔ "یہ بے ہوش ہے۔ سوال یہ ہے کہ انھوں نے ہمیں بے ہوش کیوں نہیں کیا؟"

عمران بولا۔ "اس لیے کہ انھیں ہم سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ گار شا خلائی مخلوق ہے۔ وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔"

رات ڈھلنے لگی تھی۔ انھیں باہر ایک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ یہ خلائی ہیلی کاپٹر پروں کے بغیر ایٹمی توانائی سے چلتے تھے اور ان کی بڑی دھیمی آواز آتی تھی۔ اس ہیلی کاپٹر میں چیف طرطوش سوار تھا۔ وہ سیکورٹی چیف کے ساتھ گارڈ روم میں آیا۔ آنکھیں سکیڑ کر سب کو دیکھا۔ پھر سیکورٹی چیف کو اشارہ کیا اور باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد سیکورٹی چیف نے اپنے آدمیوں کو بلا کر بے ہوش گار شا،

سلطانہ، شیبا اور عمران کو خلائی راکٹ اسٹیشن کے ایک تہ خانے میں بند کر دیا۔ دو منٹ بعد سیکورٹی چیف تہ خانے میں آیا۔ اپنی کمر سے خلائی گن نکالی اور اوپر تلے عمران، شیبا اور سلطانہ پر فائر کر دیے۔ خلائی گن سے سفید شعاع نکل کر ان پر گری۔ وہ یہی سمجھے کہ ان کا آخری وقت آگیا ہے مگر یہ سفید شعاع صرف انہیں بے ہوش کرنے کے لیے تھی۔ گلرشا پہلے ہی بے ہوش تھی۔ اب شیبا، عمران اور سلطانہ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ طرطوش نے گریٹ کنگ سے بات کی اور کہا کہ گلرشا، شیبا، عمران اور ڈاکٹر سلطانہ کا منصوبہ ناکام بنا دیا گیا ہے اور وہ ان کے قبضے میں ہیں۔ گریٹ کنگ نے ایک خاص سگنل کا اشارہ دیا۔ طرطوش نے کہا۔

"ایسا ہی ہوگا گریٹ کنگ!"

جب لوتان سیارے پر سورج نکلا تو خلائی راکٹ اسٹیشن سے ایک بند گاڑی باہر آئی۔ اس گاڑی میں گلرشا، شیبا، عمران اور سلطانہ بے ہوش پڑے تھے۔ گاڑی کالے رنگ کی تھی اور راکٹ اسٹیشن سے باہر نکلتے ہی وہ ہوا میں پرواز کر گئی۔ پہاڑیوں کے اوپر ہی اوپر تیزی سے اڑتی ہوئی یہ سیاہ خلائی گاڑی سیاہ جھیل کو پار کرتی ایک پہاڑی کی چوٹی پر اتر گئی۔ اس پہاڑی کی چوٹی سے نیچے پہاڑی کے اندر تک کنوئیں کی طرح کا ایک کشادہ شگاف چلا گیا تھا۔ اس کنوئیں کی دیوار کے ساتھ ایک لفٹ لگی تھی۔ بے ہوش گلرشا، عمران، شیبا اور سلطانہ کو اس لفٹ میں ڈال کر پہاڑی کے کنوئیں میں نیچے لے جایا گیا۔ یہاں پہاڑی کی تہ کے ساتھ ایک سلنڈر نما کیپسول لگا کھڑا تھا۔ چاروں کو اسی کیپسول سلنڈر میں ڈال کر اس کا الیکٹرانک دروازہ ہوا کے دباؤ سے بند کر دیا گیا۔

جب گلرشا، سلطانہ، عمران اور شیبا کو ہوش آیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک سجے سجائے گول کمرے میں پڑے ہیں۔ کمرے میں چمکیلی دھات کی چار کرسیاں اور ایک میز فرش کے ساتھ میخوں سے جکڑ دی گئی تھی۔ کمرے کا دروازہ نہیں تھا۔ صرف ایک کھڑکی تھی جس پر سیاہ موٹا شیشہ اس طرح لگا تھا کہ باہر سے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

دیوار کے ساتھ ساتھ آمنے سامنے چار اسٹریچروں پر سونے کے لیے بستر لگے تھے۔ گارشا کا ماتھا ٹھنکا۔ اسے کچھ شبہ ہوا۔ اس نے اپنے شبہے کو کسی پر ظاہر نہ کیا۔

وہ خلا میں بھٹک گئے

خلائی لڑکی گلارشا اٹھ کر کمرے کی دیوار کو غور سے تکنے لگی۔

سلطانہ، عمران اور شیبا سخت مایوسی کے عالم میں اسٹریچروں پر بیٹھے تھے۔ سلطانہ نے گلارشا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"گلارشا! ہمیں کسی زیر زمین تہ خانے میں بند کر دیا گیا ہے۔ کیوں کہ باہر سے کوئی آواز نہیں آتی۔"

شیبا نے ٹھنڈا سانس بھرا اور بولی۔

"اللہ جانے کس نے طرطوش کو خبر کر دی کہ ہم فرار ہو رہے ہیں۔"

عمران نے کہا، "شاید ہمارے ہیلی کاپٹر کو کمپیوٹر راڈار پر دیکھ لیا گیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم اس وقت لونان سیارے سے نکل کر اپنی زمین .... خوبصورت زمین کی طرف پرواز کر رہے ہوتے۔"

اس وقت خلائی لڑکی گلارشا دیوار کے ساتھ کان لگائے باہر کی آواز سننے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے کسی خطرے کی بُو سونگھ لی ہے۔

سلطانہ نے پوچھا۔

"کیا بات ہے گلارشا! تم کیا سننے کی کوشش کر رہی ہو؟"

گلر شا نے کوئی جواب نہ دیا اور گول کمرے کی اس کھڑکی کے پاس آ گئی جس پر نیلے رنگ کا موٹا شیشہ چڑھا ہوا تھا اور جس میں سے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ گلر شا جھک کر دیوار میں کسی خفیہ بٹن کو تلاش کرنے لگی۔ آخر اسے ایک بٹن نظر آ گیا۔ وہ بٹن کو انگلی سے دباتے دباتے رک گئی۔

"کیا بات ہے گلر شا بہن!" عمران نے پوچھا۔

گلر شا نے پلٹ کر شیبا، سلطانہ اور عمران کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ اب عمران، شیبا اور سلطانہ بھی فکر مند ہو گئے۔ وہ اسٹریچروں پر سے اٹھ کر گلر شا کے قریب آ گئے اور جھک کر دیوار میں اندر کی جانب دھنسے چھوٹے سے نیلے بٹن کو تکنے لگے۔ گلر شا بولی۔

"ہمارے ساتھ ایک انتہائی بھیانک واقعہ ہو گیا ہے۔"

شیبا، عمران اور سلطانہ کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ گلر شا نے ایک گہرا سانس کھینچا اور کہا۔

"وہ اس سے زیادہ خوفناک انتقام ہم سے نہیں لے سکتے تھے۔"

"آخر ہوا کیا ہے گلر شا! کچھ تو بولو۔" سلطانہ نے بے تابی سے پوچھا۔ گلر شا نے نیلے بٹن کو آہستہ سے دباتے ہوئے کہا۔

"جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں تھوڑی دیر بعد تم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔"

نیلے بٹن کے دبانے سے دیوار میں ایک پلیٹ پیچھے ہٹ گئی۔ وہاں ایک چھوٹا سا سوئچ بورڈ تھا جس میں دو بٹن لگے تھے۔ ایک بٹن کا رنگ سبز اور دوسرے کا سرخ تھا۔ گلر شا نے سبز بٹن کو دبا دیا۔ اسی کے ساتھ ہی کھڑکی پر نیلے رنگ کا موٹا شیشہ چڑھا تھا وہ آہستہ آہستہ اوپر کھسکنے لگا۔ اس کے پیچھے لگا ہوا دوسرا موٹا شیشہ ظاہر ہو گیا۔ یہ سفید رنگ کا تھا۔ اس شیشے کے پیچھے عمران، شیبا اور سلطانہ نے جو منظر دیکھا اس سے ان کے رونگٹے

کھڑے ہو گئے۔ چہروں کا رنگ زرد پڑ گیا۔ ہونٹ ایک دم خشک ہو گئے۔
شیشے کے پیچھے، کھڑکی کے باہر تاریک سیاہ خلا تھا جہاں انگاروں کی طرح دہکتے ہوئے سیارے آہستہ آہستہ گردش کرتے اور خلا کی وسعتوں میں تیرتے نظر آرہے تھے۔
گار شانے کہا۔
"ہمیں اس سلنڈر نما کمرے میں بند کر کے خلا کی نامعلوم وسعتوں میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہمیں بے ہوشی کی حالت میں ریڈ ٹاور پہاڑی کے کنوئیں اس موت کے سلنڈر میں بند کیا گیا۔ پھر ایک زبردست راکٹ کی مدد سے سلنڈر کو اوتان سیارے کی فضا سے نکال کر خلا میں پھینک دیا گیا۔ راکٹ الگ ہو گیا اور اب ہم اس وقت تک اس موت کے سلنڈر میں بند خلا میں گردش کرتے رہیں گے جب تک کہ یہ کائنات موجود ہے۔ جب ہماری خوراک کی گولیاں ختم ہو جائیں گی تو ہم بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اسی خلائی کمرے میں دم توڑ دیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھوک پیاس کی وجہ سے ہم پر درندگی طاری ہو جائے اور ہم ایک دوسرے کا گوشت کھا جائیں۔ خون پی جائیں اور ہم میں سے صرف ایک زندہ بچے پھر وہ بھی مر جائے۔"
یہ سنتا تھا کہ شیبا، سلطانہ اور عمران کے رنگ اڑ گئے۔ وہ کھڑکی کے شیشے کے ساتھ لگے باہر خلا میں پھٹی پھٹی نظروں سے تک رہے تھے۔ انگاروں کی طرح دہکتے ستارے اور سیارے ان سے قریب بھی تھے اور اربوں میل دور بھی تھے۔ کچھ آہستہ آہستہ حرکت کرتے نظر آرہے تھے۔ اور کچھ بالکل ساکت تھے۔ ان کی حرکت اسی لیے محسوس نہیں ہو رہی تھی کہ ان کا فاصلہ اربوں نوری سال کا تھا۔ خلائی پتھر کا ایک بڑا ٹکڑا تیزی سے موت کے سلنڈر کے اوپر سے ہو کر نکل گیا۔ شیبا، سلطانہ اور عمران جلدی سے نیچے بیٹھ گئے۔ سلطانہ نے سہمی آواز میں کہا۔
"ہماری کسی سیارے سے ٹکر بھی ہو سکتی ہے۔"
گار شا بولی! ہماری ٹکر کیا ہوگی۔ اگر ہم کسی سیارے کے حلقہ کشش کی زد میں آ گئے

تو وہ ہمیں اتنی تیزی سے اپنی طرف کھینچے گا کہ ہمارا یہ سلنڈر نما کمرا فضا میں ہی جل کر راکھ ہو جائے گا۔"

شیبا پر موت کا خوف چھا گیا تھا۔ عمران نے ابھی تک حوصلہ نہیں ہارا تھا۔ اسے اپنے اللہ پر اب بھی پورا بھروسہ تھا کہ وہ ساری کائنات کا مالک ہے۔ وہ اگر چاہے تو انہیں ایک پل میں اس بھیانک مصیبت سے نکال سکتا ہے۔ مگر اس کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی مصیبت میں اپنے ہوش گم نہ ہونے دے اور اللہ پر اپنا ایمان قائم رکھے اور بہتری کے لیے غور و فکر کرتا رہے۔ اس نے گارشا سے کہا۔

گارشا! جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس سلنڈر کمرے میں اتنا دباؤ رکھا گیا ہے جو ہمارے جسموں کو ثابت و سالم رکھنے کے لیے کافی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس دباؤ میں کمی واقع ہو جائے؟ کیوں کہ اگر سلنڈر کا دباؤ کم ہو گیا تو ہمارے جسم پھٹنا شروع ہو جائیں گے۔"

سلطانہ نے جلدی سے کہا۔

"دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کشش ثقل نہیں ہے تو ہم فرش پر کھڑے کیوں ہیں؟ ہمیں تو بے وزنی کی حالت میں سلنڈر میں تیرتے پھرنا چاہیے تھا۔"

گارشا اسٹریچر پر بیٹھ گئی۔ پھر کہنے لگی۔

"آپ ایک بات بھول گئے ہیں کہ یہ خلائی سلنڈر آپ کے زمینی سائنس دانوں نے نہیں بنایا بلکہ ہمارے خلائی سیارے اوتان کے سائنس دانوں نے بنایا ہے جو آپ کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ اس سلنڈر میں ہوا کے دباؤ کے ساتھ ساتھ فرش میں ایک خاص قسم کا مادہ لگا کر اس میں پوری کشش ثقل پیدا کر دی گئی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک خاص وقت گزرنے پر ہوا کا دباؤ اور کشش ثقل آہستہ آہستہ کم ہونی شروع ہو جائے گی۔ یہ عرصہ ایک ماہ کا بھی ہو سکتا ہے اور ایک سال کا بھی۔ اس کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ ہم خلا کے جس حصے سے گزر رہے ہیں وہاں کون کون سی الٹرا

وائیلٹ شعاعیں گردش کر رہی ہیں۔" شیبا، عمران اور سلطانہ چپ رہے۔ گلر شا بولی۔

"میں نے کھڑکی کے باہر خلا کو دیکھ کر جو اندازہ لگایا ہے اس حساب سے ہم ابھی تک خلا کے کسی خطرناک علاقے میں داخل نہیں ہوئے۔ لیکن ایسی حالت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ خلا بے رحم ہے۔ اگر ہم کسی بلیک ہول نامی سیارے کی زد میں آ گئے تو اس سیارے میں اتنی کشش ہوتی ہے کہ وہ ایک کروڑ نوری سال کے فاصلے سے بھی ہمیں اپنی طرف کھینچ لے گا اور اس کے تاریک سوراخ میں داخل ہوتے ہی ہمارے پرخچے اڑ جائیں گے۔"

عمران نے کہا۔ گلر شا! میرا ایمان ہے کہ اللہ کی طاقت ان تمام سیاروں اور ستاروں کی طاقت سے کہیں زیادہ ہے۔ اللہ ہی کے حکم سے یہ سب سیارے ستارے گردش کر رہے ہیں اور اسی کے حکم سے انہیں اتنی طاقت ملی ہے۔ اگر اللہ چاہے تو ہمیں یہ آفت سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔"

گلر شا مسکرائی اور بولی۔

"ہم خلائی مخلوق ہیں۔ ہمارے سیارے پر کبھی کسی نے اللہ کا نام نہیں سنا۔"

عمران نے کہا۔ "گلر شا! تم اللہ کا نام سنو چاہے نہ سنو۔ اس سے اللہ کے وجود کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ ساری کائنات اسی نے بنائی ہے۔ اور اسی کے حکم سے چل رہی ہے۔"

سلطانہ کہنے لگی۔

"سب سے زیادہ خطرہ کسی ستارے سے ٹکرا جانے کا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے اس خلائی سلنڈر کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے سکیں۔ اور اسے اپنی مرضی سے خلا میں چلائیں؟ تم خلائی سائنس میں ہم سے بہت آگے ہو گلر شا! تمہیں ضرور کوئی راستہ نکالنا چاہیے۔"

گارشا پہلے ہی جیسے کسی گہری سوچ میں تھی۔ اندر کی کھڑکی کے پاس گئی۔ سفید موٹے شیشے کی دیوار میں سے باہر خلا میں ایک نظر ڈالی اور پلٹ کر کہنے لگی۔

"میں کسی ایسے خلائی جہاز کو کیسے چلا سکتی ہوں جس میں کوئی مشین ہی نہ ہو؟"

شیبا نے آزردہ دلی سے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی موت کی طرف جا رہے ہیں۔ کوئی بھی سیارہ ہمیں اپنی طرف کھینچ کر ہمارے ٹکڑے اڑا سکتا ہے۔"

اچانک خلائی لڑکی گارشا کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی مانند کوند گیا۔ وہ کرسی سے اٹھ کر شیشے والی کھڑکی کے پاس آئی۔ جھک کر اس چھوٹے چوکور سوراخ کو دیکھا جس میں سرخ اور سبز بٹن لگے تھے۔ اس نے سوراخ کے نیچے والی المونیم کی پلیٹ کو باہر کھینچ لیا۔ اس کے پیچھے ایک چھوٹا سا ہینڈل لگا تھا۔ شیبا، عمران اور سلطانہ بھی اس کے پاس آ گئے۔ عمران نے پوچھا۔

"ہینڈل کس لیے لگایا گیا ہے؟"

گارشا ہینڈل پر انگلی پھیرتے ہوئے بولی۔

"یہ ہینڈل اسی چھوٹی مشین کو کنٹرول کرتا ہے جو ہمارے سلنڈر کی فضا کو ایئر کنڈیشنڈ کر رہی ہے۔ اور اس میں مائع گیس کی بجائے ہم لوگ ایٹمی توانائی کا شدید پریشر استعمال کرتے ہیں۔ اسی پریشر کو ہم راکٹ کے ایندھن کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ اس طرح سے ہم اپنے سلنڈر کا رخ کسی سیارے کی طرف موڑ بھی سکتے ہیں اور اگر کوئی سیارہ معمولی کشش سے ہمیں اپنی طرف کھینچے تو اس کی طرف سلنڈر کو جھکنے سے روک بھی سکتے ہیں۔"

شیبا نے فوراً کہا۔

"پلیز گارشا! اس پریشر کی مدد سے سلنڈر کنٹرول کرو اور کسی سیارے پر اترنے کی کوشش کرو۔"

گلرشا کہنے لگی۔ "لیکن ایک خطرہ بھی ہے۔ خطرہ یہ کہ پریشر کم ہونے سے سلنڈر میں آکسیجن کم ہونے لگے گی اور ہم گری اور سانس رکنے سے مر سکتے ہیں۔"

سلطانہ نے کہا۔ "میرا خیال ہے ہم اس ہینڈل کو اس وقت استعمال کریں گے جب کوئی ایسا سیارہ ہمارے قریب ہوگا جس پر زندگی کے آثار ہوں یا کم از کم جو آگ کا شعلہ نہ ہو۔"

گلرشا نے کہا۔ "ہمیں ایسا ہی کرنا ہوگا۔ اس طرح سے ہم کم سے کم وقت میں پریشر کی کم سے کم توانائی استعمال کر کے کسی سیارے پر اترنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔"

عمران بولا۔ "کھڑکی میں سے دیکھو کیا کوئی ایسا سیارہ ہمارے قریب ہے؟ تم تو ان سیاروں کو خوب جانتی ہوگی؟"

گلرشا کھڑکی میں شیشے کے پاس کھڑی ہوگئی۔ وہ باہر خلا میں دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی۔

"ابھی تک کوئی بھی سیارہ ہمارے قریب نہیں ہے۔ یہ سب بڑے سیاروں کے ٹکڑے ہیں جو آگ کے گولے ہیں۔ ہمیں ان سے بچنا ہے۔"

وقت کا انھیں کوئی احساس نہیں تھا۔ وہاں نہ دن تھا نہ رات تھی۔ دن رات تو ہمارے ہاں ہوتے ہیں۔ جہاں سورج غروب ہوتا ہے تو رات ہو جاتی ہے۔ سورج نکلتا ہے تو دن چڑھ آتا ہے۔ مگر خلا میں تو ہر ستارہ اپنی جگہ پر سورج تھا۔ کوئی بجھ کر ٹھنڈا ہو چکا اور کوئی زبردست آگ میں جلتا ہوا۔ جب کسی کو نیند آتی وہ سو جاتا۔ جب آنکھ کھلتی جاگ اٹھتا۔ گولیاں کھانے سے وہ بھوک پیاس سے بچے ہوئے تھے۔ اس طرح نہ جانے کتنے دن گزر گئے۔ ان کا سلنڈر نما کمرا خلا میں تیرتا چلا جا رہا تھا۔ ابھی تک وہ کسی سیارے کی کشش کی زد میں نہیں آیا تھا۔

پھر ایسا ہوا کہ عمران، شیبا اور سلطانہ اپنے اپنے اسٹریچر پر سو رہے تھے۔ صرف گلرشا

جاگ رہی تھی اور کھڑکی کے پاس نیچے بیٹھی ساکٹ کے پریشر ہینڈل کو باہر نکال کر اس کے تاروں کا جائزہ لے رہی تھی کہ اچانک سلنڈر کو زبردست جھٹکا لگا اور باہر سے گونج کی تیز آواز اندر آنے لگی۔ جھٹکے کی شدت سے شیبا، عمران اور سلطانہ اپنے اپنے اسٹریچروں پر سے نیچے گر پڑے۔ گلرشا نے کرسی کو پکڑ لیا۔ سلطانہ نے خوف بھری آواز میں پوچھا۔

"یہ کیا ہوا۔ ؟"

شیبا نے گھبرا کر کہا۔

"ہم کسی سیارے سے ٹکرا گئے ہیں۔ "

گلرشا کھڑکی میں سے باہر خلا میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہمیں ایک سیارہ اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ یہ گڑگڑاہٹ اور جھٹکے کی آواز اسی سیارے کی فضا میں داخل ہونے کی تھی۔

سب کھڑکی میں آگئے۔ ان کا سلنڈر انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ فضا میں ایک بہت بڑے سیارے کی طرف گرتا چلا جا رہا تھا۔ گلرشا نے پوری طاقت سے ہینڈل کو ایک طرف موڑ دیا۔ سلنڈر کو ایک بار پھر جھٹکا لگا۔ سلنڈر کی چھت میں سے ایسے شور کی آواز نکلی جیسے کہیں کوئی آبشار گرنے لگا ہو۔ گلرشا نے چیخ کر کہا۔

"فرش پر سیدھے لیٹ جاؤ۔ آکسیجن اور ہوا کا دباؤ کم ہونے لگا ہے۔ سانس آہستہ لینا۔ "

شیبا، سلطانہ اور عمران فرش پر بالکل سیدھے لیٹ گئے اور لمبے لمبے سانس لینے لگے۔ گلرشا نے ہینڈل کو پوری طاقت سے اپنی طرف کھینچ رکھا تھا۔ پھر اس نے دوسرے ہاتھ سے سیاہ رنگ کے ایک فولادی پائپ کو کھینچ کر اپنے ساکٹ سے الگ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک ہلکے سے جھٹکے سے سلنڈر کی رفتار میں فرق پڑ گیا۔ گلرشا نے چلا کر کہا۔

"عمران اس ہینڈل کو اپنی طرف کھینچے رکھو"
عمران نے ہینڈل کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ ہینڈل اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا مگر عمران ایک طاقتور نوجوان تھا۔ اس نے ہینڈل کو نہ چھوڑا۔ گلرشا نے کھڑکی میں سے باہر دیکھا۔ سلنڈر کی رفتار دھیمی ہو گئی تھی۔ اور انجان گمنام سیارہ آہستہ آہستہ قریب آ رہا تھا۔ سلنڈر اس گمنام سیارے کی فضا میں داخل ہو چکا تھا اور سیارے کی بھوری زمین اور بھوری ابھری ہوئی پہاڑی چٹانوں کا سلسلہ سلنڈر کے نیچے آ گیا تھا جن پر سلنڈر آہستہ آہستہ اتر رہا تھا۔ گلرشا نے اپنے جسم میں شدید گرمی اور دباؤ محسوس کیا۔ وہ جلدی سے لیٹ گئی۔ سلنڈر کی فضا گرم ہونے لگی تھی۔ آکسیجن کم ہو رہی تھی۔ ان سب کے سانس دھونکنی کی مانند چلنے لگے تھے۔ سانس لینے میں سب کو شدید دقت محسوس ہو رہی تھی۔ سلطانہ نے کچھ کہنا چاہا مگر تیز سانس کی وجہ سے سمجھ میں نہیں آ سکا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ گلرشا جلدی سے اٹھی۔ اب اسے خطرہ مول لینا ہی پڑ گیا تھا۔ کیونکہ جس رفتار سے سلنڈر نئے سیارے پر اتر رہا تھا اسے ایک گھنٹہ مزید لگ جاتا اور اتنی دیر میں سلنڈر میں وہ سب آکسیجن کے بغیر مر جاتے۔ گلرشا کو ابھی تک یہ علم نہیں تھا کہ اس نئے سیارے کی فضا میں آکسیجن ہے بھی کہ نہیں۔ اگر سیارے کی فضا میں آکسیجن نہیں ہے تو بھی ان کی موت یقینی تھی۔ اسی لیے وہ کھڑکی کا دوسرا شیشہ کھولتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ سلنڈر میں اب زندہ رہنا تقریباً ناممکن ہے اور ویسے بھی ان سب کی موت واقع ہو جائے گی تو اس نے سوکٹ کا سرخ بٹن دبا دیا۔ اس وقت عمران کا یہ حال تھا کہ اس کا جسم پسینے میں تربتر تھا۔ سانس تیز چل رہی تھی اور جسم کی جیسے جان نکلی جا رہی تھی۔ پھر بھی اس نے پریشر ہینڈل کو نہیں چھوڑا تھا جس کی وجہ سے سلنڈر کے اوپر سے ایندھن بڑی تیزی سے خارج ہو رہا تھا اور یوں سلنڈر کی رفتار دھیمی ہو گئی تھی۔ گلرشا کے سرخ بٹن دباتے ہی سلنڈر کی کھڑکی کا دوسرا سفید شیشہ بھی اوپر اٹھ گیا۔ گلرشا نے چیخ کر کہا۔

"آنکھیں بند کر لو"

شیبا کا برا حال تھا۔ وہ تو بے ہوش ہو رہی تھی۔ ان سب نے گلرشا کی آواز سنتے ہیں آنکھیں بند کر لیں۔ یہ ہدایت گلرشا نے اس لیے دی تھی کہ اگر سیارے کی فضا میں کوئی زہریلی گیس ہوتی تو اس کا سب سے پہلا اثر آنکھوں پر ہوتا۔ کھڑکی پر سے موٹے شیشے کے ہٹتے ہی سلنڈر تھرتھرایا۔ کیونکہ اس کے اندر ہوا داخل ہو گئی تھی۔

سب سے پہلے گلرشا نے محسوس کیا کہ سیارے کی فضا میں زہریلی گیس نہیں ہے۔ یہ صرف خلائی لڑکی کا جسم ہی محسوس کر سکتا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ دوسری طرف شیبا عمران اور سلطان نے بھی محسوس کیا کہ انہیں سانس لینے میں کچھ سہولت محسوس ہونے لگی ہے۔ دراصل اس سیارے میں اوکسیجن کی بھاری مقدار موجود تھی جو ہوا کے ساتھ سلنڈر میں آگئی تھی۔ سیارے کی کشش بھی نارمل اور موزوں تھی۔ گلرشا نے عمران کے ہاتھ سے ہینڈل خود تھام لیا۔ عمران فرش پر دونوں ہتھیلیاں ٹکا کر بیٹھ گیا اور زور زور سے سانس لینے لگا۔ اسے ہر سانس پر تسکین محسوس ہو رہی تھی۔ گلرشا نے خوشی سے چلا کر کہا۔

"سیارے پر اوکسیجن موجود ہے۔"

عمران، شیبا اور سلطانہ کے زرد چہروں پر زندگی کی رونق ایک بار پھر واپس آگئی مگر وہ فرش پر ہی پڑے رہے۔ گلرشا نے عمران ۔ ۔ کہا۔

"عمران کھڑکی سے باہر دیکھو سیارے کی زمین اور سلنڈر میں کتنا فاصلہ رہ گیا ہے"

ابھی یہ بات گلرشا کے منہ میں ہی تھی کہ سلنڈر کسی چیز سے ٹکرا کر الٹ گیا۔ وہ سب اوپر تلے ہو گئے۔ پھر کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کو سنبھالتے سلنڈر کی کھڑکی میں سے باہر نکل آئے۔ ان کا سلنڈر ایک بہت بڑے اور گھنے درخت کی شاخوں میں گر کر وہیں پھنس گیا تھا۔ وہ درخت کی شاخوں کو پکڑ پکڑ کر نیچے زمین پر اتر آئے۔ گلرشا نے

زمین پر سے خشک مٹی اٹھا کر دیکھی اور بولی۔
"اس میں وہ تمام معدنیات موجود ہیں جو ہمارے سیارے پر تھے۔ ہم یہاں زندہ رہ سکیں گے۔"
سلطانہ نے درخت کی طرف نگاہیں اٹھا کر کہا۔
"ہمیں سلنڈر کو نیچے اتار لینا چاہیے"
شیبا نے کہا۔ "اسے درخت میں ہی لٹکا رہنے دو۔ یہ ہمارے لیے ایک محفوظ گھر کا کام دے گا۔ ہم رات کو اس کے اندر سو سکیں گے۔"
رات کے لفظ پر انھوں نے فضا میں نگاہیں دوڑائیں۔ انھیں محسوس ہوا کہ وہاں سورج غروب ہو رہا تھا۔ اس سیارے کی زمین کا بھی ایک سورج تھا جو بھوری پہاڑیوں کے پیچھے چلا گیا تھا اور درختوں اور بھوری بھوری جھاڑیوں کے سائے لمبے ہو رہے تھے۔
گارشا سے سلطانہ نے کہا۔
"ہمیں رات ہونے سے پہلے پہلے اس سیارے پر چل پھر کر اس کا جائزہ لینا چاہیے کہ یہاں کوئی رہتا ہے کہ نہیں۔"
عمران نے کہا۔
"اگر یہاں آکسیجن اور درخت ہیں تو پانی بھی ہوگا اور یہ سب کچھ ہے تو انسانی آبادی بھی ہوگی۔"
گارشا کہنے لگی۔
"یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے یہ سیارہ ابھی اپنے شروع کے زمانے میں ہو اور ابھی یہاں صرف نباتات ہی ہو انسانی زندگی کا کہیں وجود نہ ہو۔"
شیبا کہنے لگی۔
"یہاں کی فضا میں خوشگوار خنکی ہے۔ ہمیں کچھ دور تک سیر کرنی چاہیے تاکہ معلوم ہو سکے کہ آس پاس کوئی بستی ہے کہ نہیں۔"

اور وہ چاروں طرف بھوری جھاڑیوں میں پہاڑیوں کے درمیان چلنے لگے۔ خلائی لڑکی گلارشا آگے آگے تھی۔ پہاڑیاں چھوٹی چھوٹی تھیں اور ان پر بھورے رنگ کی خشک جھاڑیاں دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سیارے کی زمین بھوری اور خشک تھی۔ پہاڑیاں ختم ہو گئیں۔ سامنے ایک چھوٹا سا میدان تھا جس میں ایک جگہ سے آگ کے چھوٹے چھوٹے شعلے نکل رہے تھے۔ وہ اس کی طرف بڑھے۔
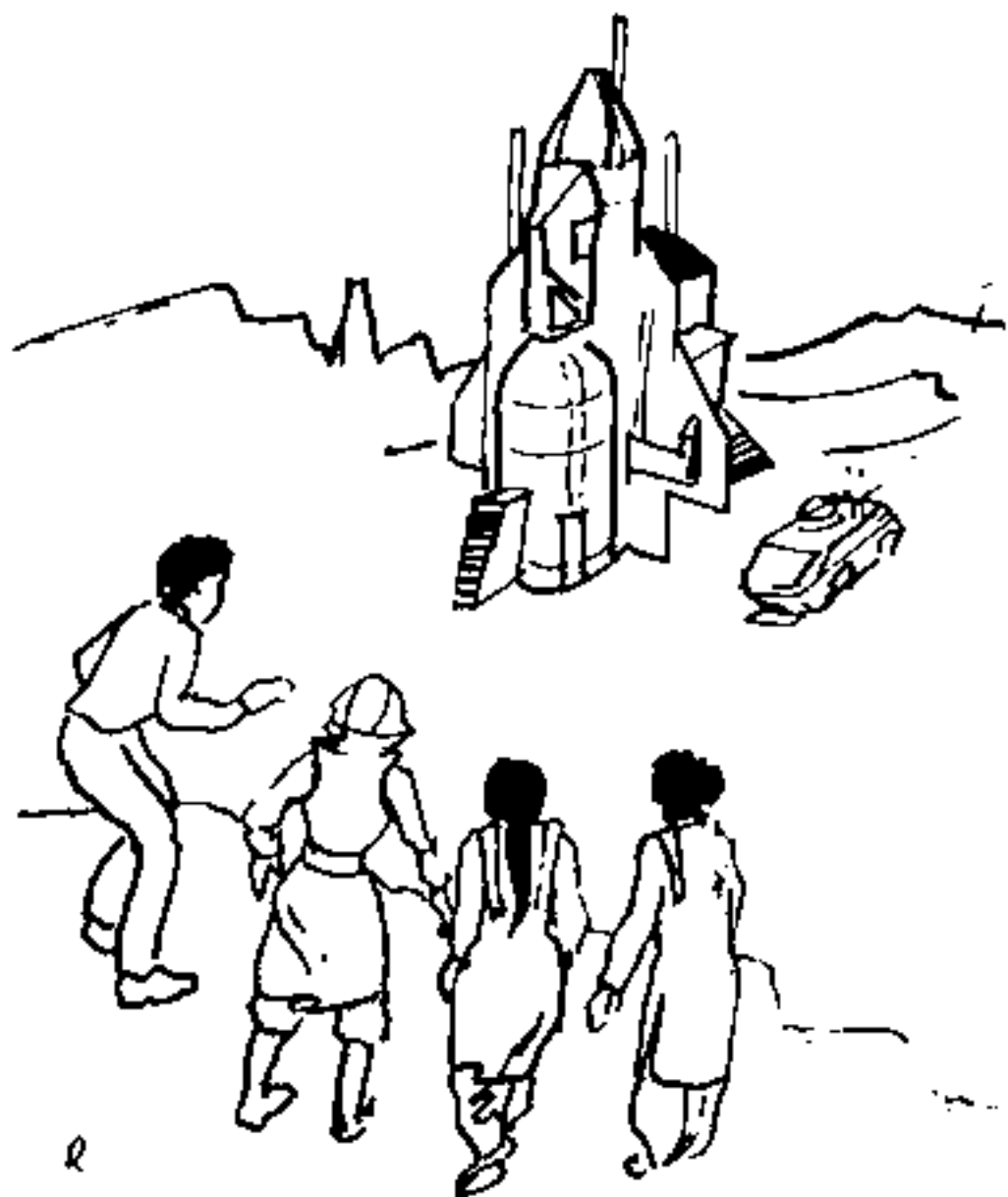
پراسرار آواز

وہ آگ کے قریب آئے۔

آگ کے یہ شعلے پتھروں کے درمیان بنے ہوئے ایک قدرتی گڑھے میں سے نکل رہے تھے۔ گارشا نے کہا۔

"یہ پہاڑی آتش فشاں ہے۔ ہمیں یہاں سے چلے جانا چاہیے۔"

وہ تیز تیز قدم اٹھاتے پہاڑی کی ڈھلان اتر کر دوسری طرف چلے گئے۔ آگے اونچی نیچی پتھریلی زمین دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ گزرتے گئے پھر انہیں درختوں کا ایک جھنڈ نظر آیا جس کے درمیان ایک چھوٹی سی جھیل تھی۔ جھیل کے پانی کا رنگ نیلا تھا۔ گارشا نے پانی کو دیکھا اور بولی۔

"پانی ٹھیک ہے۔ تم لوگ اسے پی سکتے ہو۔"

عمران، شیبا اور سلطانہ نے جی بھر کر پانی پیا۔ پانی انہیں اپنی زمین کے پانی سے مختلف محسوس نہ ہوا۔ سلطانہ بولی۔

"یہاں درخت بھی ہیں پانی بھی ہے مگر آبادی کہیں دکھائی نہیں دیتی"۔ شیبا کہنے لگی۔ "شاید یہ سیارہ ابھی انسانی قدموں سے نا آشنا ہے۔ ابھی یہاں انسان نے جنم نہیں لیا۔" اس پر عمران نے درختوں کے پیچھے نظر آنے والے ایک ستون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"شاید وہاں ہمیں انسانی زندگی کا سراغ مل جائے۔" سب کی نظریں ستون کی طرف اٹھ گئیں۔ ستون درختوں کی وجہ سے پورا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سلطانہ بولی۔

"وہاں چل کر پتا کرنا چاہیے کہ یہ کسی کا مکان تو نہیں ہے۔"

یہ ستون مخروطی یعنی کونا تھا۔ اس کے پیچھے ایک شکستہ سا گنبد تھا جس پر جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں تنگ سا راستہ بھوری جھاڑیوں میں سے گزر کر گنبد کے اندر جاتا تھا۔ گنبد چاروں طرف سے بند تھا۔ عمران، شیبا، سلطانہ اور گار شا وہیں رک گئے۔ عمران کا خیال تھا کہ انھیں اندر جا کر دیکھنا چاہیے کہ کوئی آدمی تو وہاں نہیں رہتا۔ گار شا نے جھک کر تنگ راستے میں اندر کی جانب دیکھا۔ گنبد کے اندر اندھیرا تھا۔ اسے کچھ نظر نہ آیا۔ وہ کہنے لگی، "لگتا ہے اندر کوئی نہیں ہے۔"

وہ ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے کالی گھٹا اٹھی اور دیکھتے دیکھتے سارے آسمان پر چھا گئی۔ اندھیرا ہو گیا۔ بجلی چمکی، بادل زور سے گرجا اور ایک دم سے موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ سلطانہ نے کہا، "بارش میں بھیگنے کی بجائے ہمیں اس گنبد کے اندر پناہ لینی چاہیے۔" بن پر بارش پڑ رہی تھی۔ وہ گنبد کے تنگ راستے میں سے گزر کر گنبد کے اندر آ گئے۔ یہاں پہلے تو انھیں اندھیرے میں کچھ دکھائی نہ دیا پھر سُرمئی اندھیرے میں انھیں فرش پر درختوں کی شاخیں پتے اور گھاس کا بستر سا نظر آیا۔ وہ جھک کر غور سے دیکھنے لگے۔ گار شا نے کہا۔

"یہ بستر کسی انسان نے یہاں لگایا ہے۔"

عمران کہنے لگا۔ "مگر یہ کسی درندے کے بیٹھنے کی جگہ بھی ہو سکتی ہے۔"

شیبا بولی، "ہمیں یہاں نہیں ٹھیرنا چاہیے۔"

بستر پر سرہانے کی جانب گھاس کا تکیہ سا بنا تھا۔ سلطانہ نے کہا، "کوئی درندہ اس طرح بستر پر تکیہ نہیں بناتا۔ مجھے تو لگتا ہے کہ یہاں کوئی انسان نما مخلوق رہتی ہے۔"

باہر بارش کی آواز رک گئی تھی۔ گار شا نے مشورہ دیا کہ انھیں وہاں سے نکل کر کسی

دوسری جگہ رات بسر کرنے کا ٹھکانہ بنانا چاہیے۔ عمران، شیبا اور سلطانہ نے اس تجویز کو پسند کیا اور وہ گنبد سے باہر آ گئے۔ بارش جس طرح ایک دم شروع ہوئی تھی اسی طرح ایک دم سے رک گئی تھی۔ بادل بھی چھٹ گئے تھے اور شام کی سنہری روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ وہ کسی نئے ٹھکانے کی تلاش میں چل پڑے۔ آگے ایک ٹیلے کی چڑھائی تھی۔ چڑھائی چڑھنے کے بعد وہ ٹیلے کی دوسری طرف اترے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک کھلی جگہ پر دو جھونپڑیاں ہیں اور ایک جھونپڑی کے باہر ایک آدمی کھڑا ہے۔ گلرشا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور وہیں رک گئی۔ وہ سب غروب ہوتے سورج کی روشنی میں اس آدمی کو تکنے لگے جو ان سے کچھ فاصلے پر زمین پر ذرا سا جھک کر کھڑا تھا جیسے زمین پر سے کوئی شے اٹھانے والا ہو۔ سلطانہ نے خوف بھری سرگوشی میں کہا۔

"یہ آدمی اپنی جگہ سے حرکت کیوں نہیں کر رہا؟"

یہ سوال گلرشا، عمران اور شیبا کے دماغ میں بھی پیدا ہوا تھا۔ جھونپڑی کے باہر جو آدمی جھکا ہوا کھڑا تھا اس نے زرد رنگ کا خلائی سوٹ پہن رکھا تھا اور وہ اپنی جگہ بالکل ساکت تھا۔ گلرشا بڑے غور سے اس پراسرار خلائی شخص کو تک رہی تھی۔ وہ آہستہ سے کہنے لگی۔

"تم لوگ اسی جگہ ٹھہرو۔"

اور اس کے ساتھ ہی خلائی لڑکی گلرشا تھوڑا سا جھک کر اپنی جگہ ساکت کھڑے خلائی آدمی کی طرف بڑھنے لگی۔ قریب پہنچ کر اس نے دیکھا کہ زرد خلائی سوٹ میں ایک ایسا خلائی آدمی تھا جو پتھر کا بت بن چکا تھا جس کے ماتھے پر صرف ایک آنکھ تھی اور ناک کی جگہ صرف ایک سوراخ بنا ہوا تھا۔ وہ جھک کر اپنی خلائی پستول اٹھانے کی کوشش میں تھا جو اس کے قدموں کے پاس ہی زمین پر پڑی تھی۔ گلرشا نے جھونپڑی کی طرف نگاہ ڈالی۔ پھر ساکت خلائی مخلوق کو اسی جگہ چھوڑ کر گلرشا جھونپڑی کی طرف آ گئی۔ جھونپڑی درختوں

کو کاٹ کر بنائی گئی تھی۔ اس کا دروازہ آدھا کھلا تھا۔

گلر شانے خلائی مخلوق کا خلائی پستول زمین پر سے اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ گار شانے خلائی پستول تان رکھا تھا۔ اس نے جھونپڑی کے ادھ کھلے دروازے کو پاؤں کی ٹھوکر سے کھول دیا اور چھلانگ لگا کر جھونپڑی کے اندر آ گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ جھونپڑی کے اندر ایک چھوٹی سی میز پر ایک چھوٹا سا وائرلیس سیٹ رکھا ہے اور اس کے قریب ہی کرسی پر دوسرا خلائی آدمی زرد سوٹ میں ملبوس ریسیور ہاتھ میں لیے وائرلیس پر کسی سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ گلر شانے اندر آتے ہی اسے اپنی زبان میں للکارا۔

"خبردار اپنی جگہ سے ہلے تو شوٹ کر دوں گی۔"

مگر وہ خلائی آدمی اپنی جگہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ اس نے گلر شا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ گلر شا دبے دبے قدم چلتی اس کے قریب آئی۔ اسے پیچھے سے ذرا سا ٹھوکا دیا تو وہ بے جان لاش کی طرح لڑھک کر زمین پر گر پڑا اور وہیں پڑا رہا۔ گلر شانے دیکھا کہ وہ بھی پتھر بن چکا تھا۔ اس کے ماتھے پر بھی ایک آنکھ تھی اور ناک کی جگہ ہونٹوں کے اوپر صرف ایک سوراخ تھا۔ گار شا دوسری جھونپڑی میں گئی۔ اس جھونپڑی میں کوئی خلائی مخلوق نہیں تھی صرف لکڑی کی چھوٹی سی گول میز پر کسی چمکیلی دھات کی بنی ہوئی ڈبی پڑی تھی۔ گلر شانے ڈبی کو ہاتھ میں لے کر کھولا۔ اس کے اندر چاندی کی چھوٹی چوکور پلیٹ تھی جس پر خلائی راستوں کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ گلر شا کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ اس کا صرف مطلب یہ تھا کہ یہاں کہیں قریب ہی ان لوگوں کا کوئی خلائی جہاز ضرور ہو گا۔ یہ دونوں خلا باز کسی دوسرے سیارے سے اپنے خلائی جہاز میں اسی سیارے پر اترے اور پھر کسی حادثے کا شکار ہو کر دونوں پتھر بن گئے۔

گلر شانے دوسرے خلائی آدمی کی خلائی پستول بھی اٹھالی اور عمران، شیبا اور سلطانہ کو آواز دے کر بلایا۔ پھر انہیں دونوں خلائی مخلوق کی لاشیں دکھا کر ساری بات سمجھائی اور کہا۔

"اس خلائی پلیٹ پر خلا کے اس حصے کا نقشہ بنا ہوا ہے اور خلائی شٹل کی فریکوینسی بھی درج ہے۔ یہاں کہیں ان کا خلائی جہاز ضرور ہو گا ہمیں اسے تلاش کرنا ہو گا"

سلطانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر خلائی جہاز مل گیا تو ہم اپنی زمین پر پہنچ سکیں گے؟"

گلرشا نے ایک خلائی پستول عمران کو دے دیا ایک اپنے پاس رکھا اور جھونپڑیوں کے عقب میں آ گئے۔ یہاں درختوں کی بجائے چھوٹی نوکیلی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔ گلرشا آگے آگے چل رہی تھی۔ خلائی پستول اس کے سیدھے ہاتھ میں تھا۔ جونہی وہ ایک چٹان کی اوٹ سے نکل کر کھلی جگہ پر آئے تو سامنے راکٹ کی شکل کا ایک چھوٹا خلائی جہاز خلا کی طرف رخ کیے کھڑا تھا۔ ان سب کے چہرے خوشی سے کھل گئے۔ گلرشا بولی۔

"ہمیں احتیاط سے کام لینا ہو گا ہو سکتا ہے جہاز میں کوئی مخلوق موجود ہو۔"

خلائی راکٹ کا دروازہ زمین سے ایک منزل بلند تھا اور المونیم کی ایک سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ راکٹ کا دروازہ بند تھا۔ گلرشا نے اشارے سے عمران، شیبا اور سلطانہ کو ایک طرف چھپ جانے کو کہا اور خود خلائی پستول لیے سیڑھی پر چڑھ کر خلائی راکٹ کے دروازے پر آ گئی۔ وہ خود خلائی سائنس داں تھی اور جانتی تھی کہ خلائی راکٹوں کے الیکٹرانک دروازے کس طرح کھلتے ہیں۔ دروازے کے ساتھ ہی کچھ بٹن لگے تھے۔ گلرشا نے چھ سات مرتبہ مختلف کمبینیشن بناتے ہوئے بٹن دبائے۔ ایک کمبینیشن پر دروازہ کلک کی سی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ گلرشا پستول تانے راکٹ میں داخل ہو گئی۔ وہ سیدھی کاک پٹ کی طرف گئی۔ کاک پٹ خالی تھی۔ جہاز خالی

تھا۔ وہاں کوئی خلائی مخلوق نہیں تھی۔ گارشا نے باقی ساتھیوں کو بھی بلالیا۔ سلطانہ، عمران، اور شیبا حیرت بھری نگاہوں سے راکٹ کے اندر لگے ہوئے الیکٹرانک نظام کو دیکھنے لگے۔ گارشا نے کاک پٹ کا وائرلیس چیک کیا۔ وائرلیس مردہ تھا۔ گارشا نے سٹ پٹا کر کہا۔

"اسے مردہ نہیں ہونا چاہیے۔ راکٹ کا اپنی الیکٹرانک نظام بالکل درست ہے۔ پھر وائرلیس کیوں کام نہیں کررہا ہے؟" عمران نے پوچھا۔ گارشا وائرلیس کو چلانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"جھونپڑی میں جو خلائی آدمی تھا وہ بھی اپنے وائرلیس پر جھکا ہوا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس سیارے پر آکر فضائی نظام میں کسی مداخلت کی وجہ سے ان کا وائرلیس نظام خراب ہوگیا ہے۔"

شیبا کہنے لگی، "کیا وائرلیس کے بغیر ہم یہ جہاز اڑا کر نہیں لے جاسکتے۔"

گارشا نے کہا۔ "راکٹ تو ہم اڑالیں گے مگر خلا میں پہنچ کر اگر یہ نظام درست نہ ہوا تو ہم کسی دوسرے سیارے سے رابطہ پیدا نہیں کرسکیں گے۔"

عمران بولا۔ "گارشا ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ہوسکتا ہے خلا میں پہنچنے کے بعد وائرلیس کا نظام اپنے آپ ٹھیک ہوجائے۔"

"ایسا ہوسکتا ہے اور نہیں بھی ہوسکتا ہے۔" گارشا نے کچھ امید اور کچھ ناامیدی سے کہا۔ وہ کاک پٹ میں جمع تھے۔ گارشا کاک پٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اور پینل کے آلات کا معائنہ کررہی تھی۔ کہنے لگی۔ "یہ خلائی راکٹ زیادہ ترقی یافتہ نہیں ہے۔ یہ خلائی مخلوق کسی ایسے سیارے سے آئی ہے جہاں سائنس ابھی ابتدائی مرحلے ہی میں ہے؟" سلطانہ نے کہا۔ "گارشا بہن! تم راکٹ کو اسٹارٹ کرکے تو دیکھو۔"

گارشا بولی، "میں اس وقت سے یہی کوشش کررہی ہوں مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مشینری میں بھی نقص پیدا ہوگیا ہے۔"

اس بات کو سنتے ہی شیبا، سلطانہ اور عمران کے چہرے اتر گئے۔ شیبا نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہمارا بھی وہی انجام ہونے والا ہے جو دو خلائی آدمیوں کا ہوا یعنی ہم بھی پتھر بنا دیے جائیں گے۔"

سلطانہ نے گارشا سے سوال کیا۔ "تمہارے خیال میں یہ خلائی آدمی کیسے مر گئے؟ میرا مطلب ہے انھیں اپنی جگہ کس نے پتھر بنا دیا۔"

گارشا پینسل کے ایک سرکٹ کے تار کو غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "ہو سکتا ہے ایٹمی تابکاری کی کوئی ایسی لہر فضا میں سے گزری ہو جس نے ان دونوں خلا بازوں کو پتھر بنا کر ہلاک کر ڈالا ہو۔"

عمران نے کہا۔ "اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ان دونوں خلابازوں کے دل کی حرکت بند ہو گئی ہو میرا مطلب ہے انہیں ہارٹ اٹیک ہو گیا ہو۔"

گارشا نے ذرا مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہارٹ اٹیک صرف تمہارے زمینی سیارے پر ہی ہوتا ہے۔ خلا کے دوسرے سیاروں میں ابھی یہ وبا نہیں پھیلی۔"

شیبا نے کسی قدر پریشانی کے ساتھ کہا۔

"گارشا بہن! کیا راکٹ دوبارہ اسٹارٹ ہو جائے گا۔" "میں اسی کوشش میں لگی ہوں۔" گارشا نے آہستہ سے جواب دیا۔ اس دوران راکٹ کے باہر سیارے کی فضا پر رات کے سائے بڑھ آئے تھے۔ آسمان پر ایک بار پھر گہرے بادل چھا گئے تھے اور ہلکی ہلکی بجلی بھی چمکنے لگی تھی۔ بجلی کی یہ چمک راکٹ کے موٹے شیشوں میں سے صاف نظر آجاتی تھی۔ گارشا نے تار کو جوڑنے کے بعد ایک بار پھر انجن اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ انجن بالکل مردہ پڑا تھا۔ اس میں سے کوئی آواز نہ نکلی۔ سب کے چہرے لٹک گئے۔ گارشا کاک پٹ سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"راکٹ کا باقی سارا انتظام بالکل درست حالت میں ہے۔ اس کا پریشر سسٹم، سیارے

کی کشش ثقل کو توڑنے والا نظام اور ایئر کنڈیشنر تک صحیح حالت میں ہیں۔ صرف انجن کے اسٹارٹ باکس کو پاور سپلائی نہیں ہو رہی ہے لیکن یہ کوئی بڑی پریشانی کی بات نہیں میں اسے درست کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔ تم لوگ آرام کرو میں کام کرتی رہوں گی۔"

شیبا اور عمران نے راکٹ کے شیشے میں سے باہر نگاہ ڈالی۔ باہر بجلی چمک رہی تھی۔ اب بادل بھی گرجنے لگے تھے پھر موسلادھار بارش ہونے لگی۔ شیبا نے کہا۔

"عمران! کچھ معلوم نہیں کہ ہمارے ڈیڈی اور ممی ہمارے بارے میں کتنے پریشان ہوں گے۔ وہ تو ہماری زندگی کی آس بھی توڑ بیٹھے ہوں گے۔"

عمران بولا۔ "اس سے کیا فرق پڑتا ہے ہم ابھی اللہ کے فضل و کرم سے زندہ ہیں اور انشاء اللہ بہت جلد واپس اپنی زمین پر پہنچ جائیں گے۔"

شیبا نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اونان سیارے کی مخلوق اپنے تخریبی منصوبے پر برابر عمل کر رہی ہوگی۔ ہم اپنی زمین پر ہوتے تو ان کے ناپاک منصوبے کا کوئی توڑ تلاش کر سکتے تھے۔"

عمران نے کہا۔ "پروفیسر زیدی وہاں موجود ہیں اور انہیں خلائی مخلوق کے قبرستان والے خفیہ ٹھکانے کا بھی علم ہے وہ ضرور مزاحمت کر رہے ہوں گے۔"

"عمران نے سلطانہ کی طرف دیکھا۔ وہ کاک پٹ کے پہلو میں ایک برتھ پر لیٹی سونے کی کوشش کر رہی تھی، عمران نے شیبا سے کہا۔ شیبا بس تم بھی تھوڑی دیر آرام کر لو میں جاگ رہا ہوں۔ شیبا کھڑکی سے ہٹ کر دوسری برتھ پر جا کر لیٹ گئی۔ عمران وہیں بیٹھ کر گہری سوچ میں ڈوب گیا کہ وہ اپنی زمین سے نہ جانے کتنے نوری سال کے فاصلے پر اس گمنام اجنبی سیارے میں قید ہو کر رہ گئے ہیں۔ گلشا برابر راکٹ کے انجن کو درست کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے عمران کی طرف دیکھا اور کہا۔

"عمران! تم بھی آرام کرو میرا خیال ہے اس سیارے پر رات بارہ گھنٹے کی ہوتی ہے۔

میں نے حساب لگالیا ہے اور ابھی رات شروع ہی ہوئی ہے۔"

"عمران نے کوئی جواب نہ دیا اور وہیں لیٹ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں اور تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں کھو چکا تھا۔ راکٹ کے باہر بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے اور بارش کی دھیمی دھیمی آواز بھی سنائی دے رہی تھی۔ گارشا ان سب باتوں سے بے نیاز پوری توجہ سے راکٹ کے انجن کو ٹھیک کرنے میں لگی تھی۔ رات کا پہلا حصہ گزر گیا۔ شیبا، سلطانہ اور عمران گہری نیند سو رہے تھے۔ عمران کے تو ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز بھی آرہی تھی۔ گارشا نے پاور سرکٹ کا بٹن دبایا انجن نے اب بھی کام کرنے سے انکار کر دیا۔ انجن نے تو جیسے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ اسٹارٹ نہیں ہوگا۔ گارشا اگرچہ ایک خلائی لڑکی تھی مگر نیند کی اسے بھی ضرورت تھی۔ وہ سخت تھک گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ مجھے بھی تھوڑی دیر آرام کرلینا چاہیے اس کے بعد تازہ دم ہوکر دوبارہ کام شروع کردوں گی ویسے اسے یقین تھا کہ وہ راکٹ انجن کو اسٹارٹ کرنے میں کامیاب ہوجائے گی۔ کاک پٹ کی سیٹ کافی آرام دہ تھی اور وہ پیچھے کی طرف جھک جاتی تھی گارشا نے سیٹ کو تھوڑا سا پیچھے کی طرف جھکایا اور اپنا سر پیچھے لگا کر آنکھیں بند کرلیں بجلی چمکتی تو راکٹ کے شیشوں میں سے اس کی چمک سے کاک پٹ کی فضا روشن ہوجاتی۔ بادلوں کی گرج اور موسلا دھار بارش کی دھیمی آواز بھی اسے سنائی دے رہی تھی۔

گارشا کا خلائی ذہن اس فارمولے کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کے مطابق اس راکٹ کی مشینری کو بنایا گیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اس کے نظام میں کیا خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ اسے وائرلیس کا خیال آیا۔ کیوں نہ وائرلیس کو ایک بار پھر چلانے کی کوشش کی جائے۔ یہ سوچ کر گارشا سیٹ پر سیدھی ہو گئی۔ اس نے وائرلیس کا ریسیور اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کا بٹن دبا دیا۔ کوئی آواز کوئی شور وغیرہ سنائی نہ دیا گارشا حیران ہو رہی تھی کہ آخر وائرلیس میں ایسا کونسا نقص پڑ گیا ہے۔ یہ وائرلیس بھی کم ترقی یافتہ خلائی مخلوق کا تھا مگر اس کے باوجود اسے اس طرح بالکل ہی مُردہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ وائرلیس پر چاہے دوسری

طرف رابطہ قائم نہ بھی ہو تب بھی اس میں خلا میں گردش کرنے والی الٹرا سونک اور الٹرا وائلٹ لہروں کا شور ضرور سنائی دیتا ہے لیکن یہ وائرلیس تو جیسے کسی نے پتھر کر دیا ہے بالکل ان دونوں خلابازوں کی طرح جن کی پتھریلی لاشیں جھونپڑی اور جھونپڑی کے باہر پڑی تھیں۔

گلرشا نے ریسیور رکھ دیا اور انجن کے سرکٹ میں لگی رہی اور چاندی کے تاروں کو غور سے دیکھنے لگی۔ اس وقت اسے ایک عجیب سی پراسرار آواز سنائی دی۔ گلرشا کو پہلا خیال یہ آیا کہ ہو سکتا ہے یہ آواز انجن میں سے نکلی ہو مگر انجن بند تھا اور بند انجن سے کسی قسم کی آواز نہیں نکل سکتی یہ ایک سسکار کی آواز تھی جو بادلوں کی گرج کے باوجود گلرشا کو صاف سنائی دی تھی۔ اس نے نظریں اٹھا کر دائیں بائیں دیکھا راکٹ کا وہ چھوٹا سا کمرا خاموش تھا۔ شیبا سلطانہ اور عمران گہری نیند سو رہے تھے پھر یہ آواز کہاں سے آئی تھی؟ گلرشا نے سوچا کہ ہو سکتا ہے اس کے کان تھکاوٹ کی وجہ سے بجنے لگے ہوں۔ اس نے کام چھوڑ دیا اور سیٹ پر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

گلرشا واقعی تھک گئی تھی اس کا سر جیسے گھوم رہا تھا۔ اس نے فوراً جیب سے ایک نیلی گولی نکال کر منہ میں ڈالی اور اسے نگل گئی۔ اس گولی نے جادو کا اثر کیا اب اس کا سر بالکل نہیں گھوم رہا تھا۔ اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

اچانک اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ وہی سسکار کی آواز اسے ایک بار پھر سنائی دی تھی۔ اس بار سسکار کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔ یہ آواز خلائی جہاز کے باہر سے آ رہی تھی اسی لیے وہ بلند اور پر شور نہیں تھی۔ گلرشا نے گردن گھما کر دائیں جانب دیکھا کیوں کہ یہ آواز دائیں جانب ہی سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد آ رہی تھی۔ راکٹ کے اندر روشنی تھی مگر باہر اندھیرا تھا۔ جونہی بجلی ایک بار چمکی تو گلرشا کو باہر کی جانب خلائی جہاز کی کھڑکی کے شیشے سے ایک خوفناک سی شے چمٹی نظر آئی۔ اس نے فوراً کمر کی بیلٹ سے لگا ہوا خلائی پستول نکال لیا اور آہستہ سے کاک پٹ کی سیٹ چھوڑ دی۔

سلطانہ، شیبا اور عمران گہری نیند سو رہے تھے۔ خلائی جہاز کی کھڑکی کا گول شیشہ اس قسم تھا کہ باہر اندھیرا ہونے کی وجہ سے زیادہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بجلی ایک بار پھر چمکی مگر اب شیشے کے ساتھ کوئی شے چمٹی ہوئی نہیں تھی۔ گلر شا نے سوچا کہیں یہ اس کی نظر کا دھوکا تو نہیں تھا مگر عنقریب سسکار کی غضب ناک آواز اس نے خود اپنے کانوں سے سنی تھی۔ وہ کھڑکی کے پاس آ گئی۔ بجلی چمکی تو گلر شا نے شیشے کے باہر نظر دوڑائی بجلی پل بھر کے لیے چمک کر بجھ گئی اور گلر شا کو سوائے موسلا دھار بارش کی لڑیوں کے اور کچھ نظر نہ آیا مگر اس نے اپنی آنکھوں سے ایک عفریت کو دیکھا تھا جس کی دو آنکھیں فٹ بال کے گیندوں کی طرح باہر کو نکلی ہوئی تھیں اور تیندوے کی طرح کے دو بازو کھڑکی کے شیشے سے لپٹے ہوئے تھے۔ وہ شیشے کے ساتھ آنکھیں لگائے باہر دیکھ رہی تھی۔ بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی۔ ایک بار بجلی چمکی تو ہاتھی کی سونڈ سے چار گنا بڑا ایک بازو تیزی سے شیشے کے ساتھ آ کر ٹکرایا۔ یہ ضرب اتنی شدید تھی کہ سارا خلائی جہاز ہل گیا۔ عمران شیبا اور سلطانہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے "زلزلہ زلزلہ" شیبا گھبراہٹ میں پکار اٹھی۔ عمران اور سلطانہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے گلر شا کی طرف دیکھنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی خلائی عفریت کا سونڈ نما بازو ایک بار پھر زور سے شیشے سے ٹکرایا اور خلائی جہاز میں زلزلہ آ گیا۔ شیبا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ عمران چلایا "گلر شا جہاز چھوڑ دو۔"

عفریت کی ڈکار نما آواز گونج اٹھی۔

(باقی اگلی کتاب میں)

پھر کیا ہوا؟

یہ "خلائی مخلوق کراچی میں" پڑھیے۔

خلائی ایڈونچر سیریز ۱۲

خلائی مخلوق کراچی میں

- خلائی عفریتوں نے ان کے خلائی جہاز پر حملہ کر دیا۔ وہ ان عفریتوں کے خطرناک حملے سے اپنی جانیں کس طرح بچا سکے؟
- وہ ایک بار پھر خلا میں بھٹکنے لگے۔ وہ اپنی زمین کی تلاش میں تھے۔ پھر وہ ایک سیارے پر اُترنے میں کام یاب ہو گئے۔
- یہ سیارہ بہشت آباد تھا۔ انھیں یہاں عجیب و غریب واقعات سے دوچار ہونا پڑا۔
- عمران اور شیبا کمپیوٹر اسکرین کے ذریعہ سے قدیم تاریکی دور میں جا پہنچے۔
- ڈاکٹر سلطانہ اور نگارشا زمین پر پہنچنے میں کام یاب ہو گئیں۔ مگر زمین پر آتے ہی خلائی لاش نے ان کا راستہ روک لیا۔

ایک سنسنی خیز ناولٹ۔ اے حمید کے قلم سے۔ باتصویر

خلائی مخلوق کراچی میں

قیمت: ۱۰ روپے

نونہال ادب ، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

SALMAN's CHOICE
خلائی ایڈونچر سیریز ۶ سیارہ اوٹان کا زمین پر حملہ
خلائی مخلوق کراچی میں
اے حمید
PDFBOOKSFREE.PK
www.pdfbooksfree.pk

نونہال ادب — علم و ادب کے میدان میں ہمدرد کی ایک اور خدمت

خلائی مخلوق کراچی میں

خلائی ایڈونچر سیریز — چوتھا ناول

اے حمید

نونہال ادب
ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کراچی

مجلس ادارت

حکیم محمد سعید

مسعود احمد برکاتی ـــــ رفیع الزماں زبیری

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس
ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی

طابع :

اشاعت : ۱۹۹۱

تعداد اشاعت : ۲۰۰۰

قیمت : ۱۰ روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع، نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

KHALAI MAKHLOOQ KARACHI MAIN

A. Hameed

Naunehal Adab
Hamderd Foundatton Press
Karachi.

فہرست

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مُقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست

تناور درخت بن جاتا ہے ، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں ، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے ، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے ، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں ، دیو پیکر طیارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند ، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے ، اس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

ویران سیّارہ، خلائی عفریت

دہشت کے مارے شیبا کی چیخ نکل گئی۔
عفریت کا سونڈ نما بازو خلائی جہاز کے شیشے سے ٹکرا کر نیچے ہوگیا تھا۔ گارشا نے دوڑ کر جہاز کا وہ بٹن دبادیا جس سے جہاز کے باہر روشنی ہوجاتی تھی۔ پھر سب شیشے کے پاس آکر سہمی ہوئی نظروں سے باہر تکنے لگے۔ گارشا نے انھیں بتایا کہ یہ اس سیارے کی کوئی خوف ناک مخلوق ہے جو جہاز کے اندر آنے کی کوشش کررہی ہے
سلطانہ پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئی۔ اس نے بھی خلائی عفریت کی ایک بھیانک جھلک دیکھ لی تھی۔ روشنی میں اب صرف گرتی بارش ہی نظر آرہی تھی۔ شیبا نے ڈرتے ڈرتے کہا:
"خلائی بلا پھر حملہ کرے گی۔ وہ جہاز کو تباہ کردے گی۔ ہمیں یہاں سے کسی دوسری جگہ بھاگ جانا چاہیے۔"
سلطانہ نے جلدی سے کہا، "نہیں نہیں۔ یہاں ہم محفوظ ہیں۔ ہم باہر نکلے تو عفریت ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔" عمران اور گارشا شیشے کے ساتھ منھ لگائے بڑے غور سے باہر کی فضا دیکھ رہے تھے۔ عمران نے گردن گھما کر سلطانہ اور شیبا سے کہا:
"اللہ کے لیے خاموش رہو۔"

گارشا آہستہ سے بولی:

"عمران! یہ وہی عفریت ہے جس نے اس خلائی جہاز کے خلا بازوں کو پتھر بناکر ہلاک کیا ہے۔ مجھے اس کا یقین ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟" عمران نے پوچھا۔

گارشا کی تیز چمکیلی آنکھیں باہر گرتی بارش میں خلائی عفریت کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ وہ بولی:

"میں نے اپنے سیارے کے چیف طرطوش کی زبانی ایک بار سنا تھا کہ ہمارے قریبی نظام شمسی میں ایک ایسا سیارہ بھی ہے جہاں ایک بلا رہتی ہے۔ یہ بلا کسی بھی زندہ مخلوق کو دیکھ کر اس پر ایک فرلانگ کے فاصلے پر سے اپنا سانس پھینک کر اسے پتھر بنا دیتی ہے اور پھر ایک رات بعد اس کے پاس جاتی ہے اور اپنی سونڈ اس کی گردن پر رکھ کر اس کے جسم کا سارا خون اور گوشت پی جاتی ہے۔"

عمران کے جسم میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ گارشا کہہ رہی تھی:

"اگر ہم جہاز کے باہر ہوتے تو شاید ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا۔"

عمران بولا۔ "ہم اس عفریت کو اپنی خلائی گن سے ہلاک کر سکتے ہیں۔ گارشا! یہ کام میں کروں گا۔ میں باہر جاتا ہوں۔"

گارشا نے عمران کو بازو سے پکڑ کر روک لیا اور بولی:

"ابھی ہم یہاں محفوظ ہیں۔ ہمیں اس قسم کا کوئی خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں۔"

عمران نے کہا۔ "مگر یہ عفریت اپنی وزنی سونڈ مار کر ہمارے جہاز کو اُلٹ دے گا اور یہاں سے فرار ہونے کا یہ خلائی راکٹ ہی ایک ذریعہ باقی رہ گیا ہے۔"

گارشا نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"بادلوں کے پیچھے دن کی روشنی نمودار ہو رہی ہے میرا خیال ہے کہ دن کی روشنی میں عفریت باہر نہیں نکلتا اسی لیے وہ یہاں سے باہر چلا گیا ہے ورنہ وہ اسی وقت جہاز کو تباہ کرسکتا تھا۔"

بادلوں میں صبح کی ہلکی ہلکی روشنی ظاہر ہونے لگی تھی۔ وہ سب بیٹھ کر آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے۔ اب شیبا اور سلطانہ بھی سنبھل سی گئی تھیں۔ گارشا نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا:

"یہ خلائی عفریت معلوم ہوتا ہے کہ صرف رات کے وقت حملہ کرتا ہے۔ کسی وجہ سے یہ دن کی روشنی میں باہر نہیں نکلتا۔ یہ میرا اندازہ ہے ہوسکتا ہے حقیقت ایسی نہ ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمیں اگر اپنے اس خلائی راکٹ کو بچانا ہے تو اس عفریت کو ہر قیمت پر ہلاک کرنا ہوگا۔"

عمران بولا، "اس مہم پر میں جاؤں گا۔ تم تینوں جہاز میں ہی رہو گے۔"

گارشا نے کہا، "میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ اس لیے کہ میں ایک خلائی مخلوق ہوں اور مجھے کئی ایسی باتوں کا پتا ہے جن سے تم لوگ بے خبر ہو۔ اس لیے میرا تمہارے ساتھ جانا بہت ضروری ہے۔"

شیبا نہیں چاہتی تھی کہ اس کا بھائی عمران اس خطرناک اور جان لیوا مہم پر جائے، مگر وہ اس خواہش کا اظہار نہیں کرسکتی تھی۔ وہ اگر اظہار بھی کرتی تو خوب جانتی تھی کہ عمران ایک بہادر لڑکا ہے اور پھر اُسے اللہ پر بھروسا ہے۔ وہ پیچھے نہیں ہٹے گا۔ سلطانہ نے مشورہ دیا کہ تم لوگ خلائی پستول ساتھ لے کر جاؤ گے۔ گارشا بولی:

"خلائی پستول ہمارے پاس ہوں گے۔ میں دن کی روشنی پوری طرح نکلنے کا انتظار کر رہی ہوں۔"

بارش رُک گئی تھی۔ بجلی بھی نہیں چمک رہی تھی۔ آسمان بادلوں سے اُسی طرح بھرا ہوا تھا، مگر اب چاروں طرف دن کی روشنی پھیل گئی

تھی۔ گارشا نے ایک بار پھر شیشے میں سے باہر دیکھا، پھر عقبی شیشے میں سے دیکھا۔ خلائی عفریت وہاں کہیں بھی نہیں تھا۔ اس نے عمران کی طرف دیکھا اور چلنے کا اشارہ کیا۔ گارشا نے آگے بڑھ کر خلائی جہاز کا دروازہ کھول دیا۔ گیلی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اندر آیا۔ آگے آگے گارشا تھی پیچھے پیچھے عمران تھا۔ ہاتھوں میں خلائی پستول تھامے، چاروں طرف دیکھتے دونوں خلائی جہاز کی سیڑھی اتر کر نیچے آگئے۔ انھیں شک تھا کہ خلائی عفریت کہیں قریب ہی نہ چھپا ہوا ہو۔ وہ جہاز کے چاروں طرف گھوم گئے۔ عفریت وہاں نہیں تھا۔ گیلی زمین کی طرف گارشا نے اشارہ کیا۔ وہاں عفریت کے پاؤں کے نشان پڑے تھے۔ یہ نشان ہاتھی کے پاؤں کے نشانوں سے ملتے جلتے تھے۔ عمران بولا:

"یہ نشان سامنے والے ٹیلے کی طرف جارہے ہیں۔"

گارشا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر عمران کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور دبے پاؤں سامنے والے ٹیلے کی طرف بڑھی۔ عمران دائیں بائیں ہوشیاری سے دیکھتا پیچھے چلا۔ سویرا ہوگیا تھا۔ سورج کالے بادلوں کے پیچھے تھا، مگر دن کی روشنی بادلوں سے چھن کر چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ ٹیلے کی زمین پتھریلی تھی۔ وہاں جاکر عفریت کے پاؤں کے نشان غائب ہو گئے۔ گارشا نے عمران کے کان کے قریب منھ لاکر کہا:

"ہم ٹیلے کے پیچھے والی جھونپڑیوں کی طرف جائیں گے۔"

جوں ہی وہ ٹیلے کی ڈھلان پر آئے انھیں خلائی عفریت کے ڈکار کی رونگٹے کھڑے کردینے والی آواز سنائی دی۔ گارشا عمران کا بازو پکڑ کر وہیں پتھریلی زمین پر بیٹھ گئی۔ اُن کی آنکھیں جھونپڑی کی طرف لگی تھیں۔ یہ وہی جھونپڑی تھی جہاں وائر لیس سیٹ کے پاس خلا باز کی لاش لڑھکی پڑی تھی۔ باہر مردہ خلا باز اسی طرح زمین پر تھوڑا سا جھکا کھڑا تھا۔ عمران نے آہستہ سے کہا:

"خلائی عفریت جھونپڑی کے اندر ہے۔"
گارشا نے جواب دیا۔" جب تک میں فائر نہ کروں تم فائر نہ کرنا۔"
خلائی عفریت کے ڈکارنے کی آواز پھر بلند ہوئی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے خلائی عفریت جھونپڑی کے اندر خلا باز کی لاش کا خون پی رہا ہے۔ جھونپڑی کے اندر خلائی عفریت ایسا ہی کر رہا تھا۔ مردہ خلا باز کے جسم کا خون اور گوشت جم کر ٹھنڈا ہوگیا تھا۔ خلائی عفریت نے اپنی لمبی سیاہ سونڈ اس کی طرف بڑھا کر اس پر اپنا گرم سانس پھینکا مردہ لاش کا خون اور گوشت گرم ہوکر نرم ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی خلائی عفریت نے اپنی سونڈ خلا باز کی گردن سے لگادی۔ اور اس کا خون اور پگھلا ہوا گوشت پانی کی طرح پینا شروع کردیا۔ تھوڑی دیر بعد عفریت سونڈ ہٹا کر حلق سے ڈکار کی زبردست آواز نکالتا تھا۔ ایک منٹ کے اندر اندر خلا باز کی لاش کا سارا گوشت عفریت کے پیٹ میں جا چکا تھا اور وہاں اب صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ ہی رہ گیا تھا۔
ٹیلے کی ڈھلان پر بھوری جھاڑیوں کی اوٹ میں چھپے عمران اور گارشا ٹکٹکی باندھے جھونپڑی کو تک رہے تھے۔ پھر انھوں نے جھونپڑی کے اندر سے خلائی عفریت کو باہر نکلتے دیکھا جس کا جسم ہاتھی کی طرح تھا۔ سونڈ ہاتھی سے بھی زیادہ لمبی تھی۔ سارے جسم پر کانٹوں کی طرح بال اگے ہوئے تھے۔ پھولا ہوا پیٹ زمین کو چھو رہا تھا۔ گول گول بڑی بڑی لال آنکھوں کے نیچے ناک کی جگہ ایک چھوٹا سا گنبد ابھرا ہوا تھا جس میں سوراخ تھا۔ اس سوراخ میں سے بھاپ خارج ہورہی تھی۔ خلائی عفریت اپنی لمبی سونڈ کو لہراتا دوسرے خلا باز کی لاش کی طرف بڑھا۔ عمران سرگوشی کرنے لگا تھا کہ گارشا نے اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔
خلائی عفریت نے جھکتے ہوئے خلا باز کی لاش کے پاس جاکر اسے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ پھر سونڈ اٹھا کر حلق سے بھی خوف ناک سسکار

بلکہ پھنکار کی آواز نکالی اور ایک پھنکار خلا باز کی لاش پر پھینکی۔ اس گرم پھنکار کے دباؤ سے خلا باز کی لاش اپنی جگہ سے ہل گئی مگر گری نہیں۔ عفریت نے اس کے فوراً بعد اپنی سونڈ اس خلا باز کی گردن سے لگادی اور زور سے اندر کو سانس کھینچا۔ لاش پر لرزا سا طاری ہوا۔ عفریت بڑی تیزی سے خلا باز کا خون اور پگھلا ہوا گوشت پی رہا تھا۔ ایک منٹ بعد خلا باز کی لاش ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی۔ یہ لرزا دینے والا منظر عمران اور گارشا پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے رہے تھے۔

دوسرے خلا باز کی لاش کا خون اور گوشت پی لینے کے بعد خلائی عفریت نے اپنی سونڈ کو چاروں طرف اس طرح گھمایا جیسے ہوا سونگھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ گارشا نے اپنا سر زمین کے ساتھ لگادیا۔ عمران نے بھی ایسا ہی کیا۔ خلائی عفریت نے ایک خاص بُو سونگھ لی تھی۔ اچانک عفریت کی سونڈ کا رُخ گارشا اور عمران کی طرف ہوگیا۔ سونڈ فضا میں اُسی جگہ رک گئی۔ عفریت نے ایک بھیانک آواز حلق سے نکالی اور اپنے سونڈ ایسے بازوؤں کو تیزی اور بے چینی سے لہراتا عمران اور گارشا کی طرف بڑھا۔ گارشا نے لیٹے لیٹے عمران سے کہا۔

"دائیں جانب کھسک کر اس کا نشانہ لو اور میرے فائر کا انتظار کرنا"

عمران وہیں لیٹے لیٹے دو تین قلا بازیاں لگاکر دائیں جانب چٹانی پتھروں کے پیچھے ہوگیا۔ خلائی عفریت نے گارشا کو دیکھ لیا تھا۔ وہ چیختا چنگھاڑتا، ڈکارتا بھیانک آوازیں نکالتا گارشا کی طرف بھاگا چلا آرہا تھا۔ جب وہ گارشا کی خلائی گن کی زد میں آیا تو اس نے فائر کردیا۔ اس سے پہلے خلائی عفریت نے اپنا سانس ایک پھوار کی شکل میں گارشا پر پھینکا تھا۔ گارشا سمجھ گئی تھی کہ عفریت کے سانس کی پھوار اسے پتھر بناسکتی تھی چنانچہ وہ اُچھل کر دوسری طرف ہوگئی تھی اور وہیں سے اس نے لیزر پستول کا فائر کھول دیا تھا۔ پستول میں سے لیزر کی سرخ شعاع

نکل کر عفریت کی سونڈ پر پڑی۔ ایک دھماکہ ہوا اور عفریت کی سونڈ کے ٹکڑے اُڑ گئے۔ دوسری طرف سے عمران نے بھی عفریت پر فائر کردیا۔ اس کا فائر عفریت کے پھولے ہوئے پیٹ پر پڑا اور پیٹ ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔ وہ جھٹکا کھاکر زمین پر گر پڑا۔ گارشا اُٹھ کھڑی ہوئی اور فائر کرنے لگی۔ عمران بھی پتھروں کی اوٹ سے نکل آیا اور عفریت پر اوپر تلے فائر کرنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے خلائی عفریت کا جسم آگ کا گولا بن کر بھڑک اُٹھا۔

گارشا نے فائر روک دیا۔ عمران اس کے پاس آگیا۔ خلائی عفریت کے جلتے ہوئے جسم میں سے ابھی تک ڈکاروں جیسی آوازیں بلند ہورہی تھیں۔ آگ کے شعلوں کا رنگ کبھی نیلا ہوجاتا اور کبھی سُرخ۔ چاروں طرف ایک عجیب سی تیز بو پھیل گئی تھی۔ گارشا نے عمران کا بازو پکڑا اور وہاں سے دوڑ کر عفریت کے پیچھے چٹان کے پاس آگئی۔ جب شعلے نکلنے بند ہوگئے تو گارشا آہستہ آہستہ عفریت کی جلی ہوئی بھسم شدہ لاش کے پاس آگئی۔ عمران اس کے پیچھے تھا۔

خلائی عفریت کی لاش کی جگہ وہاں سیاہ کیچڑ کا ڈھیر پڑا تھا۔ اس کیچڑ میں سے بلبلے اور بھاپ اُٹھ رہی تھی۔ گارشا نے ایک اور فائر کیا۔ لیزر کی شعاع کے پڑتے ہی گرم اُبلتے کیچڑ میں سے ایک چیخ نما آواز بلند ہوئی اور پھر کیچڑ پتھر بن گیا۔ اس پتھر سے نسواری رنگ کا دھواں اُٹھ رہا تھا۔ گارشا نے کہا:

"بلا کا خاتمہ ہوگیا ہے۔"

"کہیں یہ پھر زندہ تو نہیں ہوجائے گی گارشا؟" عمران نے خدشے کا اظہار کیا۔

گارشا بولی، "نہیں۔ اب یہ زندہ نہیں ہوگی اس کے جسم کے آخری ایٹم بھی جل کر کاربن بن گئے ہیں۔ آؤ واپس چلتے ہیں۔"

وہ واپس خلائی جہاز میں آئے تو عفریت کے ہلاک کردیے جانے کی خبر سن کر شیبا اور سلطانہ کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔
سلطانہ نے کہا:
"مجھے ڈر ہے کہ اس سیارے پر اس جیسی کوئی دوسری بلا بھی ضرور ہوگی۔"
گارشا کاک پٹ کی طرف بڑھتے ہوئے بولی:
"اس بات کا امکان ہے۔ کیوں کہ اگر ایک عفریت اس سیارے پر موجود ہے تو اس جیسے دوسرے عفریت بھی موجود ہوسکتے ہیں۔"
شیبا نے جلدی سے کہا:
"تب تو ہمیں جتنی جلدی ہوسکے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"
گارشا نے کہا، "جب تک راکٹ کا پاور سپلائی سسٹم درست نہیں ہوجاتا ہم یہاں سے ایک انچ بھی آگے نہیں جاسکتے۔"
عمران گارشا کے پاس بیٹھا اسے مشینری کی مرمت کرتے دیکھ رہا تھا۔ شیبا اور سلطانہ برتھ پر خاموش بیٹھی تھیں۔ شیبا نے اٹھ کر کھڑکی کے شیشے میں سے باہر دیکھا۔ سلطانہ نے پوچھا:
"کیا دیکھ رہی ہو؟"
شیبا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:
"کچھ نہیں۔ میں دیکھ رہی تھی کہیں دوسرا عفریت تو ادھر حملہ کرنے نہیں آرہا۔"
باہر آسمان پر کالے بادل چھائے ہوئے تھے، مگر بارش نہیں ہورہی تھی۔ فضا بوجھل اور بھاری بھاری تھی۔ ہوا بھی نہیں چل رہی تھی۔ اس طرح ایک گھنٹہ گزر گیا۔ ان سب نے خوراک کی ایک ایک گولی نکال کر کھائی۔ شیبا اور سلطانہ اپنی اپنی برتھ پر آرام کے لیے لیٹ گئیں۔ وہ اور کیا کرسکتی تھیں۔ گارشا مشینری پر کام کررہی تھی۔ عمران اس کے

پاس بیٹھا تھا۔ اس نے دھیمی آواز میں پوچھا:

"گارشا! کیا اس مردہ مشین میں جان پڑنے کی کوئی امید ہے؟"

گارشا کا چہرہ سنجیدہ تھا وہ ایک سفید تار کو نیلی تار سے جوڑتے ہوئے بولی:

"اُمید تو نہیں ہے، مگر ہمیں اُمید پیدا کرنی ہوگی۔ اس جہاز کو چلانا ہوگا۔ دوسری صورت میں ہمارے پاس خوراک کی جو گولیاں ہیں وہ ہمیں زیادہ سے زیادہ چھ مہینے تک زندہ رکھ سکتی ہیں وہ بھی اس صورت میں کہ کوئی دوسری خوں خوار بلا جہاز پر حملہ نہ کرے جس کی امید کم ہے۔"

عمران نے گردن گھماکر شیبا اور سلطانہ کی طرف دیکھا۔ وہ رات بھر کی جاگی تھیں گہری نیند سو رہی تھیں۔ عمران کاک پٹ سے اُٹھ کر جہاز کے عقبی کمرے میں آگیا جہاں دیواروں کے ساتھ عجیب و غریب قسم کی مشینیں فٹ تھیں۔ وہ دو زانو ہوکر بیٹھ گیا اور پھر سجدے میں گر کر اللہ پاک سے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی زندگی اور واپس اپنے وطن پاکستان اور اپنی پیاری زمین پر پہنچنے کی دعا مانگی۔ پھر وہ گارشا کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ گارشا نے پوچھا، "کہاں چلے گئے تھے؟"

عمران بولا، "میں اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا مانگنے گیا تھا۔"

گارشا ایک لمحے کے لیے خاموش رہی پھر ایک اُلجھی ہوئی باریک سرخ تار کو گچھے میں سے باہر نکالتے ہوئے بولی:

"ہمارے سیارے اوٹان پر دُعا مانگنا کوئی نہیں جانتا۔ مجھے بھی معلوم نہیں کہ دعا کیا ہوتی ہے، مگر ہمارے ایک بزرگ بتایا کرتے تھے کہ انھوں نے اپنے ایک بزرگ سے سنا تھا کہ اس کائنات کو تخلیق کرنے والا ایک خالق موجود ہے جو پریشان لوگوں کی دُعا سنتا ہے۔"

عمران نے کہا، "ہمارا تو ایمان ہے گارشا کہ اللہ پاک کی ذات برحق

ہے اور وہ اپنے بندوں کی دُعا ضرور قبول کرتا ہے۔"
گارشا نے گردن گھماکر عمران کی طرف دیکھا اور بولی:
"عمران! مجھے تمھارا مذہب سچا مذہب لگتا ہے۔ مجھے تمھارے دین سے محبت ہوگئی ہے۔"
عمران کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔
"گارشا! اسلام اللہ کا دین ہے جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے پسند کیا ہے۔ اگر ہم اپنی زمین پر پہنچ گئے تو میں تمھیں بتاؤں گا کہ اسلام کیا ہے۔"
"ضرور عمران! بشرطیکہ ہم زمین پر پہنچنے میں کام یاب ہوگئے تو!"
گارشا نے مسکراکر کہا۔ عمران نے بڑے اعتماد سے کہا:
"انشاء اللہ ہم زمین پر پہنچنے میں کام یاب ہوجائیں گے۔"
عین اس وقت باہر سے عجیب و غریب ڈراؤنی آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔ ان آوازوں نے شیبا اور سلطانہ کو بھی جگادیا۔ وہ ہڑبڑاکر اُٹھ بیٹھیں۔
"یہ کیسی آوازیں ہیں عمران؟" شیبا نے گھبراہٹ میں پوچھا۔
وہ سب بھاگ کر جہاز کی دیوار کے گول شیشے کے پاس آگئے ایک بار تو ان سب کے رنگ اُڑ گئے۔ کیوں کہ انھوں نے جہاز کے باہر جو کچھ دیکھا وہ انھیں خوف زدہ کرنے کے لیے کافی تھا۔ دس بارہ خلائی عفریت چٹانوں میں سے نکل کر ان کے جہاز کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ عجیب عجیب ڈراؤنی آوازیں نکال رہے تھے۔ شیبا اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس کے ہونٹ خشک ہوگئے۔ کہنے لگی:
"اب ہماری موت یقینی ہے۔"
گارشا دوڑ کر کاک پٹ میں آگئی۔ اس نے پہلے سے زیادہ تیزی

کے ساتھ کام شروع کردیا۔ اتنے میں خلائی عفریتوں کا بھیانک جلوس خلائی جہاز کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ اپنی سونڈوں کو دیوانہ وار ہلا رہے تھے، چیخ رہے تھے، چنگھاڑ رہے تھے اور جہاز پر اپنے سانس کی پھوار پھینک رہے تھے۔ سلطانہ بھی سہم کر نیچے ہوگئی۔ عمران لپک کر کارشا کے پاس آیا:

"کارشا! ابھی انھوں نے جہاز پر حملہ نہیں کیا ہے۔ حملہ کردیا تو جہاز کو تہس نہس کردیں گے۔"

کارشا نے غصّے سے کہا:

"خاموش رہو۔ مجھے کام کرنے دو۔"

کارشا کے ماتھے پر پسینے کے قطرے جھلکنے لگے تھے۔ وہ پاگلوں کی طرح مشینری میں اِدھر اُدھر ہاتھ چلارہی تھی۔ اسی دوران دو خلائی عفریت آگے بڑھے اور جہاز کی سیڑھی کے پاس آگئے۔ ان کی سونڈوں کا رُخ اوپر کی طرف تھا۔ وہ ڈکار رہے تھے، پھنکار رہے تھے۔ انھوں نے ایک ہی بار زور سے جہاز کی سیڑھی کو اپنی سونڈیں دے ماریں۔ جہاز کی مضبوط ترین سیڑھی ٹوٹ کر نیچے گر پڑی۔ جہاز کو جھٹکا لگا۔ شیبا کی چیخ نکل گئی۔

عمران نے کہا:

"میں فائر کرنے لگا ہوں۔"

کارشا چلائی:

"یہ حماقت نہ کرنا۔ باہر عفریتوں کے خطرناک سانس کے ذرات پھیلے ہوئے ہیں۔ کھڑکی کھولی تو یہ گیس کی شکل میں اندر آکر ہم سب کو پتھر بنادیں گے۔"

عمران کا ہاتھ پستول پر جاکر رُک گیا۔ جہاز کو دھچکے لگ رہے تھے۔ کیوں کہ دونوں عفریت جہاز کی بڑی بڑی فولادی ٹانگوں پر اپنی سونڈوں

کے مُگدر مار رہے تھے۔ خلائی جہاز کے تین پاؤں تھے جو مضبوط ترین دھات کے بنے ہوئے تھے اور زمین کو انھوں نے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا مگر عفریتوں کی سونڈوں کی ضربوں سے خلائی جہاز پر لرزہ طاری تھا۔

اب دوسرے عفریت بھی وہاں آ گئے۔ انھوں نے جہاز کی فولادی ٹانگوں پر حملہ کر دیا۔ وہ انھیں اکھاڑنے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے۔ شیبا کی گھگھی بندھ گئی تھی۔ وہ آنکھیں بند کیے ہاتھ جوڑے اللہ سے دُعا مانگ رہی تھی۔ ڈاکٹر سلطانہ کا بھی یہی حال تھا۔ انھیں موت اپنے سامنے کھڑی نظر آ رہی تھی۔ اندر سے عمران بھی خوف کھا گیا تھا۔ کیوں کہ ظاہری طور پر بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ جہاز اُڑ نہیں سکتا تھا۔ اس کی مشین ابھی تک بے جان تھی۔ لیکن گارشا سب حالات سے بے نیاز ہو کر اپنے کام میں لگی تھی۔

درجن بھر عفریتوں کے حملے سے خلائی جہاز کا ایک پاؤں اپنی جگہ سے اُکھڑنا شروع ہو گیا تھا۔ جہاز جوں ہی ایک طرف کو ذرا سا جُھکا۔ شیبا کے منہ سے ایک بار پھر چیخ نکل گئی۔

عمران نے گارشا سے کہا:

"گارشا! موت تو اب ہر شکل میں آئی ہی ہے۔ میں دروازہ کھول کر فائر کرنے لگا ہوں۔"

گارشا نے غصیلی آواز میں کہا:

"خبردار! ایسا مت کرنا۔"

اور گارشا کو ایک سنسناہٹ سی سنائی دی۔ یہ سنسناہٹ مشین کے اندر سے نکل رہی تھی۔ گارشا خوشی سے اُچھل پڑی۔ اس نے ایک چمکیلے ہینڈل کو نیچے گرا دیا۔ ہینڈل کے نیچے گرتے ہی انجن میں جان پڑ گئی۔ اور مشین چل پڑی۔ شیبا، سلطانہ اور عمران پینل کے پاس آ گئے۔

راکٹ فائر ہو گئے

عفریتوں کے حملے میں بھی شدت آگئی تھی۔

خلائی جہاز کا دوسرا فولادی پاؤں بھی اپنی جگہ سے اکھڑنا شروع ہوگیا تھا۔ گارشا کے دونوں ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے۔ کبھی وہ ایک بٹن کو دباتی کبھی دوسرے بٹن کو دباتی۔ جہاز کو ایسے جھٹکے لگنے لگے ۔جیسے زبردست زلزلہ آگیا ہو۔ پھر گارشا نے ایک اسٹک کو پیچھے کیا تو جہاز کے نیچے جو راکٹ لگے تھے ان میں سے دھماکے کے ساتھ گیس کے شعلے باہر کو لپکے۔ تین عفریت ان شعلوں کی زد میں آکر وہیں بھسم ہوگئے۔ باقی ڈر کر پیچھے کو دوڑے۔ خلائی جہاز اب آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہا تھا۔ شیبا اور سلطانہ کے چہروں پر زندگی کی رونق واپس آگئی تھی۔ سلطانہ تو اللہ کا بار بار شکر ادا کر رہی تھی۔ گارشا کا چہرہ سخت ہوگیا تھا۔ اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ چھوٹی سی اسٹک کو دبائے ہوئے تھا اور دوسرے ہاتھ سے وہ ایک نیلے بٹن کو دبائے ہوئے تھی۔

خلائی جہاز سیارے کی پتھریلی زمین سے دیکھتے دیکھتے دس پندرہ بیس پچاس فیٹ اونچا ہوگیا۔ پھر وہ ایک خاص رفتار سے فضا میں اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا گیا۔ اس کے بعد اس کی رفتار میں

تیزی آگئی۔

گارشا نے چلا کر کہا:

"فرش پر اوندھے لیٹ کر ایک دوسرے کے بازو پکڑ لو۔ میں جہاز کے باقی دو راکٹ فائر کرنے لگی ہوں۔"

سب انجن روم کے فرش پر اوندھے لیٹ گئے اور ایک دوسرے کے بازوؤں کو مضبوطی سے پکڑے رہے۔ گارشا نے اپنے آپ کو کاک پٹ کی سیٹ سے باندھ رکھا تھا۔ خلائی جہاز اوپر ہی اوپر جارہا تھا، مگر ابھی اس کی رفتار اتنی زیادہ نہیں تھی۔ سامنے چھوٹی اسکرین پر سیارے کی زمین نیچے ہوتی صاف نظر آرہی تھی۔ گارشا نے بلند آواز سے کہا:

"چار .... تین .... دو .... ایک۔"

اس کے ساتھ ہی گارشا نے ایک سُرخ بٹن کو دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی خلائی جہاز کے باقی دونوں راکٹ بھی فائر ہوگئے۔ جہاز کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ شیبا، سلطانہ اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے انھیں اوپر سے کوئی بھاری وزن ڈال کر نیچے دبا رہا ہے۔ یہ خلائی جہاز کی اس وقت کی رفتار کی وجہ سے تھا۔ اس وقت خلائی جہاز کے چاروں راکٹ آگ اُگل رہے تھے اور جہاز کی رفتار بے پناہ تیز ہوگئی تھی۔ گارشا کو معلوم تھا کہ وہ اس رفتار کے ساتھ سیارے کی فضا کو چیر کر خلا میں نکل سکے گی۔

کسی بھی سیارے کی گردش کی وجہ سے اس کی فضا اور خلا کے درمیان ایک خاص حلقہ بن گیا ہوتا ہے۔ اس حلقے کو راکٹ یا خلائی جہاز انتہائی تیز رفتاری سے پار کرتا ہے اور یہ حلقہ عبور کرتے وقت ایک بھیانک دھماکہ ہوتا ہے۔ یہ ساری باتیں گارشا کے علاوہ سلطانہ کو بھی معلوم تھیں۔ اسی لیے انھوں نے

اپنے کانوں میں انگلیاں دے دی تھیں، لیکن خلائی جہاز میں ہوا کا دباؤ اور کششِ ثقل کو برقرار رکھنے والی شعاعیں ان کی مدد کررہی تھیں۔ گارشا کی حالت دیکھنے والی تھی۔ اس کے چہرے کی ساری رگیں ابھر آئی تھیں۔ وہ نشست کے پیچھے تک کر بیٹھی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ آلات پر تھے۔ آنکھیں مشین کی اسکرین پر لگی تھیں۔ سیارے کی زمین بڑی تیزی سے نیچے ہورہی تھی اور اس کا سائز کم ہورہا تھا۔ جوں ہی سیارے کا پورا گولا نظر آنے لگا گارشا نے الرٹ رہنے کا سرخ سگنل دے دیا۔ اب اس کے جہاز کو سیارے کا حلقۂ کشش پار کرنا تھا۔ یہ انتہائی نازک مرحلہ تھا۔ مگر خلائی لڑکی گارشا ایسے مرحلوں سے کئی بار گزر چکی تھی۔ اس نے ایک خاص حد تک پہنچنے کے بعد سرخ بٹن پر زور سے انگلی مار دی۔

جہاز ایسے جھنجھنایا جیسے ابھی اس کے پرخچے اڑ جائیں گے۔

شیبا، سلطانہ اور عمران کے چہروں کی رگیں تن گئیں۔ پھر خلائی جہاز کے باہر ایک قیامت خیز دھماکا ہوا۔ اس دھماکے کی آدھی سے بھی کم آواز جہاز میں آئی تھی۔ اس کے باوجود شیبا اور عمران کو یوں لگا جیسے ان کا جہاز پھٹ گیا ہے، لیکن یہ سب کچھ چند سیکنڈ میں ختم ہوگیا تھا۔ جہاز پر ایک سکوت اور خاموشی چھاگئی۔ گارشا نے گہرا سانس لیا اور اپنی پیٹی کھول دی۔ وہ رومال سے چہرے پر آیا ہوا پسینا صاف کرتے ہوئے بولی۔

"سب ٹھیک ہوگیا ہے۔ تم لوگ فرش پر سے اٹھ سکتے ہو۔"

شیبا، سلطانہ اور عمران اٹھ کر گارشا کے پاس آگئے۔ وہ سب گارشا کی اس کام یابی اور مہارت پر اس کی تعریفیں کرنے لگے۔

گارشا مسکرائی:

"اس میں تعریف کی کون سی بات ہے؟ میں نے جیسا کہ تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ خلائی جہاز کسی ایسی خلائی مخلوق کا ہے جو ابھی سائنس کی ترقی کے ابتدائی مراحل میں ہی ہے۔ یعنی اس نے خلائی سائنس میں اتنی ترقی نہیں کی ورنہ سیارے کے کشش کے حلقے کو پار کرتے ہوئے یہ دھماکا نہ ہوتا اور جہاز کو بھی اتنے شدید جھٹکے نہ لگتے۔"

سلطانہ بولی:

"اللہ کا شکر ہے کہ تم اس پرانی وضع کے جہاز کو بھی جہنّم سے نکال لانے میں کام یاب ہوگئیں۔ تم گریٹ ہو گارشا!"

سب نے تالیاں بجاکر گارشا کو مبارک باد دی۔ عمران کی نظریں اسکرین پر تھیں جہاں عفریتوں والا سیارہ اب ٹینس کے ایک گیند کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ شیبا نے پوچھا:

"گارشا! اس وقت ہمارے جہاز کی رفتار کتنی ہوگی؟"

گارشا نے بائیں جانب لگے چھوٹے کمپیوٹر کی بستر اسکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"تم تو کمپیوٹر سائنس کو سمجھتی ہو۔ خود دیکھ لو۔ اس وقت ہم لوگ تمہاری زمین کے حساب سے چار لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے خلا میں سفر کررہے ہیں۔"

"مگر ہم جا کدھر رہے ہیں؟" عمران نے تشویش کے ساتھ پوچھا۔

سلطانہ بولی، "ہاں! یہ سوال بڑا اہم ہے۔ کیا ہمارا رُخ ہماری زمین کی طرف ہے؟"

شیبا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا، "اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔"

وہ سب گارشا کی طرف دیکھ رہے تھے۔ گارشا ایلومونیم کے

ایک چارٹ کو غور سے تک رہی تھی۔ کہنے لگی:
"اس خلائی شٹل کا کمپیوٹر نظام اتنا جدید اور ترقی یافتہ نہیں ہے کہ میں یہ معلوم کرسکوں کہ اس وقت ہماری زمین خلا میں کس سمت کو ہے۔ یہ چارٹ مجھے صرف اتنا بتارہا ہے کہ ہم خلا میں ابھی تک کسی سیارے کے حلقۂ کشش کی طرف نہیں جارہے ہیں۔"
سلطانہ نے کہا:
"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم خلا میں بھٹکتے پھر رہے ہیں اور نہ جانے کب تک بھٹکتے پھریں گے۔"
گارشا نے سلطانہ کی طرف دیکھا اور بولی:
"ہم زیادہ دن خلا میں بھٹکنے کے قابل بھی نہیں رہیں سلطانہ! تم بھول گئی ہو کہ ہمارے پاس صرف چند مہینوں کی خوراک کی گولیاں ہیں۔"
گارشا نے حالات کا ایک اور بھیانک رُخ دِکھادیا تھا۔ عمران خاموش رہا۔ وہ گارشا کی طبیعت سے واقف تھا کہ وہ سائنسی ذہن کی لڑکی ہے اور حقیقت کو ہمیشہ سامنے رکھتی ہے۔ جذبات کا اس کے ہاں زیادہ عمل دخل نہیں تھا۔ سلطانہ کا چہرہ اُتر سا گیا۔ وہ پہلے ہی پریشان تھی۔ یہ سُن کر زمین کی سمت معلوم نہیں تو اور بھی مایوس ہوگئی۔ مگر عمران نے حوصلہ نہیں ہارا تھا۔ اس نے گارشا سے پوچھا:
"کیا خلا میں کوئی سمت نہیں ہے، میرا مطلب ہے اس کا شمال جنوب، مشرق مغرب نہیں ہے؟"
گارشا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ کہنے لگی:
"یہ ساری سمتیں تم زمین والوں کی سہولت کے لیے ہیں۔ اور اُن

کی خاص وجہ بھی تمھاری زمین کے قطبین اور ان کی مقناطیسی کشش ہے۔ ہم خلا میں ہیں اور خلا میں کوئی سمت نہیں ہوتی۔ جو اُلٹا ہے وہی سیدھا بھی ہے جو مشرق ہے وہی مغرب بھی ہے اور جو شمال ہے وہ جنوب بھی ہے۔"

شیبا کا دماغ چکر کھا گیا۔ اس نے برتھ سے ٹیک لگاکر آنکھیں بند کرلیں۔ اس نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردیا۔ سلطانہ بھی چُپ ہوگئی تھی۔ عمران مسکراکر بولا :

" یہ تو ہمارے لیے ایک بالکل نیا تجربہ ہے گارشا! مجھے تو خوشی ہورہی ہے۔"

گارشا نے عمران کی طرف نگاہیں اُٹھاکر دیکھا اور آہستہ سے کہا :

" عمران! اسی لیے مجھے تمھارا دین بڑا اچھا لگتا ہے کہ وہ انسان کو مایوسی سے دور لے جاتا ہے جیسے کہ تم اس وقت بھی نااُمید نہیں ہوئے۔"

عمران کا چہرہ ایمان کی روشنی سے چمک اُٹھا۔ بولا :

" گارشا! زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کو ہمیشہ اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ یہی میرا ایمان ہے۔"

اچانک جہاز کو ایک ہلکا سا دھچکا لگا۔ شیبا اور سلطانہ نے سہم کر آنکھیں کھول دیں۔ عمران نے گارشا سے پوچھا۔

" یہ دھچکا کیسا تھا؟"

گارشا کی تیز اور ذہین آنکھیں سامنے چھوٹی سبز اسکرین پر لگی ہوئی تھیں۔ جہاں خلا کی وسعتوں میں روشنی کا ایک دائرہ دکھائی دینے لگا تھا۔ یہ بہت چھوٹا سا دائرہ تھا۔ گارشا نے کہا :

" ہمارا جہاز کسی سیارے کے کشش کے دائرے میں داخل

ہونے والا ہے۔"

شیبا اور سلطانہ اٹھ کر اسکرین کو تکنے لگیں۔ روشنی کا دائرہ آہستہ آہستہ بڑا ہورہا تھا عمران نے سوال کیا۔

"کیا ہم اس کے حلقۂ کشش میں ہیں؟"

گارشا بولی:

"نہیں۔ ابھی ہم اس کی مقناطیسی فضا سے کروڑوں میل دور ہیں مگر اس کی فضا کی مقناطیسی شعاعیں ہمیں اپنی طرف کھینچ رہی ہیں۔"

"کیا ہم اس سے بچ نہیں سکتے؟" سلطانہ نے تشویش کے ساتھ پوچھا۔

گارشا کی نظریں اسکرین پر لگی تھیں۔ بولی:

"نہیں سلطانہ! مجھے افسوس ہے کہ اب ایسا نہیں ہوسکتا۔ جہاز میرے اختیار میں نہیں رہا۔"

جہاز کی رفتار تیز سے تیز تر ہونے لگی تھی۔ سفید دائرے والے سیارے کی کشش میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہورہا تھا کچھ وقت گزرنے کے بعد سفید سیارے کا رنگ نیلا اور سبز ہونے لگا۔ گارشا اسکرین پر اس رنگ بدلتے سیارے کو تک رہی تھی۔ اس نے کہا:

"نیلے اور سبز رنگ کا مطلب یہ ہے کہ اس سیارے پر جھیلیں، سمندر، دریا اور جنگل بھی ہیں اور یہ سیارہ آباد ہوگا۔ اس کے ایک طرف روشنی اور ایک طرف اندھیرا ہے۔ یہاں دن رات بھی ہیں اور ایک سورج ہے جس کے گرد یہ سیارہ تمہاری زمین کی طرح گردش کرتا ہے۔"

عمران، شیبا اور سلطانہ بھی بڑے غور سے سیارے کو رنگ بدلتے دیکھ رہی تھی۔ گارشا نے اعلان کیا کہ خلائی جہاز اس سیارے کے

حلقۂ کشش میں داخل ہونے والا ہے۔ عمران، شیبا اور سلطانہ فرش پر اوندھے لیٹ گئے اور ایک دوسرے کے بازوؤں کو پکڑ لیا۔ پھر جہاز کو ایک دھچکا لگا۔ ایک دھماکے کی آواز آئی اور سکون چھا گیا۔ جہاز سیارے کے حلقۂ کشش کو پار کر کے اس کی فضا میں داخل ہو گیا تھا۔ گارشا نے چیک کیا تو اُسے معلوم ہوا نئے سیارے کی فضا اوکسی جن سے لبریز ہے اور فضا میں اوزون گیس بھی کافی مقدار میں موجود ہے جو انسانی زندگی کی حفاظت کرتی ہے اور اسے خلائی آفتوں سے بچاتی ہے۔ وہ کہنے لگی:

"عمران! یہ سیارہ تمھاری زمین کے سیارے سے بے حد ملتا جلتا ہے۔ اس کی ساری فضا تمھارے سیارے کی طرح ہے۔ ضرور یہاں انسان آباد ہوں گے اور وہ ترقی یافتہ بھی ہوں گے۔"

خلائی جہاز سیارے کے سمندر کے اوپر سے گزر کر ایک سرسبز درختوں والے جنگل پر آہستہ آہستہ نیچے آرہا تھا۔ شیبا، سلطانہ اور عمران کھڑکی کے شیشے سے باہر دیکھ رہے تھے۔ انھیں دور سمندر میں ایک بادبانی کشتی چلتی نظر آئی۔ عمران نے گارشا سے مخاطب ہو کر کہا:

"گارشا! تم کہہ رہی تھی کہ یہ سائنس میں کافی ترقی کر چکا ہوگا مگر یہاں تو ابھی بادبانی کشتیاں ہی چل رہی ہیں۔"

بادبانی کشتی کو گارشا نے بھی دیکھ لیا تھا۔ اس نے کہا:

"ہوسکتا ہے یہاں کی آبادی ابھی تاریخ کے ابتدائی زمانے میں ہی ہو۔"

خلائی جہاز کو گارشا نے جنگل میں ایک خالی جگہ پر اتار دیا۔ پھر بھی آس پاس کے کچھ درخت خلائی جہاز سے رگڑ کھا کر ٹوٹ پھوٹ گئے۔ ان درختوں پر سے کچھ پرندے شور مچاتے

ہوئے اُڑے تو عمران بولا:

"یہاں پرندے بھی ہیں شیبا!"

شیبا اور سلطانہ اس بات سے خوش تھیں کہ ان کا جہاز کسی آدم خوروں کے یا خلائی عفریت والے سیارے پر نہیں اُتر گیا۔ گارشا نے چیک کرلیا تھا کہ جہاز کے باہر فضا میں اوکسی جن موجود ہے۔ اس نے بٹن دبا کر جہاز کا دروازہ کھولا۔ اندر سیارے کے جنگل کی تازہ اور خوش گوار ٹھنڈی ہوا داخل ہوئی۔ وہ جہاز سے نیچے اتر آئے۔ جنگل کے درخت گھنے اور لمبے لمبے پتوں والے تھے۔ زمین جھاڑ جھنکار سے بھری پڑی تھی۔ شیبا اچانک چیخ کر اُچھل پڑی:

"سانپ" اس کے منہ سے نکلا۔

گارشا نے دیکھا کہ زرد، سبز اور نیلے رنگوں والا ایک سانپ پھن اُٹھائے پھنکار رہا تھا۔ اس نے لیزر خلائی پستول کے فائر سے اُسے وہیں بھسم کردیا۔ سلطانہ کہنے لگی:

"اس سے ایک بات ثابت ہوگئی ہے کہ یہاں کی فضا ہماری پیاری زمین کی طرح ہی ہے۔ یہاں سانپ بھی ہیں۔ مجھے تو خوشی ہورہی ہے۔"

شیبا نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا:

"مگر یہاں ہمارے ڈیڈی ممی تو نہیں ہوں گے نا؟ کاش ہم اپنے ڈیڈی ممی کے پاس پہنچ سکیں۔ ہمیں اپنی زمین سے جُدا ہوئے نہ جانے کتنی مدت گزر گئی ہے۔ ہمارے ماں باپ تو بوڑھے ہوگئے ہوں گے۔"

اس پر گارشا نے مسکرا کر کہا:

"یہاں میں ایک بات کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتی ہوں

شیبا۔ ایک بات کو غور سے سنو۔ وقت کی لمبائی اپنے اپنے سیارے کی اپنی گردش اور اس کی سورج کے گرد چکر لگانے کی رفتار کے مطابق ہوتی ہے۔ خلا میں کوئی وقت نہیں ہوتا۔ ہر سیارے پر وقت کی پیمائش مختلف ہوتی ہے۔ یوں سمجھ لو کہ اگر تم یہاں خلا میں یا خلا کے کسی نظامِ شمسی کے کسی سیارے پر دس برس گزار کر واپس اپنی زمین پر ماں باپ کے پاس جاؤگی تو ان کی دنیا کا صرف ایک دن ہی گزرا ہوگا۔"

عمران، شیبا اور سلطانہ حیرانی سے گلارشا کو دیکھنے لگے۔ سلطانہ نے کہا:

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر ہم خلا میں یا خلا کے کسی سیارے میں پچاس برس گزارنے کے بعد اپنی زمین پر جائیں گے تو ہم تو بوڑھے کھوسٹ ہوگئے ہوں گے اور ہمارے ماں باپ ابھی جوان ہی ہوں گے۔"

گلارشا ہنس پڑی۔ بولی:

"نہیں ایسی بات بھی نہیں ہے کیوں کہ خلا میں کوئی بوڑھا نہیں ہوتا۔ خلا سے ایک بار گزر جانے اور پھر کسی اور سیارے میں اترنے کے بعد انسان پر عمر کا اثر نہیں ہوتا اور خاص طور پر تم پر بڑھاپے کا کوئی اثر نہیں ہوگا کیوں کہ تم نے دنیا کی خوراک کی جگہ ہماری نیلی گولیاں کھائی ہوئی ہیں۔ ہوسکتا ہے تم زمین پر جانے کے بعد بوڑھا ہونا شروع ہوجاؤ مگر خلا یا خلا کے کسی سیارے پر بوڑھے نہیں ہوگے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سیارے پر عمریں بہت لمبی ہوتی ہیں۔ سو سال میں ہمارا ایک بچہ صرف جوان ہی ہوتا ہے۔"

شیبا اور سلطانہ یہ سن کر بڑی خوش ہوئیں۔ شیبا نے کہا:

"چلو یہ تو اچھا ہے کہ ہم ساری عمر جوان رہیں گی۔ اس سے اچھی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔"

عمران نے کہا:

" اور میں بھی اسی طرح جوان رہوں گا۔"

گارشا بولی:

" لیکن اس بات کا خطرہ بھی ہے کہ اگر تم اپنی زمین پر جاؤ تو تم ایک دم بوڑھے ہو جاؤ۔"

" اللہ کے واسطے یہ نہ کہو گارشا!" سلطانہ نے عاجزی سے کہا۔ " ایک دم بوڑھی ہوجانے سے تو مرجانا بہتر ہے۔"

وہ باتیں کرتے کرتے جنگل میں ایک دریا کے کنارے پر آگئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ دریا میں ایک کافی بڑی بادبانی کشتی ان کی طرف چلی آرہی ہے۔ وہ کشتی کو دیکھنے لگے۔ شیبا نے کہا:

" ہوسکتا ہے اس کشتی میں آدم خور جنگلی ہوں۔"

سلطانہ کہنے لگی:

" ہمیں واپس اپنے جہاز میں چلے جانا چاہیے۔"

کشتی قریب آگئی تھی۔ عمران بولا:

" مجھے کچھ انسان نظر آرہے ہیں جن کے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار ہیں۔"

گارشا بھی غور سے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی جو کشتی کے عرشے پر جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑے تھے انھوں نے پھولوں کے ہار پہن رکھے تھے اور ہاتھوں میں بھی پھولوں کے ہار تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں اور مرد اور بچے بھی تھے۔ عورتوں کے سروں پر پھولوں کے تاج تھے۔"

گارشا نے کہا:

"یہ آدم خور جنگلی نہیں ہو سکتے۔"
کشتی کے اوپر ایک بانس کے ساتھ پھولوں کے ہار لٹک رہے تھے۔ کشتی کنارے کے ساتھ آکر لگ گئی۔ پھر بھی عمران اور گارشا نے خلائی پستول تان لیے تھے۔ کشتی میں سے سب سے پہلے ایک سفید بالوں والا بوڑھا کنارے پر اترا۔ اس کے گلے میں پھولوں کے ہار تھے اور ہاتھوں میں بھی اس نے ہار پکڑ رکھے تھے۔ اس کے پیچھے عورتیں، مرد اور بچے بھی اتر آئے۔ ان میں سے کئی ایک نے اپنے سروں پر چھوٹی چھوٹی ٹوکریاں اٹھا رکھی تھیں جن میں تازہ پھل رکھے تھے۔
سفید بالوں والے بوڑھے نے شیبا، گارشا، عمران اور سلطانہ کو مسکرا کر دیکھا اور کہا:
"تمہارا بہشت آباد میں آنا مبارک ہو۔"
سب نے خوش آمدید کے نعرے لگائے اور پھر عمران، شیبا، سلطانہ اور گارشا کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔
بوڑھے نے کہا:
"میرا نام گال ہے۔ تم اپنی لیزر کو جیب میں رکھ لو۔ یہاں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سیارہ بہشت کا نمونہ ہے۔ یہاں کسی کو کسی سے دشمنی نہیں ہے۔ یہاں سب ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں اور پیار و محبت کے ماحول میں مل جل کر رہتے ہیں۔ یہاں اخوت اور نیکی کا راج ہے۔ ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔ آپ ہمارے مہمان ہیں۔ ہمیں اپنی خدمت کا موقع دیجیے۔"
گارشا بے نیازی سے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ اسے اس بات سے اکتاہٹ سی ہونے لگی تھی کہ وہ ایک ایسے سیارے پر آگئی ہے جہاں اُسے اگلے سفر پر جانے کے لیے کوئی سائنسی

مدد نہیں مل سکے گی کیوں کہ یہ لوگ تو تہذیب کے شروع کے عہد میں رہ رہے تھے جسے وہ بہشت کا نام دیتے تھے، مگر عمران، ثیبا اور سلطانہ خوش تھے کہ آدم خور عفریت سے بچ گئے۔ عمران نے بوڑھے کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

"مگر آپ نے ہم سے یہ نہیں پوچھا کہ ہم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟"

بوڑھے گال کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ آگئی کہنے لگا:

"وہ تو ہمیں اسی وقت پتا چل گیا تھا جب تمھارا خلائی جہاز ہمارے سیارے کے حلقۂ کشش سے ابھی ایک لاکھ نوری سال کے فاصلے پر تھا۔"

اب گارشا نے چونک کر بوڑھے گال کی طرف دیکھا۔

"آپ کو کیسے پتا چل گیا؟"

بوڑھا گال بولا:

"بیٹی! یہ سب باتیں بعد میں بھی ہوسکتی ہیں۔ اس وقت آپ چل کر آرام کریں۔ پھر ہماری ضیافت میں شریک ہوں۔ ہمیں خدمت کا موقع دیں۔"

وہ سب پھولوں بھری کشتی میں سوار ہوگئے اور کشتی دریا کے دوسرے کنارے کی طرف بڑھنے لگی۔

عمران غائب، شیبا غائب

دریا کے کنارے ایک خوب صورت باغ تھا۔
باغ میں جگہ جگہ مکان بنے ہوئے تھے جن کی دیواروں پر پھولوں بھری بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ باغ میں فوارے چل رہے تھے، مور ناچ رہے تھے۔ ہرن قلانچیں بھر رہے تھے۔ درختوں پر خوش رنگ پرندے گیت گا رہے تھے۔ ایک چھوٹے سے قطعے میں انگور کی بیلوں کے نیچے گھاس پر سبز پتوں کا دسترخوان بچھا تھا جس پر جگہ جگہ خوش ذائقہ اور رنگ برنگ کے پھلوں کے ڈھیر لگے تھے۔ معصوم شکل لڑکے اور لڑکیاں میٹھے شربت کے مشکیزے لیے ہوئے تھیں۔ سب نے گارشا، عمران، شیبا اور سلطانہ کو جھک کر خوش آمدید کہا۔ بوڑھے گال کی بیوی بھی یہاں ان کے خیر مقدم کو موجود تھی۔ اس نے شیبا، سلطانہ اور گارشا و عمران کے ماتھے کو چوم کر کہا:
"تمہارا ہمارے سیارے پر آنا مبارک ہو۔"
دعوت شروع ہوگئی۔ ایک مدت کے بعد عمران، شیبا اور سلطانہ نے اتنے مزے دار اور میٹھے پھل کھائے تھے۔ وہ بڑی خوش تھیں۔ عمران نے گارشا کے نزدیک منھ لے جاکر کہا:

" بوڑھے گال کو کیسے پتا چلا کر ہمارا خلائی جہاز اس کے سیارے کے دائرہ کشش میں داخل ہوگیا ہے جب کر ان کے پاس ایسا کوئی سائنسی سازو سامان نہیں ہے اور بظاہر یہ پس ماندہ لوگ ہیں۔"

گارشا نے کندھے اُچکاتے ہوئے کہا:

"ہوسکتا ہے انھوں نے خواب میں ہمارا جہاز دیکھا ہو۔ ہوسکتا ہے اس بوڑھے نے یوں ہی کہ دیا ہو۔ کیوں کہ یہ لوگ غیر ترقی یافتہ ہیں۔ ان کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

دعوت کافی دیر تک جاری رہی۔ دعوت کے بعد بوڑھے گال نے گارشا، سلطانہ اور شیبا سے کہا:

"میرے بچو! میں جانتا ہوں تم اس بات سے ضرور حیران ہورہے ہوگے کہ مجھے تمھارے جہاز کا اتنی دور سے کیسے پتا چل گیا۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں تمھیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔"

بوڑھا گال ان سب کو پھولوں بھری بیلوں سے ڈھکے ہوئے ایک مکان میں لے گیا۔ اس نے دیوار میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔ دیوار ایک جگہ سے ہٹ گئی۔ ایک زینہ نیچے جارہا تھا۔ زینہ اُتر کر بوڑھا گال ایک راہ داری میں آگیا۔ یہاں ایک محرابی دروازہ تھا جس پر جالا لگا ہوا تھا۔ اس نے جالے کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ایک مدت سے یہاں کوئی نہیں آیا۔ ہمیں اب یہاں آنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

گارشا، عمران، سلطانہ اور شیبا خاموش تھے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ بوڑھا گال انھیں کیا دکھانے وہاں لے آیا ہے۔ بوڑھے گال نے محرابی دروازے کا ایک بٹن دبایا۔ دروازہ ہلکی سی

آواز کے ساتھ ایک طرف ہٹ گیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ گال نے دوسرا بٹن دبایا تو کمرے میں ہلکی نیلی روشنی ہوگئی۔
ہلکی نیلی روشنی میں گارشا اور اس کے ساتھیوں نے دیکھا کہ یہ ایک انتہائی جدید ایٹمی لیبوریٹری تھی۔ جہاں دیواروں کے ساتھ چاندی کی پلیٹوں کے پینل بنے ہوئے تھے۔ ان پر مختلف رنگوں کے بٹن چمک رہے تھے۔ ایک شیشے کا دروازہ دوسرے کمرے میں کھلتا تھا۔ بوڑھا گال انھیں دوسرے کمرے میں لے آیا اس کمرے میں جگہ جگہ کمپیوٹر پڑے تھے۔ دیوار پر ایک اسکرین تھی جس کے آگے شیشے کا فریم لگا تھا۔ گارشا اس پس ماندہ سیارے پر سائنس کا اس قدر جدید ساز و سامان دیکھ کر حیران رہ گئی۔ بوڑھے گال نے انھیں ایلومونیم کی کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اسکرین کے آگے آہستہ آہستہ ٹہلنے لگا۔ پھر گارشا کی طرف متوجہ ہوکر بولا:
"میں جانتا ہوں تمھارا تعلق سیارہ اوٹان سے ہے اور یہ تینوں سیارہ زمین کے باشندے ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ سیارے اوٹان کے گریٹ کنگ نے سیارہ زمین کو تباہ کرنے اور وہاں سے اعلا ترین دماغ کے لوگوں کو اغوا کرنے کا ناپاک منصوبہ تیار کر رکھا ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ دونوں لڑکیاں اور لڑکا عمران اپنے سیارے زمین کو بچانے کی کوشش میں تمھارے اوٹان سیارے میں آکر پھنس گئے تھے جہاں سے تم انھیں نکال لائی ہو اور خود بھی خلا میں بھٹکتی پھر رہی ہو بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ گریٹ کنگ کے حکم سے تم چاروں کو خلا میں موت کے آخری دن تک بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ اس لڑکی گارشا کی ہمت اور اعلا کارکردگی کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے جلا وطن

خلائی کمرے کو کنٹرول کیا۔ پھر عفریتوں کے سیارے پر اتری جہاں سے مردہ خلا بازوں کا جہاز لے کر تم یہاں آ گئے۔

بوڑھے گال کی باتیں سن کر سب ہکا بکا ہو کر رہ گئے۔ اس نے ایک ایک بات بالکل سچ بتائی تھی۔ بوڑھا گال ٹہلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میرے بچو! یہ مت سمجھنا کہ ہم غیر ترقی یافتہ اور نیم وحشی جنگلی ہیں۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ ایک وقت تھا کہ ہم خلائی سائنس میں اپنے نظامِ شمسی کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ لوگ تھے۔ ہمارے آبا و اجداد نے سائنس میں اتنی ترقی کرلی تھی کہ ہم ایک آدمی کی دماغی صلاحیتیں اس کے دماغ سے نکال کر دوسرے کے دماغ میں ڈال دیتے تھے۔ یوں ہم بے وقوف کو عقل مند اور عقل مند کو ایک منٹ میں بے وقوف بنا ڈالتے تھے۔ ہم نے ایسے ایسے مہلک ایٹمی ہتھیار بنالیے تھے کہ ہم صرف بٹن دبانے سے دوسرے تمام سیاروں کو تہس نہس کرسکتے تھے اور پھر ایسا ہوا کہ ہماری ذرا سی غفلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرے سیارے کی مخلوق نے ہم پر حملہ کردیا اور صرف ایک سیکنڈ میں ہماری ساری آبادی کو بھاپ بنا کر اڑا دیا۔ اس میں انسان اور بڑی بڑی خلائی عمارتیں بھی پگھل کر بھاپ بن کر اڑ گئیں۔ صرف ہمارے تہ خانے کی کچھ لیبوریٹریاں باقی بچ گئیں، لیکن ہمارے آبا و اجداد نے دشمن کو بھی ختم کردیا۔ دونوں سیاروں کی مخلوق ختم ہوگئی۔ دونوں سیاروں کی زمین کے اوپر کی عمارتوں کا صفایا ہوگیا۔ صرف ہمارے سیارے کے تہ خانے میں چھپے ہوئے کچھ سائنس دان زندہ بچ گئے۔ جب وہ ایٹمی تابکاری کے ختم ہونے کے بعد تہ خانے سے باہر آئے تو ہر طرف تباہی اور ویرانی کا منظر تھا۔

ایک بھی عمارت، ایک بھی انسان زندہ نہ بچا تھا۔ اس تباہی پر وہ سخت آزردہ ہوئے اور انھوں نے وہیں فیصلہ کیا کہ وہ آئندہ سے ایک سادہ اور غیر سائنسی زندگی بسر کریں گے۔

چناں چہ انھوں نے جنگل میں اپنے لیے چھوٹے چھوٹے مکان بنائے۔ ان کی دیواروں کو پھولوں بھری بیلوں سے ڈھک دیا اور اپنے بال بچوں کے ساتھ زمین کاشت کرکے اور دریا پر مچھلیاں پکڑ کر زندگی بسر کرنے لگے۔ مگر انھوں نے سائنسی ترقی کی یادگار کے طور پر ان دو تہ خانوں کی لیبورٹریوں کو عجائب گھر کی طرح باقی رکھا تاکہ آنے والی نسلوں کو معلوم ہوسکے کہ ان کے آبا و اجداد بہت زیادہ ترقی یافتہ تھے، مگر سائنس کی ترقی ہی ان کی تباہی کا باعث بنی۔ چناں چہ جب تمھارا خلائی جہاز ہمارے سیارے کے دائرے میں داخل ہوا تو اسی لیبورٹری کے ایک سگنل نے مجھے میرے مکان پر خبردار کردیا تھا کہ کوئی خلائی جہاز سیارے پر اُترنے والا ہے۔"

گارشا کہنے لگی:

"عالی جناب! اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا سیارہ خلائی سائنس میں ہم سے بہت ترقی یافتہ رہ چکا ہے اور اس کا ثبوت یہ مشینیں ہیں جن کی مثال آج بھی ہمارے سیارے اڈُان پر نہیں ملتی لیکن میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں۔"

عمران، شیبا اور سلطانہ بھی غور سے دیکھنے لگے۔ بوڑھے گال نے کہا:

"ضرور پوچھو بیٹی!"

گارشا نے کہا:

"کیا آپ کی یہ سائنسی ترقی ہمارے خلائی جہاز کو زمین کے

سیارے تک پہنچنے میں ہماری کوئی مدد کرسکتی ہے؟ کیوں کہ ہم جلدی ہوسکے عمران، شیبا اور سلطانہ کی دنیا میں واپس جانا چاہتے ہیں تاکہ وہاں گریٹ کنگ کے ناپاک منصوبوں کو تباہ کیا جاسکے اور دنیا کو آنے والی بھیانک تباہی سے بچایا جاسکے۔"

بوڑھا گال سوچ میں پڑ گیا۔ عمران شیبا اور سلطانہ بھی بوڑھے گال پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ وہ بھی بوڑھے گال سے یہی سوال کرنے والے تھے۔ گارشا خاموش تھی۔ بوڑھا گال بولا:

"ایسا کیوں نہیں ہوسکتا۔ ہماری اس لیبوریٹری میں وہ خلائی چارٹ موجود ہے جس میں زمین کے نظامِ شمسی کا سارا نقشہ موجود ہے تم اس کی مدد سے اپنے خلائی جہاز کو اپنی زمین کے سیارے کی طرف لے جاسکتی ہو۔"

گارشا، عمران، شیبا اور سلطانہ اس جواب سے بڑے خوش ہوئے ان کی اُمید برآئی تھی۔ یہی تو وہ چاہتے تھے۔ گال نے ایک الماری میں سے چاندی کی پلیٹ نکال کر گارشا کے سامنے رکھ دی۔ اس پر خلا کے اس حصے کے تمام نظام ہائے شمسی کا نقشہ تھا اس میں وہ نظامِ شمسی بھی تھا جس میں ہماری زمین کا سیارہ تھا۔ بوڑھا گال بولا:

"تم اپنی زمین کی سمت کی ساری ڈگریاں اور زاویے اپنے خلائی جہاز کے کمپیوٹر میں فیڈ کرسکتی ہو۔ اس کے بعد خلائی جہاز اپنے آپ زمین کی سمت پکڑ کر روانہ ہوجائے گا۔"

گارشا نے بوڑھے گال کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

"جناب! آپ نے ہماری بڑی مشکل حل کردی ہے۔ ہمیں پہلے بالکل یقین نہیں آیا تھا کہ آپ سائنس میں اتنی ترقی کرچکے ہیں۔"

بوڑھا گال مسکرایا۔ کہنے لگا:

"اب میں تمھیں اپنی سائنسی ترقی کا ایک اور نمونہ دکھانا چاہتا ہوں۔ اس سامنے والی اسکرین پر اپنی زمین کے گزرے ہوئے واقعات کو ایک بار پھر گزرتے دیکھوگے مگر یہ سارے واقعات تمھاری زمین پر آج سے کئی سو سال پہلے کے واقعات ہوں گے۔"

عمران نے فوراً سوال کیا:

"کیا آپ ہمیں وہ واقعات نہیں دکھا سکتے جو ہماری زمین پر اس وقت گزر رہے ہیں؟"

بوڑھے گال نے گارشا کی طرف دیکھ کر کہا:

"تم اس سوال کے جواب کو زیادہ بہتر سمجھ سکوگی۔ بات یہ ہے کہ ہمارے کمپیوٹر میں تمھاری زمین کے صرف وہی واقعات محفوظ ہوئے ہیں جو روشنی کے ذرات کے ساتھ ہمارے سیارے تک پہنچنے میں کام یاب ہوئے ہیں۔ تمھارے زمین پر گزرنے والے واقعات کو ہمارے سیارے تک پہنچنے میں کئی نوری سال لگتے ہیں چناں چہ ہمارے سیارے تک تمھاری زمین کے کچھ سو برس پہلے کے واقعات تو روشنی کی رفتار کے ساتھ سفر کرتے ہوئے پہنچ گئے ہیں لیکن جو واقعات اس وقت تمھاری زمین پر گزر رہے ہیں ان کا عکس روشنی کی رفتار کے ساتھ خلا میں سفر کر رہا ہے۔ انھیں ہمارے سیارے کے اس کمپیوٹر تک پہنچنے میں ابھی کئی برس لگ جائیں گے۔ اس لیے ہم تمھیں تمھاری زمین کے اس وقت کے واقعات نہیں دکھا سکتے۔ تم صرف اپنی زمین کی پرانی تاریخ کے واقعات کو ہی دوبارہ ڈرامے کی شکل میں گزرتے دیکھ سکوگے۔ مگر ایک بات کا خیال رہے کہ جس اسکرین پر یہ واقعات چل رہے ہوں گے اس کے زیادہ قریب جانے کی کوشش نہ کرے۔ کیوں کہ یہ صرف کمپیوٹر کی فلم نہیں ہے، بلکہ گزرے ہوئے تاریخی واقعات

کا عکس ہے اور جو لوگ اسکرین پر چل پھر رہے ہوں گے وہ زندہ ہوں گے وہ تاریخ کے کسی دور میں ضرور مر کھپ چکے ہیں، مگر ان کا عکس زندہ ہے اور اپنے عکس میں وہ بھی زندہ ہیں۔ اس عکس کی اپنی ایک کشش ہے وہ آپ کو اپنی طرف کھینچ کر اپنی دنیا میں لے جاسکتی ہے اور ایک بار آپ میں سے کوئی ان لوگوں کی دنیا میں چلا گیا تو پھر میں اور میرا تمام سائنسی علم بھی اسے واپس نہ لا سکے گا۔"

عمران اور شیبا نے اپنے بدن میں ایک عجیب سی سنسنی محسوس کی۔ انھیں کبھی یقین نہیں آتا تھا کہ وہ گزرے ہوئے تاریخی واقعات کو ایک بار پھر زندہ حالت میں ایک اسکرین پر گزرتے دیکھ سکیں گے۔ سلطانہ بھی بڑی جذباتی ہورہی تھی کہنے لگی:

"جناب! آپ فکر نہ کریں۔ ہم اسکرین سے دور ہی رہیں گے۔"

بوڑھا کمال ایک الماری کی طرف بڑھا۔ اس میں سے اس نے ایک ننھا سا انگوٹھے کے ناخن جتنا چپ نکالا۔ پھر ایک خاص کمپیوٹر کے پاس آیا وہ چپ اس میں ڈال دیا اور اس کا بٹن دباکر بولا:

"اپنی نظریں اسکرین پر رکھنا۔ تم لوگ اپنی زمین پر گزرے ہوئے تین ہزار سال پہلے کے تاریخی واقعات کو ایک بار پھر گزرتے دیکھنے والے ہو۔"

سب کی نظریں اسکرین پر لگی تھیں۔ وہ بڑے اشتیاق سے دیکھ رہے تھے۔ اسکرین پر ہلکی سی روشنی ہوئی۔ پھر ایک منظر ابھر کر آگیا۔ یہ پرانے مصر کے دریائے نیل کا منظر تھا۔ دریا میں ملکہ مصر قلوپطرہ کا شاہی بجرہ گزر رہا تھا۔ کنیزیں اور غلام ملکہ قلوپطرہ کے پیچھے کھڑے مورچھل ہلا رہے تھے۔ آگے آگے دریا میں مصری

سپاہیوں سے بھری ہوئی دو کشتیاں جا رہی تھیں۔ ملکہ قلوپطرہ شاہی تخت پر بیٹھی تھی۔ اس نے زرق برق لباس پہن رکھا تھا۔ عمران نے حیرت سے کہا:

"یہ تو ملکۂ مصر قلوپطرہ کی سواری جا رہی ہے۔ یہ تو آج سے کئی ہزار سال پہلے کا منظر ہے۔"

"ہاں۔" بوڑھے گال نے آہستہ سے کہا۔

شیبا اور سلطانہ بھی کھلی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ رہی تھیں۔ ان کے منہ حیرت کے مارے کھلے تھے۔ قلوپطرہ کی فلم تو انھوں نے دیکھی تھی مگر اصل قلوپطرہ کو وہ آج دیکھ رہے تھیں۔ جب ملکہ قلوپطرہ کا بجرہ دریا میں سے گزر گیا تو بوڑھے گال نے کمپیوٹر بند کر دیا۔ اسکرین پر سے روشنی اور عکس غائب ہو گیا۔

گال کہنے لگا:

"یہ منظر تم کم از کم ہمارے نظامِ شمسی میں سے کسی دوسرے سیارے پر نہیں دیکھ سکتے کیوں کہ اس معاملے میں صرف ہم ہی ترقی یافتہ ہیں۔"

شیبا نے سوال کیا:

"کیا ہم اسکرین پر اسلامی دور کو بھی دیکھ سکتے ہیں؟ میرا مطلب ہے کیا ہم اپنے مسلمان سپہ سالاروں کو بھی دیکھ سکتے ہیں؟"

بوڑھا گال بولا، "کیوں نہیں۔" اور اس کے ساتھ ہی بوڑھے گال نے چپ کے زاویے کو تھوڑا سا بدلا اور کمپیوٹر کا بٹن دبا دیا۔ اسکرین پر روشنی ہوئی اور ایک فوج نظر آئی جو گھوڑے دوڑاتی ایک سنگلاخ میدان میں سے گزر رہی تھی۔ ان کا لباس عربی تھا اور کہیں کہیں چاند تارے والے اسلامی پرچم لہرا رہے تھے۔

بوڑھے گاکال نے کہا:
"یہ تمہارے ایک مشہور اور بہادر مسلمان سپہ سالار محمد بن قاسم کی فوج ہے جو سندھ کو فتح کرنے کی غرض سے بڑھتی چلی جارہی ہے۔"
شیبا، عمران اور سلطانہ کے چہروں پر چمک آگئی۔ فوج ایک خشک ٹیلے کے اوٹ میں ہوگئی۔ گاکال نے کمپیوٹر بند کرتے ہوئے کہا:
"اس چھوٹے سے چپ میں ہزاروں سال کی تاریخ کا زمانہ بالکل زندہ حالت میں بند ہے۔ اسے دیکھنے کے لیے ہزاروں برس کی عمر چاہیے۔ کہاں تک دیکھو گے۔ رات کافی ہوگئی ہے۔ میرا خیال ہے اب تم آرام کرو۔"
عمران اور شیبا کا دل چاہتا تھا کہ وہ محمد بن قاسم کو راجہ داہر کا قلعہ فتح کرتے دیکھیں مگر بوڑھے گاکال کے آگے وہ اصرار نہ کرسکے۔ تہ خانے سے نکل کر وہ اپنے کمرے میں آگئے۔ یہاں پر پھولوں کے نرم بستر بچھے تھے۔ وہ اپنے اپنے بستروں پر لیٹ گئے۔ گارشا نے کہا:
"یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہوئی ہے کہ ہمیں وہ خلائی نقشے کا چارٹ مل گیا ہے جس کی مدد سے ہم زمین کے سیارے پر آسانی سے پہنچ جائیں گے۔"
"ہاں گارشا!" سلطانہ بولی، "یہ ہماری واقعی بہت بڑی خوش نصیبی ہے لیکن تمہارے خیال میں ہم کتنے عرصے میں زمین کا خوب صورت چہرہ دیکھیں گے؟"
گارشا نے کہا:
"اس کا اندازہ ابھی نہیں لگایا جاسکتا۔ صبح اپنے خلائی جہاز میں

اس نقشے کی مدد سے کمپیوٹر کو سیٹ کرنے کے بعد ہی کچھ کہہ سکوں گی۔"

عمران اور شیبا پاس ہی تھے۔ وہ دونوں ایک ہی بات سوچ رہے تھے کہ کسی طرح تہ خانے میں واپس جا کر محمد بن قاسم کے زمانے کو دوبارہ دیکھا جائے۔ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد گلارشا اور سلطانہ سو گئیں۔ عمران اور شیبا جاگ رہے تھے۔ شیبا نے آہستہ سے عمران سے کہا:

"عمران! چلو تہ خانے میں چل کر محمد بن قاسم کو سندھ فتح کرتے دیکھتے ہیں۔ ایسا منظر تو شاید ہم ساری زندگی دیکھ نہ سکیں گے۔"

"ہاں شیبا! میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ یہ بڑا سنہری موقع ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

یہ کہہ کر عمران اُٹھا اور دبے پاؤں چلتا کمرے سے نکل گیا۔ شیبا بھی دبے پاؤں اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ وہ تہ خانے کا زینہ اُتر کر لیبوریٹری میں آ گئے۔ انھیں معلوم تھا کہ دروازہ کس طرح کھلتا ہے۔ لیبوریٹری کا وہ کمرا جس میں مشینیں لگی تھیں اور کمپیوٹر پڑے تھے بالکل خالی تھا۔ عمران جلدی سے کمپیوٹر کے آگے بیٹھ گیا اور بولا:

"چپ ویسے ہی لگا ہوا ہے کمپیوٹر میں۔"

شیبا نے جھک کر کمپیوٹر کے اندر لگے چپ کو دیکھا اور بولی، "عمران! اس کا زاویہ ذرا سا بدل گیا ہے۔"

"پھر کیا ہوا؟ عمران نے کہا۔ اور عمران نے بٹن دبا دیا۔ اسکرین پر روشنی ہوئی۔ پھر ایک منظر اُبھرا۔ یہ محمد بن قاسم کی فوج کا منظر نہیں تھا، بلکہ کوئی جنگل تھا جس میں ایک نہر بہ رہی تھی

شیبا اسکرین سے تھوڑے فاصلے پر کھڑی اس منظر کو حیرت سے تک رہی تھی۔ اس نے کہا:

" عمران! چپ سے نزادیے کو پیچھے کرو۔"

عمران بولا، " ایسا کرنا خطرناک ہوسکتا ہے۔ واقعات آگے گزر رہے ہیں۔ یہ زندہ واقعات ہیں کوئی ٹی وی کی ٹیپ نہیں ہے کہ جسے پیچھے کرلوں۔ اتنے میں کسی بچے کی چیخ سنائی دی۔ عمران اور شیبا کی آنکھیں اسکرین کی طرف اٹھ گئیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ندی میں سات آٹھ سال کی ایک بچی ڈوب رہی ہے وہ مدد کے لیے چیخ رہی تھی۔ اللہ جانے شیبا کے دل پر اس منظر کا کیا اثر ہوا کہ وہ سب کچھ بھول گئی اور بچی کو بچانے کے لیے اسکرین کی طرف بڑھی وہ اسکرین کی کشش کے دائرے میں داخل ہوگئی اور پھر عمران کی آنکھوں نے دیکھا کہ اسکرین نے شیبا کو تیزی سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ شیبا اسکرین کے اندر چلی گئی۔ اب اس نے نہر میں چھلانگ لگادی تھی اور بچی کو تو اٹھا لیا تھا، مگر پانی کی تیز لہریں شیبا کو بہاکر لے گئیں اور شیبا عمران کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ عمران کو ایک پل کے لیے تو کچھ پتا نہ چلا کہ یہ سب کچھ ایک دم سے کیا ہوگیا ہے۔ پھر اس نے گھبراکر کمپیوٹر کا بٹن بند کردیا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید اس طرح شیبا اسکرین سے باہر آجائے گی۔ اسکرین پر منظر غائب ہوگیا اور شیبا باہر نہ نکلی عمران نے خوف زدہ ہوکر ایک بار پھر بٹن دبا دیا۔ اب جنگل خاموش تھا۔ نہر بھی خاموش تھی اور وہاں نہ شیبا تھی اور نہ وہ لڑکی جس کو بچانے کے لیے شیبا اسکرین کے اندر کود گئی تھی۔

عمران گھبرا گیا۔ وہ شیبا کو آوازیں دینے لگا اور انجانے میں وہ بھی اسکرین کے کشش کے دائرے میں داخل ہوگیا۔ اسے گھبراہٹ میں

کوئی خبر نہ ہوئی کہ وہ خطرناک علاقے میں داخل ہوچکا ہے۔
اسکرین پر تاریخی واقعات کا منظر چل رہا تھا۔ اسکرین نے فوراً عمران کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا اور عمران بھی پرانے تاریخی زمانے کے اس جنگل میں داخل ہوگیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا اس کا خیال تھا کہ اسے لیبوریٹری کا کمرا اور کمپیوٹر وغیرہ ضرور نظر آئیں گے، مگر اس کی آنکھوں کے سامنے سوائے گھنے ویران سنسان جنگل کے اور کچھ نہیں تھا۔ گال کی لیبوریٹری اور کمپیوٹر وغیرہ تو اپنی جگہ پر موجود تھا، مگر عمران کو یہ سب کچھ نظر نہیں آسکتا تھا کیوں کہ وہ اس لیبوریٹری کے ذریعہ سے گارشا اور سلطانہ سے کئی سو سال پہلے کے زمانے میں جاچکا تھا۔
سلطانہ کے پہلو بدلتے ہوئے آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ شیبا اور عمران وہاں نہیں تھے۔ وہ حیران ہوئی کہ دونوں بہن بھائی کہاں چلے گئے۔ اس نے اُٹھ کر باہر دیکھا۔ باہر رات کا اندھیرا چھا رہا تھا۔ سلطانہ کو تشویش ہوئی اس نے گارشا کو جگاکر بتایا کہ شیبا اور عمران کمرے میں نہیں ہیں۔ گارشا نے نیند بھری آواز میں کہا:
"یہیں کہیں ہوں گے آجائیں گے۔"
سلطانہ بولی، "میرا دل گھبرا رہا ہے گارشا۔ کہیں ان کے ساتھ کوئی حادثہ نہ ہوگیا ہو؟"
"سو جاؤ سلطانہ کوئی بات نہیں ہے۔" گارشا نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ سلطانہ کو بے چینی سی لگی ہوئی تھی۔ اس نے گارشا کو اُٹھاکر بٹھادیا اور کہنے لگی، "گارشا! وہ اس طرح آدھی رات کو اکیلے باہر نہیں جاسکتے ضرور کوئی بات ہے۔" گارشا اُٹھ بیٹھی۔
"چلو باہر دیکھتے ہیں۔"

وہ کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے کی طرف آئیں تو اُنھیں نیچے تہ خانے ہی سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنائی دیں۔ گارشا نے کہا:

"وہ دونوں ضرور کمپیوٹر پر پُرانے زمانے کے واقعات دیکھ رہے ہوں گے۔ نیچے آؤ۔"

تہ خانے میں آتے ہی گارشا نے دیکھا کہ کمپیوٹر کھلا ہوا تھا اسکرین پر اللہ جانے تاریخ کے کس زمانے کے گھوڑے ایک میدان میں بھاگے جارہے تھے مگر شیبا اور عمران وہاں نہیں تھے۔ گارشا لپک کر کمپیوٹر کے پاس آئی۔ کمپیوٹر میں ڈالا ہوا چپ سینکڑوں برس پہلے کے منظر اسکرین پر دکھا رہا تھا۔ گارشا اسکرین کے قریب گئی تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اسکرین کے پاس شیبا کی ایک جوتی پڑی تھی۔ سلطانہ نے بھی جوتی کو دیکھا تو دل پکڑ کر بولی، "یہ تو شیبا کی جوتی ہے گارشا۔ اس کی دوسری جوتی کہاں ہے؟" خلائی لڑکی گارشا اسکرین کو تک رہی تھی جہاں اب سکندرِ اعظم کے زمانے کا ایک یونانی سوار اکیلا ہی گھوڑے کو دوڑائے چلا جارہا تھا۔ وہ حلق سے عجیب و غریب آوازیں بھی نکال رہا تھا۔ گارشا نے آہستہ سے کہا:

"سلطانہ! میرا خیال ہے کہ شیبا کو اسکرین نے نگل لیا ہے۔"

سلطانہ کا رنگ زرد پڑ گیا۔ "اور عمران وہ کہاں ہے؟" اس کے منھ سے جیسے اپنے آپ یہ جملہ نکل گیا تھا۔ گارشا نے کہا:

"شاید وہ بھی اس کے پیچھے اس کی تلاش میں اسکرین میں چھلانگ لگا چکا ہے۔"

گارشا نے جلدی سے کمپیوٹر مشین بند کردی۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ گھبراہٹ کی وجہ سے سلطانہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

خلائی مخلوق کراچی میں

تھوڑی دیر میں بوڑھا گال بھی وہاں آگیا۔
اس نے کمپیوٹر کی ایک خاص پلیٹ کو باہر نکال کر دیکھا تو اس کا چہرہ فکر مند ہوگیا۔ وہ سر کو افسوس کے ساتھ ہلاتے ہوئے بولا:
"آخر انھوں نے وہی کیا جس سے میں نے انھیں منع کیا تھا۔ وہ اسکرین کے پاس گئے اور اسکرین انھیں کھینچ کر قدیم زمانے میں لے گئی۔"
سلطانہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ روہانسو آواز میں بولی:
"اللہ کے لیے کچھ کریں۔ کسی طرح شیبا اور عمران کو پرانے زمانے سے واپس لے آئیں۔"
بوڑھے گال نے کہا:
"یہ کام میرے اختیار میں نہیں ہے۔ پلیٹ کے نشان بتا رہے ہیں کہ عمران اور شیبا سکندر اعظم کے زمانے میں جا چکے ہیں اور انھیں اب کوئی واپس نہیں لاسکتا۔"
گارشا کو بھی عمران اور شیبا کے اس طرح سے ہمیشہ کے لیے غائب ہوجانے کا بڑا افسوس ہوا۔ وہ جانتی تھی کہ دونوں کا اب

گزرے ہوئے زمانے سے واپس آنا تقریباً ناممکن ہے، مگر وہ خلائی لڑکی تھی اور اسے زیادہ افسوس اور کسی بات کا غم نہیں ہوتا تھا۔ وہ ہر واقعے کو سائنسی اعتبار سے درست مانتی تھی۔ اس نے سلطانہ سے کہا:

"سلطانہ! ہمیں عمران اور شیبا کو حالات کے دھارے پر چھوڑ کر خود زمین پر واپس جانے کی تیاری کرنی چاہیے تاکہ اوٹان سیارے کے گریٹ کنگ کے ناپاک منصوبے سے زمین کے لوگوں کو بچایا جاسکے۔"

سلطانہ نے ٹھنڈا سانس بھرا اور بولی:

"ٹھیک ہے گارشا! عمران اور شیبا کی قسمت میں یہی لکھا تھا۔ اللہ نے چاہا تو کبھی نہ کبھی وہ ہم سے دوبارہ آملیں گے۔"

دوسرے دن گارشا نے اپنے خلائی جہاز کے کمپیوٹر کو بوڑھے گال کے کائناتی چارٹ والے نقشے کے مطابق سیٹ کردیا۔ گال اور سیارے کے لوگوں نے سلطانہ اور گارشا کو پھولوں کے ہار پہنائے اور الوداع کہا۔ گارشا کا خلائی جہاز اس خوب صورت سیارے کو چھوڑ کر اوپر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ ایک خاص بلندی پر پہنچ کر سلطانہ اور گارشا نے اپنی اپنی پیٹیاں باندھ لیں۔ سلطانہ گارشا کی ساتھ والی سیٹ پر کاک پٹ میں ہی بیٹھی تھی۔ گارشا نے کہا:

"سٹینڈ بائی۔ ہم سیارے کے دائرۂ کشش سے نکلنے والے ہیں۔" پھر گارشا نے دونوں راکٹ فائر کردیے۔ خلائی جہاز کو ایک دھچکا لگا اور وہ بندوق کی گولی کی رفتار سے بھی زیادہ رفتار سے فضا کو چیرتا ہوا سیارے کی کشش کے حلقے سے نکل کر خلا میں داخل ہوگیا۔

گارشا ایک تجربہ کار اور لائق خلا باز لڑکی تھی۔ زمین کے سیارے کا نقشہ اس کے سامنے تھا جو کمپیوٹر کو فیڈ کر دیا گیا تھا۔ جہاز روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ رفتار کے ساتھ خلا میں سے گزر رہا تھا۔ سلطانہ نے پوچھا:

"ہم ٹھیک سمت میں جا رہے ہیں نا گارشا؟"

گارشا کی نظریں چھوٹی اسکرین پر تھیں جہاں خلا میں بکھرے ہوئے پتھر کے ٹکڑے تیزی سے پیچھے جا رہے تھے۔ اس نے کہا:

"ہاں بوڑھے گال کے نقشے نے ہمیں سیدھے راستے پر ڈال دیا ہے۔ ورنہ ہم خلا میں نہ جانے کب تک بھٹکتے۔"

سلطانہ نے افسوس کے ساتھ کہا:

"میں سوچ رہی ہوں کہ اپنی زمین پر جا کر عمران اور شیبا کے ڈیڈی ممی کو کیا جواب دوں گی؟"

گارشا نے کہا:

"ہم کہہ دیں گے کہ وہ ہمارے بعد اپنے آپ آجائیں گے۔"

سلطانہ بولی:

"مگر وہ تو کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ وہ تو سکندر اعظم کے زمانے میں جا چکے ہیں اور کبھی واپس آئے بھی تو زمین پر آتے آتے نہ جانے انھیں کتنے سال لگ جائیں گے۔"

گارشا نے کہا:

"میں نے تمھیں پہلے بھی بتایا تھا کہ وقت کا بڑا فرق ہوتا ہے۔ عمران اور شیبا اگر سکندر اعظم کے زمانے میں دو سو سال رہ کر بھی واپس آئے تو تمھاری زمین کا صرف ایک دن ہی گزرا ہوگا۔"

سلطانہ تعجب سے بولی:

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیا وہ سو دو سو سال تک زندہ رہیں گے؟"

گارشا مسکرائی۔ کہنے لگی:

"عمران اور شیبا آج سے سینکڑوں برس پہلے کے زمانے میں جا چکے ہیں اور وہ اس زمانے کے انسان ہیں۔ وہ جب تک پرانے زمانے میں رہیں گے ان کی عمر ایک دن بھی نہیں بڑھے گی۔ وہ جیسے ہیں ویسے ہی رہیں گے۔ سکندر اعظم مر جائے گا۔ اس کے زمانے کے لوگ بوڑھے ہو جائیں گے مگر عمران اور شیبا ویسے کے ویسے جوان رہیں گے کیوں کر پُرانے زمانے میں جاتے ہی ان کی عمریں ایک جگہ رُک گئی ہیں۔"

سلطانہ نے کچھ اطمینان کے ساتھ کہا:

"یہ تو اچھی بات ہے لیکن اللہ کرے کہ وہ واپس آجائیں، مگر گارشا! وہ ہماری زمین پر کیوں کر واپس آئیں گے، اگر ایسا ہوا بھی تو وہ تو بوڑھے گال کے سیارے کی لیبورٹری میں ہی واپس آسکتے ہیں۔"

اس پر گارشا نے کہا:

"اس کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کیوں کہ روشنی کے ذرے ہر سیارے پر موجود ہیں اور عمران اور شیبا روشنی کے ذروں کے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ اگر کوئی معجزہ ہوگیا تو وہ تمہاری زمین پر بھی کسی جگہ اچانک واپس آسکتے ہیں۔"

سلطانہ نے کوئی بات نہ کی۔ بس دل میں اللہ سے دعا مانگنے لگی کہ اے اللہ میاں! عمران اور شیبا کو جلدی ان کے ماں باپ کے پاس زمین پر پہنچا دے۔

خلائی جہاز اپنا سفر تیزی سے طے کر رہا تھا۔ سلطانہ نے کھڑکی کے شیشے سے باہر دیکھتے ہوئے کہا:

"گارشا! مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ ہمارا جہاز خلا میں لٹک کر رہ گیا ہے۔ ایک انچ بھی آگے نہیں جا رہا!"

گارشا نے جواب دیا:

"سلطانہ! تم تو طبعیات کی ڈاکٹر ہو۔ تمہیں تو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمیں اپنے چلنے اور آگے بڑھنے کا احساس صرف دوسری کسی قریب کی رُکی ہوئی چیز کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ ہمیں ٹرین اس لیے چلتی نظر آتی ہے کیوں کہ باہر کے درخت، کھیت اور مکان پیچھے جا رہے ہوتے ہیں، مگر جب تم ہوائی جہاز میں سفر کرتی ہو تو چوں کہ باہر کوئی کھیت، درخت اور مکان نہیں ہوتا اس لیے ہمیں احساس ہوتا ہے کہ جہاز فضا میں رُکا ہوا ہے۔ کبھی کبھی بادلوں کی وجہ سے ہمیں احساس ہو جاتا ہے کہ جہاز آگے بڑھ رہا ہے، مگر خلا میں کوئی بادل بھی نہیں ہے۔ ستارے سیارے ہم سے اربوں کھربوں میل کے فاصلے پر ہیں۔ اس لیے تمہیں احساس ہو رہا ہے کہ خلائی جہاز ایک جگہ لٹک کر رہ گیا ہے۔ مگر اس ڈائیل پر نگاہ ڈالو تو تمہیں معلوم ہوگا ہم اس وقت روشنی کی رفتار سے ایک لاکھ گنا زیادہ تیز رفتار سے خلا میں سفر کر رہے ہیں۔"

سلطانہ کا سر چکرا گیا۔ کہنے لگی:

"میں نے فزکس ضرور پڑھی ہے۔ مگر خلا میں سفر کرنے کا یہ پہلا موقع ہے۔ جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا اسے سامنے عملی شکل میں دیکھ کر سر چکرانے لگا ہے۔"

گارشا مسکراتی رہی اور خلائی جہاز ناقابل یقین رفتار کے ساتھ

خلا میں اپنا سفر طے کرتا چلا گیا۔ وقت کا وہاں کوئی احساس نہیں تھا۔ نہ دن تھا، نہ رات تھی۔ نہ کوئی موسم تھا اور نہ کوئی سورج طلوع و غروب ہورہا تھا۔ ان کے پاس خوراک کی گولیاں اتنی تھیں کہ ان کے حساب سے وہ ابھی ایک ماہ تک زندہ رہ سکتی تھیں۔ خلائی جہاز میں ایک گھڑی ضرور لگی تھی جس نے دن کو زمین کے حساب سے گھنٹوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ یہ گارشا نے سلطانہ کی مدد سے اس لیے کیا تھا کہ وہ زمین کی طرف سفر کررہے تھے۔ اس گھڑی کے حساب سے جب بارہ گھنٹے گزرتے تو باری باری وہ سوکر آرام کرلیتیں۔

اسی طرح خلائی جہاز میں لگی ہوئی گھڑی کے حساب سے جب انھیں دو دن گزر گئے تو دور خلا میں پہلی بار ایک نیلا سیارہ تھوڑا سا جھلملاتا نظر آیا۔ گارشا نے اس سیارے کو چونک کر دیکھا اور کہا:"سلطانہ وہ دیکھو، یہ تمھارے نظام شمسی کا پہلا سیارہ ہے۔"

" سلطانہ نے غور سے دھندلے دھندلے منظر والے سیارے کو دیکھا۔ گارشا نے کہا:

"یہ تمھارے نظام شمسی کے سورج سے بہت دور لگتا ہے اسی لیے زیادہ نہیں چمک رہا۔"

پھر خلائی جہاز زمین کی گلیکسی میں داخل ہوگیا۔ اب انھیں باقی سیارے بھی نظر آنے لگے جن میں زمین کا سیارہ بھی تھا۔ یہ سب سیارے سورج کے قریب ہونے کی وجہ سے زیادہ شوخی سے چمک رہے تھے۔ سورج نے سارے نظام شمسی کی فضا کو منور کردیا تھا۔ صرف دور کے سیارے دھندلے اور اندھیرے میں تھے۔ گارشا نے کمپیوٹر کی اسکرین پر نگاہ ڈالی اور کہا:

"یہ سیارہ تمھاری زمین ہے سلطانہ! خلائی جہاز کا رُخ بھی

اسی سیارے کی طرف ہے۔"
سلطانہ نے اپنی زمین کو غور سے دیکھا۔ وہ ایک چھوٹی سی چمکیلی گیند لگ رہی تھی۔ گارشا نے خلائی جہاز کی رفتار بہت کم کردی تھی۔ کیوں کہ اب خوب صورت زمین کی کشش بھی جہاز کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ دیکھتے دیکھتے جہاز زمین کی فضا میں داخل ہونے کے بعد زمین کی طرف بڑھنے لگا۔ گارشا پہلی بار زمین کی فضا میں داخل ہوئی تھی۔ اس نے سلطانہ سے کہا:
"تمھاری زمین تو بڑی خوب صورت ہے۔ اس پر نیلی اور بھوری دھاریاں ہیں۔"
سلطانہ اپنی پیاری زمین کو دیکھ کر بہت خوش ہو رہی تھی۔ کہنے لگی:
"گارشا! تم زمین پر اُترنے کے بعد اس کی سیر کروگی تو تمھارا جی خوش ہوجائے گا۔ اگرچہ ہم سائنس میں تم سے کم ترقی یافتہ ہیں، لیکن ہمارے لوگ بڑے مخلص اور ایک دوسرے کے لیے ایثار کرنے والے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں۔"
گارشا کی نگاہیں کمپیوٹر کی اسکرین پر جمی تھیں۔ جہاں زمین کے اس خطّے پر رات کا وقت تھا جہاں خلائی جہاز اترنے والا تھا۔ سلطانہ اس کی برابر رہ نمائی کر رہی تھی اور جہاز کو پاکستان کے کسی علاقے میں اُتارنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ پھر رات کے وقت ایک شہر کی جگمگاتی روشنیاں نظر آنے لگیں۔ سلطانہ نے خوش ہو کر کہا: "یہ پاکستان کا کوئی بڑا شہر ہے۔ ضرور کراچی یا اسلام آباد ہوگا۔"
مگر خلائی جہاز ان روشنیوں کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گیا۔ گارشا نے جہاز کی رفتار کو مزید کنٹرول کیا اور جہاز ایک جگہ آہستہ آہستہ نیچے اُترنا شروع ہوگیا۔ یہ سمندر کا کنارہ تھا۔ کنارے کنارے

دور دور تک روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔ خلائی جہاز سمندر کے کنارے ایک جگہ بھوری چٹانوں کے درمیان حفاظت سے اُتار دیا گیا۔ جہاز کے انجن بند ہوگئے۔ گارشا نے دروازہ کھولا تو آوکسی جن سے بھری ہوئی تازہ ہوا اندر داخل ہوئی۔ گارشا نے گہرا سانس لے کر کہا:

"سلطانہ! تمھاری زمین کی ہوا تو بالکل ہمارے سیارے جیسی، بلکہ مجھے لگتا ہے کہ یہ ہوا زیادہ خوش گوار ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں معدنیات کی مقدار ہمارے سیارے کے مقابلے میں زیادہ ہے۔"

جہاز کی ساری روشنیاں بجھا دی گئی تھیں۔ سلطانہ نے گارشا سے پوچھا:

"کیا کسی ائیر پورٹ کے کنٹرول ٹاور سے ہمارا رابطہ نہیں ہوا؟"

گارشا دستانے اُتارتے ہوئے بولی:

"ہمارا خلائی جہاز دُنیا کے کسی راڈار پر نہیں دیکھا جاسکتا۔ کیوں کہ میں نے ایک خاص سسٹم کے ذریعہ سے اس کی باڈی سے خارج ہونے والی لہروں کو روک دیا تھا یہی وجہ ہے کہ کسی ائیر پورٹ کو ہمارے لینڈ کرنے کا علم نہیں ہوسکا۔"

سلطانہ نے کہا:

"کیا ہمارا جہاز یہاں محفوظ ہوگا۔ کیوں کہ جب تک ہم پروفیسر رضوی اور انسپکٹر شہباز سے بات نہیں کرلیتے ہم کسی کو بتانا نہیں چاہتے کہ ہم ایک خلائی جہاز میں یہاں اُترے ہیں۔"

گارشا نے اپنے دو منزلہ خلائی جہاز پر نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا:

"کسی کو یقین بھی نہیں آئے گا۔ وہ تو اس جہاز کو بھی کسی دوسرے ترقی یافتہ ملک کا جہاز ہی سمجھیں گے۔ چلو اب شہر کی طرف چلتے ہیں۔ ہمیں سب سے پہلے کہاں چلنا ہوگا۔ اس وقت

تمہاری دُنیا کے مطابق رات کے گیارہ بج رہے ہیں۔"
سلطانہ نے کہا:
"ہم سب سے پہلے پروفیسر رضوی سے ملیں گے۔ کیوں کہ وہی ایک ایسی شخصیت ہے جس کو خلا کے بارے میں بہت زیادہ معلومات ہیں۔ وہ میرے استاد بھی رہے ہیں۔ شیبا اور عمران نے مجھے بتایا تھا کہ وہ جانتے ہیں کہ اوشان سیارے کی مخلوق ہماری زمین پر تباہی پھیلانے کے لیے یہاں قبرستان والے خفیہ ٹھکانے میں اتری ہوئی ہے۔"
"چلو پروفیسر صاحب کے ہاں ہی چلتے ہیں۔"
یہ کہہ کر گارشا سلطانہ کے ساتھ چلنے لگی۔ وہ بھوری چٹانوں کے درمیان سے گزر کر اس بڑی سڑک پر آ گئے جو کراچی شہر کی طرف جاتی تھی۔ سڑک بالکل سنسان نہیں تھی۔ اندھیرا ضرور تھا، مگر کبھی کوئی گاڑی تیزی سے گزر جاتی تھی۔ سلطانہ نے گارشا سے کہا کہ ہمیں یہاں کسی سے لفٹ ہی لے کر جانا ہو گا، کیوں کہ خالی رکشا، ٹیکسی یہاں نہیں مل سکتی۔ گارشا مسکرا رہی تھی کہنے لگی:
"یہ رکشا، ٹیکسی کیا ہوتی ہے؟"
جب سلطانہ نے رکشا ٹیکسی کا نقشہ کھینچا تو گارشا نے سر نفی میں ہلا کر کہا:
"واقعی تم لوگ سائنس کے میدان میں ابھی بہت پیچھے ہو خیر کوئی بات نہیں۔"
سلطانہ بولی:
"لیکن ہم محبت، قربانی اور ایثار کے میدان میں تمہارے سیارے کی مخلوق سے بہت آگے ہیں۔"

وہ سڑک کے کنارے آکر کھڑی ہوگئیں۔ دور سے ایک ٹرک کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ سلطانہ کا خیال تھا کہ کوئی ٹرک ہوگا مگر یہ ایک ویگن تھی جس میں چند غنڈے قسم کے آدمی بیٹھے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو رات کو شاہراہ پر نکل کر بھولے بھٹکے لوگوں کو لوٹا کرتے۔ غنڈوں نے بھی جب اپنی ویگن کی روشنی میں ویران سڑک پر دو بے یار و مددگار عورتوں کو کھڑے اور گاڑی کو رُکنے کا اشارہ کرتے دیکھا تو غنڈوں کے سردار نے کلاشنکوف کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہا:

"گاڑی روک کر ان لوگوں کو گاڑی میں بٹھالو۔ اگر انکار کریں تو پیچھے ہٹ جانا۔ میں ان دونوں کو شوٹ کردوں گا۔"

ویگن سلطانہ اور گارشا کے بالکل قریب آکر رُک گئی۔ ڈرائیور نے کھڑکی کھول دی اور کہا:

"شہر چلنا ہے تو آجاؤ۔ ہم بھی شہر جارہے ہیں۔"

سلطانہ نے غنڈوں کی شکلیں دیکھیں تو کچھ ہچکچائی۔ گارشا بولی:

"چلو سلطانہ یہ لوگ ہمیں شہر پہنچا دیں گے۔"

سلطانہ نے خلائی زبان میں کہا:

"گارشا! یہ لوگ مجھے ڈاکو بدمعاش لگتے ہیں۔ ان سے خطرہ ہے۔" گارشا نے مسکرا کر کہا:

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں ایسی بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔ چلو ویگن میں بیٹھ جاؤ۔"

غنڈوں کے سردار نے بھی اصرار کیا اور کہا:

"بیٹھ جاؤ بی بی! ہم شریف لوگ ہیں۔"

مگر سلطانہ نے صاف انکار کرتے ہوئے کہہ دیا:

"نہیں بھائی ہمیں شہر نہیں جانا۔ آپ گاڑی لے جائیں۔"

یہ سن کر غنڈوں کا سردار ہاتھ میں کلاشنکوف لے کر گاڑی سے نکل آیا اور گالی بک کر بولا:

" کیسے نہیں جاؤگی۔ ہم تمھیں زبردستی لے جائیں گے۔"

دوسرے غنڈے بھی باہر نکل آئے۔ ان میں کسی کے ہاتھ میں پستول تھا تو کسی کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ سلطانہ نے گھبرا کر گارشا کی طرف دیکھا۔ گارشا نے اپنی خلائی زبان میں بڑی طنز کے ساتھ ڈاکٹر سلطانہ سے کہا:

" سلطانہ! تم ان لوگوں کی تعریف کر رہی تھیں کہ یہاں کے لوگ بڑے مخلص اور ہمدرد ہوتے ہیں۔"

غنڈوں کے سردار نے گارشا کو غصّے سے کہا:

" یہ کس زبان میں بات کر رہی ہو؟ چلو گاڑی میں بیٹھو۔"

خلائی لیزر پستول گارشا کی جیب میں تھا۔ غنڈے نے کلاشنکوف تان لی تھی۔ گارشا نے بڑی نرمی سے کہا:

" بھائی! ہمیں آپ کی گاڑی میں نہیں جانا۔ آپ ہمارے ساتھ زبردستی کیوں کر رہے ہیں؟"

تب سردار غنڈے نے گارشا کے قدموں کے پاس زمین پر فائر کر دیا۔ گولیاں سڑک پر لگیں اور پتھر اڑے۔ اب گارشا کو بھی غصّہ آ گیا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے لیزر پستول نکال کر غنڈوں کے سردار کی کلاشنکوف پر فائر کر دیا۔ پستول میں سے لیزر شعاع نکل کر کلاشنکوف پر پڑی اور اس کے ٹکڑے اڑ گئے۔ دوسرا فائر گارشا نے سردار غنڈے پر جھونک دیا۔ اس بار شعاع سفید تھی جو صرف بے ہوش ہی کر سکتی تھی۔ غنڈے کی گردن پر لیزر شعاع لگی اور وہ اچھل کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ ساتھ ہی دوسرے غنڈوں پر بھی فائر شروع کر دیے۔ انھیں اتنا موقع ہی نہ دیا کہ وہ اپنے پستول سے

فائر کرتے ایک غنڈے نے پھر بھی گارشا پر پستول چلا دی۔ گولی گارشا کے بازو میں سے دوسری طرف نکل گئی، مگر نہ خون بہا اور نہ گارشا کو تکلیف ہوئی۔ گولی نے بازو میں جو سوراخ کیا تھا وہ اپنے آپ ٹھیک ہوگیا۔ گارشا نے اس غنڈے کو بھی فائر کرکے بے ہوش کردیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں سڑک کے کنارے سارے غنڈے بے ہوش پڑے تھے۔ گارشا نے سلطانہ سے کہا:

"کیا تمھیں یہ چھکڑا قسم کی گاڑی چلانی آتی ہے؟"

سلطانہ مسکرا رہی تھی۔ بولی:

"ضرور آتی ہے۔ گارشا! اگر تم موقع پر پستول نکال کر فائر نہ کرتیں تو ہماری خیر نہیں تھی۔ یہ لوگ ڈاکو غنڈے تھے۔ ہماری زمین کے سبھی لوگ ایسے نہیں ہیں۔ یہ تو جرائم پیشہ لوگ ہیں اور پولیس انھیں پکڑتی رہتی ہے، مگر کیا یہ مر گئے ہیں؟ یہ بھسم تو بالکل نہیں ہوئے۔"

گارشا نے کہا:

"میں نے انھیں صرف بے ہوش کیا ہے۔ میں یوں ہی کسی کو ہلاک کرنے کے خلاف ہوں۔"

وہ ویگن میں سوار ہوگئیں۔ سلطانہ نے انجن اسٹارٹ کیا اور ویگن پروفیسر رضوی کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوگئی۔ اپنے خوب صورت شہر کی فضاؤں میں واپس آجانے سے ڈاکٹر سلطانہ کو بے حد خوشی ہورہی تھی۔ اگرچہ اُسے عمران اور شیبا کے غائب ہونے کا غم بھی تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ ان کے ماں باپ کو کس طرح کہے گی کہ عمران اور شیبا ان کے ساتھ نہیں آسکے۔ یہاں آتے ہی سلطانہ نے محسوس کرلیا تھا کہ وقت زیادہ نہیں گزرا اور اگرچہ اس نے خلائی سیارے میں کئی مہینے بسر کیے ہیں، مگر اس کی زمین

پر صرف دو تین دن ہی گزرے ہیں۔ اس کا اندازہ سلطانہ کو اس بات سے بھی ہوگیا کہ وہ جس موسم میں اپنے شہر سے اغوا کی گئی تھی شہر میں وہی موسم تھا۔ بہت جلد اسے اس کا ثبوت بھی مل گیا۔ شاہراہ پر ایک جگہ سڑک کے کنارے گھڑی لگی تھی جس کے حروف روشن تھے۔ اس گھڑی پر وقت، ٹمپریچر، مہینہ اور تاریخ لکھی تھی۔ سلطانہ کا حیرت سے منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"اُف خدایا!" اس نے گارشا سے کہا، "گارشا! میں دس تاریخ کو یہاں سے اغوا کی گئی تھی اور آج یہاں بارہ تاریخ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں نے تو اوشان سیارے میں دس گیارہ مہینے گزار دیئے، مگر یہاں صرف دو دن ہی گزرے ہیں۔"

گارشا بولی:

"وقت کوئی شے نہیں سلطانہ! اس کا تعلق زمین کی گردش سے ہے جہاں سیارے کی گردش میں فرق ہوگا وہاں وقت میں بھی فرق آجائے گا۔"

پھر گارشا نے پوچھا۔ "کیا تم پہلے اپنے گھر نہیں جاؤ گی؟"

سلطانہ نے کہا:

"میں اکیلی رہتی تھی۔ میرا وہاں کون ہے۔ میں پہلے پروفیسر رضوی کے ہاں جاؤں گی تاکہ اُسے حالات سے باخبر کیا جائے۔ پھر عمران اور شیبا کے گھر جاکر ان کے ماں باپ سے ملیں گے اور تسلی دیں گے کہ عمران اور شیبا بہت جلد واپس آجائیں گے۔"

سڑک پر اندھیرا تھا۔ ویگن کی روشنی سڑک پر تھوڑی دور تک ہی پڑ رہی تھی۔ اچانک سلطانہ نے بریک لگادی۔ ٹائروں میں سے چیخ کی آواز نکلی۔

"کیا ہوا؟" گارشا نے پوچھا۔

خلائی ایڈونچر سیریز ۔۷

موت کی شعاعیں

اے ۔ حمید

گارشا اور سلطانہ خلائی لاش سے کس طرح بچ سکیں ؟
پروفیسر رضوی کے ساتھ مل کر انھوں نے خلائی مخلوق کے اڈے کو تباہ کرنے کا پروگرام بنایا ۔
مگر کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکے ؟
عمران اور شیبا سکندرِ اعظم کے زمانے میں جا پہنچے
سکندرِ اعظم کے سپاہیوں نے انھیں جاسوس سمجھ کر پکڑ لیا اور ان کے جسم کو تیروں سے چھلنی کر کے انھیں زمین میں دفن کر دیا گیا
کیا عمران اور شیبا دوبارہ زندہ ہوسکے ؟

خلائی ایڈونچر سیریز کا ساتواں دلچسپ باتصویر ناول

موت کی شعاعیں

قیمت ، دس رُپے

نونہال ادب ، ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان ، کراچی

(گروپس میں صرف ناولز، لطائف، تاریخ، اسلام اور تدریسی کتب ہی شیئر کی جاتی ہیں کسی بھی متنازعہ / بین شدہ / پاکستان وادارہ مخالف یا ممنوعہ کتاب سے ایڈوانس معذرت)

جس میں محنت بھی صَرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔

7۔ ہمارا گروپ جوائن کرنے کے لئے درج ذیل لنکس پر کلک کریں اور وٹس ایپ سلیکٹ کر کے جوائن کر لیں۔ صرف ضروری گروپ ہی جوائن کریں۔

8۔ گروپ رولز سخت ہیں لیکن ممبرز کی سہولت کے لئے ہیں

گروپ فل ہونے یا لنک ریووک ہونے کی صورت میں ایڈمن سے صرف وٹس ایپ پر لکھ / ٹائپ کر کے میسیج کریں۔ وائس نوٹ سے گریز کریں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل سم پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔

9. ڈیمانڈ صرف صبح 9 سے 2 بجے تک کریں (جمعہ اور اتوار کو چھٹی) اپنی ڈیمانڈ کے بعد 48 گھنٹے تک پوسٹنگ کا انتظار فرمائیں نہ ہونے پر دوبارہ یاد کروادیں (ایڈمنز کی مصروفیت کی بناء پر اپنی ڈیمانڈ یاد کروانا ممبرز کی ذمہ داری ہے)۔ پوسٹنگ گروپ میں ہی ہو گی انباکس میں نہیں کی جائے گی۔ شکریہ

فیمیل کے لئے الگ گروپ موجود ہے جو صرف فیمیلز کو ہی مہیا کیا جائے گا

اللہ کریم ہم سب کا حامی و ناصر ہو

0312-0060411	0343-7008883	سپر ایڈمن
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد (ہاشو)	راؤ ایاز

ختم نبوت ﷺ زندہ باد　　　　عظمت صحابہ زندہ باد

ایڈمنز اردو بکس کے گروپ لنکس

اردو بکس اسلامک اسٹڈیز	https://chat.whatsapp.com/DA70HFOxhKLwJy0mzqidc
اسلام کی پکار (قرآن مجید آڈیو/ویڈیو/پی ڈی ایف)	https://chat.whatsapp.com/IjkbHJO88FFDh026ylNgAA
ناول گھر (اردو ناولز کے لئے)	https://chat.whatsapp.com/HBqBr1YE5DY1J8oxZrD9T9
ناولز کے لئے (اردو بکس ناول گروپ	https://chat.whatsapp.com/HLPn7L2KWHMHWZrgxcHSRF
شعر شاعری کے لئے (بزم سخن وادب	https://chat.whatsapp.com/Gjwj37hWiSmI4dpnDkpopm
فلم/ڈرامہ/انٹرٹینمنٹ (سلمان انٹرٹینمنٹ)	https://chat.whatsapp.com/Fa4dYqZAQXJHIUNmVzRGiQ
بچوں کی کہانیوں کے لئے گروپ (بچوں کی دنیا)	https://chat.whatsapp.com/KZma6EsFv3UIFlUfg5Z3wy
تحریری پوسٹنگز/گپ شپ، معلوماتی مضامین اور ادبی گفتگو کے لئے گروپ (بزم یاراں)	https://chat.whatsapp.com/EeXrH9V5GF9FVezvPdPPtR
اخبارات اور کالمز کے لئے (سلمان اخبار گھر)	https://chat.whatsapp.com/BTGPh1dGGKt2CwZGLHtyQY
تدریسی کتب، نوٹس، پاسٹ پیپرز، جاب کی تیاری وغیرہ کے لئے (اردو بکس ایجوکیشنل گروپ)	https://chat.whatsapp.com/K9bd4QuCDjOL6A2z4Cw2GC
آن لائن کپڑے ہینڈ بیگ شاپنگ کے لئے بااعتماد گروپ (سلمان آن لائن شاپنگ)	https://chat.whatsapp.com/DpufpXzLi1sAhRgqVdgmdq
فیمیل کمیونٹی گروپ	https://chat.whatsapp.com/Hc6GmeSZA9NAKA38hlKCK6

کسی بھی گروپ کا لنک ریسیٹ ہونے پر ایڈمنز سے رابطہ فرمائیں۔ شکریہ

0312-0060411	0343-7008883	سپر ایڈمن
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد (ہاشو)	راؤ ایاز

خلائی ایڈونچر سیریز
۷
ستارہ اوٹان کا زمین پر حملہ
موت کی شعاعیں
اے۔ حمید

موت کی شعاعیں

خلائی ایڈونچر سیریز ـــــ ساتواں ناول

اے حمید

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کراچی

ناشر	:	ہمدرد فاؤنڈیشن پریس ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی
طابع	:	ماس پرنٹرز، کراچی
اشاعت	:	۱۹۹۱ء
تعدادِ اشاعت	:	۲۰۰۰
قیمت	:	۱۰ روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع، نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

MOT KI SHUAYAN

A. Hameed

Naunihal Adab
Hamdard Foundation Press
Karachi.

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مُقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست

تناور درخت بن جاتا ہے ، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں ، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے ، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے ، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں ، دیو پیکر طیارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں ۔ چاند ، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں ۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے ۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے ، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں ۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے ۔ سائنس کی ترقی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے ۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں ۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے ۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا ۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے ۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے ۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے ۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی ۔

حکیم محمد سعید

فہرست

جلاوطن خلائی مخلوق

گارشا کو فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ خلائی لاش ہے۔

اس نے فوراً لیزر پستول نکال کر کھڑکی میں سے بازو باہر نکالا اور خلائی لاش پر فائر کر دیا۔ لیزر کی سُرخ شعاع لاش سے ٹکرائی۔ ایک دھماکا ہوا اور لاش درختوں کی طرف بھاگ گئی۔ اُس میں آگ لگ چکی تھی۔ گارشا نے سلطانہ کی طرف دیکھا اور کہا:

"یہ ہمارے سیارے اوثان کے حبشی اسکالا کی لاش ہے جسے تمھاری زمین پر تباہی پھیلانے کے لیے خاص طور پر بھیجا گیا ہے۔"

سلطانہ بولی، "ہاں گارشا! عمران اور شیبا نے اس لاش کے بارے میں مجھے ساری تفصیل بتائی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ تم نے اسے ہلاک کر دیا۔"

گارشا جلدی سے ویگن میں سے نکل کر خلائی لاش کے پیچھے گئی۔ مگر لاش غائب ہو چکی تھی۔ اس نے واپس آ کر سلطانہ سے کہا:

"اسکالا کی لاش لیزر پستول کے فائر سے مر نہیں سکتی، میں جانتی ہوں وہ زندہ رہے گی۔ طوطم چیف نے جو یہاں اس شہر میں ہے اس خلائی لاش کو ایک خاص انجکشن دے کر آگ سے محفوظ کر دیا ہے۔"

سلطانہ خوف بھری نظروں سے اندھیرے میں درختوں کی طرف دیکھ رہی تھی جدھر خلائی لاش آگ میں لپٹی بھاگ گئی تھی۔ گارشا نے اسے

بازو سے پکڑ کر کہا:

"یہاں سے نکل چلو سلطانہ۔ ظالم چیف کو میرے یہاں پہنچنے کی اطلاع مل چکی ہو گی اور اب یہ لاش اس بات کی تصدیق کر دے گی کہ گارشا یعنی میں زمین کے سیارے پر پہنچ گئی ہوں۔"

وہ دونوں ویگن میں بیٹھے اور ویگن تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

جوں ہی ان کی ویگن شہر کے چوراہے پر آئی پولیس کی گاڑیوں نے اسے گھیر لیا۔ پولیس نے ان غنڈوں کو پکڑنے کے لیے پہلے ہی سے ناکہ بندی کر رکھی تھی جن کو گارشا نے اپنے خلائی پستول کے فائر سے پیچھے بے ہوش کر کے سڑک پر پھینک دیا تھا اور ان کی ویگن لے کر روانہ ہوئی تھی۔ پولیس نے ویگن کو پہچان لیا تھا کہ یہی غنڈوں کی ویگن ہے۔ انسپکٹر نے پستول تان لیا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے ویگن میں دو لڑکیوں کو دیکھا تو انھیں نیچے اُترنے کا حکم دیا۔ سلطانہ نے کہا:

"میں ڈاکٹر سلطانہ ہوں۔ پروفیسر نیشنل کالج اوف سائنس۔ میرا مکان۔"

انسپکٹر نے سلطانہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

"محترمہ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ آپ اس ویگن میں آرہی ہیں جو شہر کے دو مفرور قاتلوں کی ہے جو چار قتل کر کے بھاگے ہیں اور ہمیں ان کی تلاش ہے۔ یہ دوسری لڑکی کون ہے اور آپ کے ساتھی قاتل کہاں ہیں؟"

پولیس انسپکٹر سلطانہ اور گارشا کو قاتل غنڈوں کی ساتھی عورتیں سمجھ رہا تھا۔ سلطانہ نے کہا:

"یہ لڑکی گارشا میری اسٹوڈنٹ ہے۔ ہم شہر سے باہر اپنی ایک سہیلی پروفیسر کے ہاں کھانے پر گئی ہوئی تھیں کہ واپسی پر کوئی سواری نہ ملی۔ پھر ہمیں چند غنڈوں نے گھیر لیا۔ مگر ہم نے انھیں بھگا دیا اور ان کی ویگن لے کر شہر میں آئی ہیں کیوں کہ ہمیں جلدی گھروں کو پہنچنا تھا۔"

انسپکٹر ہنس کر بولا :

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دو نازک عورتیں نصف درجن قاتل غنڈوں کو بھگا دیں جب کہ ان غنڈوں کے پاس کلاشنکوفیں بھی ہیں اور وہ کئی قتل کر چکے ہیں۔"

گارشا نے کہا :

"انسپکٹر ! تم پیچھے سڑک پر جا کر غنڈوں کو بے ہوش پڑا دیکھ سکتے ہو !"

انسپکٹر چپ ہو گیا۔ پھر اس نے کہا :

"جب تک تمھارا بیان سچ ثابت نہیں ہو جاتا تم دونوں کو ہماری حراست میں رہنا ہوگا۔"

اس کے ساتھ ہی انسپکٹر نے پولیس کو حکم دیا کہ فوراً پیچھے جا کر دیکھے کہ کیا واقعی قاتل غنڈے سڑک پر بے ہوش پڑے ہیں؟ پولیس کی پارٹی دو گاڑیاں لے کر پیچھے کی طرف دوڑ پڑی۔ پانچ منٹ بعد پولیس واپس آئی تو سارے کے سارے مفرور قاتل غنڈے پولیس کی گاڑی میں بے ہوش پڑے ان کے ساتھ آئے تھے۔ انسپکٹر نے قاتلوں کو فوراً پہچان لیا۔ پھر گارشا اور سلطانہ کی طرف حیرت سے دیکھا اور کہا :

" مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ کارنامہ آپ یعنی دو نازک عورتوں نے سرانجام دیا ہے۔"

گارشا بولی ،" ثبوت آپ کے سامنے ہے۔"

انسپکٹر نے گارشا اور سلطانہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا :

"محترمہ ، مجھے یہ ویگن اپنے قبضے میں لینی ہو گی۔ آپ کو ہماری گاڑی شہر پہنچا دے گی۔ آپ ہمیں اپنا پتا اور فون نمبر لکھوا دیں۔ کیوں کہ ہمارے افسر آپ کو بہادری کا سرٹیفکیٹ ضرور دیں گے۔"

سلطانہ نے اپنا پتا لکھوا دیا اور پولیس کی گاڑی میں گارشا کے ساتھ سوار

ہو گئی۔ پولیس کی گاڑی نے ان دونوں کو فزکس کے پروفیسر رضوی کی کوٹھی پر چھوڑ دیا۔ پروفیسر رضوی اس وقت اپنے کمرے میں امریکا سے آئی ہوئی ایک نئی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا جو کائنات میں روشنی کی رفتار کے بارے میں لکھی گئی تھی۔ سلطانہ نے گھنٹی بجائی۔ پروفیسر نے دروازہ کھول دیا۔ اپنے سامنے سلطانہ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا اور سلطانہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا:

"سلطانہ بیٹی! اللہ کا شکر ہے کہ تم واپس آگئیں آجاؤ۔ اندر آجاؤ۔ یہ لڑکی کون ہے؟ یہ مجھے کچھ عجیب سی لڑکی لگ رہی ہے۔"

سلطانہ بولی، "پروفیسر! یہ گارشا ہے۔ خلائی لڑکی!"

"خلائی لڑکی؟" پروفیسر نے حیرانی کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں پروفیسر! میں ابھی ساری کہانی بیان کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر سلطانہ اور گارشا صوفے پر بیٹھ گئیں۔ پھر سلطانہ نے ساری داستان پروفیسر کو سنا ڈالی۔ پروفیسر نے بڑے غور سے سلطانہ کا ایک ایک لفظ سنا۔ جب سلطانہ نے بات مکمل کر لی اور پروفیسر رضوی اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ پھر کہنے لگا:

"سب سے پہلے تمھارے خلائی جہاز کو لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھنا ہے۔ اس کے بعد گارشا کو اس طرح سے محفوظ کرنا ہے کہ وہ خلائی پارٹی جو ہمارے شہر کے قبرستان کے تہ خانے میں موجود ہے وہ گارشا کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ کیوں کہ تم لوگوں کے سیارے سے فرار کے فوراً بعد گریٹ کنگ اور طرطوش نے یہاں ہماری زمین پر خلائی مخلوق کے چیف طوطم کو خبر کر دی ہو گی اور وہ تمھاری تلاش میں ہوں گے۔ ہو سکتا ہے خلائی لاش کو طوطم چیف نے تم دونوں کو ہلاک کرنے کے لیے ہی بھیجا ہو۔"

گارشا کہنے لگی، "پروفیسر جس طرح میری خلائی گن خلائی لاش کو ہلاک

نہیں کر سکتی۔ اسی طرح ان کی خلائی گن کا فائر مجھے بھی نہیں مار سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے خلائی جسم کی کھال کو یہاں کی فضا نے ایک ایسی طاقت دے دی ہے کہ اس پر آگ اثر نہیں کر سکتی۔"

سلطانہ بولی "مگر وہ لوگ تمھیں اغوا تو کر سکتے ہیں۔ وہ لوگ مجھے تو ہلاک کر سکتے ہیں۔"

گارشا نے کہا "ہاں ایسا ہو سکتا ہے، مگر ہمیں چوکس رہنا ہو گا۔"

پروفیسر رضوی نے گارشا کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

"تمھارے خیال میں عمران اور شیبا کے یہاں واپس آنے کی کوئی امید ہے؟"

گارشا نے نفی میں سر ہلایا اور بولی:

"وہ آج سے کوئی دو ہزار سال پہلے کے زمانے میں پہنچ چکے ہیں جو سکندرِ اعظم کا زمانہ تھا۔ ان کا وہاں سے اس دنیا میں واپس آنا میرے نزدیک ایک ناممکن بات ہے۔ ویسے کوئی کرشمہ ہو جائے تو میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

سلطانہ اور پروفیسر رضوی دونوں پریشان ہو گئے۔ گارشا بولی:

لیکن ایک بات ہے۔ جیسا کہ آپ فزکس کے پروفیسر ہونے کے ناطے جانتے ہیں کہ گزرے ہوئے زمانے میں وقت آپ کی اس دنیا کے وقت سے بہت بلکہ کئی سو سال پہلے ہے۔ اسی وجہ سے اگر عمران اور شیبا سکندرِ اعظم کے زمانے میں دس برس بھی گزار کر یہاں واپس آئیں گے تو یہاں بہ مشکل ایک دن ہی گزرا ہو گا۔"

پروفیسر رضوی کی سمجھ میں یہ تھیوری آ گئی تھی۔ کہنے لگا:

"ہمیں عمران اور شیبا کے ماں باپ کو یہ ہرگز نہیں بتانا ہوگا کہ وہ تاریخ کے پرانے عہد میں داخل ہو چکے ہیں۔ ہم انھیں یہی کہیں گے کہ وہ ہمارے ہی منصوبے کے سلسلے میں کسی دوسرے ملک

گئے ہوئے ہیں اور ہم اس ملک کا نام قومی سلامتی کی وجہ سے ظاہر نہیں کر سکتے اتنی دیر میں میرا خیال ہے کہ وہ دونوں ضرور ہماری دُنیا کے زمانے میں واپس آ جائیں گے۔"

گارشا نے کہا، "یہ مسئلہ تو کسی طرح حل ہو جائے گا۔ اب سب سے اہم مسئلہ زمین کو سیارہ اوشان کے گریٹ کنگ کے تباہ کن منصوبے سے بچانا ہے۔ اور اس کی ایک ہی صورت ہے کہ کسی طریقے سے فضا میں موجود ان ریڈیائی لہروں کو درہم برہم کر دیا جائے جن کی مدد سے سیارہ اوشان کے سگنل اس زمین پر آتے ہیں۔ اس طرح سے سیارہ اوشان کا اس زمین سے رابطہ ٹوٹ جائے گا۔ اور پھر اوپر سے خلائی مخلوق کا نہ تو کوئی خلائی راکٹ یا اڑن تشتری یہاں آ سکے گی اور نہ یہاں پر موجود طوطم اور برازیل میں واقع ان لوگوں کے خلائی خفیہ ٹھکانے میں کوئی کمپیوٹر ان کے سگنل ہی وصول کر سکے گا۔ اس کے بعد ہم یہاں پر موجود خلائی مخلوق کو آسانی سے تباہ کر سکیں گے۔"

سلطانہ نے کہا، "لیکن فضا میں موجود ریڈیائی لہروں کو ہم کیسے درہم برہم کر سکتے ہیں؟ اور کیا ایسا کرنے سے ہمارے سگنل اور ریڈیو ٹی وی کے نظام میں کوئی خلل پیدا نہیں ہو گا۔"

گارشا نے اس کے جواب میں کہا:

"آپ لوگ اپنے سیارے کی ریڈیائی لہروں کی فضا کی طاقت سے ابھی تک ناواقف ہیں۔ ان لہروں کے کئی حلقے ہیں۔ ان میں صرف ایک حلقہ ایسا ہے جس کا تعلق خلا سے جُڑا ہوا ہے۔ ورنہ باقی سارے حلقوں کی ریڈیائی لہریں صرف آپ کے ریڈیو اور ٹی وی کی رینج تک ہی محدود ہیں۔"

پروفیسر رضوی نے پوچھا:

"خلا سے وابستہ ریڈیائی لہروں کو کس طرح درہم برہم کیا جا سکتا ہے؟"

گارشا نے جواب میں کہا،

"یہ کام کوئی خلائی مخلوق ہی کر سکتی ہے اور میں خلائی سائنس سے اچھی طرح واقف بھی ہوں اور خلائی مخلوق بھی ہوں۔ میں یہ کام کرلوں گی، لیکن اس کے لیے مجھے آپ کے کسی ایسے ہوائی جہاز کی ضرورت ہو گی جو مجھے آپ کی زمین کی فضا کے اس حلقے تک پہنچا سکے جہاں پر فضا کی سرحد ختم ہونے والی ہوتی ہے۔"

سلطانہ نے کہا:

"اس کا انتظام تو ہو سکتا ہے۔ ہمارے ملک کی فضائیہ میں ایسے طیارے موجود ہیں جو تمھیں اتنی بلندی تک لے جا سکتے ہیں۔"

گارشا بولی، "بس پھر آپ کی زمین خلائی سیارے کی تباہ کاریوں سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دی جائے گی۔"

"لیکن ہمیں خلائی مخلوق کے اس خفیہ ٹھکانے کو بھی تباہ کرنا ہو گا جو ہمارے پرانے قبرستان کے نیچے موجود ہے اور اس خلائی لاش سے بھی انسانوں کو محفوظ کرنا ہو گا جو ہمارے بہترین قابل لوگوں کو اغوا کرنے والی ہے۔" سلطانہ نے تشویش کے ساتھ کہا۔

گارشا بولی، "میں خود خلائی لڑکی ہوں اور جانتی ہوں کہ خلائی مخلوق کو کس طرح تباہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر سب سے پہلے ہمیں اس مخلوق کا اپنے سیارے سے جو ریڈیائی سگنل کے ذریعہ سے رابطہ قائم ہے اسے ختم کرنا ہو گا۔"

"اس کا انتظام تو کل ہی ہو جائے گا۔ میں کل ہی انٹیلی جنس چیف سے بات کرتا ہوں۔ وہ فضائیہ سے مدد لے سکتے ہیں۔" پروفیسر نے یقین کے ساتھ کہا۔

اس وقت تک رات کافی گزر چکی تھی۔ پروفیسر رضوی نے گارشا اور سلطانہ کو آرام کا مشورہ دیا اور کہا:

"تم لوگ میرے مکان پر ہی سو جاؤ۔ صبح انٹیلی جنس چیف سے

بات کر کے ایم ۱۶ ایرکرافٹ کا انتظام ہو جائے گا ۔ یہ نیا طیارہ ہے اور کافی بلندی تک جا سکتا ہے ۔"

سلطانہ اور گارشا وہیں ایک کمرے میں سو گئیں ۔"

صبح اُٹھتے ہی پروفیسر رضوی اور سلطانہ سیدھے عمران اور شیبا کے گھر کی طرف گاڑی میں چل دیے ۔ گارشا کو انھوں نے پیچھے رہنے دیا۔ پروفیسر رضوی اور سلطانہ نے عمران اور شیبا کے گھروں میں جا کر ان کے ماں باپ کو ساری بات سمجھا دی کہ دونوں خیریت سے ہیں اور سرکاری حفاظت میں ایک نہایت اہم قومی خدمت انجام دینے کے لیے دوسرے ملک میں ہیں جہاں سے وہ ہفتے کے اندر اندر واپس آ جائیں گے ۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد پروفیسر رضوی نے انسپکٹر شہباز سے بات کی ۔ گارشا اور سلطانہ بھی وہاں موجود تھیں ۔ انسپکٹر شہباز کو پہلے تو یقین نہ آیا کہ گارشا خلائی لڑکی ہے۔ جب گارشا نے کہا کہ انسپکٹر میرے بازو پر پستول سے فائر کرو تو انسپکٹر ہچکچاتے ہوئے بولا :

" میں ایک بے قصور لڑکی کا خون نہیں کرنا چاہتا ۔"

اس پر گارشا نے پستول انسپکٹر کے ہاتھ سے لے لیا اور اپنے بازو پر فائر کر دیا۔ سب گھبرا گئے ۔ مگر گارشا اپنی جگہ پر اسی طرح بیٹھی رہی گولی اس کے بازو سے پار ہو گئی تھی ۔ اس نے اپنا زخم انسپکٹر شہباز کو دکھاتے ہوئے کہا :

"غور سے دیکھتے رہنا انسپکٹر ۔"

انسپکٹر شہباز کھلی ہوئی آنکھوں سے گارشا کے بازو کو تک رہا تھا جہاں گولی کا سوراخ اپنے آپ سکڑتا جا رہا تھا ۔ خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا تھا ۔ بہ مشکل دس سیکنڈ لگے ہوں گے کہ گارشا کے بازو کا سوراخ بند ہو گیا ۔ گارشا نے انسپکٹر کی طرف دیکھا اور پوچھا :

"کیا اب بھی تمھیں یقین نہیں آیا کہ میں خلائی مخلوق ہوں ؟"

انسپکٹر شہباز کو پسینا آ گیا تھا۔ کہنے لگا:
"مجھے یقین کرنا پڑ رہا ہے گارشا۔ تم واقعی کسی دوسری دنیا کی لڑکی ہو۔ کیوں کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ اس دُنیا کی لڑکی کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔"
سلطانہ اور پروفیسر رضوی کو بھی اطمینان ہوا کہ انسپکٹر شہباز کا شک دُور ہو گیا ہے۔ اس کا شک دور ہونا بڑا ضروری تھا۔ کیوں کہ اسے ان کے ساتھ دنیا کو خلائی مخلوق کی تباہ کاریوں سے بچانے کی مہم میں ساتھ ساتھ چلنا تھا۔ تب انسپکٹر شہباز کو گارشا اور پروفیسر رضوی نے فضا میں ریڈیائی لہروں کے خلائی حلقے کو درہم برہم کرنے والی اسکیم سے آگاہ کیا اور اس کی اہمیت بتائی۔ انسپکٹر شہباز نے اسی وقت انٹیلی جنس چیف سے ملاقات کا وقت لے لیا۔
شام کو انٹیلی جنس چیف مسٹر لودھی کے کمرے میں وہ سب جمع تھے انسپکٹر شہباز، گارشا، سلطانہ اور پروفیسر رضوی۔ خلائی مخلوق کی وارداتوں سے چیف واقف تھا۔ جب اسے خلائی مخلوق کا ناپاک منصوبہ پوری تفصیل کے ساتھ بتایا گیا تو وہ فکرمند ہوا۔ گارشا نے کہا:
"خلائی مخلوق کی تباہی سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ...."
اور پھر گارشا نے انٹیلی جنس چیف کو بھی اپنے منصوبے سے آگاہ کیا۔ چوں کہ یہ قومی سلامتی کا معاملہ تھا اور حکومت بھی خلائی مخلوق کے خطرات سے خبردار ہو چکی تھی۔ اس لیے انھیں فوراً فضائیہ کا خاص طیارہ استعمال کرنے کی اجازت دلوادی گئی۔ رات کے گیارہ بجے شہر کے ایک ہوائی اڈے سے فضائیہ کا تیز رفتار جدید ترین طیارہ گارشا کو لے کر فضا میں بلند ہو گیا۔ گارشا ایک خاص کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اسے فضا کے ایک خاص حلقے میں پہنچ کر کیا کرنا ہے۔ پائلٹ نے فضا میں ایک خاص بلندی تک پہنچنے کے بعد گیس ماسک

پہن لیا مگر گارشا نے کہا:
"میں خلا میں بھی سانس لے سکتی ہوں۔ مجھے گیس ماسک کی ضرورت نہیں ہے۔"
پائلٹ نے وائرلیس پر کہا:
"ہم جس فضا میں داخل ہو رہے ہیں وہاں صرف کاربن ڈائی اوکسائیڈ کی گیس ہی ہو گی۔"
گارشا نے پائلٹ کو وائرلیس پر ہی جواب دیا:
"ٹھیک ہے اگر تم کہتے ہو تو میں اوکسیجن ماسک پہن لیتی ہوں۔"
وہ نہیں چاہتی تھی کہ پائلٹ کو یہ پتا چلے کہ وہ خلائی مخلوق ہے۔ اس نے اوکسیجن ماسک پہن لیا۔ جہاز انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ فضا میں اوپر ہی اوپر چلا جا رہا تھا۔ گارشا کی نظریں اپنے کمپیوٹر کی اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کی انگلیاں کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔ جوں ہی اسے محسوس ہوا کہ زمین کے گرد لپٹی ہوئی فضا کا آخری حلقہ آگیا ہے۔ اس نے وائرلیس پر پائلٹ سے کہا:
"بس طیارے کو اسی طرح زمین کے گرد گردش میں رکھو۔"
طیارہ سیدھا ہو گیا۔ گارشا نے بجلی جیسی تیزی سے اپنا کام شروع کر دیا۔ کمپیوٹر میں اس نے ایک خاص آلہ لگا رکھا تھا۔ فضا کے آخری حلقے میں داخل ہونے کے فوراً بعد گارشا نے اس آلے کا بٹن دبا دیا۔ اس میں سے طوفانی لہروں کا ایک آبشار نکل کر فضا میں داخل ہونے لگا۔ ان لہروں نے اس فضائی حلقے کی فضائی پٹی میں گھل مل کر اس کے ذرات کو توڑنا شروع کر دیا۔
ٹھیک اسی وقت شہر کے پرانے قبرستان کے نیچے خفیہ خلائی لیبوریٹری میں طوطم چیف اپنے سیٹ پر بیٹھا اوپر خلائی سیارے میں طرطوش سے بات کر رہا تھا۔ طرطوش کہہ رہا تھا:

"گارشا باغی ہے۔ وہ اپنے ساتھ عمران اور شیبا کو بھی فرار کر کے زمین پر لے آئی ہے۔ ان تینوں کو تلاش کر کے فوراً ختم کر دیا جائے۔"

طوطم چیف نے جواب دیا:

"طرطوش چیف! ایسا ہی ہو گا۔ ہماری خلائی لاش نے گارشا کو دیکھ بھی لیا ہے۔ گارشا نے رات کو اس پر لیزر گن سے فائر بھی کیا تھا۔ ہم اسے تلاش کر لیں گے اور وہیں ہلاک کر ڈالیں گے۔"

طرطوش کی آواز آئی:

"عمران اور شیبا کو بھی....."

اس کے ساتھ ہی خلائی سیارے سے وائرلیس کا رابطہ ٹوٹ گیا۔ طوطم نے بڑی کوشش کی، مگر خلائی سیارے سے رابطہ بحال نہ ہو سکا۔ اس کے دونوں خلائی اسسٹنٹ قریب ہی کھڑے تھے۔ طوطم نے اُن کی طرف دیکھ کر کہا:

"فوراً بیم اپ سلنڈر کے کمپیوٹر سے اوپر اپنے سیارے سے رابطہ پیدا کرو۔"

اسسٹنٹ اسی وقت کونے میں سلنڈر کے پاس گیا۔ یہ وہی سلنڈر تھا جس میں بیٹھ کر یہ لوگ اپنے سیارے پر جاتے تھے۔ یہ اس طرح جاتے تھے کہ ایک خاص بٹن دبانے سے ان کے جسم پہلے روشنی کے ذرات اور پھر ریڈیائی لہروں میں تبدیل ہو کر روشنی سے بھی تیز رفتاری کے ساتھ اپنے سیارے پر پہنچ جاتے تھے۔ اسسٹنٹ نے کمپیوٹر کھول کر بٹن دبایا اور اسکرین پر دیکھا۔ اسکرین خاموش تھا۔ وہاں کوئی نقطہ کوئی لہر ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ اس نے تشویش کے ساتھ کہا:

"چیف! ریڈیائی لہروں کا رابطہ ٹوٹ گیا ہے۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟" طوطم نے غصے میں کہا۔

اور خود اُٹھ کر بیم اپ سلنڈر کے کمپیوٹر پر آ گیا۔ جب اُس نے

پورا چیک اَپ کیا تو اس پر یہ بھیانک انکشاف ہوا کہ اپنے سیارے سے ان کا رابطہ بالکل ختم ہو گیا ہے اور ایک طرح سے وہ دنیا کے سیارے پر تنہا رہ گئے ہیں۔ عین اس وقت برازیل سے وائرلیس پر پیغام آیا۔ طوطم نے وائرلیس ریسیور کان کے ساتھ لگایا۔ دوسری طرف سے برازیل کے خفیہ خلائی اڈے میں سے خلائی چیف شوگن بول رہا تھا۔

"ہیلو طوطم! میں شوگن بول رہا ہوں۔ میرا اپنے سیارے سے رابطہ نہیں ہو رہا۔ کیا وجہ ہے۔ تم اپنے کمپیوٹر کے ذریعہ سے اوپر فرطوش سے رابطہ پیدا کر کے پوچھو کہ ہمارا سلسلہ کیسے ٹوٹ گیا ہے؟"

طوطم نے پریشان کن لہجے میں کہا:

"کیا تمہارا رابطہ بھی ٹوٹ گیا ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ ہم واقعی یہاں اکیلے رہ گئے ہیں۔ کیوں کہ ہمارا بھی اپنے سیارے سے رابطہ ٹوٹ چکا ہے۔"

دوسری طرف سے شوگن کی آواز آئی:

"یہ سب کیسے ہو گیا ہے؟ اس کی تحقیق کرو۔"

طوطم نے کچھ سوچ کر کہا:

"شوگن! یہ سارا کام گگارشا کا ہے۔ اس کے سوا یہ کام دوسرا کوئی نہیں کر سکتا۔"

شوگن کو بھی اپنے سیارے سے اطلاع مل چکی تھی کہ گگارشا عمران اور شیبا کو لے کر سیارے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ وہ بولا:

"طوطم! گگارشا نے ضرور فضا کی ریڈیائی لہروں کو تباہ کر دیا ہے۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہم اندھے بہرے ہو گئے ہیں۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اب ہمارا اپنے سیارے اور گریٹ کنگ سے کبھی رابطہ بحال نہیں ہو سکتا۔"

طوطم نے غصیلی آواز میں کہا :

"گھبراؤ مت ۔ اگر ایسی بات ہے تو ہم بھی اس دنیا کے سارے لوگوں، سارے شہروں کو تباہ و برباد کر دیں گے ۔ ہمارے پاس اتنی طاقت ہے ۔ میں تمھارے پاس برازیل آ رہا ہوں "

یہ کہہ کر طوطم نے وائرلیس بند کر دیا ۔

موت کی شعاعیں

فضائیہ کا طیارہ آہستہ آہستہ ایرپورٹ پر اُتر رہا تھا۔

گارشا بڑی خوش تھی کہ اس نے ایک بہت بڑا معرکہ سر کر لیا۔ اور زمین پر آئی ہوئی خلائی مخلوق کا اُن کے سیارے اوٹان سے رابط توڑ کر انھیں زمین پر تنہا چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ اس خلائی مخلوق کا مقا کر سکتی تھی۔ جہاز رَن وے پر دوڑ رہا تھا۔ ایرپورٹ کے ٹاور میں پروفیسر رضوی، انسپکٹر شہباز اور سلطانہ موجود تھے۔ گارشا تھوڑی ہی دیر بعد اُن کے پاس آگئی اور یہ خوش خبری سُنائی کہ اوٹان سیارے سے اب نہ کوئی سگنل نیچے آ سکے گا اور نہ کوئی خلائی مخلوق ہی نیچے آ سکے گی۔

"جن ریڈیائی لہروں کی مدد سے وہ خلا میں زمین تک راستہ تلاش کرتے تھے وہ لہریں تباہ کر دی گئی ہیں۔"

انسپکٹر شہباز، سلطانہ اور پروفیسر رضوی کے چہرے خوشی سے لال ہو گئے۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ ایک طرح سے انھوں نے دشمن کی سپلائی لائن کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اب وہ دشمن کا مقابلہ آسانی سے کر سکتے تھے۔ گارشا ایک خلائی مخلوق ہونے کی وجہ سے یہ بات اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کے خلائی ساتھی یعنی طوطم اور اس کے ساتھی خلائی لاش کی مدد سے اسے اور سلطانہ کو ہلاک کرنے کی سرتوڑ کوشش کریں گے بلکہ انھوں نے

اپنی کوششیں شروع بھی کر دی ہوں گی۔ خلائی لڑکی ہونے کی حیثیت سے گارشا اپنی خلائی مخلوق کی ساری کمزوریوں اور طاقتوں سے واقف تھی۔ سلطانہ اسے اپنی چھوٹی سی کوٹھی میں رہ جانے کو کہا تو گارشا اس کی سادگی پر ہنس دی۔ کہنے لگی:

"کیا تم چاہتی ہو کہ ہم دونوں آسانی سے خلائی لاش اسکالا کے پنجے میں پھنس جائیں؟"

سلطانہ نے کہا:

"لیکن خلائی لاش کے بارے میں تو عمران، شیبا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ہر جگہ پہنچ جاتی ہے۔"

گارشا کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ وہ کہنے لگی:

"صرف ایک مقام ایک جگہ ایسی ہے کہ جہاں خلائی لاش نہیں پہنچ سکتی اور وہ جگہ مسجد ہے۔ جہاں پانچ وقت اذان کی آواز بلند ہوتی ہے اور مسلمان نماز ادا کرتے ہیں۔"

سلطانہ تو گارشا کی زبان سے اس قسم کی بات سُن کر حیران رہ گئی۔ کہنے لگی:

"تمہارا تعلق تو کسی مذہب سے نہیں ہے۔ پھر تم نے مسجد کا ذکر کیوں کیا؟"

گارشا نے کہا "عمران نے مجھے دینِ اسلام کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔ میں اسلام سے بہت متاثر ہوں بلکہ میں تو یہ کہوں گی میں نے دینِ اسلام کو دل سے قبول کر لیا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میرے نزدیک صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو فطرت کے تقاضوں کو پہچانتا ہے اور جو انسان کو فطرت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور انسان کو فضول توہمات اور چاند ستاروں کی پوجا سے روکتا ہے اور ایک اللہ کا راستہ دکھاتا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ خلائی لاش مسجد کے اندر

داخل ہوا تو گویا وہ مسجد کے قریب بھی نہیں آ سکتی۔ کیوں کہ خلائی لاش ایک شیطانی بُرائی ہے اور کوئی شیطانی بُرائی اللہ کے گھر کے نزدیک نہیں پھٹک سکتی۔"

گارشا کی زبان سے یہ کلمات سُن کر سلطانہ کو بے حد مسرت ہوئی۔ اُس نے کہا:

"اگر ایسی بات ہے تو پھر ہمیں کسی مسجد کے حجرے میں رہنا ہوگا، لیکن مسجد میں عورتیں رہائش نہیں رکھتیں۔ میرا مطلب ہے کہ ہماری مسجدوں میں سوائے امام مسجد کے دوسرا کوئی نہیں رہتا۔"

گارشا بولی، "اس بارے میں پروفیسر رضوی اور انسپکٹر شہباز سے مشورہ کیا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی راستہ نکال لیں۔"

اسی روز وہ انسپکٹر شہباز اور پروفیسر رضوی سے ملیں اور یہ بات بیان کی۔ انسپکٹر شہباز بولا:

"ہماری پولیس لائنز کے پیچھے ایک مسجد ہے۔ اس مسجد کے احاطے میں ایک چھوٹا سا کوارٹر بھی ہے جس کے دو کمرے ہیں۔ تم دونوں اس کوارٹر میں رہ سکتی ہو۔ جب ہم خلائی لاش پر قابو پا لیں گے یعنی اسے ختم کر دیں گے تو پھر تم اپنی کوٹھی میں واپس جا سکتی ہو۔"

گارشا اور سلطانہ کو یہ تجویز پسند آئی۔ چناں چہ اسی روز سلطانہ نے اپنا مختصر سامان اُٹھایا اور پولیس لائنز کی مسجد کے احاطے والے کوارٹر میں آ گئی۔ گارشا بھی اس کے ساتھ تھی۔ شام کو پولیس ہیڈکوارٹر کے ایک کمرے میں ان کی خفیہ میٹنگ ہوئی جس میں گارشا، سلطانہ، پروفیسر رضوی اور انسپکٹر شہباز شامل تھے۔ یہاں تین گھنٹے کی بحث کے بعد یہ طے پایا کہ سب سے پہلے قبرستان والی خلائی مخلوق کی زیرِ زمین لیبوریٹری کو تباہ کیا جائے۔ گارشا سے پروفیسر رضوی نے پوچھا:

"گارشا! کیا تمھیں یقین ہے کہ زمین پر آئی ہوئی خلائی مخلوق کا اپنے

سیارے سے رابطہ ٹوٹ چکا ہے؟"

گارشا نے جواب دیا:

"مجھے پورا یقین ہے۔ اس لیے کہ میں نے اس کی تصدیق بھی کرلی ہے۔ فضائیہ کے جدید ترین کمپیوٹر کے وائرلیس سے میں نے اپنے سیارے پر سگنل بھیجا تھا جہاں سے سوائے شور وغل کے دوسری کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ یہ اس حقیقت کا کھلا ثبوت ہے کہ خلائی مخلوق کا اپنے سیارے سے رابطہ ختم ہو گیا ہے۔ اب نہ ادھر سے کوئی خلائی مخلوق نیچے آسکتی ہے اور نہ نیچے سے کوئی خلائی آدمی ہم آپ ہو کر اوپر جا سکتا ہے۔ وہ ہماری دنیا میں قید ہیں اور ہمارے رحم و کرم پر ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کے پاس اس وقت بھی ہم سے زیادہ طاقت ہے۔ کیوں کہ ان پر گولی، بم یا آگ اثر نہیں کر سکتی۔"

"پھر ہم انھیں کیسے ہلاک کر سکتے ہیں؟" انسپکٹر شہباز نے پوچھا۔ گارشا نے کہا:

"سب سے پہلے تو ہمیں خلائی لاش کو تباہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ یہی وہ منحوس شے ہے جو ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ اگر وہ مسجد کی وجہ سے ہم تک نہیں پہنچ سکے گی تو دوسرے انسانوں کو ضرور ہلاک کرے گی۔ اس کے پیچھے ظالم طوطم چیف کی خباثت کام کر رہی ہے۔ اب اسے معلوم ہے کہ وہ اپنے سیارے پر واپس نہیں جا سکتا اور یہاں سے کسی اعلا دماغ سائنس دان کو بھی اپنے سیارے پر نہیں پہنچا سکتا تو وہ غصے میں آ کر انتقام لے گا اور خلائی لاش کے ذریعہ سے ہم دونوں کو چھوڑ کر شہر کی معصوم عورتوں اور بچوں کو ہلاک کروانا شروع کر دے گا۔ میں اس کی ذہنیت سے پوری طرح واقف ہوں۔ اس لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس خلائی لاش کو ختم کر دیا جائے۔"

"وہ کیسے ہلاک کی جا سکتی ہے؟" پروفیسر نے پوچھا۔

گارشا نے کہا، "خلائی لاش کو تباہ کرنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اس کے مقابلے کے لیے ہم ایک ایٹمی لاش تیار کریں۔"

"ایٹمی لاش؟" انسپکٹر شہباز نے سر کھجاتے ہوئے پوچھا، "وہ کیا ہوگی؟ میرا مطلب ہے ایٹمی لاش سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

گارشا کہنے لگی:

آپ لوگوں کو مجھے ایک ایسے آدمی کی لاش مہیا کر کے دینی ہوگی جو لاوارث ہو اور جس کو مرے صرف ایک گھنٹہ گزرا ہو اور جو کسی جوان اور طاقت ور آدمی کی لاش ہو۔ ضروری ہے کہ اس لاش کا کوئی وارث نہ ہو۔ اس کے بعد میں آپ کو بتاؤں گی کہ ایٹمی لاش سے میری مراد کیا تھی؟ کیا آپ مجھے ایک ایسی لاوارث لاش لا کر دے سکتے ہیں؟"

پروفیسر رضوی نے انسپکٹر شہباز کی طرف دیکھا اور کہا:

"انسپکٹر! پولیس کو کئی لاوارث لاشیں ملتی ہیں میرا خیال ہے آپ اس کا بندوبست کر سکتے ہیں۔"

انسپکٹر شہباز کو ایک خیال آ گیا تھا۔ اس نے جلدی سے کہا:

"مجھے یاد آ گیا ہے۔ کل رات ایک ایسے ڈاکو کو پھانسی دی جانے والی ہے جس کا کوئی والی وارث نہیں ہے۔ اس کی فائل میں نے خود پڑھی ہے۔ بچپن میں اس کے ماں باپ مر گئے تھے۔ اس کا کوئی بہن بھائی بھی نہیں ہے۔ کوئی رشتے دار بھی نہیں ہے۔ آج ہی اس نے اپنی آخری وصیت میں لکھوایا ہے کہ اس کی لاش پولیس کے قبرستان میں ہی دفن کر دی جائے کیوں کہ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں۔ وہ طاقت ور بھی ہے۔ جسم بھی اونچا لمبا ہے۔ ہم اس کی لاش حاصل کر سکتے ہیں۔"

پروفیسر رضوی بولا، "اگر اس قاتل کی لاش کے ہاتھوں خلائی لاش ہلاک ہو جائے تو سینکڑوں عورتیں بچے خلائی لاش کا شکار ہونے سے بچ جائیں گے اور ہو سکتا ہے یہ نیکی کا کام اس قاتل کی روح کے لیے

بخشش کا سامان بن جائے۔"
گارشا نے انسپکٹر شہباز سے پوچھا:
"کیا آپ قاتل کی لاش ایک گھنٹے کے اندر اندر اٹامک انرجی لیبوریٹری میں پہنچا سکتے ہیں؟ لیبوریٹری میں بھی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہیے کہ میں وہاں کیا تجربہ کر رہی ہوں۔"
انسپکٹر شہباز بولا:
"یہ ہماری قومی سیکورٹی کا مسئلہ ہے حکومت ہمارا ساتھ دے گی کسی کو کو نہیں بتایا جائے گا کہ آپ ایک لاش پر تجربہ کر رہی ہیں۔"
"بس ٹھیک ہے۔" گارشا نے کہا،" کل کس وقت قاتل کو پھانسی دی جائے گی؟"
انسپکٹر شہباز نے کہا:
"رات کے تین بجے۔"
گارشا بولی،" آپ ایک گھنٹے کے اندر اندر قاتل کی لاش میرے پاس لاسکیں گے؟ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اٹامک انرجی کی لیبوریٹری کہاں ہے؟"
پروفیسر رضوی نے کہا،" یہ لیبوریٹری جیل سے زیادہ دُور نہیں ہے۔"
انسپکٹر شہباز نے کہا:
"میں لاش آدھے گھنٹے سے بھی پہلے تمھارے پاس لیبوریٹری میں لے آؤں گا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ اس کی میں اپنے افسروں سے اجازت لے لوں گا۔ یہ قومی معاملہ ہے کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔"
سلطانہ نے کہا،" میں بھی تمھارے ساتھ رہوں گی گارشا۔"
گارشا بولی،"کیوں نہیں۔ تم میرے ساتھ ہو گی۔"
آخر طے پایا کہ کل شام کو گارشا اور سلطانہ کو مسجد کے احاطے والے کوارٹر سے ایک خفیہ گاڑی میں بٹھا کر اٹامک انرجی کی زیر زمین لیبوریٹری میں پہنچا دیا جائے جہاں رات کے ساڑھے تین بجے قاتل کی لاش بھی لائی جائے گی تا کہ

گارشا اس پر اپنا پُراسرار تجربہ شروع کر سکے۔

دوسرے روز شام کو ایک بند گاڑی آ گئی جس میں گارشا اور سلطانہ کے ساتھ پروفیسر رضوی بھی بیٹھ گیا۔ اس نے اٹامک انرجی کمیشن والوں سے ساری بات پہلے ہی سے کر رکھی تھی۔ ایٹمی پروجیکٹ کے باہر ایک سائنس دان ان کا انتظار کر رہا تھا۔ انھیں فوراً تہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔ گارشا نے قاتل کی لاش پر تجربے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ادھر جب رات کے پونے تین بجے تو قاتل کو نہلایا گیا۔ اس سے اس کی آخری خواہش پوچھی گئی۔ پھر اس نے وصیت لکھی اور جیل کے وارڈن اسے لے کر پھانسی گھر میں آ گئے۔ ٹھیک تین بجے قاتل کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اس قاتل نے کئی بے گناہوں کا خون کیا تھا جس کی اسے سزا بھگتنی پڑی۔ انسان اگر شروع ہی سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی دکھائی ہوئی سیدھی راہ پر چلے تو اس کا ایسا بھیانک انجام نہیں ہوتا۔ پھر وہ دنیا میں باعزت زندگی بسر کرتا ہے۔ ہر کوئی اس کی عزت کرتا ہے اور معاشرے میں اس کا ایک بلند مقام بن جاتا ہے۔ اس لیے ہمیں دنیا کے لالچ میں نہیں آنا چاہیے اور ہمیشہ اسلام کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے نیک اور باعزت زندگی بسر کرنی چاہیے تاکہ دنیا کے ساتھ ساتھ ہماری آخرت بھی اچھی ہو۔

قاتل کی لاش کو اسی وقت ایٹمی پروجیکٹ کے تہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔ انسپکٹر شہباز لاش کے ساتھ آ گیا تھا۔ گارشا پہلے ہی سے تیار تھی۔ اس نے فوراً لاش کی گردن میں ایک جگہ چاقو سے شگاف ڈالا اور اس میں بٹن کے برابر ایک خاص ڈسک ڈال دی۔ پھر اس کے ساتھ لگی ہوئی باریک تار کو ایک اٹامک مشین کے ساتھ لگا کر بٹن دبا دیا۔ لاش کو اوپر تلے تین زبردست جھٹکے لگے۔ لاش اسٹریچر پر جیسے تڑپنے لگی۔ اگر اسے چمڑے کی پیٹی سے باندھا نہ گیا ہوتا تو وہ اسٹریچر سے نیچے گر پڑتی۔

انسپکٹر شہباز، پروفیسر رضوی اور سائنس دان حیرت بھری نظروں سے گارشا

کو لاش پر تجربہ کرتے دیکھ رہے تھے۔ سلطانہ بھی گارشا کے پاس ہی کھڑی تھی۔ تین جھٹکے کھانے کے بعد لاش بالکل ساکت ہو گئی۔ گارشا نے تار الگ کر کے لاش کی گردن کے شگاف کو ٹانکے لگا کر بند کر دیا۔ پھر وہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گئی اور انگلیاں چلانی شروع کر دیں۔ کمپیوٹر کی اسکرین پر مختلف فارمولے اُبھر اُبھر کر غائب ہو رہے تھے۔ پندرہ منٹ تک گارشا یہ کام کرتی رہی۔ اس کے بعد کمپیوٹر کو بند کر کے اس نے کرسی کو پیچھے کھینچا اور انسپکٹر شہباز اور پروفیسر رضوی کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

"اینٹی لاش خلائی لاش سے مقابلہ کرنے کے لیے بالکل تیار ہے۔"

انسپکٹر شہباز کہنے لگا:

"کیا یہ اپنے آپ قبرستان میں جا کر خلائی لاش پر حملہ کرے گی؟"

گارشا نے جواب دیا:

"اب یہ سب کچھ اپنے آپ کرے گی۔ اس کی گردن میں جو خاص آلہ پیوست کر دیا گیا ہے اصل میں وہی آلہ سب کام کروائے گا۔"

پروفیسر رضوی نے پوچھا:

"لیکن اسے کیسے پتا چلے گا کہ خلائی لاش کہاں ہے؟"

گارشا نے کہا: "یہ اسے ڈھونڈ نکالے گی۔"

"مگر کیا یہ خلائی لاش کو ختم کر سکے گی؟" سلطانہ نے سوال کیا۔

گارشا کہنے لگی:

"اگر ایسی بات نہ ہوتی تو میں اسے کبھی یہاں منگوا کر اس پر تجربہ نہ کرتی۔ آپ لوگ اس کی طاقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

قاتل کی لاش اسٹریچر پر ساکت پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ گارشا نے کمپیوٹر کو دوبارہ کھول دیا اور اس پر کام کرنے لگی۔ پھر بولی:

"ابھی رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ دن نکلنے میں کافی دیر ہے۔ میں اسے خلائی لاش کے پاس پُرانے قبرستان بھیج رہی ہوں۔"

سلطانہ نے کہا، "واپسی پر اگر دن نکل آیا تو لوگ اسے دیکھ کر ڈر جائیں گے۔"
گارشا نے مسکراتے ہوئے کہا:
"سورج نکلنے سے پہلے یہ ایٹمی لاش یہاں آچکی ہوگی اس کی تم فکر نہ کرو۔"
"مگر قبرستان تو یہاں سے کافی دور ہے۔" پروفیسر نے کہا۔
گارشا بولی، "میں نے قاتل کی لاش پر جو تجربہ کیا ہے اس نے اس کی طاقت میں ایک لاکھ گنا اضافہ کر دیا ہے۔ اس میں اب کتنی طاقت آگئی ہے تم لوگ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے، مگر تم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ ضرور سکو گے۔"
یہ کہہ کر گارشا نے کمپیوٹر کا ایک خاص بٹن دبا دیا۔ قاتل کی ایٹمی لاش کو ایک جھٹکا لگا۔ سب سے پہلے لاش کی آنکھیں اپنے آپ کھل گئیں۔ لاش کی آنکھیں بالکل سفید تھیں۔ وہ اسٹریچر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے مشینی آدمی کی طرح وہ پیٹی کھول دی جس کے ساتھ وہ اسٹریچر کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ ایٹمی لاش اسٹریچر سے اتر آئی۔ انسپکٹر شہباز سلطانہ اور پروفیسر رضوی پیچھے ہٹ گئے۔ انھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک لاش جو پھانسی پانے کے بعد مرچکی ہو وہ دوبارہ بھی چل پھر سکتی ہے۔ ایٹمی لاش کی گردن اور آنکھیں بالکل سیدھی تھیں۔ وہ اسٹریچر پر سے اٹھنے کے بعد تہ خانے کے دروازے میں سے نکل گئی۔ گارشا نے کمپیوٹر کے قریب آجانے کا مشورہ دیا۔ کیوں کہ ایٹمی لاش اب کمپیوٹر اسکرین پر دکھائی دینے لگی تھی۔ ایٹمی لاش رات کی تاریکی میں ایٹمی کیش کے احاطے سے نکل کر پرانے قبرستان کو جاتی سڑک پر آگئی۔ سب کی نظریں کمپیوٹر کی اسکرین پر ایٹمی لاش کو پرانے قبرستان کی طرف جاتے دیکھ رہی تھیں۔
وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایٹمی لاش طوفانی رفتار کے ساتھ جا رہی تھی۔ جیسے ہوا میں اڑ رہی ہو۔ ایک منٹ سے بھی کم وقت میں

ایٹمی لاش پرانے قبرستان میں پہنچ گئی۔ وہ سیدھی اس قبر کی طرف گئی جس کے اندر خلائی لاش تابوت میں بند پڑی تھی۔ خلائی لاش کو تابوت میں سخت بے چینی محسوس ہوئی۔ تابوت گرم ہونا شروع ہو گیا۔ یہ ایٹمی لاش کی گردن میں لگی ہوئی ایٹمی ڈسک کا اثر تھا۔ اس میں سے نظر نہ آنے والی ایسی ہلاکت خیز گرم شعاعیں نکل رہی تھیں جو خلائی لاش کے جسم کے لیے ہمیشہ کی موت کا پیغام تھیں۔ اگر گارشا نے ایک خاص کیپسول نہ نگل رکھا ہوتا تو اس ایٹمی ڈسک کی گرمی سے وہ خود بھی پگھل کر ہلاک ہو جاتی۔ یہ ایٹمی ڈسک اور اس کی ہلاکت خیز شعاعیں صرف اوٹان سیارے کی خلائی مخلوق کو ہی تباہ کر سکتی تھیں۔

خلائی لاش کا تابوت سخت گرم ہو گیا۔ خلائی لاش گھبرا کر قبر سے باہر نکل آئی۔ قبرستان کے اندھیرے میں اس کے سامنے قاتل کی ایٹمی لاش کھڑی اسے گھور رہی تھی۔ خلائی لاش جوں ہی ایٹمی لاش کی طرف بڑھی اس کا جسم گرم ہو کر سُلگنے لگا۔ خلائی لاش کے حلق سے بھیانک چیخ نکلی اور وہ ٹیلے کے نیچے خلائی مخلوق کے خفیہ ٹھکانے کی طرف بھاگی جہاں طوطم چیف اپنے تین خلائی ساتھیوں کے پاس بیٹھا اپنے سیارے سے رابطہ پیدا کرنے کی آخری کوشش کر رہا تھا۔

طوطم چیف نے بھی اپنی لیبورٹری کی فضا میں گرمی محسوس کی۔ اس نے اپنے خلائی ساتھی سے کہا:

"لگتا ہے ہماری تباہی کا وقت آ گیا ہے۔ گارشا ہم پر ہمارا ہی ہتھیار استعمال کر رہی ہے یہاں سے باہر نکلو۔"

وہ لیبورٹری کو ویسا ہی کھلا چھوڑ کر راہداری میں سے دوڑتے ہوئے دہلانے کے شگاف کے پاس آ گئے۔ دوسری طرف خلائی لاش جان بچانے کی کوشش میں شگاف کی طرف بھاگی آ رہی تھی۔ ایٹمی لاش اس کے پیچھے پیچھے تھی، اس کی ایٹمی ڈسک کی شعاعوں میں تیزی آ گئی تھی۔ یہ تیزی اور

گرمی گارشا کمپیوٹر کے سگنل کی مدد سے پیدا کر رہی تھی ۔ اس نے پروفیسر سے کہا :

"یہ اچھی بات ہے ۔ خلائی لاش خفیہ لیبوریٹری کی طرف بھاگ رہی ہے۔ آج طوطم اور اس کے ساتھیوں کا بھی صفایا ہو جائے گا۔"

خلائی لاش کے جسم سے دھواں نکلنے لگا تھا ۔ وہ لڑکھڑا رہی تھی اور پھر ٹیلے کے شگاف کے قریب پہنچ کر اس کا جسم ایٹمی شعاعوں کی حرارت سے پگھل کر پانی بن کر بہ گیا۔ تہ خانے کی راہداری میں جیسے آگ سی لگ گئی تھی ۔ طوطم چیف اور اس کے ساتھیوں کے جسم بھی سلگنے لگے تھے۔ بٹن دبانے سے ٹیلے کا شگاف کھل گیا۔ جوں ہی طوطم چیف اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شگاف سے باہر نکلا اس نے ایٹمی لاش کو سامنے کھڑا پایا ۔ لاش کے جسم میں سے ہلاکت خیز آگ سے بھی زیادہ گرم شعاعوں کی بوچھاڑ ان پر پڑی اور سب سے پہلے طوطم چیف کے جسم کو آگ لگ گئی اور وہ دھواں سا بن کر پگھلنے لگا۔ وہ زمین پر گر کر تڑپ رہا تھا ۔ اس کے تینوں خلائی ساتھی بھی تڑپنے لگے تھے ۔ دوسرے لمحے ان چاروں کی لاشیں پگھل کر پانی بن کر بہ چکی تھیں ۔

گارشا نے خوشی کا نعرہ لگایا اور کہا :

"دشمن کو ختم کر دیا گیا ۔ اب ہمارے اس ملک میں اوٹان سیارے کی کوئی مخلوق باقی نہیں رہی ۔"

سلطانہ بولی ،"لیکن برازیل میں ابھی شوگن اور اس کے ساتھی باقی ہیں ۔ وہ ہمارے ملک کو نقصان پہنچا سکتے ہیں ۔"

گارشا نے کہا ،" وہ بھی ہلاک کر دیے جائیں گے ۔"

اس کے ساتھ ہی گارشا نے ایٹمی لاش کو واپس بلا لیا ۔ ایٹمی لاش جس تیزی سے قبرستان کی طرف گئی تھی اسی تیزی سے واپس ایٹمی پروجیکٹ کے تہ خانے میں آگئی ۔ گارشا نے لاش کو اسٹریچر پر لٹا کر باندھ دیا اور

SALMAN's CHOICE

پروفیسر رضوی سے کہا :

"یہ لاش اسی جگہ رہے گی ۔ اوشان سیارے کی انسان دشمن مخلوق کے خلاف یہی ایٹمی لاش ہمارا سب سے بڑا ایٹم بم ہے ۔ اس کی پوری حفاظت کی جائے ۔"

پروفیسر رضوی نے کہا ، "ایسا ہی ہو گا ۔"

نگارشا نے انسپکٹر شہباز کی طرف متوجہ ہو کر کہا :

"انسپکٹر اب آپ طوطم چیف کی خفیہ لیبوریٹری کو ڈائنامیٹ لگا کر اڑا سکتے ہیں ۔"

انسپکٹر شہباز کے ہونٹوں پر فتح کی مسکراہٹ تھی ۔

لاشیں پانی بن کر بہ گئیں

لیکن وہ ایک بات سے بے خبر تھے۔

وہ بات یہ تھی کہ برازیل کے خفیہ خلائی پروجیکٹ سے شوگن وہاں پہنچنے والا تھا۔ جب شوگن پر یہ بھیانک حقیقت کھلی کہ ان کا اپنے سیارے اؤ سے رابطہ ختم ہو گیا ہے اور وہ دنیا کے سیارے پر اکیلے رہ گئے ہیں شوگن نے فوراً پاکستان میں خلائی چیف طوطم سے رابطہ پیدا کیا جس نے اسے بتایا کہ اوشان سے ہمارا رابطہ اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا ہے اور یہ ساری کارستانی گگارشا کی ہے۔ کیوں کہ وہی اس راز سے واقف ہے کہ ہمیں کس طرح اپنے سیارے سے کاٹا جا سکتا ہے۔ شوگن نے کہا کہ میں تمہارے پاس آ رہا ہوں۔ جس رات ایٹمی لاش کی مدد سے گگارشا نے خلائی لاش کے ساتھ ہی ساتھ طوطم چیف اور اس کے تینوں ساتھیوں کو بھی ہلاک کیا اسی رات کی صبح کو شوگن وہاں پہنچ گیا۔ پرانے قبرستان میں سے نکل کر خفیہ خلائی تہ خانے کی طرف جاتے ہوئے اسے فضا میں کچھ ناگوار سی بُو محسوس ہوئی۔ ساتھ ہی اپنے جسم سے ایک ایٹمی شعاعوں کی تاب کاری کی لہریں ٹکراتی محسوس ہوئیں۔ چوں کہ وہ خلائی مخلوق تھی۔ فوراً اس کا ماتھا ٹھنکا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

خفیہ لیبوریٹری میں جانے کا راستہ اسے معلوم تھا۔ وہ شگاف میں سے

سرنگ میں آیا تو وہاں بھی اسے ایسی ہی تاب کاری کا احساس ہوا۔ ساری لیبوریٹری خالی پڑی تھی۔ وہاں نہ طوطم چیف تھا اور نہ اس کے ساتھی ہی تھے۔ شوگن نے ہر کمرے میں انھیں تلاش کیا، مگر وہ نہ ملے۔ اسے کیا معلوم کہ جن کی اسے تلاش ہے ان کی لاشیں شگاف کے باہر پانی بن کر بہ چکی ہیں۔ یہ ان لاشوں کے پانی سے اُٹھنے والی تاب کاری تھی جس کی لہروں کو شوگن نے محسوس کر لیا تھا۔ دن نکل آیا تھا۔ شوگن دن کی روشنی میں وہاں سے باہر نہیں نکلنا چاہتا تھا۔ چناں چہ وہ سُرنگ کے اندر آخری لیبوریٹری میں بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ طوطم چیف اور اس کے ساتھیوں کو ضرور گارشا نے ہلاک کر ڈالا ہے۔

شوگن نے جلدی سے کمپیوٹر چلا دیا اور خلائی لاش کو سگنل دیا۔ مگر خلائی لاش کا تابوت تو خالی تھا۔ لاش کہاں سے نکلتی۔ جب کئی بار سگنل دینے کے باوجود خلائی لاش قبر سے باہر نہ نکلی تو شوگن سمجھ گیا کہ ان کا تختہ اُلٹ دیا گیا ہے اور گارشا کا حملہ کام یاب ہو گیا۔ شوگن کا دماغ تیزی سے غور کرنے لگا کہ گارشا کو کس طرح سے ختم کیا جا سکتا ہے۔

اسے اب بھی امید تھی کہ وہ اپنے سیارے کے گریٹ کنگ اور طرطوش سے رابطہ پیدا کرنے میں کام یاب ہو جائے گا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ برازیل والے خفیہ پروجیکٹ سے وہ خلائی آدمی یہاں منگوا کر انھیں اس ملک کو تباہ کرنے کے احکام دے دے گا۔ وہ چھوٹی سی لیبوریٹری میں اکیلا بیٹھا یہی کچھ سوچ رہا تھا۔ اس نے برازیل میں وائرلیس پر رابطہ پیدا کر کے اپنے ساتھی مارگن کو سارے حالات بتا دیے اور کہا کہ میں رات کو روانہ ہو کر اگلے روز رات کو اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔

اس وقت انسپکٹر پولیس شہباز اپنے ساتھ پولیس کے کمانڈوز کا ایک دستہ لے کر ٹیلے کے شگاف کے باہر جیپ سے نیچے اُترا اور اس نے کمانڈوز سے کہا کہ شگاف کے اندر جو کچھ بھی ہے اسے تباہ کر دیا جائے۔

پولیس کے کمانڈر ہر قسم کے تباہ کن سامان ساتھ لے کر آتے تھے۔ انھوں نے آتے ہی اس جگہ بارود لگا دیا جو گارشا نے انھیں بتا رکھی تھی کہ وہاں لیبورٹری کا خفیہ دروازہ ہے۔ ایک دھماکہ ہوا اور ٹیلے میں شگاف کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی کمانڈوز نے سرنگ میں داخل ہو کر جگہ جگہ زبردست دھماکوں والے بارود کی چھڑیاں لگا دیں اور باہر آکر ہینڈل دبا دیا۔ سرنگ میں دھماکے ہونے لگے۔ جب پہلا دھماکہ ہوا تو شوگن گھبرا کر اٹھا۔ سمجھ گیا کہ ان کی لیبورٹری کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ ابھی وہ کمرے سے باہر نکلا ہی تھا کہ دوسرے دھماکے شروع ہو گئے۔ وہ دوڑ کر کمرے کے نیچے تنگ و تاریک حفاظتی تہ خانے میں چلا گیا۔ اوپر دھماکے ہو رہے تھے۔ ساری خلائی لیبورٹری تباہ و برباد ہو گئی۔ انسپکٹر شہباز باہر کھڑا اس اپریشن کی نگرانی کر رہا تھا۔ جب انھیں یقین ہو گیا کہ خلائی لیبورٹری میں اب کچھ باقی نہیں بچا اور آدھا ٹیلہ ڈھے کر گر پڑا ہے اور سرنگ مٹی پتھروں سے بند ہو گئی ہے تو وہ کمانڈو دستے کو ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔ گارشا اور سلطانہ کو یہ خوش خبری دی تو وہ بھی مطمئن ہو گئیں۔ سلطانہ نے کہا:

"کم از کم ہمارے ملک سے خلائی مخلوق کا خطرناک وجود ختم ہو گیا ہے۔ اب ان کی ایک ٹولی صرف برازیل میں باقی رہ گئی ہے جو ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

گارشا نے آنکھیں سکیڑ کر کہا:

"ایسا مت کہو۔ کیوں کہ وہاں شوگن بیٹھا ہے جو بڑا خطرناک خلائی سائنس دان ہے جب تک وہ باقی ہے ہمیں پوری طرح سے اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اس مخلوق کو اب اپنے سیارے سے کوئی مدد نہیں مل سکتی لیکن اس کے باوجود شوگن میں اتنی طاقت ہے کہ وہ یہاں آ کر ہم سے اس تباہی اور طوطم کی ہلاکت کا بدلہ لے سکے۔

اس لیے ہمیں پہلے ہی سے مقابلے کے لیے تیار رہنا ہو گا۔"
انسپکٹر شہباز نے کچھ سوچ کر کہا:
"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم برازیل جا کر شوگن اور اس کے ساتھیوں کو بھی ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں؟"
یہی سوال سلطانہ اور پروفیسر رضوی کے ذہن میں بھی تھا۔ وہ گارشا کی طرف دیکھنے لگے۔ گارشا بولی:
"اس کے لیے ہمیں برازیل کی حکومت کو حالات کی نزاکت کا احساس دلا کر اس سے باقاعدہ اجازت لینی ہو گی۔"
"برازیل کی حکومت تو بڑی خوشی سے اجازت دے گی۔" پروفیسر رضوی نے کہا، "کیوں کہ شوگن اور اس کی ساتھی خلائی مخلوق خود برازیل کے لوگوں کے لیے تباہی کا باعث بن سکتے ہیں۔"
انسپکٹر شہباز نے کہا:
"میں آج ہی افسرانِ بالا سے بات کر کے برازیل کے سفیر سے بات چیت شروع کرواتا ہوں۔"
گارشا کسی گہری سوچ میں تھی۔ انسپکٹر شہباز اور پروفیسر رضوی گارشا سے اجازت لے کر چلے گئے۔ سلطانہ کو بھی اپنے کالج جانا تھا۔ اب اس نے اپنی کوٹھی میں رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ گارشا کو بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھی کیوں کہ خلائی لاش اور طلوطم چیف کا خاتمہ ہو چکا تھا مگر گارشا نے کہا:
"میں ابھی اٹامک انرجی کمیشن کے اس تہ خانے میں ہی رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے شوگن کی طرف سے خطرہ ہے۔ اگر اس نے مجھے ہلاک کر دیا تو پھر اس ساری زمین پر ایسا کوئی نہیں ہے جو اس کی تباہ کاریوں کا مقابلہ کر سکے۔"
سلطانہ چلی گئی۔ گارشا گہری سوچ میں ڈوب گئی۔
اُدھر جب زیرِ زمین لیبوریٹری کی سرنگ میں دھماکے ختم ہو گئے تو شوگن

نچلے تہ خانے سے نکل کر اوپر آیا تو دیکھا کہ ملبے سے آدھی سرنگ بھری ہوئی ہے۔ لیبورٹری تباہ ہو چکی ہے۔ کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اسے باہر نکلنے کی پریشانی نہیں تھی۔ اور یہ بھی خطرہ نہیں تھا کہ اوکسیجن نہ ملنے سے وہ مر جائے گا۔ کیوں کہ وہ اوکسیجن کے بغیر بھی جب تک چاہے وہاں زندہ رہ سکتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ابھی باہر دن کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ وہ رات کے وقت باہر نکل کر گارشا کا سراغ لگانا چاہتا تھا تاکہ کسی طریقے سے اسے ہلاک کر کے اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ کو ہمیشہ کے لیے دُور کر دیا جائے۔ اس کے بعد وہ اپنے خلائی ساتھیوں کی مدد سے زمین کے انسانوں سے اپنے طوطم چیف کی ہلاکت اور اپنے سیارے سے کٹ جانے کا بدلہ لے سکتا تھا اور دُنیا کی کوئی توپ کوئی بم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

شوگن کی کلائی پر گھڑی بندھی تھی۔ اس نے وقت پر نگاہ رکھی اور تہ خانے میں آکر بیٹھ گیا۔ جب گھڑی نے اسے بتایا کہ باہر رات کا اندھیرا چھا گیا ہے تو وہ تہ خانے سے نکل کر اوپر ملبے سے بھری ہوئی سرنگ میں آیا۔ یہی وہ سرنگ تھی جو خفیہ کمین گاہ کے شگاف تک جاتی تھی۔ مگر وہ شگاف اب ڈھے کر ملبے کا ڈھیر بن چکا تھا۔ شوگن نے سرنگ کی دیوار کے پتھروں کو نکالنا شروع کر دیا۔ اس کا طاقت ور خلائی ہاتھ کدال کی طرح چل رہا تھا۔ دیکھتے دیکھتے دیوار میں شگاف بن گیا۔ شوگن اسی طرح پتھر نکالتا آگے بڑھتا گیا۔ دس منٹ کی محنت کے بعد وہ ٹیلے کے ملبے میں سے نکل کر باہر کھلی فضا میں آ گیا۔ آسمان تاروں سے بھرا ہوا تھا۔ فضا میں خنکی تھی۔ سامنے قبرستان پر موت کا سناٹا چھایا تھا۔ شوگن سیدھا قبرستان میں خلائی لاش کی قبر کی طرف گیا۔ اس نے قبر کی مٹی ہٹا کر تابوت کو دیکھا کہ تابوت خالی پڑا ہے۔ اسے یقین ہو گیا کہ خلائی لاش کو بھی گارشا نے ایٹمی تاب کاری سے ہلاک کر ڈالا ہے۔

شوگن نے غصّے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے اپنے آپ سے کہا:
"گگارشا! اب تُو شوگن کے انتقام کی آگ سے نہیں بچ سکتی۔"
اس قبرستان میں ایک پُرانی تاریخی پختہ چبوترے والی قبر بھی تھی جس کا چبوترہ ایک طرف سے ڈھے گیا تھا۔ اس جگہ پتھروں میں سے چبوترے کے نیچے ایک تنگ راستہ جاتا تھا۔ شوگن کو معلوم تھا کہ طوطم چیف نے ہنگامی حالات میں چھپنے کے لیے اس جگہ ایک خفیہ ٹھکانہ بنا رکھا تھا۔ طوطم کو اس جگہ آنے کی مہلت ہی نہیں ملی تھی۔ رات اندھیری تھی، مگر خلائی مخلوق شوگن کو اندھیرے میں سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ اس نے پتھروں اور اونچی اونچی گھاس کو ایک طرف ہٹایا اور چبوترے کے اندر اُتر گیا۔ چبوترے کے اندر ایک تابوت پڑا تھا۔ یہ تابوت لوہے کا تھا اور اس پر زنگ لگ چکا تھا۔ یہ بڑا پُرانا تابوت تھا اور اس میں مُردے کی ہڈیوں کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ تابوت کی پائنتی کی جانب سے ایک تنگ تاریک زینہ تہ خانے میں جاتا تھا۔ شوگن زینہ اتر کر تہ خانے میں آگیا۔ یہاں ایک خلائی ٹارچ پڑی تھی۔ شوگن نے اسے روشن کر دیا۔ شوگن تہ خانے میں طوطم چیف کے ساتھ پہلے بھی کئی بار آچکا تھا۔ اسی جگہ ایک چھوٹا سا ریڈیو ٹرانسمیٹر بھی رکھا تھا تاکہ ہنگامی حالات میں اپنے سیارے کو سگنل بھیجا جا سکے۔ لیکن اب تو شوگن کے سیارے سے رابطہ ہی ٹوٹ گیا تھا۔ لیکن وہ سیارہ زمین کی فضا میں جس جگہ چاہے سگنل بھیج سکتا تھا۔

اس نے سب سے پہلے اپنے برازیل والے زیر زمین پہاڑی خلائی مرکز میں اپنے ساتھی مارگن کو سگنل دیا اور اسے سارے حالات بتلائے کہ پُرانے قبرستان والی لیبوریٹری تباہ ہو چکی ہے۔ یہاں کے سارے خلائی ساتھی گگارشا نے ہلاک کر دیے ہیں اور میں قبرستان کے ہنگامی تہ خانے میں بیٹھا یہ سگنل بھیج رہا ہوں۔ دوسری طرف سے خلائی مخلوق اور اسسٹنٹ

سائنس داں مارگن نے کہا:

"چیف! گارشا غدّار ہے۔ اس نے غداری کی ہے ہم چاہے خود اپنے سیارے پر اب کبھی نہ پہنچ سکیں مگر ہم گارشا کو زندہ نہیں چھوڑیں گے اور شیبا اور عمران کو بھی ہلاک کر دیں گے اور اس دنیا کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔"

"ایسا ہی کریں گے مارگن! بس تم تیار رہو۔" شوگن نے ریڈیو ٹرانسمیٹر پر اپنی خلائی زبان میں جواب دیا، "ہو سکتا ہے تمھیں کچھ دنوں کے لیے میرے پاس یہاں پرانے قبرستان میں آنا پڑے۔"

"تم جس وقت اشارہ کرو گے میں پہنچ جاؤں گا۔" مارگن نے کہا۔

شوگن کہنے لگا:

"مارگن! طوطم چیف نے مرنے سے ایک روز پہلے مجھ سے وائرلیس پر بات کی تھی اور کہا تھا کہ عمران اور شیبا واپس اس دنیا میں نہیں آئے صرف گارشا اور سلطانہ ہی فرار ہونے میں کامیاب ہوئی ہیں۔ تمھارا کیا خیال ہے کیوں کہ شیبا اور عمران پاکستان نہیں پہنچ سکے۔ کیا وہ ابھی تک کسی خلائی سیارے میں بھٹک رہے ہوں گے؟"

مارگن نے کہا:

"چیف! گریٹ کنگ کی اطلاع کے مطابق ہمارے سیارے اوٹان سے گارشا ان سب کو لے کر فرار ہوئی تھی اب راستے میں اگر شیبا اور عمران ان سے بچھڑ گئے ہوں تو نہیں کہا جا سکتا۔"

شوگن بولا، "ٹھیک ہے پہلے گارشا سے نمٹ لیں پھر شیبا اور عمران سے بھی سمجھ لیں گے۔ میں نے گریٹ کنگ کی قسم کھائی ہے کہ طوطم کی قاتل غدّار گارشا کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"میں تمھارے ساتھ ہوں چیف شوگن! تم فارمولا نمبر آٹھ پر عمل کرتے ہوئے اسے ختم کر سکتے ہو۔" مارگن نے مشورہ دیا۔

شوگن بولا، "مگر اس فارمولے کا توڑ گارشا جانتی ہے۔ مجھے کچھ اور سوچنا پڑے گا۔ تم فکر نہ کرو۔ وہ مجھ سے بچ نہیں سکے گی۔ میں ابھی چبوترے والے تہ خانے میں ہوں۔ تم یہاں اسی فریکوئنسی پر مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔"

اس کے بعد شوگن نے ریڈیو ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور گارشا کو ختم کرنے کے منصوبوں پر غور کرنے لگا۔

اب ہم ان لوگوں کو پاکستان میں ہی چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لیے عمران اور شیبا کے پاس چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں۔ یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ بوڑھے گال کی اسکرین پر جب سکندرِاعظم کے زمانے کے واقعات گزر رہے تھے تو شیبا نے جنگل میں ایک نہر دیکھی جس میں ایک لڑکی غوطے کھا رہی تھی۔ شیبا سے رہا نہ گیا اور اسے بچانے کے لیے بڑھی تو ٹھوکر کھا کر اسکرین میں گر پڑی اور سکندرِاعظم کے زمانے میں پہنچ گئی۔ اس کے بعد عمران نے گھبراہٹ میں کمپیوٹر کو بند کر دیا۔ کمپیوٹر کو دوبارہ کھولا تو وہاں ایک جنگل تھا۔ عمران شیبا کے لیے سخت پریشان ہو گیا اور اس نے بھی اسکرین میں چھلانگ لگا دی کہ جس طرح بھی ہو شیبا کو وہاں سے نکال کر لے آئے۔ مگر انھیں معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ ایک ایسے زمانے اور ایک ایسی دُنیا میں آگئے ہیں کہ جہاں سے واپسی تقریباً ناممکن تھی۔ شیبا، عمران سے تھوڑی دیر پہلے اسی جنگل کی ایک نہر میں جا گری جس میں لڑکی غوطے کھا رہی تھی۔ اس نے لڑکی کو نہر سے نکال لیا۔ لڑکی نے کسی عجیب زبان میں اس کا شکریہ ادا کیا اور بھاگ گئی۔ شیبا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے اردگرد تکنے لگی کہ وہ کہاں آگئی ہے۔ اتنا اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ سکندرِاعظم کا زمانہ ہے۔ تھوڑی دیر پہلے وہاں سے سکندرِاعظم کی یونانی فوج گزری تھی۔ وہ نہر کے کنارے بیٹھ گئی۔ یہاں نہر کے ساتھ ساتھ کھجور کے درخت اُگے

ہوئے تھے جن میں لال لال پکی ہوئی کھجوریں لگی تھیں، کہیں کہیں سرو کے درخت بھی تھے۔ شیبا کالج کی اسٹوڈنٹ تھی۔ تاریخ سے اسے پوری واقفیت تھی۔ مگر ابھی تک اسے یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کس ملک میں ہے اور سکندر کی فوجیں کس ملک کو فتح کرنے جا رہی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ سکندرِاعظم نے ایران اور مصر اور پھر بابل اور شمالی ہندستان کے کچھ علاقے کو فتح کیا تھا۔ وہ اپنے اندر ایک عجیب جذباتی کھلبلی سی محسوس کر رہی تھی کہ وہ ۱۹۹۰ کے زمانے سے نکل کر ڈھائی ہزار قبل مسیح کے زمانے میں پہنچ گئی ہے۔ اتنے میں اسے سرو کے درختوں میں کسی آدمی کا سایہ نظر آیا۔ شیبا جھاڑیوں میں چھپ گئی کہ کہیں یہ کوئی ڈاکو وغیرہ نہ ہو۔ مگر وہ عمران تھا۔ عمران کو دیکھ کر شیبا بے حد خوش ہوئی۔ عمران نے بھی شیبا کو دیکھا تو بھاگ کر اس کے پاس آ گیا۔

"شیبا! اللہ کا شکر ہے کہ تم مل گئیں۔"

"مگر عمران یہ ہم کہاں آ گئے ہیں؟" شیبا نے اُداس لہجے میں کہا۔

عمران نے چاروں طرف جنگل اور چھوٹے ٹیلوں پر نگاہ ڈالی اور بولا:

"شیبا! یہ تو تم بھی جانتی ہو کہ ہم اپنے ۱۹۹۰ء کے زمانے سے نکل کر تقریباً سوا دو ہزار سال قبل مسیح کے زمانے میں آ گئے ہیں اور یہ سکندرِ اعظم کا زمانہ ہے۔ اب یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ علاقہ کون سا ہے۔ ان درختوں کو دیکھ کر تو ایسا لگتا ہے کہ ہم مصر یا شام کے علاقے میں ہیں۔"

شیبا جیسے کچھ سن رہی تھی۔ عمران کی طرف دیکھ کر بولی:

"عمران! کیا اب ہم کبھی اپنے ڈیڈی ممی کے پاس نہ جا سکیں گے؟"

عمران وہیں بیٹھ گیا۔ پھر شیبا کو کہنے لگا:

"شیبا! ایک بات میں تم پر واضح کرنی ضروری سمجھتا ہوں اور وہ

یہ ہے کہ ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہم تاریخ کے قدیم ترین عہد میں نکل آئے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ جب تک ہم تاریخ کے پرانے زمانے میں ہیں ہم نہ تو بوڑھے ہوں گے اور نہ ہی مریں گے کیوں کہ ہم گزرتے ہوئے زمانے کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ چناں چہ جب تک ہم ۲۵۰ قبل مسیح سے ۱۹۹۰ عیسوی سن تک نہیں پہنچیں گے نہ تو ہماری عمر بڑھے گی اور نہ ہم مر سکیں گے۔"

شیبا نے مایوسی کے ساتھ سر جھکا دیا اور بولی:

"ایسی زندگی کا کیا فائدہ کہ ہم اپنے گھر اپنے وطن اور اپنے ماں باپ سے جدا ہو گئے ہیں۔"

عمران نے کہا:

"شیبا! اگر تم اسی طرح کی مایوسی کی باتیں کرتی رہیں تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں تاریخ کے اس سفر میں کسی موڑ پر کوئی ایسا شخص مل جائے جو ہمیں واپس اپنے زمانے میں اپنے ماں باپ کے پاس پہنچا دے۔"

شیبا نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:

"کاش ایسا ہو سکے۔"

عمران اٹھ کھڑا ہوا۔ کہنے لگا:

"ان شاء اللہ ایسا ضرور ہو گا۔ میں اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوا۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ہم بہت جلد واپس اپنے زمانے میں، اپنے وطن پہنچ جائیں گے۔"

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔"

یہ کہہ کر شیبا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ عمران کی باتوں سے جیسے اس کی روح کو ایک نئی طاقت مل گئی تھی۔ وہ ٹیلوں کے درمیان اگی ہوئی جھاڑیوں میں چلنے لگے۔ عمران نے کہا کہ سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ کون سا ملک ہے۔ دوسرے رات بسر کرنے کے لیے کوئی ٹھکانہ

تلاش کرتا ہو گا۔ کام تلاش کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ ہمیں بھوک پیاس ہی نہیں لگے گی۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم ابھی مر نہیں سکتے۔
شیبا ہاں میں سر ہلاتی جا رہی تھی۔ ایک دم اس نے عمران کا بازو پکڑ کر نیچے بٹھا لیا اور بولی:
"ایک گھوڑ سوار ادھر آ رہا ہے۔"
عمران جلدی سے جھاڑیوں میں بیٹھ گیا، مگر گھوڑ سوار نے ان دونوں کو دیکھ لیا تھا۔ وہ گھوڑا دوڑاتا سیدھا ان کی طرف ہی آ رہا تھا۔

عمران زندہ دفن ہوگیا

گھوڑ سوار یونانی سپاہی تھا۔
وہ شیبا اور عمران کے سر پر پہنچ گیا اور تلوار کھینچ کر اپنی یونانی زبان میں بولا:
"کون ہو تم؟"
شیبا اور عمران یونانی زبان بھلا کیسے سمجھ سکتے تھے۔ عمران نے اپنی اُردو زبان میں کہا:
"ہم بہن بھائی ہیں۔ جنگل میں راستہ بھول گئے ہیں۔"
ان کی اُردو زبان یونانی سپاہی کی سمجھ میں نہ آئی۔ اس نے کڑک کر کہا، "چلو، آگے آگے چلو۔"
تلوار کے اشارے سے عمران سمجھ گیا کہ وہ انھیں ساتھ چلنے کو کہہ رہا ہے۔ شیبا نے عمران سے کہا:
"اب کیا کریں؟"
عمران بولا: "خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑو۔ آگے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"
اور وہ خاموشی سے یونانی سپاہی کے گھوڑے کے آگے آگے چل پڑے۔ ٹیلے کی اوٹ سے نکلے تو وہاں کچھ اور یونانی سپاہی گھوڑوں پر سوار

چلے آ رہے تھے۔ یونانی سپاہی نے بلند آواز میں اپنے ساتھیوں سے کہا:
"یہ دونوں مجھے ایرانی فوج کے جاسوس لگتے ہیں جو ہماری فوج کی جاسوسی کرنے بھیجے گئے ہیں۔"
ایک یونانی گھوڑ سوار نے جو ان کا افسر لگتا تھا غور سے شیبا اور عمران کی طرف دیکھا اور رعب دار آواز میں پوچھا:
"کون ہو تم؟"
عمران نے اردو زبان میں اپنا پہلے والا جملہ دہرا دیا۔ اس پر یونانی سوار نے اپنے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر کہا:
"یہ کون سی زبان بول رہا ہے؟ یہ تو پہلوی (فارسی) زبان نہیں ہے جو ایرانی بادشاہ دارا کے سپاہی بولتے ہیں۔"
یونانی سپاہی نے عمران سے پوچھا:
"کیا تم فارسی زبان نہیں بول سکتے؟"
عمران نے فوراً کہا:
"تھوڑی تھوڑی بول لیتا ہوں۔ دراصل میں ملک ہندوستان میں پیدا ہوا تھا اور ہم دونوں بہن بھائی کی وہیں پرورش ہوئی۔ ہم بڑے ہو کر ایران آ گئے تھے۔ یہاں گاؤں میں ہمارا ایک چچا ہے۔ ہم اس کے پاس رہتے ہیں۔"
عمران نے اسکول میں فارسی زبان پڑھی تھی۔ بس اسی وجہ سے وہ تھوڑی تھوڑی فارسی بول لیتا تھا۔ یونانی سوار نے اپنے سپاہیوں سے کہا:
"یہ مجھے ایرانی جاسوس لگتے ہیں۔ انھیں پکڑ کر لے چلو۔"
اسی وقت عمران اور شیبا کے ہاتھ پیچھے باندھ دیے گئے اور گھوڑے پر بٹھا کر یونانی سپاہی انھیں اپنے ساتھ لے چلے۔ شیبا نے عمران کو آہستہ سے کہا:
"اب کیا ہو گا عمران؟"
عمران نے آہستہ سے کہا:

"اللہ پر بھروسہ رکھو۔ ایک بات طے ہے کہ ہم مر نہیں سکتے۔"
یونانی افسر نے ڈانٹ کر اپنی زبان میں کہا:
"خاموش رہو۔"
عمران سمجھ گیا کہ اسے خاموش رہنے کے لیے کہا جا رہا ہے۔ وہ چُپ ہو گیا۔ کچھ فاصلے پر ٹیلوں کے درمیان ایک چھوٹا سا میدان تھا جہاں یونانی فوج نے اپنا ایک کیمپ لگا رکھا تھا۔ یہاں اس قسم کے خیمے لگے تھے جو شیبا اور عمران نے سکندر اعظم پر بنائی گئی ایک انگریزی فلم میں دیکھے تھے۔ شیبا اور عمران کو ان خیموں کے درمیان لگائے گئے ایک چھوٹے سے خیمے میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ خیمے کے دونوں جانب یونانی سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اونچا لمبا چوڑا چکلا یونانی فوجی افسر خیمے میں آیا۔
شیبا عمران یہی سمجھے کہ وہ سکندر اعظم ہے، مگر وہ سکندر اعظم نہیں تھا بلکہ اس فوجی رجمنٹ کا یونانی کمانڈر تھا۔ وہ فارسی زبان جانتا تھا۔ اس نے فارسی میں عمران سے کچھ سوال کیے۔ مگر یہ سیکڑوں برس پرانی فارسی تھی جو عمران کی بالکل سمجھ میں نہیں آئی۔ اس نے اشارے سے بتایا کہ میں یہ زبان نہیں جانتا۔ یونانی کمانڈر کے ساتھ وہ فوجی افسر بھی کھڑا تھا جو شیبا عمران کو پکڑ کر لایا تھا۔ اس نے یونانی کمانڈر سے اپنی زبان میں کہا:
"یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ ہماری یونانی زبان جانتا ہے، مگر جان بوجھ کر انجان بنا ہوا ہے۔"
یونانی کمانڈر نے ایک پل کے لیے کچھ سوچا، پھر یونانی زبان میں اپنے فوجی افسر کو حکم دیا:
"مجھے یقین ہے کہ یہ وہی دو ایرانی جاسوس ہیں جن کے بارے میں ہمارے جاسوسوں نے خبر دی تھی کہ دو ایرانی جاسوس ہماری فوجوں کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لیے ہمارے کیمپ میں گھس آتے ہیں۔ انھیں فوراً

پیچھے نکاٹور الیگزانڈر کے حضور پیش کیا جائے۔ نکاٹور الیگزانڈر کا حکم ہے کہ ایرانی جاسوس پکڑ کر میرے پاس لائے جائیں۔"
عمران اور شیبا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ انھیں کہاں بھیجا جا رہا ہے۔ کیوں کہ یونانی کمانڈر یونانی زبان میں بول رہا تھا۔ یونانی سکندرِ اعظم کو نکاٹور الیگزانڈر کہہ کر پکارتے تھے۔ یونانی زبان میں نکاٹور کا مطلب تھا دلیر، عظیم بہادر۔ اسی وقت دونوں کو گھوڑوں پر بٹھا کر پیچھے روانہ کر دیا گیا۔ اس جگہ سے کوئی دو کوس پیچھے ایک جگہ سکندر اعظم اپنی بیس ہزار فوج کے ساتھ ایک وادی میں خیمہ لگائے ہوئے تھا۔ راستے میں یونانی سپاہیوں میں سے ایک سپاہی نے جو فارسی زبان جانتا تھا عمران کو بتا دیا کہ اسے سکندرِ اعظم کے حضور پیش کیا جا رہا ہے۔ عمران نے یہ بات شیبا کو بھی بتا دی اور بولا:
"میرا خیال ہے شیبا کہ یہ ہماری زندگی کا عجیب و غریب تجربہ ہو گا کہ ہم اصلی اور تاریخی شخصیت سکندرِ اعظم کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں گے۔"
شیبا نے کہا، "لیکن عمران سکندرِ اعظم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟"
عمران نے مسکرا کر کہا:
"وہی جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ کرتا ہے۔" پھر کہنے لگا، "تم کیوں فکر کرتی ہو؟ ایک بات طے ہے کہ ہم تاریخ کے اس پرانے زمانے میں جب تک ہیں مر نہیں سکتے پھر غم کس بات کا ہے۔"
شیبا بولی، "مگر سکندرِ اعظم نے تلوار مار کر ہماری گردن اڑا دی تو وہ گردن دوبارہ ہمارے کاندھوں پر کیسے جڑے گی؟"
یہ سُن کر عمران بھی سوچ میں پڑ گیا۔
اب انھیں ایک میدان میں چاروں طرف خیمے ہی خیمے لگے نظر آئے۔ ہر خیمے کے اوپر یونانیوں کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ فوجی اپنے اپنے کاموں میں لگے تھے۔ خیموں کے درمیان میں سکندرِ اعظم کا خیمہ تھا۔ سکندرِ اعظم
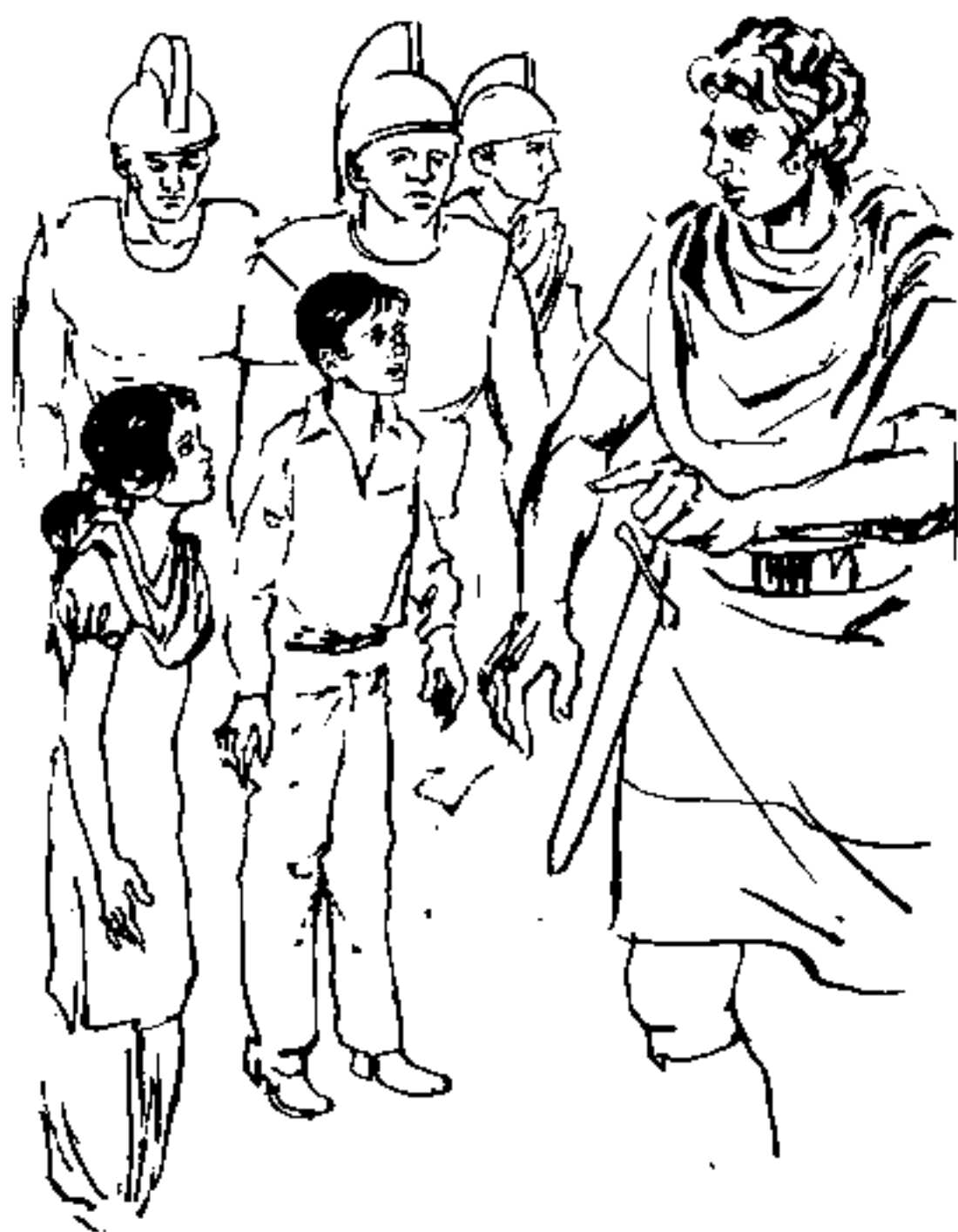
کو اطلاع پہنچائی گئی۔ اس نے عمران، شیبا کو اندر بلا لیا۔ یہ خیمہ اندر سے کافی کھلا کھلا تھا۔ فرش پر قالین بچھے تھے۔ فرشی نشستوں پر گاؤ تکیے لگے تھے۔ ایک تخت پر سکندرِ اعظم پورا فوجی لباس پہنے تھا۔ اپنے دو جرنیلوں سے بات چیت کر رہا تھا۔ عمران اور شیبا بڑی دل چسپی اور حیرت سے سکندرِ اعظم کو تک رہے تھے۔ یہ وہ جرنیل تھا جس کے بارے میں انھوں نے تاریخ کی کتابوں میں ہی پڑھا تھا۔ انھوں نے اپنے اسکول کی کتابوں میں سکندر کی جو تصویر دیکھی تھی وہ اس سے کچھ مختلف تھا۔ اس کی آنکھیں نیلی نیلی تھیں۔ رنگ سُرخ و سفید تھا اور سر کے بال گھنگھریالے اور سُرخی مائل تھے۔ سکندر نے بھی گھور کر عمران اور شیبا کو دیکھا۔ پھر فارسی میں بولا:

"تم تو لڑکا لڑکی ہو۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ کوئی بڑی عمر کا آدمی اور عورت ہو گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں بڑے عیار جاسوس ہو۔ جبھی تمھیں بادشاہ دارا نے ہمارے کیمپ میں جاسوسی کرنے بھیجا ہے۔"

عمران نے ٹوٹی پھوٹی فارسی میں کہا:

"ذکاٹور الیگزانڈر! ہم جاسوس نہیں ہیں۔ ہمارے ساتھ ایک ایسا حادثہ ہو گیا ہے کہ اگر ہم آپ کو بتائیں تو آپ کبھی یقین نہیں کریں گے۔"

سکندر کی بھنوئیں تن گئیں۔ کہنے لگا۔

"یہ بات تمھاری عیاری کو ثابت کرتی ہے۔"

پھر اس نے اپنے ایک جرنیل کو اشارہ کیا اور یونانی زبان میں کہا، "ان دونوں ایرانی جاسوسوں کے سینے تیروں سے چھلنی کر کے کیمپ کے پیچھے دفن کر دیے جائیں۔"

اس سے پہلے کہ عمران اور شیبا کوئی بات کرتے یونانی جرنیل انھیں کھینچتا ہوا سکندرِ اعظم کے خیمے سے باہر لے گیا۔ عمران اور شیبا کو ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ سکندرِ اعظم نے ان کے بارے میں موت کا حکم سُنا دیا ہے۔ خیمے کے باہر آنے کے بعد عمران نے یونانی جرنیل کو فارسی

میں کہا:
"نکاٹورا الیگزانڈر نے کیا حکم دیا ہے؟"
یونانی جرنیل بولا، "تمھیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔"
عمران، شیبا کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ انھیں اسی طرح گھوڑوں پر بٹھا دیا گیا اور گھوڑے یونانی لشکر کے خیموں کے درمیان سے گزرتے کیمپ کے پیچھے ایک ویران جگہ پر آ گئے۔ یہاں درختوں کے نیچے تھوڑی سی کھلی جگہ تھی۔ جب انھیں گھوڑے سے اتار کر درختوں کے ساتھ باندھا جانے لگا تو شیبا گھبرائی اس نے عمران سے کہا:
"عمران! یہ لوگ شاید ہمیں ہلاک کرنے والے ہیں۔ عمران سارا معاملہ سمجھ گیا تھا کہ سکندر نے ان کی موت کا حکم دیا ہے۔ دل میں وہ بھی پریشان ہو گیا تھا کہ کہیں وہ سچ مچ ہی نہ مر جائیں۔ مگر وہ شیبا کو حوصلہ دینے لگا:
"اللہ پر بھروسہ رکھو شیبا۔ گال نے کہا تھا کہ ہم جب تک تاریخ کے پرانے زمانے میں ہیں مر نہیں سکتے۔"
شیبا نے روکھی آواز میں کہا:
"مگر یہ لوگ شاید ہمیں آگ میں جلا دیں۔ آگ تو ہمیں جلا کر راکھ کر دے گی۔"
عمران کا دل زور سے دھڑکا۔ واقعی اگر ان لوگوں نے انھیں آگ میں جلانے کی کوشش کی تو وہ کیسے آگ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں گے۔ آگ تو اس کے جسم کو جلا ڈالے گی۔
اتنی دیر میں دو یونانی سپاہی تیر کمان لے کر شیبا اور عمران سے دس پندرہ گز کے فاصلے پر کھڑے ہو گئے۔
"یہ لوگ ہمیں تیروں سے چھلنی کرنے لگے ہیں۔"
شیبا نے چیخ کر کہا۔ وہ رونے لگی۔ عمران بھی کچھ گھبرا سا گیا تھا۔

کہنے لگا، "آنکھیں بند کر لو شیبا! ہم اِن شاء اللہ زندہ رہیں گے۔ تیر ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔"

یونانی کمانڈر گھوڑے پر بیٹھا تھا۔ اس نے اپنی زبان میں دو سپاہیوں سے کہا کہ قبریں کھودی جائیں۔ دو سپاہی فوراً بیلچوں سے قبریں کھودنے لگے۔ شیبا نے روتے ہوئے کہا:

"عمران! ہماری قبریں کھودی جا رہی ہیں۔ میرے اللہ! اب کیا ہوگا؟ ہم زندہ نہ بچیں گے۔"

یونانی کمانڈر نے چیخ کر کہا:

"تیر چلاؤ۔"

دونوں سپاہیوں کی کمانوں سے ایک ایک تیر نکلا اور تیزی سے فضا کو چیرتا ہوا شیبا اور عمران کے سینوں میں اُتر گیا۔ شیبا کے منہ سے ہلکی چیخ نکل گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم بے جان ہو گیا۔ دوسرا تیر عمران کے سینے میں عین دل کے اوپر آ کر لگا اور وہ بھی دہشت کے مارے بے ہوش ہو گیا۔ اسے یہی لگا کہ وہ مر گیا ہے۔ دونوں کی گردنیں لٹک گئیں۔

یونانی کمانڈر نے قریب آ کر دونوں کی نبضیں دیکھیں۔ نبض بند تھی۔ یونانی کمانڈر بولا:

"یہ مر گئے ہیں۔ انھیں ان قبروں میں دفن کر کے زمین برابر کر دو۔"

یونانی کمانڈر واپس چلا گیا۔ یونانی سپاہیوں نے تھوڑی دیر میں عمران اور شیبا کی قبریں کھود کر تیار کر لیں۔ پھر دونوں کی لاشوں کو درختوں پر سے اُتارا اور الگ الگ قبر میں لٹا کر اوپر مٹی اور درختوں کی سوکھی لکڑیاں ڈال کر دونوں قبروں کو بند کر دیا۔

یونانی سپاہی بھی واپس چلے گئے۔

یونانی کمانڈر سیدھا سکندرِ اعظم کے شاہی خیمے میں گیا تھا۔ اس نے

سکندرِ اعظم کو سلام کر کے کہا :
"نکاٹور اعظم ! دونوں ایرانی جاسوس لڑکی لڑکے کو ہلاک کر کے قبروں میں دبا دیا گیا ہے۔"
سکندرِ اعظم نے بے نیازی سے کہا :
"ٹھیک ہے۔ تم فوراً شمال جنوبی پہاڑیوں کی طرف جاؤ اور معلوم کرو کہ ایرانی فوجیں کہاں تک آ پہنچی ہیں۔ میں انھیں کوہ بے ستون کے میدان میں گھیر کر دائیں بائیں سے حملہ کرنا چاہتا ہوں۔"
یونانی کمانڈر سلیوٹ کر کے خیمے سے باہر نکل گیا۔ سکندرِ اعظم کے ساتھ اس وقت اس کے چار بہترین جرنیل موجود تھے۔ وہ ان سے جنگی حکمت عملی کے بارے میں گفت گو کرنے لگا۔ شیبا اور عمران کی موت کو اس نے ذرا سی بھی اہمیت نہیں دی تھی۔ سکندرِ اعظم اس قسم کے کئی جاسوسوں کو ہلاک کروا چکا تھا۔ ایک جرنیل کہنے لگا :
"نکاٹور اعظم ! ہمارے جاسوسوں کی اطلاع کے مطابق ایرانی بادشاہ دارا بہت بڑی فوج لے کر چلا آ رہا ہے۔ اس کے پاس سیکڑوں ہاتھی بھی ہیں۔"
سکندر نے جھنجھلا کر کہا :
"تو کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم ایران کی بھاری فوجی نفری سے گھبرا کر واپس مقدونیہ چلے جائیں گے ؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم شکست کھانے کے لیے گھر سے نکلے ہیں ؟ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اگرچہ ایرانی لشکر کی تعداد زیادہ ہے، مگر ہم ان پر فتح حاصل کریں گے۔ ہمیں اپنی فتح کا یقین ہے۔ ہم نے آج تک ہار کا منھ نہیں دیکھا۔ ہم دشمن کے بھاری لشکر پر غالب آئیں گے۔"
پھر سکندرِ اعظم نے فوج کے کچھ دستوں کو ایک جرنیل کے ساتھ روانہ کیا اور ہدایت کی کہ وہ ایرانی بادشاہ دارا کی فوج کو راستے

میں ہی گھیر لیں اور اس کو تہس نہس کر دیں تاکہ دُشمن کے لشکر کا زور ٹوٹ جائے۔ سکندر نے اس کے بعد اپنے قریبی ساتھی اور اعلا جرنیل سلیوکس کو طلب کیا۔ سلیوکس پر سکندر کو بڑا بھروسہ تھا۔ سکندر نے جب ٹیکسلا کا علاقہ فتح کیا تو سلیوکس ہی وہاں کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ سلیوکس نے خیمے میں داخل ہو کر سکندر کو رومن انداز میں سلام کیا اور ادب سے کھڑا رہا۔ سکندر نے اسے بیٹھنے کو کہا اور خود بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ سلیوکس سمجھ گیا کہ سکندر کو ایرانی شہنشاہ کی فوج کی بھاری تعداد اور بے پناہ ساز و سامان کی تشویش تھی۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سکندر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش رہنے کو کہا اور بولا:

"تم ضرور یہ سمجھ رہے ہو گے کہ میں ایرانی لشکر کی بھاری نفری سے پریشان ہوں۔ نہیں ایسی بات نہیں ہے سلیوکس۔ مجھے اپنے وطن مقدونیہ کی یاد ستانے لگی ہے۔ حال آں کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ بہادر آدمی جب کسی بڑی مہم اور بڑے مقصد کو لے کر وطن سے نکلتا ہے تو پھر اسے اس قسم کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

سلیوکس نے کہا، "نکاٹور! یہ ایک قدرتی بات ہے۔ ہر انسان کو اس جگہ سے تھوڑا بہت لگاؤ ضرور ہوتا ہے جہاں وہ پیدا ہوا ہو۔"

"ٹھیک ہے۔" سکندر نے جھنجھلا کر کہا، "مگر سکندرِ اعظم کے ساتھ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔"

سکندر تانبے کی گول میز پر جھک گیا اور علاقے کا جنگی نقشہ دیکھنے لگا۔ سلیوکس بھی اس کے پاس آ گیا۔ سکندر نے نقشے پر ایک جگہ اُنگلی رکھی اور بولا:

"تم لشکر لے کر اس ٹیلے کی اوٹ میں گھات لگائے بیٹھو گے۔

جب ایرانی لشکر یہاں سے آگے گزر جائے گا تو تم پیچھے سے اس پر حملہ کر دو گے ۔"

میدان جنگ کے نقشے پر باتیں کرتے شام ہو گئی۔

اب ہم ذرا عمران شیبا کی طرف چلتے ہیں کہ جب اُن کے سینے یونانی سپاہیوں کے تیروں سے چھلنی ہو گئے اور انھیں وہیں گڑھوں میں دفن کر دیا گیا تو ان پر کیا گزری۔ عمران ایک قبر میں اور شیبا الگ قبر میں دفن تھی۔ یہ باقاعدہ گہری قبریں نہیں تھیں بلکہ زمین میں دو فیٹ گڑھا کھود کر انھیں دبا دیا گیا تھا۔

سب سے پہلے عمران کو ہوش آیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھوں میں مٹی دھنس گئی۔ فوراً سمجھ گیا کہ یونانیوں نے اسے اپنی طرف سے مُردہ سمجھ کر زمین میں دفن کر دیا ہے اور شیبا کو بھی قریب ہی دبا دیا گیا ہو گا۔ عمران نے ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کی مگر اس پر مٹی کا ملبہ پڑا تھا۔ پھر بھی وہ ہاتھوں سے اپنے چہرے پر سے مٹی ہٹانے لگا۔ مٹی ہٹی تو اوپر سوکھی شاخیں نکل آئیں۔ تازہ ہوا اس کے چہرے سے ٹکرائی۔ اس نے دونوں ہاتھ باہر نکال لیے اور اپنے اوپر پڑی ہوئی مٹی اور درختوں کی شاخوں کو پرے ہٹانا شروع کر دیا۔ وہ گڑھے سے باہر نکل آیا۔ اس کے ساتھ ہی شیبا کی قبر بھی بنی ہوئی تھی۔ اس کو عمران نے تازہ مٹی سے پہچانا۔ وہ جلدی جلدی شیبا کی قبر بھی کھودنے لگا۔ چاروں طرف اندھیرا چھا رہا تھا۔ دور سکندر کے لشکر کے خیموں کے باہر جلتی مشعلوں کی روشنی ٹمٹماتی نظر آ رہی تھی۔

عمران نے شیبا کو بھی گڑھے سے باہر نکال لیا۔ شیبا ابھی تک بے ہوش تھی۔ عمران نے اپنے سینے کو دیکھا۔ اس کے جسم پر تیروں کا کوئی نشان تک نہیں تھا۔ تیر نے جو سوراخ ڈالا تھا وہ اپنے آپ بند

ہوگیا تھا۔ یہی حال شیبا کا تھا۔ تازہ ہوا چہرے پر لگی تو شیبا کو بھی ہوش آگیا۔ اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا ہم مرنے کے بعد جنت میں ہیں عمران؟"

عمران نے شیبا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں شیبا بہن! ہم اپنی زمین پر ہی ہیں"۔ شیبا اُٹھ کر بیٹھ گئی اور بولی:

"مگر یونانی سپاہی نے تو ہمیں تیروں سے چھلنی کر دیا تھا ہم تو مر گئے تھے۔"

عمران بولا، "وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ہم مر گئے ہیں اسی لیے انھوں نے ہمیں گڑھے کھود کر دبا دیا تھا، لیکن اللہ کے فضل و کرم سے ہم زندہ ہیں اور دیکھ لو۔ تمھارے جسم پر بھی زخم کا کوئی نشان نہیں ہے۔"

شیبا نے جب اپنے جسم پر کوئی ہلکا سا زخم بھی نہ دیکھا تو حیرانی سے بولی:

"عمران! یہ سب کیسے ہوگیا؟ ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ تیر سینے سے پار ہو جائے اور انسان زندہ رہے۔"

"اللہ اگر چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا۔" عمران نے جواب دیا۔

"اب اٹھو۔ ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے ورنہ پھر کسی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔"

وہ دونوں اپنے کپڑوں کی مٹی جھاڑتے اُٹھے اور ایک طرف اندھیرے میں چل پڑے۔ شیبا ابھی تک زندہ بچ جانے پر حیران پریشان تھی کہنے لگی:

"عمران! یہ تو ایک معجزہ ہوگیا ہے۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ میں زندہ ہوں۔"

عمران نے کہا،
مگر ہم زندہ ہیں۔ اس واقعے سے ایک بات ثابت ہو گئی ہے کہ جب
تک تاریخ کے پرانے زمانے میں ہیں مر نہیں سکتے۔ اس طرح کم از کم
یہ امید ضرور پیدا ہو گئی ہے کہ کبھی نہ کبھی اپنے زمانے میں یعنی ۱۹۹۰ء میں
ضرور پہنچ جائیں گے۔"
"ہاں عمران! اب تو میں بھی مایوس نہیں ہوں۔"
شیبا نے خوش ہو کر کہا۔ اتنے میں اچانک دو یونانی سپاہی اندھیرے میں
سے نکل کر سامنے آ گئے اور شیبا، عمران کو وہیں دبوچ لیا۔ یہ یونانی سپاہی رات
کی گشت پر تھے۔ وہ ان دونوں کو پکڑ کر یونانی کمانڈر کے خیمے میں لے آئے۔
یہ وہی یونانی کمانڈر تھا جس نے عمران اور شیبا کی لاشوں کو اپنی آنکھوں کے
سامنے گڑھے میں دفن کیا تھا۔ ان دونوں کے بالوں اور کپڑوں پر ابھی تک
قبر کی مٹی پڑی تھی۔
یونانی کمانڈر عمران اور شیبا کو دیکھتے ہی ہکا بکا سا ہو کر رہ گیا۔ اور
انھیں ٹکٹکی باندھے تکنے لگا۔ عمران اور شیبا جان گئے تھے کہ یونانی کمانڈر ان
دونوں کو زندہ حالت میں دیکھ کر پریشان ہو گیا ہے۔ کیوں کہ اس کے خیال
کے مطابق تو وہ دونوں مر چکے تھے۔ یونانی سپاہی نے سلیوٹ کر کے کہا،
"سر! یہ ہمارے کیمپ کے ارد گرد مشتبہ حالت میں گھوم پھر رہے تھے۔"
یونانی کمانڈر منھ سے کچھ نہ بولا۔ اشارے سے سپاہی کو باہر بھیجا اور
عمران، شیبا کو باری باری دہشت زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا،
"تم زندہ کیسے ہو؟ تمھارے سینے تو تیروں سے چھلنی کر کے تمھیں
زمین میں دفن کر دیا گیا تھا؟"
عمران نے بڑی شان سے کہا،
"تمھارے تیر، تمھاری تلواریں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ اس کا ثبوت
تمھارے سامنے موجود ہے۔"

یونانی کمانڈر کچھ گھبرا گیا۔ اسے اور تو کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ بس عمران شیبا کو پکڑا اور سیدھا سکندر کے شاہی خیمے میں لے آیا۔ کیوں کہ ان دونوں کو سکندر کے حکم سے ہی موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا۔ سکندر کے خیمے میں شمعیں روشن تھیں۔ سکندرِ اعظم اپنے بہترین دوست جرنیل سلیوکس کے ساتھ گفت گو کر رہا تھا کہ یونانی کمانڈر نے جھک کر سلام کیا اور ادب سے بولا:

"نکاتور اعظم! بغیر اجازت یوں چلے آنے کی معافی چاہتا ہوں لیکن معاملہ سنگین ہے۔ یہ وہ لڑکا لڑکی ہے جس کو آپ کے حکم سے ہم نے ہلاک کر کے زمین میں دفن کر دیا تھا، مگر یہ زندہ قبروں سے نکل آئے ہیں۔"

سکندر نے عمران اور شیبا کو فوراً پہچان لیا کہ یہی بہن بھائی ایرانی جاسوس ہیں جس کو اس نے موت کی سزا سنائی تھی۔ ایک دفعہ تو آدھی دُنیا کا فاتح سکندرِ اعظم بھی چکرا کر رہ گیا۔ پھر بولا:

"یہ لوگ مرے نہیں ہوں گے۔ تم نے انھیں زخمی حالت میں دفن کر دیا ہو گا۔"

یونانی کمانڈر نے عرض کی:

"نکاتور اعظم! مگر ان کے جسموں پر تیروں کا ایک زخم بھی نہیں ہے جب کہ میری آنکھوں کے سامنے دو تیر ان کے جسموں سے پار ہو گئے تھے۔"

تب سکندر نے اپنی تلوار نیام سے کھینچ لی اور آگے بڑھ کر عمران کی گردن پر بھرپور وار کیا۔ سکندر کی تلوار عمران کی گردن سے ٹکرائی تو ایسی آواز بلند ہوئی جیسے تلوار کسی چٹان کے ساتھ ٹکرائی ہو۔ سکندر نے غصّے میں آ کر دوسرا وار کیا تو تلوار عمران کی گردن سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ سکندر نے لپک کر عمران کی گردن پر ہاتھ پھیرا۔ عمران کی گردن عام انسانوں کی طرح نرم تھی۔ سکندر نے عمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور گرج دار آواز میں پوچھا:

"کون ہو تم لوگ ؟"
عمران نے بڑے سکون سے جواب دیا :
"ہم وہ ہیں جو تمہیں یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ تم کہاں تک ملک فتح
کر سکو گے اور تمہاری موت کہاں پر واقع ہو گی ۔"
کیوں کہ عمران اور شیبا نے تاریخ کی کتابوں میں سکندر اعظم کی فتوحات
اور اس کی موت کے واقعات پڑھ رکھے تھے ۔ سکندر کے ہونٹ کھلے تھے
اور عمران کو ٹکٹکی باندھے تک رہا تھا ۔
پھر سکندر نے اس سے پوچھا :
"سچ سچ بتاؤ تم کون ہو"

پھر کیا ہوا ؟

یہ جاننے کے لیے پڑھیے

"خطرناک فارمولا"

SALMAN's
CHOICE

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

SALMAN's CHOICE
اے۔ حمید
خطرناک فارمولا
PDFBOOKSFREE.PK
www.pdfbooksfree.pk

نونہال ادب — علم و ادب کے میدان میں ہمدرد کی ایک پُرخلوص خدمت

خطرناک فارمولا

خلائی ایڈونچر سیریز — آٹھواں ناول

اے۔ حمید

نونہال ادب
ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کراچی

مجلسِ ادارت

حکیم محمد سعید

مسعود احمد برکاتی ——— رفیع الزماں زبیری

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس
ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی

طابع : فضلی سنز لمیٹڈ

اشاعت : 1991

تعداد اشاعت : 2000

قیمت : 10 روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں

ترتیب

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مُقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست

تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

خفیہ وائرلیس سگنل

سکندر اعظم کے اس سوال پر عمران نے کہا:

"لنکاٹور! اگر ہم نے بتا بھی دیا کہ ہم کون ہیں تو تمھیں یقین نہیں آئے گا۔ اس لیے یہ بات مت پوچھو کہ ہم کون ہیں۔ ایک بات خود تم پر ثابت ہو گئی ہے کہ ہم مر نہیں سکتے۔ تم بے شک شیبا کی گردن پر بھی تلوار کا وار کر کے دیکھ لو۔ وہ بھی نہیں مرے گی۔"

یہ بات ثابت ہو جانے کے بعد کہ ان دونوں میں سے کوئی نہیں مرے گا عمران کی باتوں میں بڑا اعتماد آگیا تھا۔ سکندر نے جرنیل سلیوکس کی تلوار نیام سے کھینچ لی اور شیبا سے کہا:

"سامنے آؤ لڑکی۔"

شیبا پر تو لرزہ طاری ہو گیا۔ عمران نے اسے حوصلہ دیا۔

"شیبا! اللہ کا نام لے کر سامنے آجاؤ۔ تلوار تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

مگر شیبا کا حوصلہ نہیں پڑ رہا تھا۔ وہ وہیں اپنی جگہ پر کھڑی خوف سے کانپتی رہی۔ سکندر نے خود آگے بڑھ کر شیبا کی گردن پر تلوار کا بھرپور ہاتھ مارا۔ یہ تلوار بھی شیبا کی گردن سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ اب شیبا کا حوصلہ بھی بڑھ گیا۔ اس نے چلّا کر کہا:

"اے سکندر تمہاری ساری طاقت ہمارے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔"

اچانک شیبا اور عمران کو محسوس ہوا کہ وہ یونانی زبان میں بات کر رہے ہیں اور وہ یونانی زبان سمجھ بھی لیتے ہیں۔ عمران نے شیبا سے اردو میں کہا۔

"ہم کو یونانی زبان کیسے آگئی شیبا؟"

شیبا نے مسکرا کر کہا۔"یہ سب اللہ کا کرم ہے۔"

سلیوکس کی آنکھیں بھی حیرت کے مارے کھلی تھیں۔ سکندر نے ٹوٹی ہوئی تلوار نیچے پھینک دی۔ اس کے سرخ و سفید چہرے پر غصہ بھی تھا اور حیرت بھی۔ پھر اس نے سلیوکس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"سلیوکس! یہ دونوں جادوگر ہیں۔ ان کے پاس کوئی جادو ہے۔ ان کو آگ میں زندہ جلا دو۔ یہ بڑے خطرناک ایرانی جاسوس ہیں۔ اب یہ یونانی زبان بھی بولنے لگے ہیں۔ لے جاؤ ان کو اور بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔"

عمران میں اب بڑا حوصلہ آگیا تھا۔ اُس نے سکندر سے کہا:

"انکا نور! تم ہمیں آگ میں بھی ڈال دو تو ہم نہیں جلیں گے۔ تم اتنی آگ جلا کر لکڑیاں کیوں ضائع کرتے ہو۔ بس یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ آگ ہم پر اثر نہیں کرے گی۔"

یہ کہہ کر عمران آگے بڑھا اور اُس نے لکڑی کے ستون کے ساتھ روشن مشعل اتار کر اپنے ہاتھ میں پکڑی اور دوسرا ہاتھ آگ کے شعلے کے اوپر رکھ دیا اور بولا:

"ابھی تم پر یہ بات بھی ثابت ہو جائے گی کہ آگ ہم پر کوئی اثر نہیں کرے گی اور ہم تمہاری آگ میں سے بھی زندہ باہر نکل آئیں گے۔"

سلیوکس اور سکندر اعظم پھٹی پھٹی آنکھوں سے عمران کو تکنے لگے۔ آگ کا شعلہ عمران کے ہاتھ کو چاٹ رہا تھا، مگر عمران کا ہاتھ بالکل نہیں جل رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر قائم تھا۔ شعلہ اس کے ہاتھ سے ٹکرا کر اوپر اُٹھ رہا تھا۔ شیبا بھی حیرت سے عمران کے ہاتھ کو تک رہی تھی جو بھڑکتے شعلے میں بھی محفوظ تھا۔ عمران کو ذرا سی بھی تکلیف نہیں ہو رہی تھی۔ جب پانچ چھے منٹ گزر گئے اور مشعل کے شعلے نے بالکل ہاتھ نہ جلایا تو سکندر کو بھی یقین ہو گیا کہ عمران جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ اُس نے اپنا بازو اُٹھا کر کہا:

"بس"

سلیوکس نے عمران کے ہاتھ سے مشعل لے لی۔ سکندر نے آگے بڑھ کر عمران کے ہاتھ کو چھوا۔ عمران کا ہاتھ بالکل ٹھنڈا تھا۔ آگ نے اس پر ذرا سا بھی اثر نہیں کیا تھا۔ سلیوکس نے مشعل ستون کے ساتھ لگا دی اور سکندر کی طرف متوجہ ہوا۔

"نکاتور اعظم! اگر یہ سب کچھ جادو ہے تو اس جادو کا ہمارے پاس کوئی توڑ نہیں ہے۔"

سکندر نے عمران اور شیبا کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں بڑے اطمینان سے گدّے دار کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ سکندر بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ سکندر نے عمران سے سوال کیا:

"تم نے کہا تھا کہ تم جانتے ہو کہ میری موت کب اور کہاں ہوگی۔ مجھے بتاؤ میں کب اور کہاں مروں گا؟"

اس پر شیبا کو بوڑھے گال کی بات یاد آگئی۔ اُس نے کہا تھا: "شیبا بیٹی! اگر ہمارے زمانے کا کوئی آدمی اس پرانے تاریخی دور میں کسی طرح سے چلا جائے تو اسے چاہیے کہ وہ تاریخی

واقعات میں دخل نہ دے۔ جس طرح تاریخ کے واقعات گزرے ہیں اُنھیں اسی طرح گزرنے دے۔ کیوں کہ اگر ایک شخص تاریخ میں میدان جنگ میں لڑتا ہوا مارا گیا تھا تو ہمیں اس آدمی کو یہ کہہ کر میدان جنگ میں جانے سے نہیں روکنا ہوگا کہ تم نہ جاؤ مر جاؤ گے۔ اگر وہ شخص تمھارے کہنے سے میدان جنگ میں نہ گیا اور وہاں مارا نہ گیا تو ساری تاریخ اَپ سیٹ ہو جائے گی۔ تاریخی دھارے کی ساری کڑیاں ٹوٹ پھوٹ جائیں گی اور اس کا اثر ہمارے زمانے پر بھی پڑے گا۔"

شیبا نے فوراً اُردو زبان میں عمران سے کہا:

"عمران! ہمیں تاریخی واقعات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ اس طرح ساری تاریخ اور دُنیا کے سارے واقعات درہم برہم ہو جائیں گے اس شخص کو مت بتاؤ کہ ہم نے تاریخ کی کتابوں میں پڑھ لیا ہے کہ اس کی موت بابل میں ہوگی اور وہ نوجوانی میں ہی مرجائے گا۔ گال نے ہمیں ایسا کرنے سے منع کیا تھا۔"

عمران کو فوراً سمجھ آگئی۔ سکندر کی طرف متوجہ ہوکر بولا:

"سکندر! مجھے افسوس ہے کہ میں تمھاری موت کے بارے میں تمھیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ یہ ایک راز ہے۔ میں اس راز کو فاش نہیں کرسکتا۔ کیوں کہ یہ خدائی راز ہے۔"

سکندر نے غصیلی آواز میں کہا:

"مگر ابھی تم نے کہا تھا کہ تم میری موت کا وقت اور جگہ بتا سکتے ہو۔"

"ہاں میں بتا سکتا ہوں۔" عمران بولا۔ "مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمھاری موت کیسے ہوگی؟ مگر میں ایسا نہیں کرسکتا۔ میں تمھیں تمھاری موت کا وقت اور جگہ نہیں بتا سکتا۔"

سکندر بے بس ہوگیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ عمران کو زیادہ سے زیادہ

موت کی دھمکی ہی دے سکتا ہے اور عمران موت کی زد میں نہیں تھا۔ اسے موت نہیں آسکتی تھی۔ یہ سکندر نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ تب سلیوکس نے عمران سے پوچھا۔

"کم از کم ہمیں یہی بتا دو کہ تم کون ہو؟"

عمران نے جواب دیا۔

"اگر میں تم لوگوں کو یہ بتاؤں کہ ہم دونوں بہن بھائی آج سے سوا دو ہزار سال آگے کے زمانے کے ایک اسلامی ملک پاکستان سے آئے ہیں تو کیا تم یقین کر لو گے؟"

سلیوکس اور سکندر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ثیبا بولی:

"اے سکندر! ابھی تاریخ میں یونان کی فتوحات کا زمانہ ہے۔ تمہارے بعد رومن لوگوں کے عروج کا زمانہ آئے گا۔ پھر صحرائے عرب سے اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کا سورج طلوع ہوگا جس کی روشنی ساری دنیا پر چھا جائے گی۔ ہر طرف اسلام کا بول بالا ہوگا۔ پھر ہندستان کے مسلمان پاکستان کا نعرہ بلند کریں گے اور پاکستان نام کا ایک اسلامی ملک دنیا کے نقشے پر اُبھرے گا۔ ہم دونوں اسی ملک سے آئے ہیں۔"

سکندر اور سلیوکس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ سلیوکس نے پوچھا:

"مگر تم۔ میرا مطلب ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اگلے زمانے سے نکل کر پرانے زمانے میں آجائے۔ کیوں کہ ابھی تو اگلا زمانہ آیا ہی نہیں۔ ابھی تو پرانا زمانہ ہی گزر رہا ہے۔"

عمران نے ہنس کر کہا:

"سلیوکس! تمہارے یونانی فلاسفروں نے علم و حکمت کی بہت سی کتابیں لکھی ہیں، مگر وہ خلا اور کائنات کے علم سے ناواقف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگوں کا زمانہ گزر چکا ہے۔ صرف ایسا ہے

کہ تمہارے زمانے کے گزرے ہوئے واقعات کا عکس خلا میں سفر کر رہا ہے جس میں ہم کسی وجہ سے پہنچ گئے ہیں۔"

سکندر بڑی دل چسپی سے عمران کی باتیں سُن رہا تھا۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سکندر کو علم سے بڑی دل چسپی تھی اور یونان کا نامور فلسفی ارسطو اس کا استاد تھا۔ اس نے سوال کیا۔

"اگر میں یہ بات مان لوں کہ تم دونوں ہزاروں برس آگے کے زمانے سے آئے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم کو گزرے ہوئے سارے واقعات معلوم ہوں گے۔"

عمران مسکرایا۔ کہنے لگا:

"کیوں نہیں۔ ہم نے تمھارے سارے تاریخی واقعات تاریخ کی کتابوں میں پڑھ رکھے ہیں۔"

سکندر نے پوچھا:

"اگر یہ بات ہے تو کیا تم بتا سکتے ہو کہ ہمیں جنگ میں فتح ہوگی؟"

شیبا نے عمران کو کچھ کہنے سے روک دیا۔ عمران بولا۔

"میں یہ نہیں بتاؤں گا۔ مگر اتنا ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ اے سکندر تم ملک پر ملک فتح کرتے مُلک ہندستان میں جاؤ گے۔ وہاں تمھارا مقابلہ دریائے جہلم کے کنارے راجہ پورس سے ہوگا۔ راجہ پورس بڑی بہادری سے تمھاری فوج کا مقابلہ کرے گا، مگر اس کے اپنے ہاتھی اسے دغا دے جائیں گے۔"

سکندر نے بے تابی سے پوچھا:

"پھر کیا ہوگا؟"

عمران نے شیبا کی طرف دیکھ کر اردو زبان میں کہا:

"شیبا! اتنا بتا دینے سے تاریخی واقعات میں کوئی خلل نہیں پڑے گا۔ کیوں کہ سکندر تو ساری دُنیا فتح کرنے کے لیے نکلا ہوا ہے۔"

پھر اس نے سکندر سے کہا:

"اے سکندر! میں یہ باتیں تمھیں صرف اس لیے بتا رہا ہوں تاکہ تم پر ثابت ہو جائے کہ ہم اگلے زمانے سے آئے ہیں اور ہمیں آنے والے سارے تاریخی واقعات کا علم ہے۔ سنو! شکست کے بعد راجہ پورس کو تمھارے سامنے لایا جائے گا۔ تم اس سے پوچھو گے کہ اے پورس! تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اس کے جواب میں راجہ پورس ایک تاریخی جملہ کہے گا۔"

"وہ جملہ کیا ہوگا؟" سلیوکس نے پوچھا۔

عمران نے کہا:

"میں یہ تاریخی جملہ آپ لوگوں کو بتاؤں گا نہیں۔ بلکہ کاغذ پر لکھ کر لفافے میں بند کر کے اس پر شاہی مہر لگوا کر امانت کے طور پر سکندر اعظم کے پاس رکھوا دوں گا۔ یہ لفافہ اس وقت کھولا جائے گا جب راجہ پورس سکندر کو اپنا تاریخی جملہ کہہ چکا ہوگا۔ پھر تم لوگ میرا یہ کاغذ نکال کر دیکھو گے اور تمھیں یہاں وہی جملہ لکھا ہوا ملے گا جو راجہ پورس نے بولا ہوگا۔ پھر تمھیں ہمارے بیان کی سچائی پر کوئی شک نہیں رہے گا۔"

سکندر نے اسی وقت کاغذ قلم منگوا کر عمران کو دیا۔ عمران نے ایک طرف ہو کر یونانی زبان میں کاغذ پر راجہ پورس کا یہ تاریخی جملہ لکھ دیا کہ "اے سکندر! میرے ساتھ وہی سلوک کرو جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ کرتا ہے۔" عمران نے کاغذ تہ کر کے لفافے میں ڈالا اور سکندر کے حوالے کرتے ہوئے کہا:

"میں آپ ایسے ایک بہادر جرنیل سے یہی توقع کرتا ہوں کہ آپ اس لفافے کو راجہ پورس کے دربار میں میرے سامنے کھولیں گے۔"

سکندر نے کہا، "جیوپیٹر کی قسم! اس لفافے کو راجہ پورس کے

دربار میں ہی کھولا جائے گا۔"

سکندر نے سیلوکس کو اشارہ کیا۔ سیلوکس ایک چھوٹا صندوقچہ لے آیا جس پر ہاتھی دانت کا کام کیا ہوا تھا۔ سکندر نے لفافے پر لوح سے اپنی شاہی انگوٹھی کی مہر لگائی اور اسے صندوقچے میں بند کر کے تالا لگادیا اور چابی عمران کو دیتے ہوئے کہا۔

"یقین کرو۔ یہ صندوقچہ اب تم اپنے ہاتھوں سے راجہ پورس کے دربار میں ہی کھولو گے۔"

عمران اور شیبا کو سکندر اعظم نے اپنی فوج کے ساتھ ہی رکھا۔ سکندر ان دونوں کی باتوں سے بڑا متاثر ہوا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ اگر یہ دونوں نوجوان بہن بھائی اگلے زمانے سے نہیں آئے تو ان کے پاس زبردست جادو، طلسم ہے جس کے اثر سے ان پر موت نہیں آتی۔ کوئی تیر، تلوار، نیزہ اور آگ اثر نہیں کرتی۔ سکندر نے عمران اور شیبا کو اپنا قیدی نہیں بنایا تھا بلکہ ان کے ساتھ مہمانوں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ عمران اور شیبا بھی مطمئن تھے۔ ان کو کہیں اور تو جانا نہیں تھا۔ ان کی کوئی منزل بھی نہیں تھی۔ بس اب تو صرف ایک ہی خواہش تھی کہ کوئی ایسا بندوبست ہو کہ وہ تاریخ کے پرانے زمانے سے نکل کر واپس پاکستان پہنچ جائیں جو انہیں کافی مشکل نظر آتا تھا۔ وہ جس زمانے میں آ گئے تھے وہ سائنس کے اعتبار سے غیر ترقی یافتہ زمانہ تھا۔ یہاں انہیں کوئی ایسا سائنس دان کہاں مل سکتا تھا جو ان دونوں کو کسی خلائی جہاز میں بٹھا کر ۱۹۹۱ء کے زمانے میں پہنچا دے۔

ایران کے شہنشاہ دارا کے ساتھ سکندر اعظم کی زبردست جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں دارا مارا گیا۔ سکندر نے دارا کے محل پر قبضہ کر لیا، لیکن سکندر نے لوگوں کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا جس سے رعایا

اس کی گرویدہ ہوگئی۔ ایران کی فتح کے بعد سکندر ہندستان کی طرف روانہ ہوگیا۔ شیبا کو بڑی خوشی ہوئی۔ وہ عمران سے کہنے لگی:

"عمران! تاریخ کی کتابوں میں ہم نے پڑھا ہے کہ سکندر کی فوجیں بلوچستان سے ہوتی ہوئیں دریائے سندھ کو عبور کر کے پوٹھوہار کے علاقے میں داخل ہوئی تھیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم اپنے پیارے بلوچستان کو دیکھیں گے۔"

عمران نے کہا:

"لیکن یہ بلوچستان تو بہت پہلے کا بلوچستان ہوگا۔ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام سے تین سو سال پہلے کا بلوچستان۔"

"جو کچھ بھی ہوگا ہمارے اپنے وطن کی خوشبو تو ہوگی۔" شیبا نے خوشی کے ساتھ کہا۔ سکندرِ اعظم کا یونانی لشکر ایران سے نکل کر بلوچستان اور درۂ خیبر سے ہوتا ہوا پوٹھوہار کے علاقے میں پہنچ گیا۔ شیبا اور عمران بھی فوج کے ساتھ تھے۔ بلوچستان میں کہیں کہیں قبیلے آباد تھے۔ درۂ خیبر کا نقشا بھی کچھ اور تھا۔ ٹیکسلا کے راجہ امبی نے سکندر کی اطاعت قبول کر لی۔ اب سکندر نے راجہ پورس کے شہر پر حملے کے لیے دریائے جہلم کے کنارے خیمے لگا لیے۔ ایک رات یونانی فوجوں نے دریا پار کیا اور راجہ پورس کے شہر پر حملہ کر دیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ راجہ پورس کی فوجیں بڑی بہادری سے لڑیں، مگر سکندر کے پاس قلعے کی دیواریں توڑنے والی مشینیں تھیں۔ قلعے کی دیوار میں شگاف پڑ گئے۔ راجہ پورس صبح کے وقت ہاتھیوں کو ساتھ لے کر قلعے سے نکل آیا اور سکندر کی فوجوں پر ٹوٹ پڑا۔ مگر یونانی سپاہیوں کے نیزوں اور تیروں سے راجہ پورس کے ہاتھی بوکھلا گئے۔ اور گھوم کر اپنی ہی فوج کے سپاہیوں کو

پھیلنے لگے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ راجہ کی فوجوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ سکندر نے یہ دیکھ کر ایک بھرپور حملہ کیا اور قلعے میں داخل ہوگیا۔

راجہ پورس کو شکست ہوئی۔ سکندر نے راجہ کے محل پر قبضہ کرلیا۔ سکندر نے دربار سجایا اور راجہ پورس کو طلب کیا۔ اس وقت عمران اور شیبا بھی سکندر کے قریب ہی موجود تھے سلیوکس بھی وہیں تھا۔ سکندر نے وہ صندوقچی منگواکر اپنے پاس رکھ لی تھی جس میں عمران نے راجہ پورس کا جملہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ڈال رکھا تھا۔ یہ وہ جملہ تھا جو اُس نے اپنی تاریخ کی کتاب میں پڑھا تھا۔ سکندر نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا،

"عمران اب تیری سچائی کا امتحان ہے۔"

عمران مسکراکر چُپ ہوگیا۔ اتنے میں اونچا لمبا، جوان اور خوب صورت راجہ پورس دربار میں حاضر ہوا۔ اس کی بڑی رعب دار مونچھیں تھیں اور وہ جہلمی لوگوں کی طرح دراز قد تھا۔ سکندر نے راجہ پورس سے سوال کیا:

"پورس! بتاؤ تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

راجہ پورس نے گردن اونچی کی اور بڑے باوقار انداز میں کہا:

"اے سکندر! مجھ سے وہی سلوک کیا جائے جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ کرتا ہے۔"

سکندر اعظم نے عمران کی طرف دیکھا اور جرنیل سلیوکس سے کہا، "سلیوکس! صندوقچی کھول کر دیکھو۔ عمران نے اس میں کیا لکھا تھا؟"

سلیوکس نے اسی وقت صندوقچی کھول کر لفافہ باہر نکالا۔ اس کی شاہی مہر توڑی اور اس کے اندر رکھا ہوا کاغذ کھول کر پڑھا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔ اس نے کاغذ سکندر کے حوالے کردیا۔ کاغذ پر عمران نے وہی جملہ لکھا تھا جو راجہ پورس نے بولا تھا۔

یعنی "مجھ سے وہی سلوک کیا جائے جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ کرتا ہے" سکندر اعظم دنگ ہو کر رہ گیا۔ اُس نے کاغذ تہ کر کے سلیوکس کو واپس کیا اور راجہ پورس سے کہا۔

"اے دلیر راجہ! ہم تمھاری بہادری سے بڑے خوش ہوئے ہیں۔ ہم تمھیں تمھاری سلطنت اور محل واپس کرتے ہیں۔"

سکندر تخت چھوڑ کر محل کے خاص کمرے میں آگیا۔ عمران، شیبا اور سلیوکس اس کے ساتھ تھے۔ کمرے میں آتے ہی سکندر نے عمران کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بولا:

"عمران! کیا تم ہمیں یہ جادو سکھا سکتے ہو؟"

عمران نے مسکرا کر کہا۔

"سکندرِ اعظم! یہ کوئی جادو نہیں ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ ہم تاریخ کے آگے کے زمانے سے آئے ہیں اور راجہ پورس کا یہ فقرہ تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔"

سکندرِ اعظم ایک دم غضب میں آگیا۔ اس نے گرج دار آواز میں کہا۔

"تو تم اس جادو کا راز بتانے سے انکار کرتے ہو؟"

عمران بولا۔ "یہ کوئی جادو نہیں ہے۔"

سکندرِ اعظم کا پارہ چڑھ گیا تھا۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ عمران اور شیبا کو زنجیروں میں جکڑ کر قید میں ڈال دیا جائے۔ انھیں کچھ کھانے پینے کو نہ دیا جائے۔ یہ اپنے آپ طلسمی راز بتا دیں گے۔ اسی وقت عمران اور شیبا کو زنجیریں ڈال کر سپاہی کھینچتے ہوئے لے گئے اور شاہی محل کے نیچے ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔

کچھ دیر کے لیے ہم عمران اور شیبا کو سکندر اعظم کی قید میں

چھوڑتے ہیں اور واپس اپنی دُنیا میں آتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ اوشان سیارے کی مخلوق سے ہمیشہ کے لیے رابطہ کٹ جانے کے بعد زمین پر آئی ہوئی جلاوطن خلائی مخلوق کس حال میں ہے۔

یہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ خلائی چیف شوگن جنوبی امریکا کے ملک برازیل کے زیرِ زمین خلائی مرکز سے نکل کر پاکستان میں پرانے قبرستان والے خفیہ خلائی مرکز میں پہنچ گیا تھا۔ اس کے بعد گارشا نے انسپکٹر شہباز کی مدد سے اس خفیہ خلائی مرکز کو ہمیشہ کے لیے تباہ کردیا۔ اس وقت شوگن خفیہ خلائی مرکز کے سب سے نچلے تہ خانے میں چھپ گیا تھا۔ اوپر والے کمروں کی ساری لیبوریٹریز پولیس نے تباہ کردی تھیں۔ گارشا اور ڈاکٹر شہباز اپنی طرف سے خلائی مخلوق کے پرانے قبرستان والے ٹھکانے کو تہس نہس کر کے واپس چلے گئے تھے۔ گارشا کو یہ علم نہ ہو سکا تھا کہ شوگن خلائی مرکز کے اندر زمین کے نیچے ہنگامی تہ خانے میں موجود تھا۔ جہاں سے اس نے برازیل میں اپنے خلائی ساتھی مارگن کو وائرلیس پر یہ خبر پہنچا دی تھی کہ پرانے قبرستان والا خلائی ٹھکانہ گارشا نے تباہ کردیا ہے۔ خلائی لاش پہلے ہی ہلاک کردی گئی ہے۔ شوگن نے برازیل والے خفیہ خلائی مرکز میں مارگن کو یہ بھی کہا تھا کہ وہ ہوشیار رہے۔ اُسے کسی بھی وقت یہاں بلایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ مارگن اور شوگن نے قسم کھائی تھی کہ وہ گارشا سے اپنی تباہی کا زبردست بدلہ لیں گے اور اسے تڑپا تڑپا کر مارا جائے گا۔ شوگن کے پاس فارمولا نمبر ۸ موجود تھا جس کی وجہ سے وہ گارشا کو ہلاک کرسکتا تھا۔ کیوں کہ خلائی مخلوق اتنی آسانی سے ہلاک نہیں کی جاسکتی تھی۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ گارشا فارمولا نمبر ۸ کا راز جانتی تھی۔ وہ اس

کا توڑ تیار کرسکتی تھی۔

ہم پیچھے خلائی مخلوق شوگن کو اس حالت میں چھوڑ کر آئے تھے کہ وہ پرانے قبرستان والی خفیہ لیبوریٹری کے ملبے کے نیچے زمین کے اندر بچی ہوئی آخری کوٹھڑی میں بیٹھا غور و فکر کر رہا تھا کہ اسے کون سا ایسا خطرناک خفیہ منصوبہ تیار کرنا چاہیے کہ وہ گارشا سے انتقام لے سکے اور اسے ہمیشہ کے لیے موت کے گھاٹ اتار دے تاکہ اس کے بعد وہ اور مارگن مل کر اس دُنیا کے لوگوں پر بڑے بڑے شہروں میں دھماکے کرنا شروع کریں اور یوں اس ملک کے لوگوں سے بھی اپنے سیارے سے بچھڑ جانے اور طوطم چیف کے ہلاک کیے جانے کا بدلہ لیں۔

کافی سوچ بچار کے بعد شوگن نے اپنے خلائی ساتھی مارگن کو برازیل وائرلیس پر کہا کہ وہ اس کے پاس آجائے۔ مارگن نے اسی رات سفر شروع کر دیا۔ ایک دن اور ایک رات کا ہوائی جہاز کا سفر تھا۔ برازیلیہ سے اس نے دوسرا جہاز پکڑا اور لندن کے لیے روانہ ہو گیا۔ وہ اگرچہ خلائی مخلوق تھا، مگر اس کی شکل میں اور ہماری دُنیا کے انسانوں کی شکل میں سوائے اس کے کوئی فرق نہیں تھا کہ خلائی مخلوق کی آنکھوں میں چمک زیادہ تھی۔

جہاز گرنے لگا

خلائی آدمی مارگن نے لندن سے پاکستان کے لیے دوسرا جہاز پکڑا۔ وہ اس حساب سے سفر کر رہا تھا کہ پاکستان رات کے وقت پہنچے تاکہ پرانے قبرستان والے خفیہ تہ خانے میں رات کے اندھیرے میں ہی پہنچ جائے۔ لندن سے جہاز روانہ ہوا تو اس میں کافی مسافر بیٹھے تھے۔ جہاز ابھی لندن سے اُڑا ہی تھا کہ اس میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی۔ جہاز ڈگمگانے لگا۔ مسافروں کے رنگ اُڑ گئے۔ عورتیں چیخنے لگیں۔ ایئرہوسٹس نے اُنھیں حوصلہ دیتے ہوئے کہا:

"اپنی اپنی سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ ابھی پرواز ہموار ہو جائے گی۔"

مگر جہاز زیادہ ہچکولے کھا رہا تھا۔ پھر وہ ایک طرف کو جھک گیا۔ جیسے گر رہا ہو۔ مسافروں میں چیخ و پکار مچ گئی۔ خلائی آدمی مارگن اپنی سیٹ پر بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ مطمئن تھا کیوں کہ جہاز کریش ہونے کی صورت میں بھی وہ مر نہیں سکتا تھا۔ وہ تو صرف خلائی لیزر گن کے شعلے سے ہی بھسم ہو سکتا تھا۔ جب جہاز بالکل ہی گرنے والا ہو گیا اور نیچے ہی نیچے جانے لگا تو مارگن اپنی سیٹ سے اُٹھا اور شور مچاتے مسافروں کے درمیان سے گزر کر کاک پٹ کی طرف چلا

یعنی جہاں دونوں ہوا باز بیٹھے تھے۔ ایئر ہوسٹس نے اسے روکا تو۔ مارگن نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"میڈم میں جہاز کو بچا سکتا ہوں۔"

اور یہ کہہ کر وہ دوڑ کر کاک پٹ میں پہنچ گیا۔ کاک پٹ میں دونوں ہوا باز گھبرائے ہوئے تھے اور وائرلیس پر مے ڈے، مے ڈے چلا رہے تھے۔ مے ڈے کا سگنل اسی وقت دیا جاتا ہے جب جہاز کو ہنگامی صورت حال میں مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ مارگن خلائی ہوا باز تھا۔ اس کے سامنے ہمارے خلائی جہاز کی مشینری بڑی معمولی حیثیت رکھتی تھی۔ ہوا بازوں نے مارگن کو دیکھ کر اسے باہر نکل جانے کو کہا۔ مارگن نے ایک سیکنڈ میں مشینری پر نگاہ ڈال کر معلوم کر لیا کہ خرابی کہاں پر پیدا ہو گئی ہے۔ اس نے ہوابازوں کی کوئی پروا نہ کی اور آگے بڑھ کر ایک خاص ڈائیل کے شیشے کو انگلی مار کر توڑا اور اس کی حرکت کرتی ہوئی سوئیوں کو وہیں روک دیا۔ اس کے بعد مارگن نے بڑی تیزی سے دوسرے کئی پرزوں کے بٹن دبائے۔ جہاز ایک دم سیدھا ہو گیا۔ اس کے ہچکولے اور جھٹکے بند ہو گئے۔

دونوں ہوا باز کبھی اپنی مشینری اور کبھی مارگن کی طرف حیرانی سے تکنے لگے۔ مارگن نے مسکرا کر کہا۔

"میں نے تم سب کو مرنے سے بچا لیا ہے۔"

ایئر ہوسٹس مارگن کے پیچھے کھڑی تھی۔ اس کے دل میں مارگن کے لیے بڑے احترام کے جذبات پیدا ہو چکے تھے کیوں کہ اس شخص نے ان گنت مسافروں، بچوں اور عورتوں کی جانیں بچا لی تھیں۔ ہوا باز اور ایئر ہوسٹس نے مارگن کا شکریہ ادا کیا، مگر وہ کوئی جواب دیے بغیر کاک پٹ سے نکل کر اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ مسافروں میں

بھی خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

مارگن نے یہ کام مسافروں کی جانیں بچانے کے لیے نہیں کیا تھا وہ تو زمین کی مخلوق کا دشمن تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ جہاز کریش ہو جانے کی صورت میں مارگن کو شوگن کے پاس پہنچنے میں دیر ہو جاتی۔ پھر نہ جانے اس کو کہاں سے کون سی سواری ملتی اور وہ کب شوگن کے پاس پاکستان پہنچتا۔ بس شوگن کے پاس جلدی پہنچنے کے لیے مارگن نے جہاز کو کریش ہونے سے بچالیا تھا۔

وہ اپنی سیٹ پر خاموش بیٹھا تھا کہ ایئر ہوسٹس اس کے لیے اسکوائش کا گلاس ٹرے میں رکھ کر لائی اور مسکرا کر بولی۔

"یہ جہاز کے کپتان نے آپ کے لیے بھجوایا ہے۔"

مارگن نے اسکوائش کا گلاس اٹھایا اور خاموشی سے پینے لگا۔ ایئر ہوسٹس نے کہا:

"میرا نام تانیا ہے۔ کیا آپ بھی پائیلٹ ہیں؟"

مارگن نے یوں ہی کہہ دیا۔ "ہاں۔ مگر میں خلا میں جہاز چلاتا ہوں۔"

ایئر ہوسٹس نے اسے مذاق سمجھا اور مسکرا کر چلی گئی۔ آدھی رات کے وقت جہاز کراچی پہنچا۔ مارگن جہاز سے اترنے لگا تو ایئر ہوسٹس نے اسے اپنا کارڈ دے کر کہا:

"اگر وقت ملے تو ہمارے گھر ضرور تشریف لائیں میرے ڈیڈی ممی کو آپ سے مل کر خوشی ہوگی۔"

مارگن نے اس کا کارڈ جیب میں رکھ لیا۔ کیوں کہ اسے اس ایئر ہوسٹس سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔ وہ تو ایک خاص مقصد لے کر کراچی آیا تھا۔ ایئر پورٹ سے نکل کر مارگن سیدھا پرانے قبرستان کی طرف روانہ ہوگیا۔

رات کا اندھیرا چاروں طرف چھا رہا تھا۔ فضا میں موت کا سناٹا

طاری تھا۔ مارگن کو معلوم تھا کہ پُرانا قبرستان کہاں پر ہے۔ شوگن قبرستان کے شکستہ دروازے کی ڈیوڑھی میں اس کی راہ دیکھ رہا تھا۔ دونوں خلائی دوستوں نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملایا۔ شوگن اسے ٹیلے کے خفیہ راستے سے لے کر چھوٹے سے شگاف میں سے گزار کر زمین کے نیچے ہنگامی تہ خانے کی کوٹھڑی میں لے آیا۔
مارگن نے کہا:
"شوگن! گارشا نے تو ہماری لیبورینٹری کو پوری طرح سے تباہ کر دیا ہے۔ یہاں سوائے اس تہ خانے کے کچھ بھی نہیں بچا۔"
"ہاں۔" شوگن بولا، "اگر یہ تہ خانہ ہماری زمین کے کافی نیچے جا کر نہیں ہوتا تو یہ بھی تباہ ہو گیا ہوتا اور اب وہ ہمیں تباہ کرنے کی فکر میں ہو گی۔ مجھے یقین ہے کہ اسے پتا چل گیا ہو گا کہ ہم ابھی زندہ ہیں۔"
مارگن نے کہا، "لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہو گا کہ ہم یہاں اس کے شہر میں ہیں۔ وہ تو یہی سمجھ رہی ہو گی کہ ہم برازیل میں ہیں۔"
شوگن کہنے لگا، "ایک حقیقت سے وہ بھی باخبر ہے کہ اپنے سیارے اوشان سے رابطہ کٹ جانے کے بعد ہمارے خلائی جسموں سے نکلنے والی خاص ایٹمی شعاعوں کا دائرہ محدود ہوتا جا رہا ہے۔ اس وقت یہ شعاعیں ہمارے جسم سے نکل کر صرف تیس پینتیس گز تک ہی جاتی ہیں۔ ورنہ اس نے ان شعاعوں کی مدد سے ہمارا اور ہم نے گارشا کا سراغ لگا لیا ہوتا۔"
مارگن بولا، "گارشا پر آگ بھی اثر نہیں کرتی۔ جس طرح ہم پر بھی آگ کا اثر نہیں ہوتا۔ اس دنیا میں زیادہ دیر رہنے کی وجہ سے کچھ کیمیاوی ردِّعمل بھی ہوا ہے جس کے بعد اب لیزر گن کی شعاع بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"

شوگن کہنے لگا، "میں یہ سب کچھ جانتا ہوں۔ ہم صرف اسی صورت میں گارشا کو ہلاک کر سکتے ہیں کہ اسے لوہے یا سیمنٹ کے پائپ میں بند کر دیا جائے اس حالت میں وہ صرف آدھ گھنٹہ زندہ رہ سکے گی۔ پائپ کی دیواریں قریب ہونے کی وجہ سے وہ اپنی پوری طاقت کو استعمال بھی نہیں کر سکے گی۔"

مارگن نے سوال کیا، "مگر گارشا کے پاس لیزر گن ہے جسے وہ ہر وقت ساتھ رکھتی ہوگی۔ اس گن کے فائر سے وہ لوہے یا سیمنٹ کے پائپ کو توڑ سکتی ہے۔"

شوگن نے کہا، "ہمیں اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ گارشا کو جس وقت پائپ میں بند کیا جائے اس وقت اس کے پاس لیزر گن نہ ہو۔"

مارگن بولا، "مگر سب سے پہلے ہمیں یہ پتا کرنا ہوگا کہ گارشا اس شہر میں کہاں چھپی ہوئی ہے۔"

"ڈاکٹر سلطانہ کی کوٹھی کا بھی ہمیں سراغ لگانا ہوگا۔ ہم سلطانہ کو اغوا کر کے اسے اپنے مقصد کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ شوگن نے رائے ظاہر کی۔

مارگن کو اچانک ایئر ہوسٹس تانیا کا خیال آگیا۔ وہ کہنے لگا۔ اگر ہمیں کسی عورت سے ہی یہ کام لینا ہے تو اس وقت اسی شہر میں ایک ایئر ہوسٹس موجود ہے جس نے مجھے اپنے گھر اپنے ڈیڈی ممی سے ملنے کی دعوت بھی دی ہے۔ اس کا نام تانیا ہے۔

پھر مارگن نے شوگن کو جہاز کی مشینری خراب ہونے والا سارا واقعہ سُنا دیا۔ شوگن کچھ سوچ کر بولا:

"ٹھیک ہے۔ ہم اس ایئر ہوسٹس تانیا سے کام لے سکتے ہیں سلطانہ کا سُراغ لگانا مشکل کام تو نہیں لیکن سلطانہ پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا،

تم ایسا کرو کہ ایئر ہوسٹس تانیا سے آج ہی ملو اور اسے ساتھ لے کر یہاں آجاؤ۔"

مارگن نے کہا، "شوگن! ہمیں سب سے پہلے یہ ٹھکانا بدلنا ہوگا۔ یہاں کسی عورت کو ہوش و حواس کی حالت میں لانا مشکل ہے، ویسے بھی یہ جگہ گارشا اور پولیس کی نظر میں ہے یہ لوگ کسی بھی وقت یہاں حملہ کر سکتے ہیں۔"

"تم نے ٹھیک کہا۔" شوگن بولا، "ہم آج ہی یہ جگہ تبدیل کر دیں گے۔ اسی شہر کے باہر سمندری چٹانوں کے ویران علاقے میں ایک قدرتی غار میری نگاہ میں ہے۔ ہم وہاں چلے جائیں گے۔ ایئر ہوسٹس تانیا کو وہاں تم سمندر کی سیر کے بہانے بھی لا سکتے ہو۔ جب وہ یہاں تک آجائے گی تو اسے قابو کرنا آسان ہوگا۔"

مارگن نے پوچھا، "تانیا سے ہم کیا کام لیں گے چیف؟"

شوگن کا چہرہ سنجیدہ تھا۔ کہنے لگا:

"یہ میں تمھیں بعد میں بتاؤں گا۔ تم صبح ہوتے ہی تانیا کے مکان پر جاؤ۔ کیا تمھیں اس کے مکان کا پتا ہے؟"

مارگن نے جیب سے ایئر ہوسٹس تانیا کا کارڈ نکال کر دیکھا اور بولا، "یہ ہے اس کا ایڈریس۔"

شوگن نے کارڈ پر لکھا ہوا ایئر ہوسٹس کا نام اور گھر کا پتا پڑھا اور بولا:

"ٹھیک ہے۔ چلو دن نکلنے سے پہلے یہاں سے کوچ کر جاتے ہیں۔"

انھوں نے چھوٹا ریڈیو ٹرانسمیٹر اور اس ہنگامی تہ خانے میں رکھی ہوئی خلائی سائنس سے متعلق مختصر اور ضروری چیزیں ایک تھیلے میں ڈالیں اور باہر پرانے قبرستان کے ٹیلوں میں نکل آئے۔ ابھی رات کا اندھیرا اسی طرح چھایا ہوا تھا۔ پرانے قبرستان سے گزرتے ہوئے

وہ شہر سے باہر جانے والی سڑک پر آکر رک گئے۔ شوگن نے پیچھے ایک نظر ڈالی۔
"ایک گاڑی آرہی ہے۔ ہم اس گاڑی کو اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔ ہم صرف لفٹ مانگیں گے۔ گاڑی میں جو بھی بیٹھا ہے اسے ہلاک نہیں کریں گے ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔"
گاڑی کی روشنی سڑک پر ان کے قریب آتی جارہی تھی۔

خلائی جاسوسہ

شوگن نے مارگن سے کہا:

"زمین پر مُردہ بن کر لیٹ جاؤ۔ جلدی کرو گاڑی قریب آرہی ہے۔"

مارگن اسی وقت سڑک کے کنارے زمین پر اس طرح لیٹ گیا جیسے مُردہ ہو۔ شوگن سڑک کے درمیان میں آگیا۔ گاڑی کی روشنی اس پر پڑی تو اس نے دونوں ہاتھ اُٹھا دیے۔ یہ گاڑی ایک ٹرک تھا جس کا ڈرائیور منھ اندھیرے سمندر کے کنارے ریت لینے جارہا تھا۔ ڈرائیور نے فوراً بریک لگادیے اور کھڑکی میں سے سر باہر نکال کر کرخت لہجے میں بولا:

"کیا ہوگیا ہے؟ کیا مرنے کا ارادہ ہے؟"

شوگن نے ڈرائیور کے قریب آکر کہا:

"میرا دوست اچانک مرگیا ہے۔ اس کو گھر لے جانا ہے۔ ہمیں لفٹ دے دو۔"

ڈرائیور نے ایک نظر سڑک کے کنارے پڑی "لاش" پر ڈالی۔ پھر سر کھڑکی کے اندر کرلیا اور بولا:

"اللہ جانے کیا بات ہے۔ میں پولیس کے چکروں میں نہیں

پڑنا چاہتا۔ کوئی دوسری گاڑی دیکھو۔ پیچھے گاڑیاں آرہی ہیں۔ یہ کہہ کر ڈرائیور نے بریک پر سے پاؤں ہٹالیا اور آگے بڑھادیا شوگن جانتا تھا کہ دن نکلنے والا ہے۔ وہ رات کے اندھیرے میں سمندری چٹانوں میں پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ ڈرائیور ٹرک لے کر جارہا ہے تو جیب سے لیزر گن نکال کر ڈرائیور پر فائر کردیا۔ سفید شعاع گن میں سے نکل کر ڈرائیور پر پڑی اور وہ وہیں اپنی سیٹ پر جل کر بھسم ہوگیا۔ اس کا جسم بخارات بن کر اڑ گیا۔ مارگن سڑک پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں ٹرک میں بیٹھ گئے، اور ٹرک سمندر کی طرف روانہ ہوگیا۔

دو تین میل کے بعد سمندری چٹانوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہ جگہ بالکل ویران اور غیر آباد تھی۔ دُور دُور تک کوئی آبادی نہیں تھی چٹانیں سمندر کے اندر تک چلی گئی تھیں۔ بعض چٹانیں چھوٹے پہاڑی ٹیلوں جیسی تھیں۔ شوگن اس جگہ سے واقف تھا اس نے ٹرک سمندر کے پانی میں لے جاکر روک دیا۔ دونوں ٹرک سے باہر نکل گئے۔ اس کے بعد شوگن نے اپنی لیزر گن کا ٹرک پر فائر کردیا۔ ٹرک میں ہلکا سا دھماکا ہوا اور ٹرک ایک سیکنڈ کے لیے شعلے کی طرح بھڑکا اور پھر ایسے غائب ہوگیا جیسے وہاں کبھی کوئی ٹرک موجود ہی نہیں تھا۔ ٹرک کا سارا ڈھانچہ بھاپ بن کر اڑ گیا تھا۔ اس کام سے فارغ ہوکر شوگن تھیلا کاندھے پر رکھے چٹانوں کی طرف بڑھا۔ سمندر میں کافی آگے جاکر وہ ایک چٹان کے شگاف میں داخل ہوا۔ مارگن اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ یہ شگاف تنگ تھا۔ مگر اندر تھوڑا کشادہ یعنی کھلا ہوگیا تھا۔ چھت میں سے بڑے بڑے پتھروں کی نوکیں باہر نکلی ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں سے پانی بھی ٹپک رہا تھا۔ ایک غار نما راستہ بڑے بڑے

پتھروں کے درمیان گھومتا ہوا آگے چلا گیا تھا۔ ایک جگہ غار بند ہوگیا۔ سامنے پتھر کی دیوار آگئی۔

مارگن بولا، "کیا ہمیں یہاں اپنا ٹھکانہ بنانا ہوگا؟"

شوگن نے دیوار کے پتھر پر فائر کرتے ہوئے کہا، "نہیں"

لیزرگن کے فائر سے دیوار میں شگاف پیدا ہوگیا۔ شوگن نے مارگن کی طرف متوجہ ہوکر کہا:

"آگے وہ جگہ ہے جہاں ہم اپنا نیا ٹھکانہ بنائیں گے۔ یہ جگہ بڑی محفوظ ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ شگاف کی دوسری طرف اتر گئے۔ آگے ایک کھلی جگہ تھی۔ پتھر کی بڑی بڑی دیواروں میں ایک چھوٹا سا کمرا بن گیا تھا۔ شوگن نے پتھر کی ایک سِل اٹھاکر شگاف کا منھ بند کردیا اور بولا۔

"باہر سے اب کسی کو شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی یہاں رہتا ہے۔ ہم یہاں گارشا اور پولیس سے محفوظ رہ کر اپنے منصوبے پر عمل کرسکیں گے۔ میں ریڈیو ٹرانسمیٹر کو خلائی کمپیوٹر میں تبدیل کرنے کی کوشش کروں گا، مگر سب سے پہلے تمھیں ایئر ہوسٹس تانیا کو یہاں لانا ہوگا تاکہ جتنی جلدی ہوسکے ہم اپنی دشمن نمبر ایک۔ گارشا کو اپنے قبضے میں کرسکیں یا اسے ہلاک کرسکیں۔"

مارگن نے دوسرا مختصر خلائی سائنسی سامان ایک طرف رکھ دیا۔ شوگن نے بھی ریڈیو ٹرانسمیٹر والا تھیلا دیوار کے ساتھ لگا دیا تھا۔ شوگن کہنے لگا:

"مارگن دن نکلنے ہی والا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ایئر ہوسٹس کی کوٹھی پر پہنچو اور اسے کسی طرح ورغلاکر یا اسے سبز باغ دکھا کر یہاں تک لے آؤ۔"

مارگن بولا، "میں جاتا ہوں۔"

مارگن نے پتھر کی سِل ہٹائی اور تہ خانے سے نکل گیا۔ اس

کے جاتے ہی شوگن نے تھیلا کھولا اور اس میں سے ریڈیو ٹرانسمیٹر اور دوسرا خلائی سائنس کا سامان نکال کر انھیں ترتیب سے جوڑنے لگا۔ اس سامان میں ایک شیشے کی ڈبیا بھی تھی۔ جس میں بٹن کے سائز کی ایک چھوٹی سی المونیم کی ڈسک رکھی ہوئی تھی۔ شوگن اسے غور سے دیکھنے لگا۔ یہی وہ ڈسک تھی جس سے شوگن نے ایئر ہوسٹس کو اپنے کنٹرول میں کرنا تھا۔ وہ مسکرایا اور اپنے آپ سے بولا:

"مارشا! تم میرے پھندے سے بچ نہیں سکوگی۔ تم سمجھتی ہوگی کہ ہماری خلائی لیبوریٹری کو تم نے تباہ کردیا ہے اور ہمیں بھی ساتھ ہی ہلاک کردیا ہے، مگر ہم تم سے خوف ناک انتقام لینے کے لیے ابھی زندہ ہیں۔"

یہ کہہ کر شوگن نے ڈسک کی ڈبیا پتھروں کی میز پر رکھ دی۔

دوسری طرف مارگن سمندری چٹانوں سے نکل کر سڑک پر آگیا اور شہر کی طرف چلنے لگا۔ راستے میں اسے ایک بس مل گئی۔ اب صبح کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی تھی اور بسیں چلنا شروع ہوگئی تھیں۔ مارگن ایک چوک میں اتر گیا۔ اس نے ایئر ہوسٹس تانیا کا کارڈ ایک بار پھر دیکھا۔ وہ ایک خاموش سڑک پر گھوم گیا۔ سڑک کی دونوں جانب بڑے خوب صورت ماڈرن بنگلے بنے ہوئے تھے۔ چند قدم چلنے کے بعد وہ ایک بنگلے کے گیٹ پر رک گیا۔ گیٹ پر بورڈ لگا تھا جس پر ایئر ہوسٹس تانیا کا نام اور بنگلے کا نمبر لکھا تھا۔ مارگن نے بنگلے پر ایک نگاہ ڈالی اور گھنٹی کا بٹن دبادیا۔ ایک نوکر نے آکر پوچھا۔ "کس سے ملنا ہے جناب؟" مارگن نے کہا۔ "میڈم تانیا سے کہو ان کا مہمان آیا ہے۔"

اتنی دیر میں تانیا نے کچن کی کھڑکی میں سے مارگن کو دیکھ لیا اور جلدی سے گیٹ پر آگئی۔ وہ بڑی خوش تھی۔ وہ مارگن کی قابلیت اور

لیاقت سے بڑی متاثر تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"مجھے یقین تھا آپ ضرور آئیں گے مسٹر مارگن!" وہ مارگن کو اندر لے گئی۔ اس کے ڈیڈی ممی ناشتے کی میز پر بیٹھے ناشتا کر رہے تھے۔ تانیا نے مارگن کا تعارف کرواتے ہوئے کہا، "ڈیڈی! یہ وہی مسٹر مارگن ہیں جنھوں نے کل رات ہمارے جہاز کو کریش ہونے سے بچایا تھا۔"

ڈیڈی نے مارگن سے ہاتھ ملایا۔

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی مسٹر مارگن۔ آپ نے تو کمال کر دیا۔"

تانیا کی ممی نے پوچھا:

"کیا آپ بھی کسی کمپنی میں پائیلٹ ہیں؟"

مارگن نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا:

"جی نہیں۔ میں آج کل کیلیفورنیا کی ایک کمپنی میں ان کا مشیر ہوں۔"

تانیا کرسچین یعنی عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے ڈیڈی اور ممی نے مارگن کو بہت پسند کیا اور دونوں ایک ہی بات سوچ رہے تھے کہ ایسے لائق کرسچین لڑکے کے ساتھ تانیا کی شادی ہو جائے تو ان کے کندھوں پر سے ایک بھاری ذمے داری کا بوجھ اتر جائے گا۔ تانیا بھی ایسا ہی سوچ رہی تھی۔ اسے بھی یقین سا ہو گیا تھا کہ وہ مارگن ایسے لائق اور مہذب نوجوان کے ساتھ بڑی خوش حال زندگی بسر کرے گی۔

مارگن کو ناشتا پیش کیا گیا۔ اس کی بڑی آؤ بھگت کی گئی۔ مارگن جس مقصد کو لے کر وہاں آیا تھا وہ بھی پورا ہو گیا۔ مارگن نے تانیا سے وعدہ لے لیا کہ وہ دوپہر کے بعد سیر کو جائیں گے۔ اس

روز آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور موسم خوش گوار تھا۔ مارگن نے یہ نہ بتایا کہ وہ اسے سمندری چٹانوں کی طرف لے جائے گا۔ اس لیے کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ تانیا کے ممی ڈیڈی کو یہ علم ہو کہ وہ ان کی بیٹی کو سمندری چٹانوں کی طرف لے گیا ہے۔ ایسی صورت میں پولیس تفتیش کے لیے وہاں پہنچ سکتی تھی۔ مارگن دوپہر کے بعد آنے کا کہہ کر واپس ہوا۔ تانیا اسے چھوڑنے گیٹ تک آئی۔

چٹانوں کے تہ خانے میں پہنچ کر مارگن نے شوگن کو اپنی کامیابی کی خوش خبری سُنا دی۔ شوگن بولا:

"اب تمھیں شہر کے باہر کوئی ایسی عمارت تلاش کرنی ہے جو بن رہی ہو اور جہاں لوہے یا سیمنٹ کے بڑے بڑے پائپ پڑے ہوں۔ ہمیں ان میں سے ایک پائپ اُٹھا کر یہاں سمندری چٹانوں میں لانا ہوگا۔"

مارگن کہنے لگا۔

"میں نے یہاں سے کچھ دُور ایک جگہ زیرِ تعمیر بنگلہ دیکھا ہے۔ وہاں سڑک کے کنارے سیمنٹ کے دس بارہ بڑے بڑے پائپ رکھے ہوئے ہیں۔"

شوگن نے کہا، "مگر یہ پائپ زیادہ بڑے نہیں ہونے چاہییں۔ ہمیں صرف اتنے بڑے سوراخ والے پائپ کی ہی ضرورت ہے جس میں ہم تکارشا کو ڈال سکیں اور پھر اس کے دونوں سروں کو بند کر دیں۔"

مارگن نے کہا، "ایسا پائپ بھی ہمیں مل جائے گا۔ میں آج رات وہاں سے اُٹھا کر لے آؤں گا۔ میرا خیال ہے پائپ لوہے کا ہو تو زیادہ بہتر ہے۔"

شوگن بولا، "اگر لوہے کا پائپ مل جائے تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ ابھی تم دوپہر کو تانیا کو یہاں لے آؤ۔"
پھر شوگن نے مارگن کو سارا منصوبہ سمجھایا کہ وہ تانیا کو کہاں لے گا اور کہاں اسے رکنے کے لیے کہہ کر خود کسی بہانے سے تھوڑی دیر کے لیے اس سے الگ ہو جائے گا۔ باتیں کرتے کرتے دوپہر ہوگئی۔ مارگن اٹھا اور یہ کہہ کر تہ خانے سے نکل گیا کہ میں تانیا کو لینے جارہا ہوں۔
اُدھر بدقسمت ایئرہوسٹس تانیا کو معلوم تھا کہ مارگن اسے لینے آرہا ہے اور وہ دونوں شہر کے کسی اعلا ریستوران میں جاکر کھانا کھائیں گے۔ وہ تیار ہو رہی تھی۔ اس نے اپنا بہترین لباس پہن رکھا تھا۔ یہ تانیا کی غلطی تھی کہ وہ ایک اجنبی آدمی کے ساتھ اتنی بے تکلف ہوگئی تھی اور اب اس آدمی کے بچھائے ہوئے گھناؤنے جال میں پھنسنے والی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کو غیر مردوں سے ملنے جلنے کو منع کیا ہے اور رہن سہن اور میل جول کے ایسے آداب سکھائے ہیں جن پر عمل کرنے میں ہماری نجات ہے اور ہم دُنیا کی آفتوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ تانیا نے ان باتوں کا خیال نہیں رکھا تھا۔ چناں چہ اب وہ اندھے کنوئیں میں گرنے والی تھی۔
ٹھیک وقت پر خلائی آدمی مارگن ایئرہوسٹس تانیا کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ تانیا پہلے سے تیار بیٹھی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھ کر مارگن کے ساتھ چل دی۔ انھوں نے ایک شان دار ریستوران میں بیٹھ کر کھانا کھایا۔ تانیا بڑی خوش تھی کیوں کہ مارگن نے اسے اشاروں میں یہ یقین دلا دیا تھا کہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اور پھر دونوں امریکا چلے جائیں گے۔ مارگن نے تانیا سے یہ بھی

کہا تھا کہ امریکا میں اس کی بڑی جائیداد ہے۔ تانیا اب پوری طرح خلائی مخلوق مارگن کے پنجے میں تھی۔ جب دن ڈھلنے لگا اور بادل بھی گہرے ہو گئے تو مارگن نے تانیا سے کہا "آج موسم بڑا اچھا ہے۔ چلو سمندری چٹانوں کی سیر کرتے ہیں۔"

تانیا کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ وہ ایک غیر مرد سے بے تکلف ہونے کی فاش غلطی کر بیٹھی تھی اور اب اس کا نتیجہ بھگتنے والی تھی۔ کہنے لگی۔

"ضرور چلو۔ مجھے سمندری چٹانیں بہت اچھی لگتی ہیں۔"

مارگن نے گاڑی سمندری چٹانوں کو جاتی سڑک کی طرف موڑ دی۔ وہ تانیا کی گاڑی خود چلا رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں انھیں چٹانیں نظر آنے لگیں۔ اس وقت ہلکی ہلکی پھوار پڑنے لگی۔ مارگن کو معلوم تھا کہ اسے گاڑی کہاں پر کھڑی کرنی ہے۔ ایک بہت بڑی کالی سنگلاخ چٹان کے پیچھے اس نے گاڑی کھڑی کر دی۔ تانیا بھی گاڑی سے نکل آئی۔ سمندری لہریں چٹانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ مرطوب ہوا چل رہی تھی۔

اس چٹان کے بالکل سامنے والی چٹان کے پیچھے خلائی مخلوق شوگن اپنے خطرناک منصوبے پر عمل کرنے کے لیے بالکل تیار بیٹھا تھا۔ مارگن تانیا کو اس دوسری چٹان کے پاس لے آیا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر بولا:

"اوہو۔ میں چابیاں تو گاڑی میں ہی بھول آیا ہوں۔ تانیا تم یہاں بیٹھو میں ابھی چابیاں لے کر آتا ہوں۔"

تانیا چٹان کے پاس ہی ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ مارگن تھوڑی دور جا کر ایک دوسری چٹان کے پیچھے چھپ گیا۔ تانیا اکیلی رہ گئی

تھی۔ شوگن اس کے پیچھے چٹان کی اوٹ سے نکل آیا تھا۔اُس نے پیچھے سے دبے پاؤں آکر تانیا کی گردن کی ایک خاص رگ پر اُنگلی رکھ دی۔ یہ ایک طاقت ور خلائی مخلوق کی اُنگلی تھی جس میں سے برقی مقناطیسی رَو نکل کر تانیا کے خون میں شامل ہوگئی۔ اسے ایک جھٹکا لگا اور وہ بے ہوش ہوکر گر پڑی۔

اسے بے ہوش ہوتے دیکھ کر مارگن بھی چٹان کی اوٹ سے نکل کر شوگن کے پاس آگیا۔ یہ طاقت صرف شوگن کی اُنگلی میں تھی کیوں کہ اُس نے اوشان سیّارے پر برقی مقناطیسی طاقت کا ایک سال کا پورا کورس کیا تھا۔ شوگن نے کہا:

"تانیا کو اُٹھا کر تہ خانے میں لے چلو۔"

تہ خانے میں لے جاکر تانیا کو اسٹریچر پر لٹادیا گیا۔ تانیا بے ہوش تھی۔ شوگن نے عجیب قسم کے خلائی آلات نکال کر میز پر رکھ لیے۔ مارگن نے کہا۔

"چیف شوگن! کیا ہم اس کے دماغ میں گارشا اور اپنے سیّارے اوشان کے بارے میں تمام معلومات بھرنے میں کامیاب ہوجائیں گے؟ ہمارے پاس مکمل سائنسی سامان یہاں نہیں ہے۔"

شوگن نے تانیا کی گردن پر کان کے نیچے کوئی دوائی ملتے ہوئے جواب دیا:

"ہنگامی حالات میں کام آنے والا جو سائنسی سامان طوطم چیف نے پرانے قبرستان والے تہ خانے میں رکھ دیا تھا وہ ہمارے پاس اس وقت موجود ہے۔ ہم اپنے مشن میں کامیاب ہوجائیں گے۔ تم فکر نہ کرو۔"

شوگن نے شیشے کی ڈبیا میں سے بٹن کے برابر ڈسک چمٹی کی مدد سے نکالی۔ دوسرے ہاتھ میں اُس نے ایک ایسا اوزار پکڑ

رکھا تھا جس کا منھ آگے سے مڑا ہوا تھا۔ اس کی چوڑی نوک شوگن نے آہستہ سے تانیا کی گردن کے ساتھ لگادی۔ تانیا کی گردن میں چھوٹا سا سوراخ پڑگیا، مگر خون بالکل نہ نکلا۔ شوگن نے تیزی سے ڈسک گردن کے اندر گوشت میں پیوست کرکے زخم کا منھ بند کرکے اس پر ایک دوائی لگائی۔ تانیا کی گردن پھر سے ویسی ہوگئی۔ زخم کا معمولی سا نشان بھی باقی نہ رہا۔ شوگن نے اب تانیا کے سر کو تاروں کے ایک شکنجے میں جکڑ کر چھوٹی سی مشین چلادی۔ اس مشین پر کمپیوٹر کی طرح کی ایک چھوٹی سی اسکرین لگی تھی۔ اسکرین پر سب سے پہلے گارشا کی تصویر آئی۔ پھر اس کے بارے میں تمام معلومات اُبھرنے لگیں۔ اس میں گارشا کی زندگی کا سارا مواد تھا۔ پھر اوٹان سیارے کی تصویر آگئی۔ پانچ منٹ تک تانیا کا سر تاروں کے اس شکنجے میں جکڑا رہا۔ اس دوران خلائی مخلوق تانیا کے ذہن میں جو جو ضروری معلومات بھرنا چاہتی تھی وہ بھر دی گئیں۔

شوگن نے بٹن بند کر دیا۔ تاروں کا شکنجہ کھول کر الگ رکھ دیا۔ مارگن کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا اور بولا:

"اب یہ ایئر ہوسٹس ہماری ایجنٹ ہے۔ خلائی مخلوق ہے یہ وہی کرے گی جو اس کی گردن میں لگی ہوئی ڈسک اسے سگنل دے گی۔ اب یہ تمھیں بھی نہیں پہچانے گی۔ اپنے ماں باپ کو بھی نہیں پہچانے گی۔ اسے صرف اتنا یاد رہے گا کہ اسے گارشا تک پہنچ کر اسے اپنے ساتھ یہاں لانا ہے۔"

"مگر اسے گارشا کے ٹھکانے کا کیسے پتا چلے گا؟" مارگن نے سوال کیا۔ شوگن کہنے لگا۔

"یہ ڈاکٹر سلطانہ کے پاس جائے گی۔ ڈاکٹر سلطانہ جانتی ہے کہ

گارشا کہاں ہے؟"

"وہ اسے گارشا کے بارے میں کیوں بتانے لگی؟" مارگن نے شبہے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ شوگن نے سر دائیں بائیں ہلایا اور کہنے لگا۔ "مارگن تم ابھی ہماری خلائی سائنس کے کمالات سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔ تمھارا کام اب صرف اتنا ہے کہ چھپ کر اس کا پیچھا کرو۔ جاؤ باہر گاڑی میں جاکر بیٹھ جاؤ۔"

مارگن خاموشی سے باہر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد شوگن نے تانیا کو ایک انجکشن لگایا۔ انجکشن کے لگتے ہی تانیا نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں بدلی بدلی سی تھیں۔ ان آنکھوں میں بڑی تیز چمک آگئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے آنکھوں کے اندر ننھے ننھے بلب روشن ہوں۔ تانیا اسٹریچر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ شوگن نے سوال کیا۔

"تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہی ہو؟"

تانیا نے بدلی ہوئی بھاری آواز میں کہا:

"میں کشالی ہوں۔ میں اورشان سیارے کے گریٹ کنگ کی خاص جاسوس ہوں۔ مجھے غدار گارشا کا سراغ لگانے کے لیے یہاں بھیجا گیا ہے۔"

مارگن وہاں تانیا کے قریب ہی کھڑا تھا۔ مگر تانیا نے اسے بالکل نہیں پہچانا تھا۔ جیسے وہ کوئی اجنبی ہو۔ شوگن نے دوسرا سوال کیا، "تم گارشا کا کیسے سراغ لگاؤ گی؟"

تانیا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"یہ میں تمھیں نہیں بتاسکتی۔ صرف اتنا بتاسکتی ہوں کہ مجھے سب سے پہلے ڈاکٹر سلطانہ کے پاس جانا ہے۔"

تانیا خلائی زبان میں بات کررہی تھی۔ شوگن نے اردو زبان

میں تانیا سے پوچھا:

"تمہارے ماں باپ کہاں ہیں؟"

تانیا نے جواب دیا، "میرے کوئی ماں باپ نہیں ہیں۔ گریٹ کنگ میرا باپ ہے۔ وہی میری ماں ہے۔ مجھے تمہارشا کا سراغ لگانا ہے۔"

شوگن اور مارگن نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ انھیں اطمینان ہوگیا کہ تانیا اردو زبان بھی روانی سے بول لیتی ہے۔ شوگن نے تانیا سے کہا۔

"کشالی! تمہاری گاڑی باہر کھڑی ہے۔ تمھیں یہاں کے اٹامک انرجی کمیشن سے ڈاکٹر سلطانہ کی کوٹھی کا پتا معلوم ہوجائے گا۔"

تانیا نے اسٹریچر سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"میں جانتی ہوں مجھے کیا کرنا ہے۔ تم مجھے ہدایات دینے والے کون ہو۔ میں اوٹان سیارے کے حاکم گریٹ کنگ کی جاسوس ہوں۔"

تانیا تہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھی۔ شوگن نے مارگن کو اشارہ کیا۔ وہ تانیا کے ساتھ ہوگیا۔ غار سے نکلتے ہی تانیا اپنی گاڑی کی طرف چل پڑی۔ اس کی گردن میں لگی ڈسک اسے برابر سگنل دے رہی تھی کہ اسے کہاں جانا ہے اور کیا کرنا ہے۔ مارگن چٹانوں کے پیچھے سے ہوکر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ شوگن ساتھ چل رہا تھا۔ تانیا گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس کی نگاہ مارگن پر پڑی اس نے کوئی اعتراض نہ کیا اور گاڑی اسٹارٹ کردی۔

شام ہوگئی تھی۔ شہر کی کچھ عمارتوں کی بتیاں روشن ہوگئی تھیں۔ تانیا کی گاڑی سڑک پر چلی جارہی تھی۔ مارگن پچھلی سیٹ پر خاموش بیٹھا تھا۔ شہر کی بڑی سڑک پر آتے ہی تانیا نے گاڑی روک دی

اور مارگن کی طرف گھوم کر دیکھا اور بولی:
"تم یہاں اُتر جاؤ۔ میں گریٹ کنگ کی جاسوس ہوں۔ میں تمہیں اپنے مشن میں شامل نہیں کر سکتی۔"
مارگن نے ایک پَل کے لیے کچھ سوچا۔ پھر خاموشی سے گاڑی سے اُتر گیا۔ اُسے یقین ہو گیا تھا کہ تانیا کے جسم میں لگی ہوئی ڈسک اسے اِدھر اُدھر نہیں ہونے دے گی اور وہ سیدھی اپنی منزل کی طرف ہی جائے گی۔ اس خلائی ڈسک میں دماغ کو کنٹرول کرنے اور ہر قسم کی معلومات فراہم کرنے کی پوری صلاحیت موجود تھی۔ تانیا نے گاڑی آگے بڑھادی۔ مارگن وہیں سے واپس ہو گیا۔ چٹانی غار میں پہنچ کر اس نے شوگن کو بتایا کہ تانیا اکیلی یہ مشن مکمل کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ شوگن نے مارگن کی طرف خاموش آنکھوں سے دیکھا اور بولا۔
"ٹھیک ہے۔ ریڈیو ٹرانسمیٹر پر بیٹھ کر تانیا کی ڈسک کے سگنل واچ کرو۔"
تانیا کی گاڑی اٹامک انرجی کمیشن کے آفس کے گیٹ پر رُک گئی۔ دفتر بند ہو چکا تھا۔ گیٹ بھی بند تھا۔ باہر ایک چوکیدار اسٹول پر بیٹھا تھا۔ گاڑی میں ایک خاتون کو بیٹھے دیکھ کر وہ اس کی طرف بڑھا۔
"بیگم صاحبہ دفتر تو بند ہو چکا ہے۔ آپ کو کس سے ملنا تھا؟"
تانیا نے کہا، "مجھے ڈاکٹر سلطانہ سے ملنا ہے۔ میں اس کی سہیلی ہوں۔ دوسرے شہر سے آئی ہوں۔ مجھے اس کی کوٹھی کا پتا نہیں معلوم۔"
چوکیدار نے تانیا کو ڈاکٹر سلطانہ کی کوٹھی کا پتا بتا دیا۔ تانیا نے وہیں سے گاڑی پیچھے موڑی اور ایک سنسان سڑک پر چل پڑی۔ بیس منٹ کے بعد وہ ڈاکٹر سلطانہ کی کوٹھی پر پہنچ گئی۔ کوٹھی مختصر سی تھی۔ کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ تانیا نے گاڑی ایک طرف کھڑی کی

اور برآمدے میں آکر گھنٹی کا بٹن دبایا۔ دروازے کے چوکور سوراخ میں سے ڈاکٹر سلطانہ نے باہر ایک خوش شکل، خوش لباس خاتون کو دیکھا تو دروازہ کھول دیا۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟" سلطانہ نے پوچھا۔

تانیا نے غور سے سلطانہ کو دیکھا۔ اس کے دماغ میں سگنل ہوا۔

"اوکے۔ یہی ڈاکٹر سلطانہ ہے۔ نگارشا کی سہیلی"

تانیا نے سلطانہ کی طرف غور سے دیکھا اور پھر اپنے چہرے پر ہلکی سی گھبراہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ ہی ڈاکٹر سلطانہ ہیں؟"

سلطانہ نے تانیا کو اوپر سے نیچے تک دیکھا اور پوچھا۔

"کیا بات ہے۔ میں ہی ڈاکٹر سلطانہ ہوں۔"

تانیا کی گردن میں لگی خلائی ڈسک نے ٹھیک اس وقت ایک ایسا سگنل دیا جس نے تانیا کے دماغ کی یادداشت کا ایک حصہ کھول دیا۔ تانیا نے گھبرائی ہوئی نگاہ اپنی گاڑی کی طرف ڈالی اور سلطانہ سے کہا۔ "کیا میں اندر آسکتی ہوں۔ مجھے آپ سے ایک بڑی ضروری بات کرنی ہے"

ڈاکٹر سلطانہ نے دروازہ کھول دیا۔

خطرناک فارمولا

تانیا ڈرائنگ روم میں داخل ہوگئی۔
وہ سخت گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ خلائی مخلوق اس کا پیچھا کر رہی ہے۔ کمپیوٹر اس کے دماغ کو برابر سگنل دے رہا تھا اور تانیا خلائی سگنلوں کے مطابق چلنے پر مجبور تھی۔ اس کے باوجود وہ اپنی قوتِ ارادی سے کام لینے کی سخت کوشش کر رہی تھی۔
جب اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ڈاکٹر سلطانہ کو خلائی مخلوق کے راز بتا دے گی اور اس ارادے کو لے کر سلطانہ کے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو اس کے دماغ میں ایسا شور سا مچ گیا جیسے سینکڑوں ریل گاڑیاں ایک ساتھ چل رہی ہوں۔ سلطانہ دروازہ بند کرکے تانیا کے سامنے والے صوفے پر بیٹھی تھی۔ اس نے تانیا سے پوچھا، "بتائیے کیا بات ہے؟ آپ اتنی پریشان اور گھبرائی ہوئی کیوں ہیں؟"
تانیا کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ اس کے ذہن میں ایک دھماکا سا ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔ خلائی مخلوق کے سگنل اسے اپنی طرف کھینچ رہے تھے جب کہ تانیا ان کے کنٹرول سے آزاد ہونے کی جدّوجہد کر رہی تھی۔ سلطانہ نے جلدی سے

پوچھا۔" آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"
ثانیا خلائی مخلوق کے قبضے سے آزاد ہوجانا چاہتی تھی۔ وہ صوفے سے اُچھل کر سامنے والی کھڑکی کی طرف بھاگی جو سلطانہ کی چھوٹی سی ٹیلے والی کوٹھی کے باغ میں کھلتی تھی۔ اس نے کھڑکی میں سے باہر چھلانگ لگادی۔ اسے معلوم تھا کہ خلائی مخلوق کو سب پتا چل گیا ہے کہ وہ سلطانہ کی کوٹھی سے باہر کردی گئی ہے اور اُن کے چنگل سے نکلنے کی بھیانک غلطی کر بیٹھی ہے۔ مگر ثانیا ایک بہادر اور پکے ارادے والی لڑکی تھی۔ باغ میں چھلانگ لگانے کے بعد وہ اُٹھی اور ٹیلے کی ڈھلان پر لڑھکتی چلی گئی۔
ڈھلان کے نیچے ایک خشک برساتی نالہ تھا جہاں تاریکی چھائی تھی۔ ثانیا جھاڑیوں میں جاکر گری۔ وہ جلدی سے اُٹھی اور اُس نے ایک طرف دوڑنا شروع کردیا۔ اس کے دماغ میں بڑے تیز تیز سگنل آنے لگے۔ یہ سگنل اسے واپس قبرستان والی خلائی کمیں گاہ میں آنے کا حکم دے رہے تھے۔ مگر ثانیا انھیں اپنے دماغ سے بار بار جھٹک رہی تھی۔ وہ دیوانہ وار دوڑتی چلی گئی۔ خشک برساتی نالہ آگے جاکر ایک فیکٹری کی دیوار کے پاس ختم ہوگیا۔ فیکٹری کے احاطے میں بجلی کی روشنی تھی۔ کونے میں ایک ٹرک کھڑا تھا۔ جس پر ترپال پڑی تھی۔ اس کا انجن چل رہا تھا۔ ڈرائیور نے گیئر لگایا اور ٹرک کو فیکٹری سے باہر نکالنے کے لیے گیٹ کی طرف بڑھا ثانیا نے ٹرک کے پیچھے لٹکتی ہوئی رسی کو پکڑا اور ترپال اُٹھاکر ٹرک میں سوار ہوگئی۔
ٹرک فیکٹری کے گیٹ سے نکل کر شہر کی بڑی سڑک پر روانہ ہوگیا۔ ثانیا کے ذہن میں خلائی سگنلوں کا شور زیادہ شدید ہوگیا۔ تیسے یہ سگنل ٹرک سے اُتر کر واپس قبرستان کی طرف آنے پر مجبور کر رہے تھے۔ لیکن ثانیا اپنی زبردست قوتِ ارادی سے اُنھیں جھٹک رہی تھی۔ اپنے

آپ کو ان کے منحوس اثر سے بچارہی تھی۔ خلائی دشمن نے کمپیوٹر پر یہ معلوم کرلیا تھا کہ تانیا کس علاقے میں ہے۔ چناں چہ ایک خلائی آدمی اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

ٹرک ایک ایسی سڑک پر سے گزر رہا تھا جس کی دونوں جانب عمارتوں میں کہیں کہیں روشنی ہورہی تھی۔ جب سگنل تانیا کی برداشت سے باہر ہوگئے اور اس کا سر بُری طرح چکرانے لگا تو تانیا نے ٹرک کی ترپال اُٹھادی۔ ٹرک جوں ہی سڑک کا موڑ گھوما تانیا نے نیچے چھلانگ لگادی۔ وہ سڑک پر گرتے ہی اُٹھی اور فٹ پاتھ پر اندھا دھند بھاگنے لگی۔ خلائی سگنل اس کے اعصاب کو مفلوج کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ تانیا ایک کشادہ سی گلی میں گھوم گئی۔ سگنل زیادہ شدید ہوتے گئے۔ گلی میں مکانوں کے دروازے رات ہونے کی وجہ سے بند تھے۔ تانیا کے قدم لڑکھڑاتے گئے۔ اس کا سر پتھر کی طرح بوجھل ہوگیا حلق خشک پڑگیا۔ پاؤں بھاری ہوتے گئے۔ وہ لڑکھڑانے لگی۔ خلائی سگنل اسے بے ہوش کرنا چاہتے تھے تاکہ تانیا گر پڑے اور کمپیوٹر کی مدد سے اس کی نشان دہی کرنے کے بعد خلائی آدمی اسے وہاں سے اٹھا کر لے جائے۔

تانیا بڑی مشکل سے قدم اُٹھارہی تھی۔

اچانک اس کی نظر مسجد کے مینار پر پڑی۔ مینار میں سے سبز روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ تانیا نے مسجد کا رُخ کرلیا۔ نہ جانے کیوں اس کے دل میں خیال آگیا تھا کہ اُسے اللہ کے گھر میں پناہ مل جائے گی۔ خلائی سگنل تیز ہوتے گئے۔ تانیا اپنی ٹانگوں کو گھسیٹتی ہوئی مسجد کی چھوٹی دیوار کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہوگئی۔ دیوار کے پاس آتے ہی اس نے اپنے آپ کو مسجد کے احاطے میں گرادیا۔ مسجد کے احاطے میں گرتے ہی جیسے اسے ایک سکون سا

مل گیا۔ اس کے جسم میں دوبارہ طاقت آ گئی۔ تانیا نے سر کو جھٹکا۔ خلائی سگنلز آنا اچانک بند ہو گئے تھے۔ اس کا سر پہلے کی طرح ہلکا پھلکا تھا۔ وہ صاف صاف سوچ سکتی تھی۔ تانیا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ یہ اللہ کے گھر سے عقیدت اور محبت کے آنسو تھے۔ اللہ کے پاک گھر کے احاطے میں آتے ہی وہ ہر قسم کی پریشانیوں اور مصیبتوں سے آزاد ہو گئی تھی۔

تانیا کا دل اللہ کی محبت سے لبریز ہو گیا اور وہ بے اختیار سجدے میں گر پڑی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اللہ سے دعا مانگتی رہی۔ لیکن تانیا ایک غلطی کر چکی تھی۔ اس نے ہوائی جہاز میں ایک اجنبی سے تعلقات بڑھانے اور اس سے خواہ مخواہ دوستی پیدا کرنے کی کوشش کی تھی جس کی وجہ سے وہ اس مصیبت میں گرفتار ہو گئی تھی۔ اللہ کی طرف سے کوئی مصیبت نہیں آتی۔ انسان ہمیشہ اپنی کی ہوئی غلطیوں کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسانوں پر ہمیشہ رحمت ہی نازل ہوتی ہے اور جو لڑکا یا لڑکی نیک کام کرتی ہے اور ہر قسم کی برائی سے اپنے دامن کو بچاتی ہے وہ اللہ کی رحمتوں کی حق دار بن جاتی ہے اور اس کی زندگی کنول کے پاکیزہ پھول جیسی خوش بودار اور بے داغ ہو جاتی ہے۔

تانیا کو اللہ کے گھر کی چار دیواری میں داخل ہونے کی وجہ سے یہ فائدہ اور فیض ضرور حاصل ہو گیا تھا کہ اسے اتنی دیر کے لیے خلائی سگنلوں کے عذاب سے نجات مل گئی تھی۔ تانیا مسجد کے احاطے کی دیوار کے ساتھ چلتی اس جگہ آ کر رک گئی جہاں مسجد کے امام صاحب کا حجرہ تھا۔ اس وقت حجرے میں امام صاحب کی بیوی اور اس کا آٹھ نو سال کا بیٹا ہی تھا۔ امام صاحب کسی کام سے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ تانیا کسی جگہ رات گزارنا چاہتی تھی اس دوران وہ یہ پروگرام

بھی سوچ سکتی تھی کہ اسے آگے کیا کرنا ہے اور کہاں جانا ہے۔ مسجد کی چاردیواری میں وہ خلائی سگنلوں کے حملوں سے محفوظ تھی۔

حجرے کا دروازہ بند تھا۔ تانیا نے ڈرتے ڈرتے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے امام صاحب کی بیگم کی آواز آئی۔

"کون ہے؟"

تانیا نے کہا۔ "بہن! میں ایک مصیبت کی ماری لڑکی ہوں مجھے رات گزارنے کی اجازت دے دو۔ غنڈے لوگ میرے پیچھے لگے ہیں۔"

امام کی بیوی نے دروازہ کھول دیا اور تانیا کو غور سے دیکھ کر پوچھا

"تم کون ہو، غنڈے تمہارے پیچھے کیوں لگے ہیں؟"

تانیا نے یوں ہی ایک کہانی گھڑ کر سنا دی اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ وہ اگر پولیس تھانے گئی تو غنڈے راستے میں اسے دبوچ لیں گے

امام کی بیوی نے تانیا کو اندر بلا لیا۔ اس کا بیٹا چارپائی پر سو رہا تھا۔ حجرے میں بتی روشن تھی۔ امام کی بیوی نے اپنی چارپائی کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"یہاں سو جاؤ۔ مگر صبح ہوتے ہی تمہیں یہاں سے چلے جانا ہوگا۔ میں یہاں کوئی گڑ بڑ نہیں دیکھنا چاہتی۔"

تانیا کہنے لگی، "تم فکر نہ کرو بہن۔ میں صبح ہوتے ہی چلی جاؤں گی۔"

تانیا چارپائی پر لیٹ گئی۔ کونے میں ایک تیسری چارپائی بھی بچھی تھی۔ امام کی بیوی اس پر پڑ گئی۔ اس نے بتی بجھا دی تھی۔ حجرے میں اندھیرا چھا گیا۔ تانیا کی آنکھیں کھلی تھیں۔ نیند غائب تھی۔ ان حالات میں بھلا اسے کیسے نیند آسکتی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ صبح وہ کہاں جائے گی۔ اللہ کے گھر کی چار دیواری سے نکلتے ہی خلائی سگنلوں کا عذاب ایک بار پھر اس پر نازل ہونے والا تھا۔ تانیا کو ہر حالت میں پوری بہادری کے ساتھ اس عذاب کا مقابلہ کرنا تھا۔

یہی سوچتے سوچتے تانیا کو نیند آگئی۔ صبح کی اذان کے ساتھ اس کی آنکھ کھل گئی۔ امام صاحب کی بیگم اور اس کا بیٹا بیدار ہو چکے تھے۔ تانیا کو ناشتا کرایا گیا۔ بیگم نے کہا۔

"ابھی باہر تھوڑا تھوڑا اندھیرا ہے۔ تم اطمینان سے اپنے گھر پہنچ سکتی ہو۔ اس وقت غنڈوں کا خطرہ نہیں ہوگا۔"

تانیا کا ذہن کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ وہ چونک کر بولی، "کیا کہا بہن؟"

امام مسجد کی بیگم نے تانیا پر ایک تعجب خیز نگاہ ڈالی اور اپنی بات دہرائی۔ تانیا نے گہرا ٹھنڈا سانس بھرا اور بولی:

"ہاں اب تو مجھے جانا ہی ہوگا۔ آخر میں کب تک یہاں رہ سکتی ہوں۔"

پھر اس نے امام صاحب کے بیٹے کی طرف دیکھا اور کہا۔

"کیا تم مجھے کوئی ٹیکسی رکشا لا کر دے سکتے ہو؟"

لڑکا بولا، "کیوں نہیں۔ آپ کہاں جائیں گی؟"

تانیا کیا جواب دیتی۔ اُسے تو خود معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں جائے گی۔ بولی، "تم سواری لے آؤ۔ مجھے جہاں جانا ہوگا چلی جاؤں گی۔"

لڑکا رکشا ٹیکسی لینے چلا گیا۔ امام کی بیوی نے کہا:

"بہن! مجھے افسوس ہے کہ اس سے زیادہ میں تمھیں اپنے ساتھ نہیں ٹھیرا سکتی۔ مجھے معاف کر دینا۔"

تانیا نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"بہن! تم نے اپنے ہاں رات رہنے کی اجازت دے کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں تمھاری یہ نیکی کبھی فراموش نہیں کروں گی۔"

امام کی بیوی بولی، "یہ کوئی احسان کی بات نہیں ہے۔ مجھے تو افسوس ہے کہ میں اس سے زیادہ تمھاری خدمت نہ کر سکی۔ ہاں اگر تمھیں پیسوں کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے لو۔ میرے پاس اپنے پچاس روپے پڑے ہیں۔" اور نیک دل بی بی نے ٹرنک میں سے

پچاس رُپے نکال کر تانیا کے سامنے رکھ دیے۔
تانیا نے شکریے کے ساتھ رُپے واپس کر دیے اور کہا:
"میرے پاس رُپے ہیں۔ تمھارا شکریہ!"
امام صاحب کی بیوی نے پوچھا: تم کہاں سے آئی ہو اور کہاں جاؤگی۔ تم نے اپنے بارے میں مجھے کچھ نہیں بتایا۔ شکل صورت اور لباس سے تم ایک پڑھی لکھی اچھے گھرانے کی لڑکی لگتی ہو۔"
تانیا نے بڑی مشکل سے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
"بہن اگر میں نے تمھیں یہ سب کچھ بتا بھی دیا تو تمھیں میری بات کا یقین نہیں آئے گا کہ میں کون ہوں اور کس مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔ اس راز کو راز ہی رہنے دو اور میری طرف سے مہمان داری کا دلی شکریہ قبول کرو۔"
مسجد کے احاطے کے باہر رکشا آکر رُک گیا۔ تانیا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ مسجد کی چار دیواری سے نکلتے ہی اس کے دماغ میں خلائی سگنلوں کا قیامت خیز شور ایک بار پھر شروع ہونے والا تھا۔ تانیا اس بات سے ڈر رہی تھی۔ وہ ساری زندگی اللہ کے گھر کی چار دیواری میں گزار دینا چاہتی تھی، مگر وہ مجبور تھی۔ اسے وہاں سے جانا ہی پڑ رہا تھا۔ لڑکے نے اندر آکر کہا۔ "رکشا آگیا ہے!"
تانیا بوجھل دل کے ساتھ اُٹھی۔ امام مسجد کی نیک دل بیوی کا ایک بار پھر شکریہ ادا کیا اور حجرے کے باہر آگئی۔ صبح ہو رہی تھی۔ ہلکی ہلکی سفیدی رات کے اندھیرے میں پھیلنے لگی تھی۔ شہر کی بڑی سڑک کی طرف سے بھاری ٹرک کے گزرنے کی آواز آئی۔ تانیا مسجد کی دیوار کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ وہ ابھی تک مسجد کی چار دیواری کے اندر تھی۔ وہ باہر نکلتے گھبرا رہی

تھی۔ صبح کی دھندلی روشنی میں اسے ایک رکشا سامنے درختوں میں کھڑا نظر آگیا تھا۔ وہ خلائی سگنلوں سے ڈر رہی تھی۔
آخر وہ ہمت کر کے باہر نکل آئی۔ اس نے اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لیے تھے تاکہ اچانک سگنلوں کے شور سے اس کے کانوں کے پردے نہ پھٹ جائیں۔ مگر یہ محسوس کر کے اسے بڑی حیرانی ہوئی کہ اس کے دماغ میں خلائی سگنل کی ایک بھی سیٹی نہیں گونج رہی تھی۔ اس نے کانوں پر سے ہاتھ ہٹا لیے۔ وہ بڑی خوش ہوئی۔ وہ رکشے میں بیٹھ گئی اور اسے اپنے گھر کی طرف چلنے کو کہا۔ رکشا منہ اندھیرے کی خالی سڑکوں پر بھاگنے لگا۔ جوں ہی رکشا ایک چوک میں سے گزرا خلائی سگنل کی سیٹی اس کے کانوں کو چیرتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی اور سگنل آنا شروع ہو گئے۔ خلائی دشمن نے کمپیوٹر پر معلوم کر لیا تھا کہ تانیا شہر میں کس مقام پر ہے۔ سگنل کی سیٹیاں تیز ہوتی گئیں۔ تانیا نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کان دبا لیے تھے۔ پھر ایسا ہوا کہ سگنل کی شدت کم ہونے لگی۔ تانیا کو ایسے لگا جیسے اس کی قوتِ ارادی واپس آگئی ہے۔ اب وہ اپنے گھر نہیں جانا چاہتی تھی۔ اسے ایک بار پھر سائنس دان ڈاکٹر سلطانہ کا خیال آگیا۔ وہی اس کی مدد کر سکتی تھی۔ اس کی گاڑی ابھی تک سلطانہ کی کوٹھی کے باہر کھڑی تھی۔ جلدی میں وہ گاڑی ساتھ نہ لے جا سکی تھی۔ اس نے رکشہ چھوڑ دیا اور ایک بار پھر سلطانہ کی کوٹھی کی گھنٹی بجائی۔ سلطانہ نے دروازہ کھولا تو تانیا اس کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ لڑکی کچھ بتانا چاہتی ہے۔ وہ اسے اندر لے گئی اور بڑی شفقت اور ہمدردی کے ساتھ پوچھا۔ "کیا بات ہے بہن؟ تم اتنی پریشان کیوں ہو اور تم کہاں بھاگ گئی تھیں؟"
تانیا نے جلدی سے سلطانہ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام

لیا اور اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"میں بڑی مصیبت میں پھنس گئی ہوں ڈاکٹر سلطانہ، اللہ کے لیے میری مدد کرو۔ نہیں تو وہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔"

سلطانہ نے پوچھا، "کون لوگ۔ ہیں وہ؟ کھل کر بات کرو۔ تمھارا نام کیا ہے۔ تم کون ہو؟"

تانیا نے دروازے کی طرف دیکھا اور پوچھا:

"دروازہ اچھی طرح سے بند ہے نا!"

"ہاں بند ہے۔ مگر تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟ آخر بات کیا ہے؟"

سلطانہ نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے کہا۔ تانیا نے ایک گہرا سانس لیا اور بولی:

"ڈاکٹر سلطانہ! تم ملک کی مشہور سائنس دان ہو کیا تم خلائی مخلوق پر یقین رکھتی ہو؟"

سلطانہ ایک دم سے چونک سی گئی۔ اس کی آنکھیں تانیا کے چہرے پر جمی تھیں۔ اس نے کہا:

"تم یہ سوال کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"اس لیے کہ بڑی خطرناک خلائی مخلوق میرے پیچھے لگی ہے۔ وہ مجھے ہلاک کرنا چاہتی ہے۔"

یہ کہہ کر تانیا رونے لگی۔ سلطانہ جلدی سے اُٹھ کر کھڑکی کے پاس گئی۔ پردہ ذرا سا ہٹا کر باہر نگاہ ڈالی۔ برآمدے کی بتی جل رہی تھی۔ ایک طرف تانیا کی گاڑی کھڑی تھی۔ وہاں کوئی انسان یا خلائی مخلوق اسے دکھائی نہ دی۔ سلطانہ واپس آکر تانیا کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے پوچھا۔

"تمھیں کیسے پتا چلا کہ وہ خلائی مخلوق ہے؟"

تانیا کو برابر سگنل مل رہے تھے۔ اس وقت وہ ڈبل رول ادا کر رہی تھی۔ اس نے کہا:

"میرا نام تانیا ہے۔ میں ایک ایئر ہوسٹس ہوں۔ لندن سے کراچی آتے ہوئے میری ملاقات ایک نوجوان سے ہو گئی جس نے ہمارے جہاز کو کریش ہونے سے بچایا تھا۔ وہ مجھ سے باتیں کرنے لگا۔ میں نے اس کی پروا نہ کی، مگر اس کی باتوں میں نہ جانے کیا طلسم تھا کہ جب اُس نے کراچی میرے گھر آنے کو کہا تو میں انکار نہ کر سکی۔ کل دوپہر وہ ہمارے گھر آیا اور مجھے اپنے ساتھ سیر کرانے لے گیا۔ پہلے وہ مجھے شہر میں گھماتا رہا۔ پھر شہر سے کچھ دور لال پہاڑیوں والے ویران علاقے میں لے گیا اور اچانک میری طرف گھور کر دیکھنے لگا اور بولا، "تانیا میں خلائی مخلوق ہوں۔ تم ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ ہم اس دُنیا کو فتح کرنے کے لیے یہاں آئے ہیں۔ تم مجھے ذہین اور دلیر عورت لگتی ہو۔ ہمیں ایک ایسی ہی عورت کی ضرورت ہے۔ ہم تمھیں اس دُنیا کی ملکہ بنائیں گے۔ میں اندر سے ڈر گئی۔ اس شخص کی آنکھوں میں روشنی کی کرنیں نکل رہی تھیں۔ میں نے کہا، میں ایک ذمّے دار لڑکی ہوں۔ مجھ پر میرے والدین کی ذمّے داری ہے۔ میں تمھارے ساتھ نہیں مل سکتی۔ اس پر اس شخص نے میری گردن پر اپنی انگلی رکھ دی۔ مجھے ایک زبردست جھٹکا لگا اور میں گر پڑی۔ وہ بولا۔ اگر میں چاہتا تو تمھیں ایک سیکنڈ میں ہلاک کر سکتا تھا مگر میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو اور ہمارے ساتھ مل کر اس دُنیا کی مخلوق کو تباہ کرو۔ اب تم انکار نہیں کر سکتیں۔ کیوں کہ تمھیں ہمارا راز معلوم ہو گیا ہے۔ اب تمھیں ہر حالت میں ہمارے ساتھ مل کر کام کرنا پڑے گا۔ میرا دل خوف کے مارے کانپ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ کسی طرح اس شخص کو دھوکا دے کر فرار ہو جانا چاہیے۔ چناں چہ میں نے اس سے کہا کہ میں اس کے ساتھ کام کرنے کو تیار ہوں۔ وہ بڑا خوش ہوا اور بولا چلو میں تمھیں اپنا خفیہ خلائی اڈّہ دکھاتا ہوں۔ وہاں میرا ایک ساتھی بھی ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ وہ خود میری گاڑی چلا رہا تھا۔" تانیا خاموش ہو گئی۔ اس

نے جان بوجھ کر ایسا کیا تھا۔ سلطانہ نے جلدی سے پوچھا:
"اُس نے تمھیں اپنا نام نہیں بتایا؟"
تانیا نے سوچنے کی تھوڑی سی اداکاری کی۔ پھر بولی۔
"ہاں یاد آگیا اُس نے اپنا نام مارگن بتایا تھا۔"
سلطانہ کا دل زور سے دھڑکا۔ وہ جانتی تھی کہ برازیل والے خفیہ خلائی اسٹیشن میں شوگن کے ساتھ مارگن نام کا خلائی سائنس دان بھی رہتا تھا۔ اُسے یقین ہوگیا کہ تانیا جھوٹ نہیں بول رہی۔ اس کی بات کا ایک ایک لفظ صحیح ہے۔ اُس نے بے تابی سے دوسرا سوال کر دیا۔
"کیا تم نے اس خلائی مخلوق کا خفیہ اڈہ دیکھا ہے؟"
تانیا نے کہا، "یہی تو میں تمھیں بتانے آئی ہوں ڈاکٹر۔ وہ مجھے گاڑی میں اپنے ساتھ بٹھا کر سُرخ پہاڑیوں کے نیچے ایک غار میں لے گیا۔ اس غار کے اندر اس خلائی مخلوق نے ایک خفیہ لیبوریٹری بنا رکھی تھی۔ وہاں اس کا دوسرا ساتھی بھی موجود تھا۔"
"اُس کا حلیہ کیسا تھا؟" سلطانہ نے پوچھا۔
تانیا نے حلیہ بتایا تو سلطانہ سمجھ گئی کہ یہ سوائے برازیل والے خلائی سائنس دان شوگن کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔
"پھر کیا ہوا؟" سلطانہ نے بے چینی سے پوچھا۔
تانیا نے دوسرا ٹھنڈا سانس بھرا اور کہنے لگی۔
"اس دوسرے آدمی نے اپنا نام مجھے نہیں بتایا تھا، مگر وہ بھی خلائی مخلوق ہی تھا۔ اس کی آنکھوں سے بھی تیز روشنی نکل رہی تھی۔ میں نے دل میں سوچا کہ کسی طرح ان کے پنجے سے نکل کر بھاگ جانا چاہیے۔ پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ چناں چہ میں نے اُن سے وعدہ کر لیا کہ میں اُن کے لیے ضرور کام کروں گی، مگر کہا کہ مجھے ایک گھنٹے کے لیے اپنے گھر جانے دیں۔ مجھے ایک ضروری کام کرنا ہے۔ مارگن نے میری طرف غضب ناک

نظروں سے دیکھا اور کہا، تانیا ایک بات یاد رکھو۔ تم ہمارے چنگل سے اب نکل نہیں سکو گی۔ چلو میں تمھیں گھر لیے چلتا ہوں۔ مگر میں باہر تمھارا انتظار کروں گا پھر وہ مجھے گاڑی میں بٹھا کر میرے گھر لے آیا۔ میں اپنے گھر میں چلی گئی۔ میں اتنی ڈری ہوئی تھی کہ میں نے کسی کو کچھ نہ بتایا اور کھڑکی میں سے باہر دیکھنے لگی۔ مارگن میری گاڑی میں نہیں تھا۔ اس وقت مجھے تمھارا خیال آیا۔ میں جانتی تھی کہ پولیس میرا مذاق اڑائے گی اور پولیس خلائی مخلوق کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ کیوں کہ تم ایک سائنس دان ہو اس لیے تم ہی میری مدد کر سکتی ہو۔ چناں چہ میں موقع پاکر وہاں سے گاڑی لے کر بھاگی اور سیدھی تمھارے پاس پہنچ گئی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ خلائی مخلوق میرا پیچھا کر رہی ہو۔"

ڈاکٹر سلطانہ بڑے غور سے تانیا کی کہانی سُن رہی تھی۔ تانیا نے جس خلائی آدمی مارگن کا نام بتایا تھا اس کا یہی نام تھا۔ سلطانہ کے لیے تانیا کے بیان پر شبہ کرنے کی اب کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اب اگر اُسے کوئی خطرہ تھا تو یہ کہ خلائی مخلوق اس کے گھر نہ پہنچ جائے۔ اسے فوراً گارشا کا خیال آگیا۔ اس نے تانیا سے کہا۔

"تم اطمینان رکھو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ تانیا اسے دیکھتی رہی۔ سلطانہ نے دوسرے کمرے میں جاکر دروازہ بند کر لیا۔ وہ گارشا کو فون کرنا چاہتی تھی۔ تانیا اُٹھ کر دروازے کے ساتھ لگ گئی۔ اُسے سلطانہ کی آواز سُنائی دی۔

"ہیلو گارشا! میں سلطانہ بول رہی ہوں۔ یہاں ایک عجیب بات ہو گئی ہے...."

تانیا دروازے سے ہٹ کر صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب غضب ناکی آگئی۔ وہ کمرے کی ایک ایک چیز کو کھا جانے

والی نظروں سے تکنے لگی۔ اس کے دماغ کو فوراً ایک سگنل ملا اور تانیا کو سکون سا مل گیا۔ اس نے گارشا کا نام سن لیا تھا۔ اسی عورت کی اسے تلاش تھی۔ اسی عورت کا سراغ لگانے کے لیے اُسے خلائی مخلوق نے وہاں بھیجا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سلطانہ کمرے سے باہر آگئی۔ تانیا نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا:

"میں زندہ بچ جاؤں گی ناں ڈاکٹر! اللہ کے لیے مجھے اس بھیانک مخلوق سے بچا لو۔"

سلطانہ نے ایک بار پھر کھڑکی میں سے باہر دیکھا۔ کوٹھی کے باہر کا علاقہ سنسان تھا۔ وہ تانیا کے پاس آکر بیٹھ گئی اور بولی۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں تانیا۔ میں تمہیں ایک ایسی جگہ پہنچا دوں گی جہاں خلائی مخلوق تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ تم وہاں محفوظ رہو گی۔"

تانیا دل میں خوش ہوئی کہ اسے وہاں پہنچایا جا رہا ہے جہاں وہ جانا چاہتی تھی۔ یعنی گارشا کے پاس۔ سلطانہ نے گارشا کو اٹامک انرجی کے تہ خانے میں فون کیا تھا اور اسے بتایا تھا کہ ایک ایئر ہوسٹس میرے پاس آئی ہے جس کے پیچھے خلائی مخلوق لگی ہے۔ سلطانہ نے جب گارشا کو بتایا کہ ایئر ہوسٹس تانیا نے برازیل والے خلائی سائنس دان مارگن کا نام بھی بتا دیا ہے تو گارشا نے سوچا کہ یہ بات غلط نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہو مارگن یہاں آگیا ہو۔ اور وہ اور شوگن مل کر اس لڑکی تانیا کو اس کی گرفتاری کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہوں اور تانیا ان کے چنگل سے بھاگ نکلی ہو۔ اس نے سلطانہ کو فون پر کہا۔

"تانیا کو لے کر اسی وقت میرے پاس آجاؤ۔ ہم اس سے خلائی مخلوق کا نیا ٹھکانہ معلوم کر کے اسے بھی تباہ کر دیں گے، مگر خیال رہے۔ مارگن تمہارا پیچھا نہ کر رہا ہو۔"

چناں چہ سلطانہ نے تانیا کو ساتھ لیا اور کوٹھی کی دوسری طرف سے نکلی۔ وہاں اس کی چھوٹی گاڑی کھڑی تھی۔ تانیا کی گاڑی اس نے وہیں رہنے دی اور اپنی گاڑی میں بٹھا کر گارشا کی طرف روانہ ہوگئی۔ گارشا اپنے تہ خانے میں جاگ رہی تھی۔ وہ اس انیرپوش تانیا کو دیکھنا چاہتی تھی۔ خلائی مخلوق جس کے پیچھے لگی تھی۔ سلطانہ تانیا کو ساتھ لے کر گارشا کے تہ خانے والے کمرے میں داخل ہوئی۔ تانیا کے دماغ کو سگنل ملا۔

"یہی گارشا ہے۔ یہی تمھاری اور ہماری دشمن ہے۔ اس کو اپنے ساتھ لے کر تمھیں خفیہ خلائی ٹھکانے پر پہنچنا ہے۔"

تانیا کی آنکھوں میں ایک دم چمک سی آگئی۔ اس چمک کو گارشا نے فوراً دیکھ لیا۔ اس نے تانیا سے پوچھا۔

"مارگن تمھیں کہاں ملا تھا پہلی بار؟"

تانیا پر خلائی سگنل کی گرمی کا اثر تھا۔ اس کے حلق سے بھاری آواز نکلی، مگر پھر فوراً ہی اس نے اس آواز پر قابو پا لیا اور کہا۔" وہ مجھے پہلی بار ہوائی جہاز میں ملا تھا۔"

گارشا نے تانیا پر ایک گہری نگاہ ڈالی اور کہا۔

"یہ تمھاری گردن پر کس چیز کا نشان ہے؟"

اس کے ساتھ ہی گارشا نے تانیا کی گردن کی ایک خاص رگ پر اُنگلی رکھ دی۔ اُنگلی کے لگتے ہی تانیا بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ سلطانہ نے تعجب سے کہا۔

"یہ تم نے اسے بے ہوش کیوں کر دیا؟"

گارشا کا چہرہ سنجیدہ ہوگیا۔ اُس نے کہا۔

"سلطانہ! ہم خلائی دشمنوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے سے بچ گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" سلطانہ کا مُنھ حیرت سے کھُل گیا تھا۔

گارشا نے بے ہوش تانیا کی طرف اشارہ کیا اور کہا۔
"یہ عورت مارگن اور شوگن نے مجھے ہلاک کرنے کے لیے یہاں بھیجی تھی۔ یہ ہمارے خلائی دشمنوں کے کنٹرول میں تھی۔"
"کیا کہہ رہی ہو تم گارشا؟" سلطانہ نے حیرانی سے پوچھا۔
گارشا نے الماری میں سے ایک خلائی الیکٹرانک چاقو نکالا اور اسے تانیا کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا۔
"ابھی تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"
گارشا نے چاقو کی نوک تانیا کی گردن کے ایک حصے میں گھونپ دی اور دوسرے لمحے اس کی گردن میں سے خلائی ڈسک باہر نکال کر سلطانہ کو دکھائی۔
"یہ وہ خلائی ڈسک ہے جو شوگن نے اس کی گردن میں پیوست کی تھی اور جس کے ذریعے وہ اس ایئر ہوسٹس کو کنٹرول کر رہے تھے۔ اس کی ساری کہانی جھوٹی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ شوگن نے اس ڈسک کے ذریعے اس لڑکی کے دماغ پر کنٹرول حاصل کیا ہوا تھا اور وہ میرے ٹھکانے کا پتا چلانے آئی تھی اور حیرانی کی بات ہے کہ یہ لڑکی تانیا اتنی جلدی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔"
سلطانہ نے پوچھا:
"تو کیا اب وہ نارمل ہو گئی ہے؟"
"کیوں نہیں۔" گارشا بولی۔ "ڈسک کے نکال دینے سے اس پر سے شوگن کا اثر اُٹھ گیا ہے۔ اب اس کے دماغ پر ڈسک کے سگنل اثر نہیں کر رہے۔"
تھوڑی دیر بعد جب اسے ہوش آجائے گا تو یہ بالکل اپنی اصلی حالت میں ہو گی۔ تانیا کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکلی پھر اس نے آنکھیں کھول دیں اور بجلی کی روشنی میں سلطانہ اور گارشا کو حیرانی

سے تکنے لگی۔

"میں کہاں ہوں۔ تم دونوں کون ہو؟ مجھے کیا ہوگیا تھا۔ میں تو مارگن کے ساتھ سمندر کی سیر کو نکلی تھی۔"

گارشا نے تانیا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں تانیا! سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

سلطانہ نے کافی بناکر تانیا کو دی۔ گرم کافی پینے سے تانیا کی طبیعت کچھ سنبھلی۔ اس نے پوچھا۔

"مجھے یہاں کون لایا تھا؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ کیا رات ہوگئی ہے؟ مجھے گھر جانا ہے ڈیڈی ممی پریشان ہوں گے۔"

گارشا نے تانیا سے کہا۔ "پہلے تم سناؤ کہ مارگن نام کا نوجوان تمھیں کہاں ملا تھا اور وہ تمھیں سمندر کی سیر کو کیوں لے گیا تھا؟" تانیا اب بالکل نارمل حالت میں تھی۔ اسے کچھ یاد نہیں تھا کہ وہ خلائی مخلوق کے جال میں پھنس گئی تھی اور ان کے لیے جاسوسی کرتی سلطانہ اور پھر گارشا کے پاس پہنچ گئی تھی۔ اس کی گردن پر زخم کا نشان بھی باقی نہیں رہا تھا۔ تب گارشا نے خلائی ڈسک اس کے آگے رکھ دی اور کہا، "تم خلائی مخلوق کے قبضے میں تھیں تانیا۔ یہ ڈسک تمھاری گردن میں لگادی گئی تھی اور اسی ڈسک کے ذریعے سے خلائی مخلوق یعنی مارگن اور دوسرا آدمی شوگن تمھیں کنٹرول کررہے تھے۔" تانیا ہکا بکا سی ہوکر گارشا کا منھ تک رہی تھی۔

گارشا نے کہا:

"تانیا! مارگن اس دنیا کی مخلوق نہیں ہے۔ وہ خلائی مخلوق ہے جو اس دُنیا میں تباہی پھیلانے کے لیے ہماری زمین پر اُتری ہوئی ہے۔ وہ میری تلاش میں ہے۔ کیوں کہ میں اس دُنیا اور دُنیا کے انسانوں کو بھیانک تباہی سے بچانا چاہتی ہوں۔"

پھر گارشا نے تانیا کو خلائی مخلوق کے ناپاک منصوبے کے بارے میں سب کچھ بتادیا۔ مگر اس نے تانیا کو اپنے بارے میں یہ نہ بتایا کہ وہ خود بھی خلائی عورت ہے۔ اپنے بارے میں اس نے یہی کہا کہ میں بھی ڈاکٹر سلطانہ کی طرح ایک سائنس دان ہوں اور اپنی خوبصورت دُنیا اور پیارے وطن کو خلائی دشمنوں کے ناپاک عزائم سے محفوظ رکھنا چاہتی ہوں اور خلائی دشمنوں کو ہلاک کرکے دُنیا کو بہت بڑی تباہی سے بچانا چاہتی ہوں۔

"تانیا کیا تمھیں معلوم ہے مارگن اور شوگن کا خلائی ٹھکانہ کہاں پر ہے؟"

تانیا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"مجھے کچھ معلوم نہیں۔ صرف اتنا یاد ہے کہ مارگن مجھے سیر کرانے کے بہانے سمندر کے اس علاقے میں لے گیا تھا جہاں چٹانوں کا سلسلہ سمندر کے کنارے پر دُور تک پھیلا ہوا ہے۔"

گارشا نے سلطانہ کی طرف دیکھا۔ سلطانہ نے کہا:

"یہ فِش پوائنٹ کا علاقہ ہے۔"

"ہاں!" تانیا نے کہا۔ "مارگن مجھے فِش پوائنٹ کے علاقے میں ہی لے گیا تھا۔ اس کے بعد ہی میں بے ہوش ہوگئی اور یہاں تمھارے سامنے ہوش آیا ہے۔"

گارشا نے تانیا سے کہا کہ وہ کچھ روز اس کے پاس ہی رہے۔ اس کے ڈیڈی ممی کو اطلاع کردی جائے گی کہ جب تک تانیا کی جان محفوظ نہیں ہوجاتی وہ اسی جگہ رہے گی۔

دوسری طرف جب شوگن اور مارگن کو معلوم ہوا کہ ان کا تانیا والا منصوبہ ناکام ہوگیا ہے تو شوگن غصّے سے آگ بگولہ ہوگیا۔ وہ غرّایا۔

"ہمیں اس ملک میں تباہ کاری شروع کردینی چاہیے۔ ہم میں اتنی طاقت ہے کہ ہم اس شہر کے سب لوگوں کو ہلاک کردیں۔"

مارگن بولا، "تم نے ٹھیک فیصلہ کیا ہے چیف! لیکن تم ایک بات بھول رہے ہو کہ گارشا ابھی زندہ ہے۔ وہ ہمارے تمام خلائی راز اور داؤ پیچ جانتی ہے۔ وہ تباہ کاری کے ہمارے کسی بھی منصوبے کو خاک میں ملانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔"

شوگن نے میز پر مکا مارتے ہوئے کہا، "تو پھر میں خود اسے قتل کر دوں گا۔"

مارگن نے شوگن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"شوگن ہمیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اپنی حماقت سے خود ہی گارشا کے جال میں پھنس کر ہلاک ہو جائیں"

شوگن نے مارگن کا ہاتھ جھٹک دیا اور بولا:

"مارگن! تم میری خفیہ طاقتوں سے واقف نہیں ہو۔ میرے پاس ایک ایسا فارمولا ہے کہ جس کی مدد سے میں نہ صرف گارشا کو ختم کر سکتا ہوں بلکہ اس ملک میں تباہی پھیلا سکتا ہوں۔"

مارگن نے کہا، "تو پھر تم نے پہلے اس فارمولے پر عمل کیوں نہیں کیا شوگن؟ شوگن کرسی پر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا۔" وہ فارمولا برازیل والی خفیہ لیبوریٹری میں ہے۔ مجھے اس پر ایک ہفتہ کام کرنا پڑے گا۔ میں نے سوچا تھا کہ ایئر ہوسٹس تانیا کی مدد سے ہم گارشا کو اپنے راستے سے ہٹانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ مگر ایسا نہ ہو سکا اب مجھے اپنے خطرناک فارمولے پر ہی عمل کرنا ہوگا۔"

شوگن کرسی چھوڑ کر اٹھا اور بولا۔

"مارگن! ہم آج ہی یہاں سے برازیل کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ میں اپنی ساری خلائی طاقت استعمال کروں گا اور گارشا کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گا۔"

اسی روز مارگن اور شوگن خفیہ طریقے سے پاکستان سے نکل گئے۔ انھوں

نے سیاحوں کے بھیس بدل رکھے تھے۔ ان کے پاس جعلی پاس پورٹ تھے جن پر جعلی ویزے لگے تھے۔ خلائی مخلوق کے لیے یہ کام بہت آسان تھا۔ دوسرے دن شام کو مارگن اور شوگن برازیل پہنچ کر اپنی ویران شہر کے کھنڈر والی خفیہ لیبوریٹری کی طرف چل پڑے۔ یہ لیبوریٹری جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ برازیلیہ سے دور ایک پہاڑی علاقے میں ٹیلے پر واقع ویران شہر کے کھنڈر کے نیچے بنی ہوئی تھی۔ جس میں ایک شکستہ مینار سے راستہ جاتا تھا۔ یہ راستہ بند کر دیا جاتا تھا۔ اس لیبوریٹری میں خطرناک فارمولے پر شوگن نے کام شروع کر دیا۔ اُس کے پاس سائنسی سازوسامان کافی نہیں تھا۔ پھر بھی اپنی اعلا سائنسی مہارت کو استعمال میں لاتے ہوئے ایک ہفتے کے اندر شوگن اپنے خطرناک فارمولے میں کام یاب ہوگیا۔

وہ ہفتے کی آخری شام تھی۔ شوگن چھے روز سے لیبوریٹری کے خاص کمرے میں بند فارمولے پر تجربات کر رہا تھا۔ مارگن بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ آخری مرحلے پر شوگن نے شیشے کی ایک نلکی اُٹھائی جس میں پیازی رنگ کا محلول تھا جس میں سے بھاپ نکل رہی تھی۔ شوگن کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ آگئی۔ اُس نے مارگن سے کہا۔

"مارگن! مجھے سو فیصد یقین ہے کہ خطرناک فارمولے کا تجربہ کامیاب رہے گا۔ مجھ پر نگاہیں جمائے رکھنا، میں یہ پیازی رنگ کا محلول پی رہا ہوں۔"

اور شوگن نے نلکی منھ سے لگائی اور ایک ہی گھونٹ میں سارا محلول پی گیا۔ نلکی میز پر رکھ کر وہ آرام کرسی پر نیم دراز ہوگیا۔ مارگن اسے مسلسل دیکھ رہا تھا۔ شوگن نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے چہرے کی رگیں اُبھرنے لگیں۔ شوگن کا جسم دُھندلا ہونے لگا اور پھر مارگن کے دیکھتے دیکھتے غائب ہوگیا۔ شوگن کی کرسی خالی تھی۔ شوگن کے مکروہ قہقہے کی آواز سُنائی دی۔ "مارگن! میرا فارمولا کامیاب رہا۔

میں غائب ہوگیا ہوں۔ میں سب کو دیکھ سکتا ہوں، مگر مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"
مارگن نے کہا۔
"چیف! اب ہمیں سب سے پہلے گارشا کو ہلاک کرنا ہے۔"
شوگن کی غصہ بھری آواز آئی۔ "میں غدار گارشا کے جسم کے ٹکڑے اڑادوں گا۔ تم اسی جگہ رہو۔ میں واپس گارشا کے شہر جاتا ہوں۔ ریڈیو ٹرانسمیٹر پر میرا تم سے رابطہ برقرار رہے گا۔ میں جارہا ہوں۔" مارگن شوگن کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے شوگن کو آواز دی، مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اس وقت شوگن غیبی حالت میں ایئرپورٹ کی طرف جارہا تھا۔

پھر اس کے بعد کیا ہوا

یہ آپ آئندہ ناول

"تابوت سمندر میں"

پڑھیے

نونہال ادب

خطرناک سگنل ـــــ اے حمید ـــــ قیمت ۱/ روپے

خلائی ایڈونچر سیریز کا رنگین تصویروں سے مزین پہلا ناول دو نوجوان بچوں کی خلائی مخلوق کے خلاف جنگ کی دل چسپ کہانی

ابوداؤد کا انجام ـــــ ظفر محمود ـــــ قیمت ۱/ روپے

تاریخ کے پس منظر سے ابھرنے والی دل چسپ کہانیاں

لاش چل پڑی ـــــ اے حمید ـــــ قیمت ۱/ روپے

خلائی ایڈونچر سیریز کا دوسرا دل چسپ ناول۔ قدم قدم پر حیرت انگیز واقعات۔ ہماری زمین پر خلائی مخلوق کی خطرناک سرگرمیاں۔

مونٹی کرسٹو کا نواب ـــــ مسعود احمد برکاتی ـــــ قیمت ۲/ روپے

ایک باہمت ملاح کی حیرت انگیز باتصویر کہانی۔

خلائی ایڈونچر سیریز
۹
سیارہ اوشان کا زمین پر حملہ
تابوت سمندر میں
اے۔ حمید

تین دن بغداد میں

محترم حکیم محمد سعید

نے بغداد کا سفر کیا اور نونہالوں

کے لیے ایک دل چسپ سفر نامہ لکھ دیا

یہ سفر نامہ درحقیقت نئے اور پرانے بغداد کی کہانی ہے

حکیم صاحب نے نئے بغداد کو دیکھا تو انھیں پرانے بغداد کی

شان و شوکت یاد آگئی اس سفر نامے میں

حال اور ماضی ایک دوسرے کو چھوتے

نظر آتے ہیں

عمدہ

قیمت

خوب صورت طباعت

نونہال ادب — ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

نونہال ادب — علم و ادب کے میدان میں ہمدرد کی ایک اور خدمت

تابوت سمندر میں

خلائی ایڈونچر سیریز — نواں ناول

اے۔ حمید

MAKHMOOR

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کراچی

ناشر	:	ہمدرد فاؤنڈیشن پریس ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی
طابع	:	ماس پرنٹرز، کراچی
اشاعت	:	۱۹۹۱
تعداد اشاعت	:	۲۰۰۰
قیمت	:	۱۰ر روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع، نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

TABOOT SAMANDAR MEIN

A. Hameed

Naunehal Adab
Hamdard Foundation Press
Karachi.

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مُقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست

تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

ترتیب

خلائی قدموں کے نشان

مارگن سمجھ گیا کہ اس کا خلائی ساتھی شوگن غائب ہو جانے کے بعد گارشا کو ہلاک کرنے برازیل سے پاکستان کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ مارگن وہیں سے واپس اپنے خفیہ خلائی ٹھکانے میں آ کر ریڈیو ٹرانسمیٹر کے پاس بیٹھ گیا کہ شاید شوگن کا کوئی سگنل آئے۔

دوسری طرف شوگن غیبی حالت میں برازیل کے قصبے کے چھوٹے سے ایئرپورٹ پر پہنچ چکا تھا۔ اسے جہاز میں سوار ہونے کے لیے کسی ٹکٹ یا بورڈنگ کارڈ کی ضرورت نہیں تھی، وہ جہاز میں سوار ہو گیا اور ایک گھنٹے بعد برازیل کے دارالحکومت برازیلیہ کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر پہنچ گیا۔ یہاں سے رات کی پرواز سے اس نے ایک جہاز پکڑا اور دوسرے دن صبح لندن آ گیا۔ یہاں سے چلا تو ایک دن بعد رات کے ایک بجے وہ کراچی کے ایئرپورٹ سے باہر نکل رہا تھا۔

یہ تو آپ پہلی قسط میں پڑھ چکے ہیں کہ خلائی لڑکی گارشا نے خلائی مخلوق کے ناپاک منصوبے کو خاک میں ملا دیا ہے اور ہماری زمین پر آئی ہوئی خلائی مخلوق کا اپنے سیارے اوٹان کے ساتھ رابطہ ہمیشہ کے لیے ٹوٹ چکا تھا اور زمین پر

اب صرف مارگن اور شوگن اور اس کے تین ساتھی، بس یہی خلائی مخلوق باقی رہ گئی تھی۔ ان کا پروگرام یہ تھا کہ سب سے پہلے اپنی دشمن گارشا کو قتل کیا جائے۔ گارشا صرف اسی صورت میں ہلاک ہوسکتی تھی کہ اسے سیمنٹ یا لوہے کے گول پائپ میں بند کر کے سمندر میں پھینک دیا جائے۔ اس کے سوا وہ کسی طریقے سے بھی نہیں مر سکتی تھی۔ شوگن نے ایک خاص فارمولے پر عمل کر کے اپنے آپ کو غائب کرلیا تھا۔ وہ سب کو دیکھ سکتا تھا مگر اُسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ گارشا کو موت کی نیند سُلانے کے بعد شوگن اور مارگن کا گھناؤنا پروگرام یہ تھا کہ دُنیا کی ساری آبادی کو تباہ کر دیا جائے اور پھر اس پر حکومت قائم کر کے اپنی مرضی کی خلائی مخلوق پیدا کرنی شروع کی جائے اور زمین کے سیارے پر اپنی حکومت قائم کر دی جائے۔ مگر سب سے پہلے خلائی دشمن گارشا کو ختم کرنا بہت ضروری تھا، کیوں کہ گارشا خود ایک خلائی مخلوق تھی اور صرف وہی اپنی غیر معمولی طاقت سے شوگن اور مارگن کے خطرناک منصوبوں کو ناکام بنا سکتی تھی، چناں چہ سب سے پہلے اُسے راستے سے ہٹانا ضروری ہوگیا تھا۔ شوگن اسی مقصد کے لیے پاکستان آیا تھا۔

وہ چوں کہ کسی کو دکھائی نہیں دیتا تھا اس لیے اُس سے کسی نے کچھ نہ پوچھا اور وہ بڑے اطمینان کے ساتھ جہاز سے نکل کر لاؤنج میں سے گزرتا ہوا کراچی ایئرپورٹ کے باہر آگیا۔ خطرناک خلائی لیزر گن اس کی کمر کے ساتھ لٹک رہی تھی۔ اس نے نیلے رنگ کا خلائی لباس پہن رکھا تھا۔ مگر یہ لباس سوائے خود شوگن کے دوسرا کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسے یقین

تھا کہ اگر خلائی ساتھی مارگن اسے نہیں دیکھ سکا تو گارشا بھی اسے نہیں دیکھ سکے گی۔ رات کا وقت تھا۔ کراچی کی عمارتوں میں روشنیاں ہو رہی تھیں۔ سڑکوں پر ٹریفک بہت تھوڑا تھا۔ شوگن ائیرپورٹ کے باہر سڑک کے کنارے کھڑے ہوکر سوچنے لگا کہ وہ گارشا کو کہاں تلاش کرے۔ گارشا کو احتیاط کے طور پر انسپکٹر شہباز اور پروفیسر رضوی نے اٹامک انرجی کمیشن کے دفتر کے نیچے تہ خانے میں رکھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ ایئرہوسٹس تانیا بھی وہیں تھی۔ کیوں کہ گارشا کو ڈر تھا کہ خلائی دشمن مارگن اور شوگن تانیا سے بھی انتقام لینے اور اسے قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔ شوگن کو صرف سلطانہ کی کوٹھی کا پتا تھا۔

اس نے سوچا کہ سلطانہ کو اس کی کوٹھی میں قابو کرکے اس سے گارشا کا پتا پوچھا جائے اور پھر گارشا کو اغوا کرکے اسے لوہے یا سیمنٹ کے پائپ میں بند کرکے سمندر میں پھینک دیا جائے۔ شوگن ڈاکٹر سلطانہ کی کوٹھی کی طرف چل پڑا۔ اسے کسی ٹیکسی یا کار کی ضرورت نہیں تھی، کیوں کہ غائب ہوجانے کی وجہ سے وہ بہت ہلکا پھلکا ہوگیا تھا۔ وہ زمین سے پندرہ بیس فیٹ بلند ہوکر فضا میں اڑ سکتا تھا۔ چناں چہ وہ زور سے اچھلا اور زمین سے پندرہ بیس فیٹ بلند ہوکر ڈاکٹر سلطانہ کی کوٹھی کی طرف اڑنے لگا۔ چند سیکنڈ میں وہ سلطانہ کی کوٹھی کے احاطے میں اتر گیا۔ سلطانہ کی کوٹھی کو تالا لگا تھا۔ سلطانہ وہاں نہیں تھی۔ شوگن سمجھ گیا کہ پولیس نے سلطانہ کو بھی خلائی مخلوق کے حملے سے بچانے کے لیے گارشا کی طرح کسی دوسری جگہ چھپادیا ہے۔ شوگن نے دروازے کے تالے کو توڑ دیا اور اندر داخل ہوگیا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید کوٹھی کے اندر کسی شے سے اسے سلطانہ کے خفیہ ٹھکانے کا سراغ مل جائے۔

کوٹھی کے کمروں میں اندھیرا تھا مگر شوگن کو خلائی مخلوق ہونے کی وجہ سے اندھیرے میں بھی سب کچھ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اِدھر اُدھر بکھری ہوئی چیزوں، شیلف میں لگی کتابوں اور الماریوں کو کھول کر دیکھنے لگا۔ اتنے میں باہر کسی کار کے رُکنے کی آواز آئی۔ شوگن جلدی سے کھڑکی کے پاس آگیا۔ اس نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھا۔ ایک جیپ کوٹھی کے احاطے کے باہر کھڑی تھی اور اس میں سے دو آدمی باہر نکل رہے تھے۔ یہ دونوں پروفیسر رضوی کے ملازم تھے اور انھیں سلطانہ نے کچھ کتابیں لانے کے لیے اپنی خالی کوٹھی میں بھیجا تھا۔ شوگن جلدی سے کمرے سے باہر نکل کر برآمدے میں آگیا۔ دونوں نوکر دروازے کے پاس آکر رُک گئے۔ ایک نے کہا:

"کوٹھی کا تالا تو ٹوٹا پڑا ہے۔ لگتا ہے یہاں چوری ہوگئی ہے۔"

دوسرا نوکر بولا:

"چلو اندر چل کر دیکھتے ہیں کتنا سامان چوری ہوا ہے۔ پھر واپس جاکر ڈاکٹر سلطانہ صاحبہ کو خبر کرتے ہیں۔"

پہلا نوکر کہنے لگا:

"میرا خیال ہے چور کتابیں نہیں لے گئے ہوں گے۔"

شوگن یہ سن کر بہت خوش ہوا کہ وہ دونوں ڈاکٹر سلطانہ کے نوکر تھے اور اُس نے ہی اسے وہاں بھیجا تھا اور اب وہ واپس سلطانہ کے پاس ہی جانے والے تھے۔ اس طرح سے شوگن کو سلطانہ کے خفیہ ٹھکانے کا پتا چل سکتا تھا اور پھر گارشا کا بھی علم ہوسکتا تھا کہ وہ کہاں چھپی ہوئی ہے۔ نوکر کمرے میں آگئے۔ شوگن ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ نوکر اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ انھوں نے بجلی کا بلب کھول دیا۔ کمرا روشن ہوگیا۔ نوکر اِدھر اُدھر دیکھنے

لگے۔ ایک بولا:

"یہاں تو کوئی بھی چیز چوری نہیں ہوئی ہر شے اپنی جگہ پر موجود ہے۔"

دوسرا نوکر کہنے لگا:

"تو پھر تالا کس نے توڑا تھا؟"

پہلے نے کہا۔" ہو سکتا ہے چور آیا ہو اور جب اسے یہاں کوئی زیور یا نقدی نہ ملی ہو تو واپس چلا گیا ہو۔"

"ایسا ہی لگتا ہے۔" دوسرے نوکر نے کہا۔" چلو جلدی سے ڈاکٹر صاحبہ کی کتابیں اٹھاؤ۔ انھیں واپس جاکر تالا ٹوٹنے کی خبر بھی دینی ہے۔ ہمارے پاس نیا تالا نہیں ہے ورنہ وہ لگاکر جاتے۔"

دونوں ایک خاص الماری کی طرف بڑھے۔ اس کے نچلے خانے میں سبز رنگ کی جلد والی چار موٹی کتابیں رکھی تھیں۔ انھوں نے وہ کتابیں اٹھائیں۔ لائٹ بند کی اور کوٹھی سے باہر آکر جیپ کی طرف بڑھے۔ شوگن اُن کے ساتھ ساتھ تھا۔ نوکر جیپ میں بیٹھ گئے۔ شوگن بھی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جیپ اسٹارٹ ہوئی اور اٹامک انرجی کمیشن کے دفتر کی طرف روانہ ہوگئی جس کے تہ خانے میں گارشا اور سلطانہ چھپی ہوئی تھیں۔ ایئر ہوسٹس تانیا بھی وہیں پر تھی۔ جیپ آدھے گھنٹے میں اٹامک انرجی کمیشن کے احاطے میں داخل ہوکر پچھلے دروازے کے پاس آکر رک گئی۔ وہاں لوہے کا ایک چھوٹا سا دروازہ تھا۔ جس کے اندر سیڑھیاں نیچے تہ خانے میں جاتی تھیں۔

گارشا اس وقت تہ خانے میں اپنے چھوٹے سے کمرے میں سو رہی تھی۔ تانیا اور گارشا ایک ہی کمرے میں تھیں۔ تانیا بھی اپنے بستر پر سو رہی تھی۔ صرف ڈاکٹر سلطانہ جاگ رہی تھی۔ اسے

نوکروں کا انتظار تھا جو اس کے لیے کتابیں لینے گئے تھے سلطانہ ان کتابوں کی مدد سے کوئی فارمولا حل کرنے کی فکر میں تھی۔ دونوں نوکر اندر داخل ہوئے۔ انھوں نے کتابیں سلطانہ کے حوالے کیں اور بتایا کہ اُن کی کوٹھی کا تالا ٹوٹا ہوا تھا مگر کوئی شے چوری نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر سلطانہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر الماری میں سے دوسرا تالا نکال کر دیا اور کہا:

"یہ نیا تالا جاکر لگادو۔"

نوکر چلے گئے مگر شوگن وہیں کھڑا رہا۔ شوگن ان نوکروں کے ساتھ ہی سلطانہ کے تہ خانے میں آگیا تھا۔ وہ غور سے ڈاکٹر سلطانہ کو دیکھ رہا تھا۔ شوگن نے کمرے کا جائزہ لیا۔ دوسرے بستر پر ائیر ہوسٹس تانیا سو رہی تھی۔ گارشیا وہاں نہیں تھی۔ شوگن کو گارشا کے جسم سے نکلنے والی خاص قسم کی خلائی تابکاری کی شعاعیں بھی محسوس نہیں ہو رہی تھیں اس کو یقین تھا کہ اپنے سیارے اوٹان سے رابطہ ٹوٹ جانے کے بعد وہ اپنے دوسرے خلائی ساتھی کے جسم سے نکلنے والی خاص شعاعوں کو پچاس فیٹ کے فاصلے تک محسوس کر سکتا تھا۔ وہ مارگن اور مارگن اس کی اور اپنے دوسرے دونوں خلائی ساتھیوں کی جسمانی خلائی شعاعوں کو پچاس فیٹ تک محسوس کر سکتا تھا۔ مگر شوگن کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کی دشمن خلائی ساتھی گارشا نے اپنے جسم میں ایک خاص انجکشن لگا لیا تھا جس کی وجہ سے اس کے جسم سے خلائی شعاعوں کے خارج ہونے کا سلسلہ بند ہوگیا تھا، مگر گارشا خلائی مخلوق کی شعاعوں کو پچاس فیٹ تک محسوس کر سکتی تھی اور اس وقت وہ دوسرے کمرے میں سو رہی تھی۔

شوگن نے جب محسوس کیا کہ گارشا کی خلائی شعاعیں وہاں نہیں

ہیں تو وہ پریشان ہوگیا کیوں کہ اس کا مطلب یہی تھا کہ گارشا وہاں نہیں ہے۔ گارشا کے کمرے کا دروازہ سلطانہ کے کمرے میں کھلتا تھا جو اس وقت بند تھا۔ سلطانہ ان کتابوں کو ٹیبل لیمپ کی روشنی میں دیکھ رہی تھی جو نوکر آسے دے گئے تھے۔ شوگن کونے میں کھڑا تھا۔ شوگن نے سوچا کہ یہاں تہ خانے میں دوسرے کمرے بھی ہوں گے۔ چل کر وہاں دیکھا جائے شاید گارشا کا سراغ مل جائے۔

شوگن دوسرے کھلے کمرے میں سے گزر کر تہ خانے کی ایک راہ داری میں آگیا۔ یہاں آمنے سامنے کچھ اسٹور بنے ہوئے تھے جن میں اٹامک کمیشن والوں کا فالتو سامان پڑا تھا۔ شوگن ان کمروں میں گارشا کو تلاش کرنے لگا۔ دوسری طرف سلطانہ پلنگ سے ٹیک لگائے کتاب پڑھ رہی تھی کہ پلنگ کے ساتھ والا دروازہ آہستہ سے کھلا اور گارشا نے گردن باہر نکال کر کمرے کا جائزہ لیا۔ سلطانہ کچھ کہنے لگی تو گارشا نے اس کے منھ پر ہاتھ رکھ دیا اور اس کے کان میں کہا:

"اندر آؤ۔"

سلطانہ اُٹھ کر اندر چلی آئی۔ گارشا نے دروازہ اندر سے لاک کر لیا اور سلطانہ سے پوچھا:

"تمھارے کمرے میں کوئی آیا تھا؟"

سلطانہ نے جواب دیا:

"میرے نوکر کتابیں لے کر آئے تھے۔ ان کے سوا اور کوئی نہیں آیا۔"

گارشا کے چہرے پر پریشانی کے اثرات تھے۔ سلطانہ نے پوچھا:

"کیا بات ہے گارشا؟ تم پریشان دکھائی دیتی ہو۔"

گارشا نے دھیمی آواز میں کہا:

"کوئی خلائی مخلوق پچاس فیٹ کے فاصلے پر یہاں موجود ہے۔ مجھے اس کے جسم کی شعاعیں محسوس ہو رہی ہیں۔"

اب تو سلطانہ بھی کچھ گھبرا سی گئی۔ کہنے لگی:

"مگر کمرا تو خالی ہے گارشا!"

گارشا نے سلطانہ کی طرف دیکھ کر کہا:

"کوئی خلائی مخلوق تہ خانے کے کسی کمرے میں داخل ہو چکی ہے۔ تابکاری کی شعاعیں جھوٹ نہیں بولتیں۔"

سلطانہ کہنے لگی، "میں جا کر دوسرے کمروں کی تلاشی لیتی ہوں۔"

سلطانہ جانے لگی تو گارشا نے اس کا بازو پکڑ کر اسے روک لیا۔

"نہیں، ایسا نہ کرنا۔ مجھے یقین ہے شوگن یا مارگن میں سے کوئی تہ خانے میں آنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"

تب سلطانہ نے گارشا کو بتایا کہ نوکروں نے آکر کہا تھا کہ میری کوٹھی کا تالا ٹوٹا ہوا تھا مگر کوئی چیز چوری نہیں ہوئی تھی۔ گارشا چونکی۔ اس نے پوچھا:

"کیا کوٹھی میں کوئی آدمی موجود تھا؟"

سلطانہ نے کہا، "نوکروں کا کہنا ہے کہ کوٹھی خالی تھی۔ چور جا چکے تھے۔"

گارشا کے ذہن میں جو شک پیدا ہوا تھا وہ سچ ثابت ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک طنز بھری نفرت کی مسکراہٹ ابھری۔ کہنے لگی:

"سلطانہ! شوگن اور مارگن میں سے کوئی خلائی آدمی غیبی حالت میں وہاں موجود تھا اور وہ تمھارے نوکروں کے ساتھ ہی یہاں تہ خانے میں داخل ہو چکا ہے۔"

"مگر گارشا وہ غائب کیسے ہو گیا؟"

گارشا نے سلطانہ کے منھ پر ہاتھ رکھ دیا، "اللہ کے لیے آہستہ

بولو۔ یہ وقت سائنس کے سوال حل کرنے کا نہیں۔ میں تصدیق کرنا چاہتی ہوں کہ مارگن یا شوگن غیبی حالت میں یہاں آچکا ہے۔ وہ میرے جسم کی شعاعیں محسوس نہیں کرسکتا، کیوں کہ میرے جسم کی خلائی شعاعیں بند ہوچکی ہیں۔ تم آرام سے جاکر پلنگ پر بلب بند کرکے سوجاؤ اور خبردار کوئی آواز مت نکالنا۔"

گارشا نے سلطانہ کو کمرے سے باہر دھکیل دیا۔ سلطانہ اپنے کمرے میں آکر پلنگ پر لیٹ گئی۔ اس نے ٹیبل لیمپ بجھا دیا اور اندھیرے میں آنکھیں بند کرکے سوچنے لگی کہ گارشا خلائی مخلوق کو کیسے تلاش کرے گی۔ گارشا نے اپنے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ جلدی سے باتھ روم میں گئی۔ وہاں سے جسم پر چھڑکنے والا پاؤڈر کا ڈبا اٹھایا اور دروازے کے آگے دو فیٹ جگہ پر سفید پاؤڈر چھڑک دیا۔ ڈبے کو باتھ روم میں رکھا اور دروازہ بند کر کے اپنے پلنگ کے نیچے گھس کر لکڑی کے فرش کا تختہ اٹھایا۔ نیچے ایک زینہ جاتا تھا۔ گارشا نے زینے پر اترنے کے بعد تختہ بند کر دیا۔ فرش برابر ہوگیا اور وہ زینے ہی میں سانس روک کر بیٹھ گئی۔

ادھر شوگن کو جب تہ خانے میں کسی اسٹور میں گارشا نظر نہ آئی تو وہ واپس ڈاکٹر سلطانہ کے کمرے میں آگیا۔ وہاں بتی بجھی ہوئی تھی اور سلطانہ پلنگ پر ایسے لیٹی تھی جیسے گہری نیند سو رہی ہو۔ جب کہ سلطانہ دراصل جاگ رہی تھی۔ شوگن نے سوچا کہ پلنگ کے ساتھ جو دروازہ ہے اسے کھول کر دیکھنا چاہیے۔ وہ خاموشی سے سلطانہ کے قریب سے گزرا۔ دروازے کو آہستہ سے کھولا اور گارشا کے کمرے میں داخل ہوگیا۔

سلطانہ نے واضح طور پر محسوس کیا کہ کوئی اس کے پلنگ کے قریب سے

گزرا ہے۔ پھر اُسے آہستہ سے دروازہ کھولنے کی آواز آئی۔ اُس نے ایک آنکھ کھول کر دیکھا۔ اندھیرے میں اسے کچھ نظر نہ آیا۔ شوگن تو غیبی حالت میں تھا۔ وہ اسے نظر آ بھی نہیں سکتا تھا۔ شوگن نے گارشا کے کمرے میں آتے ہی دروازہ آہستہ سے بند کر دیا۔ کمرے میں اندھیرا ہونے کے باوجود اسے خالی پلنگ اور دوسری چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ شوگن پلنگ کے پاس آ گیا۔ پلنگ پر گارشا نے بستر اس طرح ٹھیک کر دیا تھا جیسے وہاں کوئی نہیں سو رہا تھا۔ شوگن کو وہاں گارشا کے جسم کی خلائی شعاعیں بھی محسوس نہیں ہو رہی تھیں۔ وہ باتھ روم میں گیا۔ باتھ روم بھی خالی تھا۔ فرش کے نیچے زینے پر بیٹھی گارشا کو خلائی مخلوق کی شعاعیں بڑی قریب محسوس ہو رہی تھیں۔ اس نے دروازہ کھلنے کی آواز بھی سُن لی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ شوگن یا مارگن میں سے کوئی غیبی حالت میں کمرے میں داخل ہوا ہے۔ وہ خاموشی سے وہاں بیٹھی رہی۔ اسے قدموں کی چاپ بالکل سُنائی نہیں دے رہی تھی، کیوں کہ غیبی حالت میں ہونے کی وجہ سے شوگن کے پاؤں فرش پر بڑے ہلکے پڑ رہے تھے۔

شوگن کو جب یقین ہو گیا کہ وہاں گارشا نہیں ہے تو وہ وہاں سے چلا گیا۔ گارشا نے خلائی شعاعوں کو دور ہوتے محسوس کیا۔ پھر یہ شعاعیں بہت ہی ہلکی ہو گئیں کیوں کہ اس وقت شوگن تہ خانے سے نکل کر اس کے دروازے پر آ کر رک گیا تھا اور سوچنے لگا تھا کہ اب اُسے گارشا کو کہاں تلاش کرنا چاہیے کیوں کہ اس کے خیال میں گارشا سلطانہ کے خفیہ ٹھکانے پر بھی نہیں تھی۔ پہلے اُس نے سوچا کہ سلطانہ کو ہلاک کر دیا جائے۔ پھر خیال آیا کہ جب تک گارشا کو ہلاک نہیں کیا جاتا کسی دوسرے کو قتل کرنے کا کوئی

فائدہ نہیں۔ سلطانہ کو تو وہ جب چاہے موت کی نیند سلا سکتا ہے۔ اصل دشمن تو گارشا ہے۔

گارشا نے جب محسوس کیا کہ خلائی شعاعیں بہت مدھم پڑ گئی ہیں تو اس نے آہستہ سے فرش کا تختہ اٹھایا اور پلنگ کے نیچے سے باہر نکل آئی۔ باہر نکلتے ہی اُس نے دروازے کو آہستہ سے لاک کیا اور ٹیبل لیمپ روشن کر دیا۔ ٹیبل لیمپ کی روشنی میں اُسے دروازے کے پاس پاؤڈر پر ایک آدمی کے پاؤں کے نشان صاف نظر آئے۔ اُس نے جھک کر ان نشانوں کو غور سے دیکھا۔ یہ خلائی جوتوں کے نشان تھے۔ گارشا کا دل زور سے دھڑکا۔ اس کا شبہ ٹھیک نکلا تھا۔ یہ شوگن یا مارگن میں سے کوئی تھا۔ پھر اس کو خیال آیا کہ یہ شوگن ہی ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ شوگن خلائی سیارے کا بڑا ذہین اور تجربہ کار سائنس داں تھا اور اُسے ہی وہ خلائی فارمولا معلوم تھا جس پر عمل کرنے سے ایک انسان دوسروں کی نظروں سے اوجھل ہو سکتا ہے۔ گارشا سوچ میں پڑ گئی۔ شوگن بڑے خطرناک ہتھیار سے لیس ہو کر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا توڑ گارشا کے پاس بھی نہیں تھا۔ یہ بات گارشا بھی جانتی تھی کہ شوگن کو وہ طریقہ معلوم ہے جس سے گارشا مر سکتی تھی۔ اب وہ ضرور ایسا طریقہ اختیار کرے گا جس سے گارشا کی موت واقع ہو جائے۔ اسے اس کا توڑ دریافت کرنا ہوگا۔ گارشا سوچنے لگی کہ اس طرح تو شوگن اسے اپنی قاتلانہ سازش کا بڑی آسانی سے نشانہ بنا سکتا ہے۔ وہ تو اسے دیکھ بھی نہیں سکتی۔ اسے کیا کرنا چاہیے؟

ایک بات ثابت ہو گئی تھی کہ شوگن غائب ہے اور اس کی تلاش میں ہے۔ وہ اسے قتل کرنا چاہتا ہے اور مشکل یہ ہے کہ

وہ اسے دیکھ نہیں سکتی۔ گارشا کو اس خلائی فارمولے کا پتا تھا جس کے ذریعے وہ بھی غائب ہو سکتی تھی۔ مگر اس کے پاس اس فارمولے پر عمل کرنے کے لیے ضروری خلائی سائنسی سامان نہیں تھا۔ گارشا کو صرف ایک بات کی تسلی تھی کہ شوگن یا مارگن اس کے جسم کی شعاعیں محسوس نہیں کر سکتے۔ مگر شوگن اسے دیکھ سکتا تھا اور یوں وہ گارشا کی گردن کی ایک خاص رگ پر انگلی رکھ کر اُسے بے ہوش کر سکتا تھا۔ گارشا کو سب سے بڑا خطرہ یہی تھا کہ اگر کہیں وہ سو رہی ہوئی اور شوگن نے اس کی گردن کی رگ پر انگلی رکھ دی تو وہ بے ہوش ہو جائے گی اور پھر شوگن کے رحم و کرم پر ہوگی۔ شوگن اسے ہلاک کرنے کا طریقہ جانتا تھا۔

دوسری طرف شوگن کچھ دیر تہ خانے کے باہر دروازے کے پاس کھڑا رہا اور اس کے بعد شہر کے ویران ٹیلوں والے پرانے قبرستان کی طرف چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد گارشا نے محسوس کیا کہ شوگن کے جسم کی شعاعیں بھی غائب ہو گئی ہیں۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ وہاں سے دور جا چکا ہے۔ گارشا نے دروازہ کھول دیا۔ سلطانہ جاگ رہی تھی، مگر چپ تھی۔ گارشا نے کہا:

"اندر آ جاؤ سلطانہ۔"

سلطانہ گارشا کے کمرے میں آ گئی۔ گارشا نے اسے فرش پر بکھرے ہوئے سفید پاؤڈر پر لگے ہوئے شوگن کے خلائی جوتوں کے نشان دکھائے اور پھر ساری بات سمجھائی کہ کس طرح سے شوگن ایک خاص خلائی فارمولے پر عمل کر کے دوسروں کی نظروں سے غائب ہونے کی طاقت حاصل کر چکا ہے۔ سلطانہ بڑے غور سے فرش پر شوگن کے جوتوں کے نشان دیکھ رہی تھی۔ وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی:

"اس کا مطلب ہے کہ دشمن ہمارے گھر میں گھس آیا ہے۔"
نگارشا نے کہا، "اگر میں فرش کے نیچے خفیہ زینے میں نہ اتر جاتی تو میری جان خطرے میں پڑ سکتی تھی۔"

"پھر اب کیا ہوگا؟" سلطانہ نے پریشانی سے پوچھا۔
نگارشا بولی :

"یہ شوگن ہی ہے۔ میں نے اس کے جوتوں کو پہچان لیا ہے۔ اس نے تمھیں اور سوئی ہوئی تانیا کو کچھ نہیں کہا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ سب سے پہلے مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے، کیوں کہ میں ہی اس کی نمبر ایک دشمن ہوں اور انھیں خطرہ بھی مجھ سے ہی ہے۔ کیوں کہ میں اُن کی طرح کی خلائی مخلوق ہوں اور ان کی ساری چالوں کو سمجھتی ہوں۔ مجھے مار ڈالنے کے بعد وہ آزاد ہوں گے اور بڑی آسانی سے اس شہر میں تباہی پھیلا سکیں گے۔"

"تمھیں یہاں سے کسی دوسری جگہ چلا جانا چاہیے نگارشا" سلطانہ نے مشورہ دیا۔

"میں سمجھتی ہوں کہ اب تم اور تانیا بھی یہاں سے اپنے اپنے گھروں کو چلی جاؤ۔ تمھیں شوگن اور مارگن کچھ نہیں کہیں گے۔ وہ میرے پیچھے لگے ہیں۔ میں بھی انسپکٹر شہباز اور پروفیسر رضوی سے مشورہ کرنے کے بعد کسی دوسری جگہ چلی جاتی ہوں کیوں کہ شوگن نے یہ جگہ دیکھ لی ہے۔"

نگارشا نے اسی وقت انسپکٹر شہباز کو فون کر دیا۔

گارشا لوہے کے پائپ میں

انسپکٹر شہباز گہری نیند سو رہا تھا۔
ٹیلیفون کی گھنٹی کی آواز پر اُس کی آنکھ کھل گئی۔ دوسری طرف سے گارشا نے کہا، "انسپکٹر شہباز! میں گارشا بول رہی ہوں۔ خلائی دشمن شوگن کو میرے خفیہ ٹھکانے کا پتا چل گیا ہے۔ باقی باتیں میں بعد میں بتاؤں گی، میں یہاں سے فوراً نکل جانا چاہتی ہوں۔"
انسپکٹر شہباز ایک ہاتھ سے آنکھیں مل رہا تھا، بولا:
"خلائی دشمن شوگن؟ اسے کیسے پتا چل گیا کہ تم اس جگہ ہو؟"
"میں نے کہا نا کہ میں یہ باتیں بعد میں بتاؤں گی۔ اس وقت خطرہ ہے کہ وہ دوبارہ یہاں نہ آجائے۔" گارشا نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔ انسپکٹر شہباز بولا:
"تم اس وقت یہاں سے نکلیں تو وہ تمھیں دیکھ لے گا۔"
گارشا نے کہا، "وہ اس وقت آس پاس نہیں ہے۔ یہی موقع ہے میرے فرار ہونے کا۔ سلطانہ اور تانیا کو میں اُن کے گھر پہنچا رہی ہوں۔ ان کا بھی اب یہاں رہنا مناسب نہیں۔ شوگن کسی بھی وقت اُنھیں موت کی نیند سلا سکتا ہے۔"
انسپکٹر بولا، "ٹھیک ہے، میں گاڑی لے کر آرہا ہوں۔"

نگارشا نے فون بند کردیا۔ اُس نے سلطانہ سے کہا، "میرا خیال ہے تم دونوں بھی ابھی اپنے گھر نہ جاؤ بلکہ تمہیں کسی ہوسٹل میں بھجوادیتی ہوں آخر تم خطرے میں کیوں رہو؟"

سلطانہ نے کہا، "ہوسٹل...؟"

"ہاں۔" نگارشا بولی، "انسپکٹر شہباز اس کا بندوبست کردے گا۔ کسی کو شبہ بھی نہیں ہوسکے گا کہ تم وہاں رہ رہی ہو۔"

پندرہ منٹ بعد انسپکٹر شہباز گاڑی لے کر آگیا۔ تانیا کو بھی جگاکر سارے حالات بتادیے گئے۔ تینوں لڑکیاں انسپکٹر شہباز کی گاڑی میں سوار ہوگئیں اور وہ گاڑی اسٹارٹ کرکے لیڈیز پولیس کے ہوسٹل کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے سلطانہ اور تانیا کو لیڈیز پولیس کے آفیسرز ہوسٹل میں ٹھیرانے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیڈیز پولیس ہوسٹل کی سپرنٹنڈنٹ مس رضوانہ کو انسپکٹر شہباز نے بتایا کہ سلطانہ اور تانیا کچھ عرصے کے لیے ہوسٹل میں ٹھیریں گی اور ان کے بارے میں کسی کو سوائے اس کے کچھ نہیں بتایا جائے گا کہ یہ پولیس کے ایک اہم کیس کی خفیہ تفتیش کرنے کے لیے وہاں ٹھیری ہوئی ہیں۔ سب کو تاکید کردینا کہ وہ بھی کسی سے کوئی ذکر نہ کریں۔ سلطانہ اور تانیا کو شہر سے باہر ایک جھیل کے کنارے واقع لیڈیز پولیس ہوسٹل میں چھوڑ کر انسپکٹر شہباز نگارشا کو لے کر آگے بڑھا۔ اس نے نگارشا سے کہا:

"نگارشا! میری کوٹھی کے نیچے ایک تہ خانہ ہے۔ میرا خیال ہے وہ جگہ تمہارے لیے بالکل محفوظ رہے گی۔ میری نوکرانی تمہارا خیال رکھے گی۔ میری کوٹھی کافی بڑی ہے۔ تم رات کو اس کے باغ میں چل پھر بھی سکتی ہو۔"

نگارشا کچھ اور سوچ رہی تھی۔ اس کے دماغ میں اپنی خلائی

سائنس کے کئی ایک فارمولے چکر لگا رہے تھے جن کی مدد سے وہ شوگن کے غائب ہوجانے کا توڑ دریافت کرنا چاہتی تھی۔ اس نے کہا:

"میں وہیں رہ لوں گی مگر مجھے وہاں کچھ سائنسی دوائوں اور دوسرے آلات کی ضرورت ہوگی۔"

انسپکٹر شہباز نے کہا، "وہ سب کچھ تمہیں وہاں پہنچادیا جائے گا۔" انسپکٹر کو گارشا نے شوگن کے غائب ہوجانے کے بارے میں سب کچھ بتادیا تھا۔ وہ فکر مند ہوکر بولا:

"یہ شوگن غائب رہ کر تو شہر میں بڑی تباہی مچا سکتا ہے گارشا! اس کا کوئی توڑ دریافت ہونا چاہیے۔"

گارشا نے کہا، "میں اسی کوشش میں ہوں۔"

گارشا نے انسپکٹر کی کوٹھی کے نیچے جو تہ خانہ تھا اس میں اپنا بستر لگوالیا اور باقی رات خاموشی سے آرام کیا۔ دوسری طرف شوگن نے بھی رات ویران قبرستان میں گزار دی۔ یہاں خلائی مخلوق کا جو ہنگامی تہ خانہ بچ گیا تھا شوگن وہیں آگیا تھا۔ اس نے وہیں سے برازیل میں مارگن کو سگنل دیا اور سارے حالات بتاتے ہوئے کہا:

"تم تیار رہو۔ میں کسی وقت بھی تمہیں یہاں اپنے پاس بلا سکتا ہوں۔ گارشا کل نہیں تو پرسوں میرے قبضے میں آجائے گی۔"

اِدھر گارشا نے انسپکٹر کے تہ خانے میں کچھ ضروری سائنسی آلات اور دوسرا سامان منگواکر اپنے خلائی سائنسی فارمولوں پر کام شروع کردیا۔ دو دن گزر گئے۔ شوگن روزانہ قبرستان سے نکل کر گارشا کو شہر بھر میں تلاش کرتا پھرتا۔ مگر اسے کسی بھی جگہ گارشا کے جسم سے نکلنے والی شعاعیں محسوس نہ ہوتیں۔ تیسرے

دن گارشا ایک ایسی دوا ایجاد کرنے میں کامیاب ہوگئی جس کے دو قطرے آنکھوں میں ڈالنے سے آنکھوں سے اوجھل چیزیں نظر آجاتی تھیں۔ گارشا نے اپنی آنکھوں میں اس دوا کا ایک ایک قطرہ ڈالا اور سامنے والی دیوار کی طرف دیکھا۔ اسے دیوار کے دوسری طرف والے کمرے کی چیزیں نظر آنے لگیں۔ گارشا خوشی سے اچھل پڑی۔ اس نے انسپکٹر شہباز سے بھی اس نئی ایجاد کا ذکر نہ کیا۔ اس کا خیال تھا کہ کہیں انسپکٹر کی زبان سے یہ راز بے خیالی میں نکل نہ جائے۔ اسی رات گارشا نے ایک دوسرا اہم کام کیا۔ اس نے اپنے جسم میں ایک دوسرا انجکشن لگا لیا۔ اس انجکشن کے اثر سے یہ ہوا کہ اس کے جسم سے خلائی تابکاری کی شعاعیں پھر سے خارج ہونا شروع ہوگئیں۔ گارشا اس اس طرح سے شوگن کو اپنی طرف لانا چاہتی تھی تاکہ وہ یہ آزما سکے کہ کیا وہ شوگن کو غیبی حالت میں دیکھ سکتی ہے۔ انجکشن لگانے کے بعد گارشا انسپکٹر کے تہ خانے سے باہر نکل آئی۔

اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ گارشا کو معلوم تھا کہ شوگن رات کو ویران قبرستان میں ہی جاکر کسی جگہ چھپ جاتا ہے۔ گارشا نے جیپ نکالی اور سیدھی شہر سے باہر ویران قبرستان کی طرف روانہ ہوگئی۔ قبرستان کے دروازے سے باہر اس نے جیپ کھڑی کردی اور خود اس سے نکل کر باہر کھڑی ہوگئی۔

اس وقت شوگن قبرستان کے قریب ہی ہنگامی خلائی تہ خانے میں بیٹھا مارگن سے ریڈیو ٹرانسمیٹر پر بات کررہا تھا۔ اچانک گارشا کے جسم سے نکلنے والی خلائی شعاعیں اس کے جسم سے ٹکرائیں۔ اس نے چونک کر مارگن سے کہا، "مارگن!

ہے مجھے گارشا کے جسم کی تابکاری کا احساس ہو رہا ہے۔ وہ کہیں قریب ہی ہے۔ میں سگنل بند کرتا ہوں۔ میرے دوسرے پیغام کا انتظار کرو۔"

ریڈیو ٹرانسمیٹر بند کر کے شوگن جلدی سے تہ خانے سے باہر نکل آیا۔ مگر باہر اب گارشا کے جسم کی شعاعوں کا اثر مدھم پڑ گیا تھا۔ گارشا وہاں سے بچاس فیٹ دور ایک پرانی قبر میں چھپ گئی تھی۔ دوسرا انجکشن وہ اپنے ساتھ ہی لائی تھی۔ جس سے اس کے جسم کی شعاعیں نکلنی فوراً بند ہو جاتیں۔ وہ قبر کے سوراخ میں سے باہر قبروں کی طرف تک رہی تھی۔ خلائی مخلوق ہونے کی وجہ سے گارشا بھی اندھیرے میں دیکھ سکتی تھی۔

اچانک اسے ایک طرف سوکھے درختوں کے نیچے شوگن آتا دکھائی دیا۔ اس نے شوگن کو فوراً پہچان لیا۔ وہ خلائی سوٹ میں تھا۔ وہ غائب تھا مگر گارشا کو صاف نظر آرہا تھا، کیوں کہ گارشا نے خاص دوا کے قطرے اپنی آنکھوں میں ڈال رکھے تھے۔ شوگن کو قبر کی طرف آتے دیکھ کر گارشا نے جلدی سے اپنے بازو میں دوسرا انجکشن لگالیا۔ اس انجکشن کے لگتے ہی اس کے جسم سے تابکاری کی شعاعیں نکلنی بند ہو گئیں۔ جونہی شوگن کو گارشا کے جسم کی شعاعیں آنا بند ہوئیں وہ وہیں رک گیا اور قبروں کے درمیان کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر گردن گھما کر دیکھنے لگا۔ گارشا پرانی قبر کے اندر سے اُسے غور سے دیکھ رہی تھی۔ گارشا کو یقین تھا کہ شوگن اس وقت غیبی حالت میں ہی ہے، کیوں کہ اس کے جسم میں سے چھوٹے چھوٹے ایٹمی ذرات باہر نکل رہے تھے۔

شوگن یہی سمجھا کہ گارشا قبرستان میں آئی تھی اور اب شہر کی

طرف بھاگ گئی ہے۔ وہ جلدی سے ہوا میں اُچھلا اور شہر کی طرف آہستہ آہستہ اُڑنے لگا۔ گارشا نے اُسے ہوا میں اُچھل کر پرواز کرتے دیکھ لیا تھا۔ جب شوگن قبرستان کے درختوں کے اوپر سے ہوکر دُور چلا گیا تو گارشا تیزی سے قبر میں سے نکلی جیپ میں سوار ہوئی اور دوسری طرف سے ہوکر انسپکٹر شہباز کی کوٹھی کی طرف چل پڑی۔ شوگن فضا میں زمین سے پچاس فیٹ بلند ہوکر پرواز کر رہا تھا تاکہ اسے گارشا کی شعاعیں محسوس ہوجائیں۔ مگر گارشا جیسے زمین میں غائب ہوگئی تھی۔ اس کے جسم کی شعاعیں اسے کہیں بھی محسوس نہیں ہو رہی تھیں۔ پھر بھی وہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ گارشا دوسری سڑکوں پر سے ہوتی ہوئی اپنے تہ خانے میں پہنچ گئی۔ اسے بے حد خوشی ہوئی تھی کہ اس کا تجربہ کامیاب رہا ہے اور وہ اب ایک ماہ تک دوا کے خاص قطروں کی وجہ سے غائب شوگن کو دیکھ سکے گی اور وہ اس کے خلاف کوئی خفیہ حملہ نہ کر سکے گا۔ اس نے تہ خانے میں جاتے ہی سلطانہ کو اس کے ہوسٹل فون کیا اور اسے بتایا کہ میں نے دوائی کے قطرے ایجاد کر لیے ہیں جن کو آنکھوں میں ڈالنے سے میں غائب شوگن کو دیکھ سکتی ہوں۔ سلطانہ نے پوچھا:

"تمھیں کیسے یقین ہے کہ تمھاری ایجاد درست ہے؟"

گارشا نے سلطانہ کو سارا واقعہ سُنا دیا کہ اس نے شوگن کو قبرستان میں دیکھ لیا ہے۔ پھر بولی:

"صبح تم میرے پاس آنا۔ میں تمھیں اس دوا کے کچھ قطرے دوں گی۔ تم اور تانیا دونوں انھیں اپنی آنکھوں میں ڈال لینا، کیوں کہ شوگن تمھارے بھی پیچھے لگا ہوا ہے اور وہ تم دونوں کو بھی ہلاک کرنے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے اور تم اس کو شکل سے

پہچانتی بھی ہو۔ یہ دوا آنکھوں میں ڈالنے سے تم اپنے قاتل کو غیبی حالت میں بھی دیکھ کر اس سے اپنے آپ کو بچا سکو گی۔"

دوسرے دن سلطانہ اور تانیا بھی خفیہ طریقے سے گارشا کے پاس تہ خانے میں پہنچ گئیں۔ گارشا نے ان دونوں کی آنکھوں میں بھی دوا کے دو دو قطرے ڈال دیے۔ پھر کہا:
"کیا تم اس دیوار کے پیچھے دیکھ سکتی ہو؟"
تانیا اور سلطانہ نے دیکھا کہ دیوار کے پیچھے دوسرے کمرے کا سارا سامان نظر آرہا تھا۔ وہ تو حیران رہ گئیں۔ گارشا نے کہا، "اب تم خاموشی سے اپنے ہوسٹل واپس چلی جاؤ۔ اگر شوگن تمھیں نقصان پہنچانے کے خیال سے آیا تو کم از کم اسے دیکھ تو سکو گی اور اس کے حملے سے بچنے کے لیے کوئی قدم اٹھا سکو گی۔"

تانیا اور سلطانہ تھوڑی دیر بعد واپس چلی گئیں۔ اتفاق سے اس وقت شوگن انسپکٹر شہباز کی کوٹھی کے اوپر سے گزر رہا تھا۔ اس نے دو عورتوں کو اندھیری رات میں کوٹھی کے پچھلے دروازے سے باہر نکلتے دیکھا تو نیچے آگیا۔ اس نے سلطانہ اور تانیا کو فوراً پہچان لیا، مگر وہ چوں کہ ان کی جیب کے اوپر تھا اس لیے تانیا اور سلطانہ نے اسے نہ دیکھا۔ شوگن سمجھ گیا کہ اگر سلطانہ اور تانیا اس کوٹھی میں آئی ہیں تو گارشا ضرور اسی جگہ کہیں چھپی ہوئی ہوگی۔ دوسری طرف گارشا اپنی سہیلیوں کے جانے کے بعد بتی بجھا کر اپنے پلنگ پر لیٹ چکی تھی۔ وہ سخت تھک گئی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ وہ جلد سو جائے۔ چناں چہ لیٹنے کے بعد اسے

فوراً نیند آگئی۔نیند آجانے سے وہ شوگن کے جسم سے خارج ہونے والی خلائی شعاعوں کو محسوس نہ کرسکتی تھی۔ شوگن زمین پر اُتر آیا۔اُس نے دیکھا کہ کوٹھی کا پچھلا دروازہ اندر سے بند ہے۔ دروازہ کھولنا اس خلائی مخلوق کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اس نے ہاتھ دروازے پر رکھ کر ذرا سا زور لگایا اور اس کی کنڈی الگ ہوگئی۔ دروازہ کھل گیا۔ شوگن نے دیکھا کہ ایک زینہ نیچے جارہا ہے۔ وہ زینہ اُترنے لگا۔زینے میں اندھیرا تھا مگر شوگن کو سب کچھ نظر آرہا تھا۔زینہ اتر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آگیا۔ آگے پھر ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ شوگن نے دروازے پر ہاتھ رکھا۔ پھر ہاتھ نیچے کرلیا۔ دروازے کی کنڈی کے پاس ایک چھوٹا سا سوراخ تھا۔شوگن دیکھنا چاہتا تھا کہ اندر اگر گارشا ہے تو کہیں وہ جاگ تو نہیں رہی،کیوں کہ جاگتے ہوئے وہ بھی شوگن پر خلائی گن سے حملہ کرسکتی تھی۔ شوگن نے سوراخ میں سے دیکھا تو اس کے جسم میں ایک سنسنی دوڑ گئی۔

گارشا کو کمرے کے اندھیرے میں وہ پلنگ پر گہری نیند سوتے ہوئے صاف دیکھ رہا تھا۔اب بڑی احتیاط کی ضرورت تھی۔ گارشا کی آنکھ کھل سکتی تھی۔ شوگن نے بند دروازے کے اوپر اس جگہ ہاتھ رکھ دیا جہاں اندر کی جانب چٹخنی لگی ہوئی تھی۔ شوگن نے اس طریقے سے دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ چٹخنی کھل جانے کی صورت میں اُچھل کر واپس دروازے کے پٹ سے نہ ٹکرائے۔ ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ کنڈی اکھڑ گئی۔ شوگن وہیں ساکت ہوگیا۔ اُس نے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا۔ گارشا کو خبر تک نہ ہوئی تھی۔ وہ اسی طرح

گہری نیند سو رہی تھی۔ حال آنکہ گارشا پہلے کبھی اتنی گہری نیند نہیں سوئی تھی، مگر اس روز اس کی خواہش تھی کہ وہ خوب سوئے۔ شاید وہ اس لیے بھی مطمئن تھی کہ اب وہ غائب شوگن کو دیکھ سکتی تھی۔ مگر وہ یہ بھول گئی تھی کہ آدمی کو اپنے دشمن سے کبھی غافل نہیں رہنا چاہیے۔ دشمن کسی بھی وقت کسی بھی شکل میں حملہ کر سکتا ہے۔

شوگن کو جب اطمینان ہو گیا کہ گارشا جاگی نہیں بلکہ اسی طرح گہری نیند سو رہی ہے تو اُس نے آہستہ سے دروازے کا ایک پٹ کھولا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ اب دیر کرنا خود اس کی ہلاکت کا باعث ہو سکتا تھا۔ وہ دو تین لمبے لمبے قدم اُٹھا کر گارشا کے سرہانے کی جانب گیا اور جاتے ہی گارشا کی گردن کی ایک خاص رگ پر اپنی انگلی رکھ دی۔ اُنگلی کے رکھتے ہی گارشا کے جسم میں ایک کرنٹ سا دوڑ گیا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ شوگن کو بھی یقین تھا کہ گردن کی رگ پر اُنگلی رکھنے سے گارشا بے ہوش ہو گئی ہے۔ اُس نے گارشا کے دونوں ہاتھ پیچھے باندھے۔ اس کے منہ میں رومال ٹھونسا اور کندھے پر ڈال کر انسپکٹر شہباز کے تہ خانے سے باہر آگیا۔ باہر آتے ہی وہ فضا میں بلند ہو گیا۔

شوگن نے پہلے ہی سے وہ جگہ تاڑ رکھی تھی جہاں اُسے لوہے کے بند پائپ مل سکتے تھے۔ یہ جگہ شہر سے باہر لوہے کا ایک کارخانہ تھا۔ اس کارخانے کے احاطے میں بے شمار ایسے لوہے کے پائپ پڑے تھے جو ایک طرف سے بند تھے اور دوسری طرف سے کھلے تھے۔ ان کے ڈھکنے بھی وہیں رکھے ہوئے تھے۔ لوہے کے یہ سلنڈر ملک سے باہر سپلائی

کرنے کے لیے تیار کیے گئے تھے۔
شوگن بڑی تیزی سے پرواز کرتا اس کارخانے کے احاطے میں آکر اتر گیا۔ احاطے کے باہر ایک چوکیدار چل پھر کر پہرہ دے رہا تھا۔ وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد سیٹی بجاتا تھا۔ شوگن کو خیال آیا کہ یہ چوکیدار اس کے کام میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے اس نے بے ہوش گارشا کو وہیں ایک طرف زمین پر ڈالا اور خود چوکیدار کی طرف بڑھا۔ چوکیدار سیٹی بجاتا چل رہا تھا۔ شوگن نے جاتے ہی اس کی گردن کی رگ پر انگلی رکھ دی۔ چوکیدار وہیں بے ہوش ہوکر دھڑام سے گر پڑا۔ شوگن واپس گارشا کے پاس آیا۔ اس نے پائپ کے ڈھیروں میں سے لوہے کا ایک بڑا پائپ باہر کھینچا اور بے ہوش گارشا کو اس پائپ میں ڈال دیا۔ پھر پائپ کا ڈھکنا تلاش کر کے اس کا دوسرا منہ بھی بند کر دیا۔ اب گارشا لوہے کے پائپ میں بند ہو گئی تھی اور وہ ہوش میں آنے کے بعد ہزار کوشش کے باوجود اس پائپ سے باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ شوگن کے اندازے کے مطابق گارشا پائپ کے اندر زیادہ سے زیادہ ایک ڈیڑھ گھنٹے تک زندہ رہ سکتی تھی۔ اس کے بعد اس کا مرنا یقینی تھا۔
شوگن نے پائپ کندھے پر رکھا اور فضا میں پرواز کرتا ہوا سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ کنارے پر اترنے کے بجائے وہ پرواز کرتا کھلے سمندر میں نکل گیا۔ جب وہ کنارے سے کوئی ساٹھ ستر میل دور سمندر میں آگیا تو اس نے وہ لوہے کا پائپ جس میں گارشا بند تھی سمندر میں پھینک دیا۔ پائپ بھاری ہونے کی وجہ سے سمندر میں ڈوبنے لگا اور نیچے ہی نیچے اترنے لگا۔ شوگن نے پہلی بار ایک فاتحانہ قہقہہ لگایا اور ویران قبرستان

کی طرف مڑ گیا۔ قبرستان والے ہنگامی تہ خانے میں آتے ہی اُس نے مارگن کو وائرلیس پر ساری کارروائی سُنادی۔ مارگن بھی بڑا خوش ہوا اور بولا :

"چیف! تم نے کمال کر دکھایا۔ گارشا کی موت ہماری زندگی ہے۔ اب ہم اس دُنیا سے ایسا بھیانک انتقام لیں گے کہ انسانی نسل کی تباہی پر کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا۔ کیا میں تمہارے پاس آجاؤں؟"

شوگن نے مارگن سے کہا :

"نہیں، ابھی تمہارے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ گارشا کو ہم نے راستے سے ہٹا دیا ہے۔ اب میں سلطانہ اور تانیا کو ہلاک کرنے والا ہوں۔ اس کے بعد تم یہاں آجانا۔ پھر اس شہر کی تباہی کا باقاعدہ پروگرام بنا کر اس کی عمارتوں، پلوں اور کارخانوں کو اُڑانا شروع کر دیں گے۔ جب یہ شہر ختم ہو جائے گا تو پھر دوسرے شہر کا رُخ کریں گے۔ ابھی مجھے سلطانہ اور تانیا سے نمٹ لینے دو۔"

شوگن نے وائرلیس سیٹ بند کر دیا اور اسی وقت سلطانہ اور تانیا کی تلاش میں قبرستان سے نکل کر شہر کی طرف پرواز کر گیا۔ صبح ہونے والی تھی۔ کراچی شہر بیدار ہو رہا تھا۔ اس کی بڑی سڑکوں پر شہر کے باہر سے سبزی اور دوسرا سامان لانے والے بڑے بڑے ٹرک اور ٹریلر چلنے شروع ہو گئے تھے۔ شوگن غیبی حالت میں پرواز کر رہا تھا۔ اب اسے زمین سے صرف پچاس فیٹ بلند رہ کر پرواز کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ گارشا کا وہ اپنی طرف سے کام تمام کر چکا تھا۔ اب اس ملک میں اُس کے اپنے سوا دوسرا کوئی خلائی آدمی نہیں تھا۔ خلائی گن شوگن کی

پیٹھ سے لگی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر میں دن نکل آیا۔
شوگن ایک چھوٹے سے گراؤنڈ کے اوپر سے گزرا تو اسے کچھ عورتیں پولیس کی وردی پہنے گراؤنڈ میں پریڈ کرتی نظر آئیں۔ شوگن نیچے آگیا۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کون عورتیں ہیں۔ جو فوجی انداز میں پریڈ کر رہی ہیں۔ اصل میں یہ زنانہ پولیس ہوسٹل کا گراؤنڈ تھا اور یہاں رہنے والی پولیس افسر عورتیں صبح کو روزانہ پریڈ کرتی تھیں۔ اسی ہوسٹل میں سلطانہ اور تانیا بھی رہ رہی تھیں وہ تہ خانے میں نہیں بلکہ ہوسٹل کی دوسری منزل کے ایک کمرے میں ہی رہتی تھیں۔ اس وقت سلطانہ اور تانیا اپنے کمرے کی کھڑکی سے لگی زنانہ پولیس کی پریڈ کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ شوگن جونہی نیچے آیا تو اس کی نظر سلطانہ اور تانیہ پر پڑ گئی۔ وہ بے دھڑک ان کی طرف آگیا۔ اسے امید نہیں تھی کہ اتنی جلدی شکار مل جائے گا۔
دوسری طرف سلطانہ کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس کی آنکھوں میں گارشا کی خاص دوائی پڑی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس نے بھی شوگن کو دیکھ لیا تھا۔ تانیا نے گھبرا کر پوچھا:
"کیا ہوا؟"
سلطانہ یہ کہہ کر کمرے کی طرف بھاگی کہ "وہ دیکھو خلائی دشمن شوگن!" شوگن نے جب تانیا اور سلطانہ کو اپنی طرف گھورتے دیکھا تو فوراً سمجھ گیا کہ ان عورتوں نے اسے دیکھ لیا ہے۔ اب وہ انھیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ایک سیکنڈ کے اندر شوگن نے لیزر گن نکالی اور سلطانہ اور تانیا پر باری باری فائر کر دیا۔ تانیا تو بچ گئی اور سیڑھیوں کی طرف بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئی مگر سلطانہ نہ بچ سکی۔ خلائی گن کا

شعلہ اس کے جسم سے ٹکرایا اور وہ وہیں جل کر بھسم ہوگئی۔
شوگن کھڑکی کے راستے سے کمرے میں داخل ہوگیا اور تانیا کے پیچھے دوڑا مگر تانیا وہاں کہیں نہیں تھی۔ شوگن نے پولیس کا سارا ہوسٹل چھان مارا مگر تانیا اسے نہ مل سکی۔ شوگن وہیں ہوسٹل کے دروازے پر کھڑا رہا کہ تانیا باہر نکلے تو وہ اسے بھی ہلاک کرڈالے۔ مگر تانیا سیڑھیوں پر نیچے جانے کے بجائے ہوسٹل کی اوپر والی منزل پر چڑھ گئی تھی اور پانی کی ٹنکی کے پیچھے چھپی بیٹھی تھی۔ اس نے بھی شوگن کو دیکھ لیا تھا کہ وہ ہوسٹل کے دروازے پر کھڑا ہے۔ اگر گارشا نے تانیا کی آنکھوں میں خاص دوا کے قطرے نہ ڈالے ہوتے تو تانیا کبھی شوگن کو نہ دیکھ سکتی تھی۔ اب وہ دشمن سے ہوشیار تھی۔ وہ ٹنکی سے نیچے اُتری اور ہوسٹل کی سیڑھیوں پر سے ہوتی ہوئی ہوسٹل کے پچھلے دروازے سے نکل کر نوکروں کے کوارٹروں میں سے گزرتی سڑک پر آگئی۔ ایک خالی ٹیکسی پکڑی اور سیدھی گارشا کی طرف روانہ ہوگئی۔ اس وقت انسپکٹر شہباز جاگ چکا تھا اور اپنی کوٹھی کے برآمدے میں بیٹھا چائے کی پیالی سامنے رکھے اخبار پڑھ رہا تھا۔
تانیا نے جاتے ہی اسے سلطانہ کی موت کی دردناک خبر سُنائی اور سارا واقعہ بیان کردیا۔ انسپکٹر شہباز نے اخبار دوسری طرف رکھ دیا اور بولا:
"کیا تم سچ کہہ رہی ہو تانیا؟"

تابوت سمندر میں

تانیا نے جواب دیا:

"تم خود جاکر اپنی آنکھوں سے ہوسٹل کے کمرے میں سلطانہ کی جلی ہوئی لاش دیکھ سکتے ہو۔ شوگن میرے انتظار میں ہوسٹل کے گیٹ پر کھڑا ہے۔"

انسپکٹر شہباز جلدی سے اٹھا اور بولا:

"نیچے چلو۔ ہمیں گارشا کو اس کی خبر کرنی ہوگی۔"

وہ دونوں جلدی سے تہ خانے کو جانے والے دروازے پر آئے۔ دروازہ کھلا تھا۔ تانیا کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ جب کمرے میں گئے تو گارشا کا پلنگ خالی پڑا تھا۔ وہ وہاں پر نہیں تھی۔ تانیا بولی:

"انسپکٹر ضرور کوئی خطرناک بات ہوگئی ہے۔ شوگن ہماری گارشا کو اغوا کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے، تمھاری طرح گارشا بھی اسے دیکھ سکتی تھی۔" انسپکٹر شہباز نے کہا۔

تانیا بولی، "ہوسکتا ہے شوگن نے گارشا کو سوتے میں بے ہوش کردیا ہو۔ گارشا نے مجھے بتایا تھا کہ شوگن سوتے

میں اس کی گردن پر اُنگلی رکھ کر اسے بے ہوش کر سکتا ہے۔ اسی لیے وہ رات کو اکثر جاگتی رہتی تھی مگر لگتا ہے بدقسمتی گارشا کے سر پر منڈلا رہی تھی اور وہ سو گئی۔"

انسپکٹر شہباز نے اسی وقت لیڈیز پولیس ہوسٹل میں فون کر کے لیڈی سپرنٹنڈنٹ سے کہا کہ کمرا نمبر پندرہ میں جا کر دیکھو کیا سلطانہ موجود ہے؟ تھوڑی دیر بعد لیڈی سپرنٹنڈنٹ نے فون پر بتایا کہ کمرہ نمبر پندرہ میں سلطانہ تو نہیں ہے مگر وہاں ایک جلی ہوئی لاش پڑی ہے۔ سر ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ یہ قتل کیسے ہو گیا؟

انسپکٹر شہباز بولا:

"میں خود آرہا ہوں۔ اس کمرے میں کسی کو مت جانے دینا۔"

انسپکٹر شہباز نے فون بند کر کے تانیا کی طرف دیکھا اور کہا:

"تانیا، یہ تو بہت بُرا ہوا۔ گارشا کو شوگن نے اغوا کر لیا۔ ظاہر ہے گارشا کو بھی اُس نے زندہ نہیں چھوڑا ہو گا۔ اُس نے سلطانہ کو بھی ہلاک کر ڈالا۔"

تانیا نے کہا، "اور اب وہ میری تلاش میں ہے۔ وہ مجھے بھی راستے سے ہٹانا چاہتا ہے کیوں کہ ایک میں ہی وہ لڑکی باقی رہ گئی ہوں جو ان کے خلائی رازوں سے واقف ہے۔ مجھے قتل کرنے کے بعد وہ ہمارے ملک میں تباہی پھیلانے کے لیے آزاد ہوں گے۔"

انسپکٹر شہباز نے زمین پر زور سے پاؤں مار کر کہا:

"اللہ کی قسم، میں اس خلائی مخلوق کو تباہ کر دوں گا مگر اپنے ملک پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

تانیا نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:

"انسپکٹر! اس مخلوق کی طاقت کا تمھیں اندازہ نہیں ہے۔ ایک

گارشا ان کو منہ توڑ جواب دے سکتی تھی ۔اب وہ نہیں ہے۔ لیکن ہم مقابلہ کریں گے۔ ہم اس مخلوق کے ہر ناپاک منصوبے کو خاک میں ملادیں گے۔ ہمیں اپنے اللہ پر بھروسا ہے۔ ہم اپنی جان لڑادیں گے اور ان لوگوں کو ہمیشہ کے لیے نیست ونابود کردیں گے۔"

انسپکٹر شہباز نے کہا، "اس وقت شوگن ہوسٹل کے گیٹ پر موجود ہے۔ تمھیں میرے ساتھ نہیں جانا چاہیے، کیوں کہ صرف تم ہی ایک ایسی لڑکی رہ گئی ہو جو خلائی دشمن شوگن کو غیبی حالت میں بھی دیکھ سکتی ہے۔ مگر تم اس تہ خانے میں نہیں رہوگی کیوں کہ شوگن نے یہ تہ خانہ بھی دیکھ لیا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔"

انسپکٹر شہباز نے تانیا کو اپنے ساتھ جیپ میں بٹھایا اور اور شہر کی سڑکوں پر سے گزرتا ہوا اسے سمندر کے کنارے لائٹ ہاؤس پر لے آیا۔ یہ لائٹ ہاؤس چٹانوں کے اوپر بنا ہوا تھا۔ اس کے نیچے ایک تہ خانہ بھی تھا۔ انسپکٹر شہباز نے خود جاکر لائٹ ہاؤس کے چیف سے بات کی اور اس سے کہا کہ قومی سلامتی کا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ حکومت اپنی ایک پولیس افسر خاتون کو کچھ دنوں کے لیے تہ خانے میں چھپانا چاہتی ہے۔ انسپکٹر شہباز نے انسپکٹر جنرل آف پولیس سے بھی چیف کو ٹیلے فون کروادیا۔ آئی جی پولیس کے فون کرنے پر لائٹ ہاؤس کے چیف نے اجازت دے دی۔

انسپکٹر نے چیف سے کہا، "لیکن یہ بات آپ کسی کو بتائیں گے نہیں، یہ ایک نیشنل سیکریٹ ہے۔"

لائٹ ہاؤس کے چیف نے کہا، "انسپکٹر! ہم جانتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر کس طرح خاموشی اختیار کی جاتی ہے اور قومی راز کی کس طرح حفاظت کی جاتی ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ یہ بات کسی کو

معلوم نہیں ہوگی۔"

انسپکٹر واپس جیپ کی طرف گیا اور تانیا کو ساتھ لے آیا۔ اس نے چیف سے تانیا کا تعارف کروایا۔ لائٹ ہاؤس کے تہ خانے میں سہولت کی ہر شے موجود تھی۔ چیف نے تانیا سے کہا:

"بیٹی! تمھیں یہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہو گی۔ تمھیں کھانا میں خود پہنچاؤں گا۔ ویسے کمرے میں ریفریجریٹر بھی ہے اور مائیکرو چولہا بھی ہے جس پر تم کھانا وغیرہ گرم کر سکتی ہو۔"

تانیا کو لائٹ ہاؤس کے تہ خانے میں چھوڑکر انسپکٹر شہباز سیدھا ہوسٹل کی طرف بھاگا۔ جب اس کی جیپ ہوسٹل کے گیٹ میں سے گزری تو اُسے یاد آگیا کہ شوگن گیٹ کے پاس کھڑا ہوگا۔ مگر شوگن اس وقت وہاں نہیں تھا۔ جب شوگن کو احساس ہوگیا کہ تانیا وہاں سے فرار ہو چکی ہے تو وہ وہاں سے ہٹ گیا اور شہر میں اِدھر اُدھر پرواز کرتے ہوئے تانیا کو تلاش کرنے لگا۔ انسپکٹر سیدھا کمرا نمبر پندرہ میں گیا۔ پولیس پہلے سے وہاں موجود تھی۔ انسپکٹر نے دیکھا کہ سلطانہ کے کمرے کے فرش پر اس کی جلی ہوئی لاش کا ڈھانچا پڑا تھا۔ ڈھانچے کی بھی یہ حالت تھی کہ ہڈیاں تک تقریباً پگھل چکی تھیں۔ انسپکٹر نے حوالدار سے کہا، "قتل کا کیس درج کر دو۔ اس کی تفتیش میں خود کروں گا۔"

سلطانہ کی لاش کو سرکاری اعزاز کے ساتھ دفنا دیا گیا۔ سلطانہ کا کوئی بہن بھائی نہ تھا۔ وہ اکیلی ہی رہا کرتی تھی۔ انسپکٹر شہباز وہاں سے آئی جی پولیس کے دفتر کی طرف چلا گیا۔ انسپکٹر جنرل پولیس کو سارے حالات سے باخبر کیا۔ آئی جی پولیس نے شہر

کے نقشے کی طرف دیکھا جو دیوار پر لگا تھا۔ پھر انسپکٹر شہباز کی طرف گردن گھما کر کہا:

"انسپکٹر! ہم اس خلائی مخلوق کو ہرگز یہ اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہمارے شہریوں کی جان سے کھیلے۔"

انسپکٹر شہباز نے جواب دیا:

"سر! اس وقت ہماری اطلاع کے مطابق ہمارے شہر میں صرف ایک خلائی مخلوق ایسی ہے جس نے نگارشا کو اغوا کر کے سلطانہ کو ہلاک کر دیا ہے۔ اور اب تانیا کے پیچھے لگی ہے۔ اس کے بعد اس مخلوق کا پروگرام ہمارے شہر پر قیامت مچانے کا ہے۔ اس لیے ہمیں اسے اس سے پہلے ہی ختم کر دینا چاہیے۔"

آئی جی نے کہا، "ہمیں نگارشا کی تلاش کا کام بھی جاری رکھنا ہوگا۔ وہ خلائی لڑکی ہے اور خلائی مخلوق کی ساری کمزوریوں کو جانتی ہے۔"

انسپکٹر شہباز نے کہا، "سر! میں نے ذاتی طور پر نگارشا کی تفتیش کا کام اپنے ذمے لے لیا ہے۔ تانیا کو لائٹ ہاؤس کے تہ خانے میں محفوظ کر لیا ہے۔"

آئی جی پولیس نے کہا، "مگر انسپکٹر تمہاری رپورٹ کے مطابق تانیا ہی ایک ایسی عورت ہے جو خلائی دشمن "شوگن" کو غیبی حالت میں بھی دیکھ سکتی ہے۔ اس وجہ سے تو تمہیں اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہیے۔"

"سر!" انسپکٹر نے کہا، "شوگن اسے میرے ساتھ دیکھ کر حملہ کر سکتا ہے۔ میں صرف رات کے وقت تانیا کو ساتھ لے کر شوگن کے اصل ٹھکانے کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔"

آئی جی پولیس نے فیصلہ کن انداز میں کہا، "ٹھیک ہے انسپکٹر!

مجھے شہر کی سلامتی چاہیے۔ ہمیں بہت بڑے چیلنج کا سامنا ضرور ہے مگر مجھے تمھاری لیاقت کو دیکھتے ہوئے یقین ہے کہ تم اس خلائی مخلوق کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دوگے، انشاء اللہ!"

انسپکٹر شہباز نے آئی جی پولیس کو سلیوٹ کیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ یہاں سے سیدھا لائٹ ہاؤس کی طرف چلا تاکہ تانیا کو جا کر بتائے کہ وہ رات کے وقت اسے ساتھ لے کر شوگن کی تلاش میں نکلے گا تاکہ اس کے اصل ٹھکانے کا سراغ لگا کر ڈسے بم سے اڑا دیا جائے۔

انسپکٹر شہباز کو ہم تھوڑی دیر کے لیے یہیں چھوڑتے ہیں اور گارشا کی طرف چلتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ جب شوگن نے اسے لوہے کے پائپ میں بند کر کے کھلے سمندر میں لے جا پھینکا تو اس پر کیا بیتی۔

گارشا لوہے کے مضبوط پائپ میں بند تھی۔ وہ بے ہوش تھی۔ شوگن نے جب اسے کھلے سمندر میں پھینکا تو پائپ پہلے تو سمندر کی تہ میں اترتا چلا گیا مگر چوں کہ اس کے اندر گارشا کے ساتھ ہوا بھی بند تھی اس لیے آہستہ آہستہ اوپر اُٹھنے لگا مگر وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ سمندر کی سطح پر تو نہ آیا بلکہ سمندر کی تہ اور سطح کے درمیان ہی رہ گیا اور آہستہ آہستہ ایک طرف کو بڑھنے لگا۔

کچھ دیر بعد گارشا کو ہوش آگیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور اُٹھنے کی کوشش کی۔ وہ اسی خیال میں تھی کہ اپنے پلنگ پر سوئی ہوئی ہے لیکن بہت جلد اسے پتا چل گیا کہ وہ لوہے کے کسی گول پائپ میں بند ہے اور باہر نکلنے کی کوئی جگہ نہیں ہے گارشا فوراً سمجھ گئی کہ یہ کارروائی شوگن کی ہے۔ سوتے میں وہ

آیا، اسے بے ہوش کیا اور لوہے کے پائپ میں بند کرکے پانی میں پھینک گیا ہے۔ پانی کا اندازہ گارشا نے اس سے لگایا کہ پائپ دائیں بائیں اور اوپر نیچے ہو رہا تھا۔ گارشا کے پاس ایک اور طاقت بھی تھی جس کو استعمال کرنے کی کبھی نوبت نہیں آئی تھی۔

گارشا نے اپنی سانس روک لی۔ پائپ میں سے آکسیجن ساری کی ساری نکل چکی تھی۔ صرف نائٹروجن کی تھوڑی سی مقدار باقی رہ گئی تھی۔ گارشا کو اس نائٹروجن گیس سے کام لینا تھا۔ اس نے سانس روکے رکھا۔ وہ پانچ منٹ تک نائٹروجن کے بغیر زندہ رہ سکتی تھی۔ جب پانچ منٹ گزر گئے تو گارشا کے جسم کی رگیں پھولنے لگیں جیسے ابھی پھٹ جائیں گی گارشا نے منہ ناک بند رکھا۔ اب اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس کے پھیپھڑوں کی نائٹروجن گیس میں ایک طوفان برپا ہوگیا۔ تین منٹ بعد گارشا کے جسم سے بجلی کی سی شعاعیں نکل کر لوہے کے پائپ کی دیواروں سے ٹکرانے لگیں۔ ان شعاعوں کی طاقت بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ لوہے کے پائپ کے اندر بجلی کا کڑاکا گونجا اور پائپ ایک دھماکے کے ساتھ پھٹ گیا اور گارشا پائپ سے آزاد ہوکر سمندر میں ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے نیچے گہرے سبز پانی میں چٹانوں کی نوکیں نکلی ہوئی ہیں اور اوپر سے سورج کی بڑی کمزور سی روشنی آرہی ہے۔ قسم قسم کی مچھلیاں اس کے قریب سے ہوکر گزر رہی تھیں۔

گارشا کو یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی کہ اسے پائپ میں بند کرکے سمندر میں پھینکا گیا تھا۔ وہ اوپر کو اٹھنے لگی۔ پھر جب سمندر کی سطح پر سے اس نے سر باہر نکالا تو دیکھا کہ چاروں طرف

پانی ہی پانی ہے۔ آسمان پر سورج چمک رہا ہے۔ گارشا کو سمندر کی بڑی بڑی لہریں ایک طرف لیے جا رہی تھیں۔ وہ بے بس ہوکر لہروں پر بہی جا رہی تھی۔ پھر سورج شام کے وقت غروب ہوگیا اور رات ہوگئی۔ آسمان تاروں سے بھر گیا۔ گارشا نے اپنے آپ کو سمندری لہروں کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ جدھر چاہیں اُسے لیے جا رہی تھیں۔ گارشا نے آنکھیں بند کرلیں۔ نہ جانے وہ کتنی دیر اسی طرح آنکھیں بند کیے سمندری لہروں پر بہتی رہی۔ پھر اسے بادلوں کی گرج سُنائی دی۔ اُس نے آنکھیں کھول دیں۔

آسمان کے تارے گھنے تاریک بادلوں میں چھُپ گئے تھے۔ اچانک بجلی کوندی۔ ایک کڑاکا گونجا اور بہت بڑی سمندری لہر نے گارشا کو اُٹھا کر کئی میل آگے دھکیل دیا۔ گارشا پانی کے اندر چلی گئی تھی۔ جب وہ ہاتھ پاؤں چلاتی سمندر کی سطح پر آئی تو اُس نے دیکھا کہ سمندر میں جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی کتنی ہی چٹانیں اُبھری ہوئی ہیں اور وہ اُن کے درمیان گھر چکی ہے۔ وہ تیرتی ہوئی ایک چٹان پر چڑھ گئی۔ یہاں گھُپ اندھیرا تھا۔ بارش شروع ہوگئی تھی۔ بجلی چمک رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ گارشا ایک چٹان سے دوسری چٹان پر آگئی۔ اس چٹان کا پتھر کافی چوڑا تھا۔ گارشا نے چٹانی دیواروں کو غور سے دیکھا۔ اُسے سوائے سیاہ اُبھرے ہوئے نوکیلے پتھروں کے اور کچھ دکھائی نہ دیا۔ وہ ان پتھروں کو پکڑتی ہوئی دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھی تو وہاں ایک تنگ سا راستہ چٹان کے اندر جا رہا تھا۔ گارشا ایک پل کے لیے رُک گئی۔ اسے تنگ شگاف کے اندر سے ایک ایسی بُو آتی محسوس ہوئی جو اُس کے لیے نئی نہیں تھی۔ وہ اس بُو سے بڑی مانوس تھی۔

وہ سنبھل سنبھل کر قدم اُٹھاتی شگاف کے اندر چلنے لگی۔ شگاف کے اندر ایک تنگ و تاریک سُرنگ تھی جو آہستہ آہستہ نیچے جارہی تھی۔ پھر راستہ سیدھا ہوگیا۔ اس تاریکی میں بھی گارشا کو چٹانی سُرنگ کی پتھریلی دیواریں نظر آرہی تھیں۔ پھر چھت اونچی ہوگئی اور ایک جگہ اوپر سے پانی کے ٹپکنے کی آواز آنے لگی۔ چھت کے پتھروں میں سے پانی کی بوندیں نیچے چھوٹے سے تالاب میں گر رہی تھیں۔ گارشا تالاب کے کنارے سے گزر گئی۔ اب اسے وہ خاص قسم کی بُو زیادہ تیز آنے لگی تھی۔ وہ بڑی حیران تھی کہ یہ بُو یہاں کہاں سے آگئی ہے۔ وہ رُک گئی۔ آگے سُرنگ بند ہوگئی تھی۔ سامنے پتھر کی دیوار تھی۔ گارشا نے دیوار کے ساتھ جُھک کر دیکھا۔ یہ خاص قسم کی بُو اس دیوار کی دوسری طرف سے آرہی تھی۔

گارشا نے دیوار میں پتھروں کو ٹٹولا۔ ایک جگہ پتھر اپنی جگہ سے ہلا ہوا تھا۔ گارشا نے تھوڑا سا زور لگایا اور پتھر کی سِل باہر نکل آئی۔ پھر دوسری اور تیسری سِل بھی باہر نکل آئی۔ خاص قسم کی تیز بُو اندر سے آرہی تھی۔ گارشا نے سر اندر ڈال کر دیکھا۔ اندر ایک دالان تھا۔ پتھر کے تین ستون کھڑے تھے۔ ان کے درمیان چبوترا بنا ہوا تھا۔ چبوترے پر ایک تابوت رکھا تھا۔ گارشا اندر داخل ہوگئی۔

یہ خاص قسم کی بُو تابوت کے اندر سے آرہی تھی۔ گارشا نے تابوت کو ہاتھ لگایا۔ وہ خاص قسم کی دھات کا بنا ہوا تھا۔ یہ دھات صرف خلائی سیاروں میں ہی پائی جاتی تھی۔ تابوت پر ایک تحریر لکھی تھی۔ گارشا نے اُسے پڑھنے کی کوشش کی مگر وہ کسی ایسی خلائی زبان کی تحریر تھی جسے گارشا بھی نہ پڑھ سکی۔ اس

سے نے تابوت کو کھولنے کی کوشش شروع کی۔ تابوت کا ڈھکنا لگتا تھا کہ ایک مدت سے بند پڑا ہے۔ لیکن گارشا کی خلائی طاقت نے اس کا ساتھ دیا اور وہ ہلکی سی چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ اندر سے آسی خلائی بو کا ایک بھپکا نکل کر گارشا کے چہرے کو چھوتا ہوا گزر گیا۔

گارشا پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اس نے تابوت میں جھک کر دیکھا۔ تابوت کے اندر جگہ جگہ تکونے پھول لگے تھے۔ یہ پھول ایسے تھے کہ ان کے درمیان گھنٹے کی چھوٹی چھوٹی سوئیاں بھی تھیں جو حرکت نہیں کر رہی تھیں۔ گارشا نے انھیں غور سے دیکھا۔ وہ خود خلائی سائنس داں تھی۔ وہ ان پھولوں اور اُن کی سوئیوں کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔ ان کے نیچے کسی اجنبی سیارے کی خلائی زبان میں کچھ لکھا بھی ہوا تھا جو گارشا کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

گارشا تابوت میں اُتر گئی، اس خیال سے کہ وہ تابوت کے اندر آرام سے بیٹھ کر ان خلائی آلات کا مطالعہ کرے اور اُنھیں سمجھنے کی کوشش کرے۔ اتنا وہ سمجھ گئی تھی کہ شاید ہزاروں یا سیکڑوں برس پہلے وہاں کوئی خلائی مخلوق اُتری ہوگی۔ اس مخلوق نے ان چٹانوں میں اپنی لیباریٹری بنائی ہوگی۔ پھر کسی وجہ سے یہ خلائی مخلوق وہاں صرف ایک تابوت چھوڑ کر واپس اپنے سیارے پر چلی گئی اور دوبارہ نہ آئی۔ گارشا اس معمّے کو حل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ تابوت کافی بڑا تھا۔ گارشا صرف اتنا ہی سمجھ سکی کہ پھولوں اور سوئیوں کا تعلق وقت سے ہے۔ یہ جس سیارے کی مخلوق کا تابوت تھا اسی سیارے کے وقت کا حساب وہاں رکھا گیا تھا۔ گارشا نے ایک پھول کو اپنی جگہ سے

ہلانے کی کوشش کی تو وہ اُکھڑ کر نیچے گر پڑا اور اس کے ساتھ ہی دوسرے پھولوں کے اوپر جو گھڑی کی سوئیاں لگی ہوئی تھیں وہ چلنے لگیں۔

گارشا نے سر نیچے کر کے پھول والی خالی جگہ کے سوراخ میں آنکھ لگادی کہ دیکھے شاید اس کے پیچھے کچھ ہو۔ اس کے ساتھ ہی بجلی کا کڑاکا ہوا اور تابوت کا ڈھکنا تابوت کے اوپر گر پڑا۔ تابوت بند ہوگیا۔ گارشا نے جلدی سے دونوں ہاتھ اٹھاکر تابوت کو کھولنا چاہا مگر تابوت کا ڈھکنا تو جیسے چٹان کی طرح سخت ہوگیا تھا۔ تابوت ہلنے لگا۔ پھر ایک کڑاکے کی آواز کے ساتھ جیسے وہ چبوترے سے اُکھڑ گیا۔

گارشا کو تابوت کے اندر دھچکے لگ رہے تھے۔ وہ جلدی سے بالکل سیدھی ہوکر لیٹ گئی۔ اس کی آنکھیں اندھیرے میں پھول پر گھومتی ہوئی سوئیوں پر جمی تھیں۔ سوئیاں تیزی سے پیچھے کی طرف حرکت کر رہی تھیں۔ تابوت برابر ڈول رہا تھا۔ گارشا کو یوں محسوس ہوا جیسے تابوت فضا میں بلند ہوکر سُرنگ سے باہر نکل رہا ہے۔ وہ کئی بار سُرنگ کی دیواروں سے بھی ٹکرایا۔ پھر تابوت کا ڈولنا اور ہچکولے کھانا بند ہوگیا۔ گارشا سمجھ گئی کہ تابوت چٹانی غار سے باہر کھلی فضا میں آگیا ہے۔ اسے باہر بادلوں کی گرج اور تابوت پر گرتی بارش کی آواز سُنائی دے رہی تھی۔

پھر تابوت سمندر میں گر گیا۔ بارش کی آواز آنی بند ہوگئی۔ گارشا نے اندازہ لگا لیا کہ تابوت سمندر کے اندر جارہا ہے۔ کچھ دیر تک تابوت پانی کے اندر اترتا چلا گیا۔ پھر رُکا اور اُس نے ایک طرف تیرنا شروع کردیا۔ گارشا عجیب مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ ایک بار پھر اس نے اپنی خاص خلائی طاقت

سے کام لے کر تابوت سے نکلنے کی کوشش شروع کردی۔ اس نے اپنا سانس کچھ منٹ تک روکے رکھا۔ پھر اپنے پھیپھڑوں کا پورا زور لگایا مگر اس کے جسم سے کوئی بجلی کی لہر نکل کر تابوت کی دیواروں سے نہ ٹکرائی۔ گارشا پر یہ حقیقت بھی کھل گئی کہ چوں کہ یہ تابوت کسی دوسرے خلائی سیارے کی دھات سے بنایا گیا ہے اس لیے اس پر گارشا کی خلائی طاقت کا اثر نہیں ہوگا۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں اور اپنے آپ کو تابوت کے حوالے کر دیا کہ جہاں چاہے لے جائے۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

کتنی ہی دیر تک تابوت سمندر میں ایک طرف تیرتا رہا۔ پھر اس نے دائرے میں گھومنا شروع کردیا۔ گارشا نے آنکھیں بند کرلیں۔ تابوت یوں گھوم رہا تھا جیسے کسی سمندری بھنور میں پھنس گیا ہو۔ اس کے بعد وہ اوپر اُٹھنے لگا۔ ایک خاص جگہ پر پہنچ کر تابوت ٹھہر گیا اور جیسے کسی پتھر سے ٹکرا کر رُک گیا۔ گارشا نے باہر کان لگا دیے۔ اسے پرندوں کی آواز آرہی تھی۔ اسے یقین ہو گیا کہ تابوت سمندر کے کنارے کسی جگہ رُکا ہوا ہے۔ گارشا نے ایک بار پھر تابوت کا ڈھکنا اُٹھانے کے لیے زور لگایا مگر ناکام رہی۔

وہ مایوس ہوکر تابوت میں سیدھی لیٹی رہی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں کہ ایک دم اُسے گڑگڑاہٹ کی آواز سُنائی دی۔ اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ تابوت کا ڈھکنا اپنے آپ کھل رہا تھا۔ اور اندر گلابی گلابی روشنی آنے لگی تھی جیسے کہ سورج غروب ہو رہا ہو۔ تابوت پورا کھل چکا تو گارشا اس میں سے باہر نکل آئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ وہ سمندر کے بجائے ایک

دریا کے کنارے پر ہے۔ آس پاس خشک ٹیلے پھیلے ہوئے ہیں۔ ان ٹیلوں پر خشک جھاڑیاں اُگی ہوئی ہیں۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ آسمان پر گلابی روشنی پھیل رہی تھی۔ قریب ہی ایک درخت تھا جس پر کوئی پرندہ بول رہا تھا۔ گارشا نے پلٹ کر دیکھا۔ تابوت دریا کے پانی میں ڈوب رہا تھا۔ وہ اسے روکنے کے لیے آگے بڑھی مگر تابوت دریا میں ڈوب چکا تھا۔ گارشا کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس جگہ پر ہے۔ وہ ایک طرف چل پڑی۔ ٹیلوں کے درمیان سے گزر کر ایک کھلی جگہ پر آئی تو سامنے سے چھ سات گھڑ سوار آتے نظر آئے۔ گارشا وہیں رک گئی۔

دیوار میں چن دو

گارشا جلدی سے ٹیلے کی اوٹ میں ہو گئی۔
مگر گھڑ سواروں نے اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ گھوڑے دوڑاتے آئے اور انھوں نے گارشا کو گھیر لیا۔ انھوں نے عجیب قسم کا لباس پہن رکھا تھا۔ رنگ گہرے سانولے تھے اور آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ سروں پر نیلی بڑی بڑی پگڑیاں تھیں۔ ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ گارشا نے ایک پل کے لیے سوچا کہ یہ لوگ بندوقوں کے بجائے تلواریں کیوں لیے ہوئے ہیں؟ ایک گھڑ سوار نے تلوار اٹھا کر کہا:
"اسے اٹھا کر گھوڑے پر ڈال دو۔"
گارشا چونکی، کیوں کہ یہ زبان وہ تھی جو برصغیر کے اس علاقے میں کم از کم ڈھائی ہزار سال پہلے بولی جاتی تھی۔ گارشا کا ماتھا ٹھنکا کہ ضرور وقت کے سلسلے میں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ ان لوگوں کی اسے کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ لوگ گارشا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ انھیں معلوم ہی نہیں تھا کہ گارشا میں کتنی طاقت ہے۔ گارشا نے سوچا کہ ان لوگوں کے ساتھ کم از کم وہاں سے نکل جانا چاہیے تاکہ پتا چل سکے کہ وہ کس ملک میں ہے اور کس زمانے میں ہے۔

یہ ڈاکوؤں کا ایک گروہ تھا جس کا کام عورتوں کو پکڑ کر کنیز بنا کر امیروں کے ہاں فروخت کر دینا تھا۔ دو ڈاکوؤں نے گارشا کو بازوؤں سے پکڑ کر ایک خالی گھوڑے پر بٹھایا اور گھوڑے دوڑاتے آگے نکل گئے۔

گھڑ سوار ڈاکو ایک کچی سڑک پر گھوڑے دوڑاتے چلے جا رہے تھے۔ راستے میں کہیں بجلی یا ٹیلی فون کے تار بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ اگرچہ گارشا کے پاس خلائی گن نہیں تھی۔ پھر بھی اس کے پاس اتنی خلائی طاقت تھی کہ وہ ان ڈاکوؤں کا اچھی طرح مقابلہ کر سکتی تھی۔

راستے میں خشک درختوں اور سوکھی جھاڑیوں کا ایک جنگل سا آ گیا۔ یہاں ان ڈاکوؤں کا خفیہ ٹھکانا تھا۔ یہاں ان سب نے رات گزاری۔ گارشا کو ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔ دوسرے دن منہ اندھیرے اُسے لے کر پھر سفر پر چل پڑے۔ شام کو دور سے گارشا کو ایک شہر کی دیوار نظر آئی۔ ان ڈاکوؤں کی گفتگو سے گارشا نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ ماضی کے زمانے میں چلی آئی ہے۔ مگر اسے یہ ابھی تک علم نہیں ہو سکا تھا کہ وہ تاریخ کے کون سے زمانے میں آ گئی ہے۔ دیوار پر جگہ جگہ مشعلیں جل رہی تھیں۔ ڈاکوؤں نے گارشا کو ایک باغ میں چھپا دیا۔ ایک ڈاکو کو شہر کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ وہ اپنے ساتھ ایک آدمی کو لے کر آیا جو پالکی میں سوار تھا۔ پالکی چار غلاموں نے اٹھا رکھی تھی۔ اس نے لال پگڑی باندھ رکھی تھی۔ گلے میں ہیرے جواہرات کی مالا تھی۔ وہ ایک ہندو جاگیردار تھا۔ ڈاکوؤں نے گارشا کو اس کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ وہ گارشا کو لے کر شہر کے اندر اپنی حویلی میں چلا آیا اور اسے حکم دیا کہ آج سے تم ہماری کنیز ہو۔ دوسری کنیزوں کے ساتھ مل کر حویلی کا

سارا کام کیا کردگی۔ گارشا نے کوئی جواب نہ دیا اور وہاں کام کرنے لگی۔ بہت جلد اسے پتا چل گیا کہ وہ راجا پورس کے شہر میں ہے جس کو سکندر اعظم نے فتح کرنے کے بعد پورس کے حوالے کر دیا ہے۔ صرف اس پر نگرانی کے لیے اپنے سالار سلیوکس کو مقرر کر دیا ہے۔

گارشا پر ابھی تک یہ بھید نہیں کھلا تھا کہ عمران اور شیبا بھی اسی شہر میں ہیں اور انھیں سکندر اعظم کے حکم سے قلعے کے نیچے ایک تہ خانے میں قید کر دیا گیا ہے۔ قید خانے میں آئے ہوئے عمران اور شیبا کو یہ چوتھا دن تھا۔ انھوں نے کچھ نہیں کھایا پیا تھا۔ سکندر اعظم کا حکم تھا کہ انھیں کھانے پینے کو کچھ نہ دیا جائے۔ جب بھوک پیاس ستائے گی تو خود بخود اس طلسم کا راز بتادیں گے جس کی مدد سے اُن پر تیر اور تلوار کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ سکندر اعظم یہی سمجھ رہا تھا کہ عمران اور شیبا کے پاس ضرور کوئی طلسم ہے ورنہ دنیا میں ایسا کہاں ہوتا ہے کہ ایک آدمی کے سینے پر تیروں کی بارش ہو اور اس پر کوئی اثر نہ ہو، وہ زندہ رہے۔ چوتھے روز قید خانے کے داروغہ نے سکندر اعظم کو بتایا کہ عمران اور شیبا پر بھوک پیاس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ بالکل پہلے دن کی طرح ٹھیک ٹھاک ہیں۔ اسے کیا معلوم تھا کہ ان دونوں نے خلائی گولیاں کھالی ہیں جس کی وجہ سے انھیں مزید دو مہینے تک بھوک پیاس نہیں لگ سکتی تھی۔ سکندر اعظم نے کچھ حیران ہوکر اپنے جرنیل سلیوکس کی طرف دیکھا۔ سلیوکس پہلے ہی عمران اور شیبا سے متاثر تھا۔ وہ کہنے لگا:

"سکندر! ان کو رہا کر دو۔ ان کے اندر کوئی روحانی طاقت ہے، طلسم وغیرہ نہیں۔"

مگر سکندر اعظم بے حد ضدی تھا۔ کبھی کبھی اس پر ایسی ضد سوار ہوتی تھی کہ وہ سب کچھ بھول جاتا تھا۔ اس کو غصہ آگیا۔ وہ غضب ناک ہوکر بولا:

"ان دونوں کو دیوار میں زندہ چُن دیا جائے۔"

سلیوکس نے سکندر کو اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی تو سکندر نے اسے بھی ڈانٹ کر چپ کر دیا۔ سلیوکس جانتا تھا کہ ایسے موقعوں پر سکندر کبھی اپنا فیصلہ نہیں بدلا کرتا۔

اسی وقت شاہی محل کے سامنے میدان میں ایک چھوٹی سی چار دیواری کھڑی کر دی گئی۔ پھر عمران اور شیبا کو لاکر اس کے اندر ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد چھت پر پتھر رکھ کر اسے گارے سے بند کر دیا گیا۔ اب عمران اور شیبا دیوار میں زندہ چُن دیے گئے۔ سکندر اعظم نے حکم دیا کہ اس چار دیواری کے باہر یہ کتبہ لکھ کر لگا دیا جائے کہ اس دیوار کے اندر وہ لڑکی اور لڑکا زندہ دفن ہیں جنھوں نے سکندر کا حکم نہیں مانا تھا۔

چناں چہ اسی وقت ایک پتھر پر یہ کتبہ لکھ کر دیوار پر لگا دیا گیا۔ دوسرے روز سکندر اعظم اپنی فوج کے ساتھ ملک بابل کی طرف روانہ ہوگیا؛ کیوں کہ اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ پیچھے سلیوکس رہ گیا۔ مگر وہ چار دیواری کو گرا نہیں سکتا تھا، کیوں کہ یہ سکندر کے حکم سے بنائی گئی تھی اور سکندر کے حکم کے خلاف کام کرنے کی کسی میں جرأت نہیں تھی۔

تین دن گزر گئے۔ عمران اور شیبا بند چار دیواری کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ چوں کہ وہ مر نہیں سکتے تھے اس لیے زندہ تھے۔ سارے شہر میں یہ خبر پھیل گئی کہ سکندر کے حکم سے ایک لڑکی اور لڑکے کو دیوار میں زندہ چنوا دیا گیا ہے۔ یہ خبر جاگیر دار کی حویلی

میں گارشا نے بھی سُنی۔ اُسے یہ تو معلوم ہی تھا کہ عمران اور شیبا پرانے زمانے میں جا چکے ہیں۔ اس نے سوچا کہ کہیں یہ وہی دونوں تو نہیں ہیں۔ ایک دن وہ بازار سے سودا سُلف لانے کے بہانے اُس جگہ پر آگئی جہاں چار دیواری کھڑی تھی۔ گارشا نے دیوار پر لگا کتبہ پڑھا۔ اس سے کچھ پتا نہ چلتا تھا کہ اندر جو لڑکی لڑکا بند ہیں اُن کے نام کیا ہیں۔ گارشا نے ایک دکان دار سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا:

"بی بی! کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں لڑکی لڑکا جادوگر تھے۔ ان پر تیر تلوار کا اثر نہ ہوتا تھا۔ سکندر نے کہا کہ مجھے یہ جادو بتادو۔ لڑکی لڑکے نے انکار کردیا۔ سکندر نے اُنھیں دیوار میں چنوادیا۔"

گارشا کا ماتھا ٹھنکا کہ ہو نہ ہو یہ عمران شیبا کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ وہی مر نہیں سکتے کیوں کہ وہ اگلے زمانے سے ماضی میں آئے ہیں اور جو آگے کے زمانے سے ماضی میں آئے وہ مرے گا نہیں۔

اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ رات کو وہاں آئے گی۔ چناں چہ جب رات کے وقت حویلی میں سب لوگ سوگئے تو گارشا سیاہ لبادہ اوڑھ کر حویلی سے نکلی اور سیدھی چوک میں آگئی۔ دیوار کے پاس ایک یونانی سپاہی پہرے پر موجود تھا مگر وہ سو رہا تھا۔ گارشا نے دیوار کے ساتھ منھ لگا کر آہستہ سے آواز دی:

"عمران، شیبا، کیا اندر تم ہو؟ میں گارشا ہوں۔"

چار دیواری کے اندر عمران اور شیبا نے گارشا کی آواز فوراً پہچان لی اور بہت خوش ہوئے۔ عمران نے اندر سے آواز دی:

"گارشا! ہاں، یہ ہم ہیں۔ مگر سخت گھبرائے ہوئے ہیں۔ اللہ کے لیے ہمیں اس زندہ قبر سے باہر نکالو۔"

گارشا نے آہستہ سے منہ دیوار سے لگاکر کہا:
"گھبراؤ نہیں، میں تمہیں نکالنے کی کوشش کرتی ہوں"
شیبا کی آواز آئی،" گارشا! تم ماضی کے زمانے میں کیسے آگئیں؟"
گارشا نے کہا،" خاموش رہو، بعد میں بتاؤں گی"
پھر اس نے ایک جگہ اینٹ پر اپنا ہاتھ رکھا اور زور سے دبایا۔ کڑاک کی آواز کے ساتھ اینٹ ٹوٹ گئی۔ اس آواز پر یونانی پہرے دار جاگ گیا۔ اس نے ایک عورت کو دیوار اکھاڑنے کی کوشش کرتے دیکھا تو اس کی طرف لپکا۔ گارشا نے کہا،" خبردار جو مجھے ہاتھ لگایا"
مگر یونانی سپاہی پر بھلا اس کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ اس نے گارشا کو پکڑ لیا اور پھر شاہی محل میں سلیوکس کے سامنے لے جاکر پیش کردیا۔ سلیوکس اس وقت اپنے ایک مشیر کے ساتھ بیٹھا سرکاری معاملات پر بات کررہا تھا۔ یونانی سپاہی نے سلام کیا اور گارشا کو زمین پر پھینک کر بولا:
"حضور! یہ عورت چار دیواری کو توڑنے کی کوشش کررہی تھی"
سلیوکس نے گارشا کو گھور کر دیکھا اور پوچھا:
"اے عورت، تو کون ہے اور دیوار کو کس لیے توڑ رہی تھی؟"
گارشا اُٹھ کر کھڑی ہوگئی اور بولی:
" پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کیا تم نے اپنے سپاہیوں کو یہ اخلاق نہیں سکھایا کہ عورتوں سے کس طرح کا برتاؤ کیا جاتا ہے؟"
سلیوکس نے سپاہی کو اشارے سے باہر جانے کو کہا۔ سپاہی چلا گیا تو سلیوکس گارشا کے قریب آگیا۔" کون ہو تم؟"
گارشا نے کہا،" میں عمران اور شیبا کی بہن ہوں اور انھیں
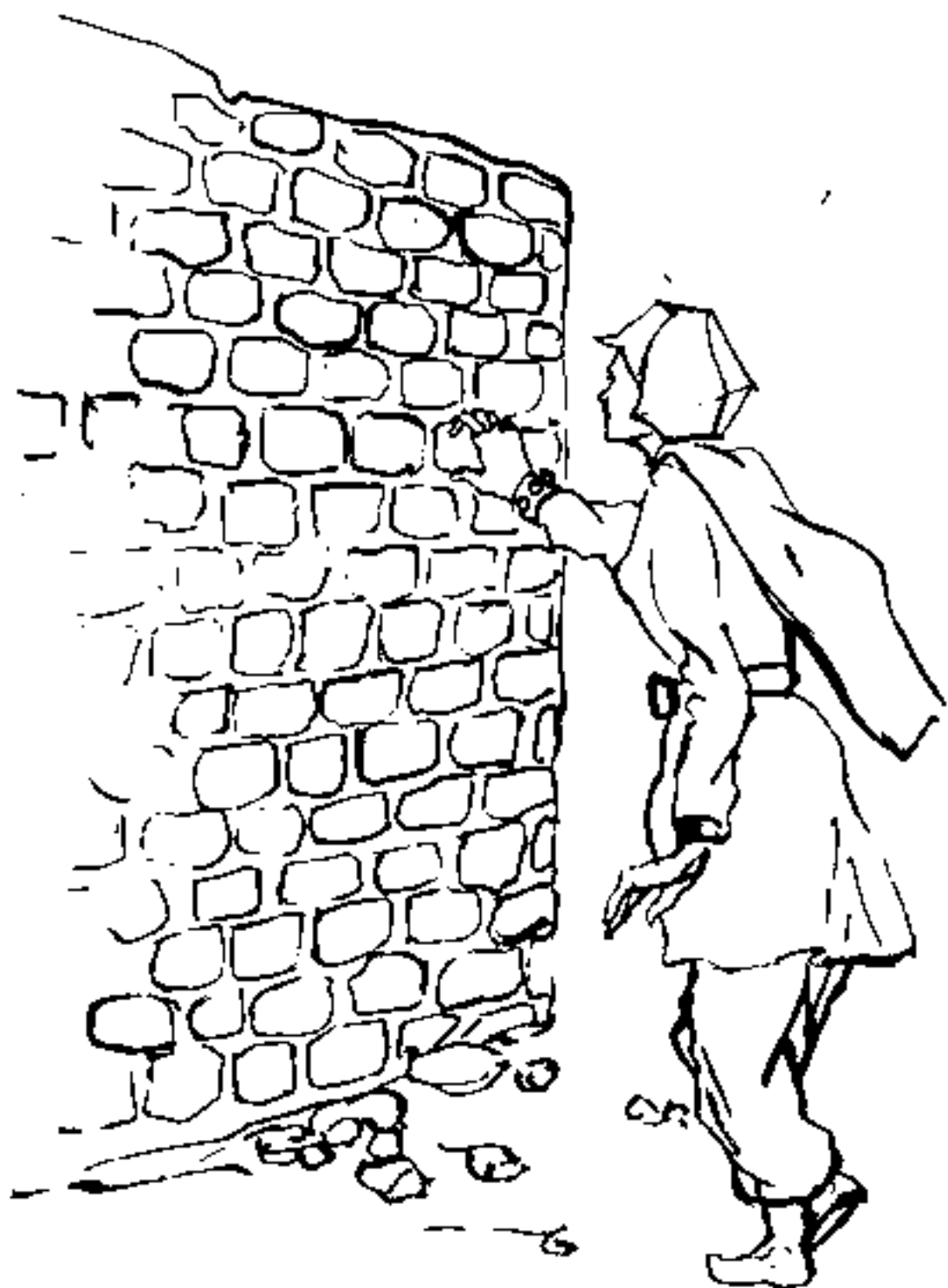
چار دیواری سے نکالنے آئی ہوں۔"

"مگر وہ تو کہتے تھے کہ ہم مر نہیں سکتے۔ پھر تم اُن کی فکر کیوں کرتی ہو؟" سلیوکس نے کہا۔

گارشا بولی، "میں اُن کی خاطر نہیں تمھاری زندگی کی خاطر انھیں باہر نکالنا چاہتی ہوں کیوں کہ اگر وہ چار دیواری میں بند رہے تو تم زندہ نہ بچ سکو گے۔"

یہ بات بڑی گستاخی کی تھی۔ مگر سلیوکس نے بڑی رواداری کا ثبوت دیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ عمران اور شیبا کی طاقت سے متاثر تھا۔ وہ مسکرایا اور بولا:

"وہ دونوں تو چار دیواری میں بند ہیں۔ پھر کیا تم مجھے مارو گی؟"

گارشا نے بڑی سنجیدہ آواز میں کہا:

"جو خود نہیں مر سکتا وہ دوسرے کو آسانی سے مار سکتا ہے۔"

سلیوکس نے گارشا کو کرسی پیش کی۔ گارشا بیٹھ گئی۔ سلیوکس بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گیا اور کہنے لگا:

"میں نے اگر دیوار گرا دی تو یہ بات سکندرِ اعظم تک پہنچ جائے گی کہ میں نے اس کے حکم کے خلاف عمران اور شیبا کو رہا کر دیا ہے۔ میں خود بھی انھیں دیوار میں سے نکالنا چاہتا ہوں۔ اس کا ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ دیوار کے نیچے سرنگ کھدوا کر انھیں باہر نکال لیا جائے۔"

گارشا خوش ہوئی اور کہنے لگی:

"کیا یہ بات باہر نہیں نکل جائے گی؟"

"نہیں۔" سلیوکس بولا، "سرنگ میرے بھروسے کے آدمی کھودیں گے اور یہ کام رات کو ہو گا۔ کسی دوسرے کو اس کا پتا نہیں چل سکے گا۔"

چناں چہ اسی رات سلیوکس نے گھپ اندھیرے میں دیوار کے نیچے سُرنگ کھدوائی اور عمران اور شیبا کو آزاد کرالیا۔ عمران اور شیبا نے گارشا کو دیکھا تو بڑے خوش ہوئے۔ سلیوکس انہیں محل کے ایک خفیہ کمرے میں لے گیا۔ سلیوکس نے عمران سے کہا، "عمران! میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ تمھارے اور تمھاری ان دونوں بہنوں کے پاس وہ کونسا طلسم ہے جس کی مدد سے تم لوگ مَر نہیں سکتے اور بغیر کھائے پیئے بھی زندہ رہ لیتے ہو۔ میں تم سے صرف یہ بات پوچھنا چاہوں گا کہ سکندرِ اعظم آخر کب تک حکومت کرے گا، کیوں کہ تم آنے والی باتیں بتادیتے ہو۔"

عمران بولا، "یہ باتیں میں کسی غیبی علم کی مدد سے نہیں بتاتا بلکہ اس لیے بتادیتا ہوں کہ ہم لوگ اگلے زمانے سے آئے ہیں اور ان تمام واقعات کو اپنی تاریخ کی کتابوں میں پڑھ چکے ہیں۔ چوں کہ سکندرِاعظم یہاں نہیں ہے اس لیے میں ایک شرط پر تمھیں سکندر کی موت کے بارے میں بتائے دیتا ہوں۔ تم اس کی موت تک یہ راز کسی کو نہیں بتاؤگے۔"

سلیوکس بولا، "میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں یہ راز کسی کو نہیں بتاؤں گا۔"

عمران نے کہا، "تو پھر سُنو۔ سکندرِ اعظم اس وقت اپنی فوج کے ساتھ بلوچستان کے علاقے سے گزرتا ہوا بابل شہر کی طرف جارہا ہے۔ راستے میں وہ بیمار ہوجائے گا۔ یہی بیماری اُس کی جان لے لے گی۔ بابل پہنچنے کے پانچ دن بعد وہ مرجائے گا۔"

سلیوکس حیرانی سے عمران کا منھ تکنے لگا۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو عمران؟"
عمران اور شیبا مسکرا رہے تھے، کیوں کہ انھوں نے تو اپنی تاریخ کی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا کہ سکندر اعظم ہندستان سے واپس بابل پہنچ کر بیمار پڑا، پانچ روز اس بیماری میں مبتلا رہ کر مرگیا۔ عمران بولا، "تم اسے آزما کر دیکھ سکتے ہو۔ ہم ابھی تمھارے محل میں ہی رہیں گے۔"
سلیوکس نے شاہی محل میں ان کے لیے دو کمرے کھلوا دیے۔ گارشا، شیبا اور عمران وہاں رہنے لگے۔ سکندر اعظم کو راستے ہی میں بخار ہوگیا۔ بابل پہنچنے کے بعد بخار زیادہ ہوگیا اور اسی بخار میں پانچ دن بعد وہ مرگیا۔ بابل سے پندرہ دن بعد سلیوکس کو خبر پہنچی کہ سکندر اعظم کا بابل میں انتقال ہوگیا ہے۔ سلیوکس ہکا بکا سا ہوکر رہ گیا۔ اس نے پوچھا:
"کیا لِکا ٹور کو کسی نے قتل کردیا؟"
پیغام لانے والے نے کہا:
"نہیں حضور! لکا ٹور الیگزنڈر کو بخار ہوگیا تھا، وہ پانچ دن بخار میں مبتلا رہنے کے بعد وفات پا گئے۔"
سلیوکس بھاگا بھاگا عمران، شیبا اور گارشا کے پاس گیا اور بولا، "عمران! جیسا تم نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔"
پھر اس نے اُنھیں بتایا کہ سکندر اعظم کا بابل میں بخار کی وجہ سے انتقال ہوگیا ہے۔ عمران شیبا نے کسی قسم کی حیرانی کا اظہار نہ کیا۔ عمران کہنے لگا:
"یہ تو ہونا ہی تھا۔ کیوں کہ تاریخ میں ایسا ہی ہوا تھا۔ اب ہمیں اجازت دو، کیوں کہ ہم آگے اپنے تاریخی سفر پر روانہ ہونا چاہتے ہیں۔"

سلیوکس نے پوچھا، "تم لوگ اب کہاں جاؤ گے؟"
گارشا نے کہا:
"ہم اپنے زمانے سے نکال کر تاریخ کے زمانے میں داخل کر دیے گئے ہیں۔ زمانے کی لہر ہمیں جدھر لے جائے گی، اُدھر ہی چل دیں گے۔ مگر ہاں ہم یہ کوشش ضرور کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح، کسی نہ کسی طریقے سے تاریخ کے پُرانے زمانے سے نکل کر اپنے زمانے میں پہنچ جائیں۔"
"یعنی ڈھائی ہزار سال کے آگے کے زمانے میں!" سلیوکس نے تعجب سے پوچھا۔
"ہاں۔" عمران نے کہا، "ہم ڈھائی ہزار سال آگے کے زمانے کے رہنے والے ہیں اور ایک حادثے کی وجہ سے اس پرانے زمانے میں آگئے ہیں۔"
"یقین نہیں آتا۔" سلیوکس بولا، "بھلا کوئی آدمی آگے کے زمانے سے کیسے پُرانے زمانے میں آسکتا ہے۔ جب کہ آگے کا زمانہ ابھی آیا ہی نہیں۔"
شیبا نے مسکراتے ہوئے کہا:
"اصل بات یہ ہے کہ ہم لوگ زندہ ہیں اور حقیقی زمانے میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ لوگ سایوں کی وادی میں سفر کر رہے ہیں۔" شیبا آگے کچھ کہنے والی تھی کہ عمران نے اس کا ہاتھ دبا کر اسے آگے کچھ بتانے سے منع کر دیا۔ سلیوکس کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آرہی تھیں۔ اُس نے کہا:
"اچھا مجھے اتنا بتا دو کہ سکندر نے اتنی دُنیا فتح کی ہے، اس کے علاقوں کا کیا بنے گا؟"

عمران بولا۔ "کچھ علاقے خود مختار ہو جائیں گے اور باقی کے علاقوں پر سکندر کے جرنیل حکومت کریں گے۔ مثال کے طور پر تم یعنی سلیوکس بابل پر حکمرانی کرو گے۔ مصر پر پٹولمی کی حکومت ہو گی اور اسی کے نام سے آگے مصر کی سلطنت چلے گی۔"

"بہر حال تم ابھی کافی دیر زندہ رہو گے۔ فکر نہ کرو۔"

گارشا نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے اب ہمیں اپنے سفر پر روانہ ہو جانا چاہیے۔"

سلیوکس نے اسی وقت ان کے لیے تازہ دم گھوڑوں کا انتظام کر دیا۔ اُنھیں سونے کے سکّوں کا ایک بھرا ہوا تھیلا بھی دیا اور اُنھیں بڑی عزت کے ساتھ اپنے محل سے رخصت کیا۔ پورس کے شہر سے کافی دور نکل آنے کے بعد راستے میں ایک جگہ درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں دیکھ کر گارشا، عمران اور شیبا رُک گئے۔ اُنھوں نے گھوڑوں کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا اور خود درختوں کی چھاؤں میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ شیبا نے تعجب کرتے ہوئے کہا:

"یقین نہیں آتا کہ یہ وہی علاقہ ہے جہاں آج کل لاہور سے راولپنڈی جانے والی ہائی وے یعنی بڑی سڑک بنی ہوئی ہے۔ کیوں کہ یہاں اونچی پہاڑیوں اور گہری گھاٹیوں کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آتا۔"

عمران بولا۔ "اور لاہور سے راولپنڈی جانے والی ٹرین بھی تو یہیں کسی جگہ سے جاتی ہو گی۔"

"جاتی ہو گی نہیں بلکہ آج سے ڈھائی ہزار سال بعد جائے گی۔" شیبا نے ہنستے ہوئے کہا۔

گارشا کہنے لگی، "تم لوگ جس سیّارے یعنی زمین کے رہنے والے ہو وہاں وقت کا پیمانہ بڑا چھوٹا سا ہے۔ اسی لیے تم حیران ہو رہے ہو کہ آدمی ڈھائی ہزار سال پیچھے کیسے آگیا۔ حالاں کہ کائنات میں ڈھائی ہزار سال کی مدت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تم دیکھ لینا کہ جب ہم لوگ اپنی زمین پر کراچی یا لاہور پہنچیں گے تو وہاں کے وقت کے مطابق ہو سکتا ہے ایک منٹ یا ایک سیکنڈ ہی گزرا ہو۔"

شیبا نے سر کو جھٹکتے ہوئے کہا، "میری سمجھ میں یہ باتیں نہیں آتیں۔"

گارشا بولی، "کیا تمھاری دینی کتاب، قرآن شریف میں زمان و مکان یعنی وقت اور زمانے کی حقیقت کو بالکل کھلے الفاظ میں نہیں بتادیا گیا ہے؟"

ابھی وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل آگئے اور ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ عمران بولا:

"میرا خیال ہے کہ ہمیں یہاں کچھ دیر آرام کرلینا چاہیے۔ موسم بھی خوش گوار ہوگیا ہے۔"

شیبا نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا، "مجھے بھی نیند آنے لگی ہے۔"

گارشا بولی، "ٹھیک ہے پھر میں بھی تھوڑی دیر کے لیے آرام کرلیتی ہوں۔" وہ تینوں درختوں کی چھاؤں میں لیٹ گئے۔ گارشا نے محسوس کیا کہ کوئی روحانی طاقت اس پر نیند کا غلبہ کررہی ہے۔ اس نے دیکھا کہ عمران اور شیبا بھی زمین پر لیٹتے ہی سو گئے ہیں۔ گارشا سونا نہیں چاہتی تھی، مگر کوئی طاقت اُسے سُلا رہی تھی اور پھر وہ بھی سو گئی۔ اسے کچھ خبر نہیں

کر وہ کب تک سوتی رہی لیکن جب اُس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہاں نہ درخت ہیں اور نہ آسمان پہ بادل ہیں، بلکہ وہ پتھروں کی ایک چٹان کے پاس صحرا کی ریت پر پڑی ہے۔ عمران اور شیبا بھی جاگ اٹھے تھے اور حیرانی سے آنکھیں پھاڑے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔

"ہم کہاں آ گئے ہیں گارشا؟" عمران نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔ شیبا بھی پریشان سی تھی۔ گارشا نے کہا:

"معلوم ہوتا ہے کہ ہم سکندر اعظم کے زمانے سے نکل کر کسی دوسرے زمانے میں آ گئے ہیں۔"

اتنے میں سامنے سے ایک اونٹنی سوار آیا۔ عمران نے آگے ہاتھ کے اشارے سے روک لیا اور پوچھا، "بھائی، یہ کون سا مُلک ہے؟" وہ عمران کی زبان نہ سمجھ سکا، کیوں کہ عمران نے اردو زبان میں سوال پوچھا تھا۔ اونٹنی سوار نے بھی کسی اجنبی زبان میں سوال کیا، "تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟"

ماضی کے دَور میں آجانے کے بعد یہ لوگ پرانے زمانے کی زبانیں اپنے آپ سمجھنے لگے تھے۔ عمران گارشا اور شیبا ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ اونٹنی سوار کی زبان سے ان پر یہ راز کھل گیا تھا کہ وہ کسی دوسرے زمانے میں آ گئے ہیں، کیوں کہ اونٹنی سوار یونانی یا پورس کے زمانے کی سنسکرت زبان نہیں بول رہا تھا۔ یہ وہ زبان تھی جو راجا داہر کے زمانے میں سندھ کی وادی میں بولی جاتی تھی۔ گارشا نے اسی آدمی کی زبان میں اس سے پوچھا کہ یہ کون سا مُلک ہے۔ اس پر اونٹنی سوار نے کہا:

"تم راجا داہر کے مُلک سندھ میں ہو اور محمد بن قاسم مسلمانوں

کا لشکر لے کر سندھ میں داخل ہو چکا ہے۔"

عمران اور شیبا کے چہرے چمک اٹھے۔ شیبا نے اردو زبان میں عمران سے کہا، "ہم کس قدر خوش قسمت ہیں کہ سندھ کو فتح کرنے والے اسلام کے نامور جرنیل محمد بن قاسم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔"

اونٹنی سوار بولا، "تم پردیسی لگتے ہو۔ مگر بالکل گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ مسلمانوں کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ جس ملک پر چڑھائی کرتے ہیں وہاں عورتوں، بچوں، بوڑھوں، مسافروں اور اُن لوگوں کو کچھ نہیں کہتے جو ان کی پناہ میں آجاتے ہیں۔ پھر بھی اگر تم چاہو تو میرے ساتھ آسکتے ہو۔ میرا گھر یہاں سے تھوڑی دور ایک گاؤں میں ہے۔"

گارشا نے کہا، "میرا خیال ہے ہمیں ابھی اسی آدمی کے گھر پناہ لے لینی چاہیے۔" اور وہ اونٹنی سوار کے ساتھ ہولیے۔ وہ انھیں اپنے مٹی کے بنے ہوئے مکان میں لے گیا۔ تخت پر دری بچھادی اور ان کے آگے بکری کا دودھ اور پھل رکھ دیے۔ اتنے میں دور سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنائی دیں۔ عمران، شیبا اور گارشا مکان کی چھت پر آگئے۔ ان کے میزبان نے کہا:

"اسلامی لشکر آرہا ہے۔"

پھر کیا ہوا؟

یہ خلائی ایڈونچر سیریز کی اگلی کتاب

"آسمانی مخلوق کا حملہ"

میں پڑھیے

خلائی ایڈونچر سیریز کا چوتھا ناول

خلائی سُرنگ سے فرار

عمران اور شیبا موت کے مینار میں قید کر دیے جاتے ہیں۔
وہ وہاں سے کس طرح فرار ہوتے ہیں؟

محمود کے کارنامے

ریحانہ عالم

وہ اپنی ذہانت سے کس طرح مجرموں کا کھوج لگاتا ہے!
ایک ننھے سراغ رساں کی ذہانت کے کارنامے۔

خلائی ایڈونچر سیریز کا پانچواں ناول

وہ خلا میں بھٹک گئے

خلائی مخلوق نے انھیں خلائی کیپسول میں قید کر کے خلا میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا

چاند کا مسافر

عشرت رحمانی

وہ چاند پر کس طرح پہنچے۔
ایک دل چسپ
اور
مہماتی ناول

نونہال ادب، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

SALMAN's
CHOICE

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

خلائی ایڈونچر سیریز (۱۰) سیارہ اوٹان کا زمین پر حملہ

آسمانی مخلوق کا حملہ

اے۔ حمید

جاگو جگاؤ

نونہال ادب ــــــ علم و ادب کے میدان میں ہمدرد کی ایک پُرخلوص خدمت

آسمانی مخلوق کا حملہ

خلائی ایڈونچر سیریز ــــــــــــــ دسواں ناول

اے ۔ حمید

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کراچی

ناشر	:	ہمدرد فاؤنڈیشن پریس ہمدرد سنٹر ناظم آباد کراچی
طابع	:	
اشاعت	:	۱۹۹۱
تعداد اشاعت	:	۲۰۰۰
قیمت	:	۱۰ روپے

Khalai Adventure Series No. 10

ASMANI MAKHLOOQ KA HAMLA

A. Hameed

Naunehal Adab
Hamdard Foundation Press
Karachi

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مُقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست

تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

ترتیب

خطرناک جال

عرب فوجیں گزر گئیں تو گارشا نے عمران سے کہا :

" ہم محمد بن قاسم کے زمانے میں آ گئے ہیں "

شیبا بڑے اشتیاق سے بولی :

"کیا ہم اسلام کے اس بہادر جرنیل کو دیکھ سکیں گے ؟"

"کیوں نہیں " گارشا نے کہا ،" جب اس کے زمانے میں آ گئے ہیں تو اُسے دیکھ بھی لیں گے "

"یہ ہماری بہت بڑی خوش قسمتی ہے " عمران بولا

وہ چھت سے اتر کر نیچے کچے مکان کے کمرے میں آ گئے جہاں ان کا میزبان ان کے لیے کھانا تیار کر رہا تھا ۔ عمران اور شیبا کو معلوم تھا کہ محمد بن قاسم نے سندھ پر کیوں چڑھائی کی ہے ۔ کیوں کہ وہ یہ بات تاریخ کی کتاب میں پڑھ چکے تھے ۔ مگر وہ تصدیق کرنا چاہتے تھے ۔ یعنی اس تاریخی بات کی سچائی معلوم کرنا چاہتے تھے ۔ عمران نے اردو میں شیبا سے کہا :

" ہم جانتے ہیں کہ اسلامی لشکر محمد بن قاسم کی قیادت میں سندھ میں کیوں داخل ہوا تھا ، لیکن اپنے میزبان سے بھی پوچھتے ہیں ۔ دیکھیں وہ ہمیں کیا بتاتا ہے "

گارشا خاموشی سے ان کو دیکھ رہی تھی۔ عمران نے اپنے میزبان سے پوچھا، "بھائی! محمد بن قاسم اتنا لشکر لے کر کیوں آیا ہے؟"
میزبان نے جواب میں کہا:
"سندھ کا راجہ داہر اپنی رعایا کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا وہ سمندری ڈاکوؤں کے ساتھ بھی ملا ہوا ہے جو اسے لوٹ مار کا آدھا مال لا کر دیتے ہیں۔ ان سمندری ڈاکوؤں نے لنکا دیش سے آتا ہوا مسلمانوں کا ایک تجارتی جہاز لوٹ لیا اور اس کے مسلمان مسافروں کو قیدی بنا کر راجہ داہر کے پاس بھیج دیا۔ ان میں مسلمان عرب عورتیں بھی تھیں۔ ایک عورت نے چیخ کر بصرے کے حاکم حجاج بن یوسف کو دہائی دی کہ اے حجاج تم ہماری مدد کو کیوں نہیں آتے؟ یہ بات جب حجاج بن یوسف تک پہنچی تو اس نے فوراً راجہ داہر کو پیغام بھجوایا کہ تمہارے ڈاکوؤں نے ہمارے آدمیوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ انھیں رہا کرایا جائے۔ اس کے جواب میں راجہ داہر نے کہلا بھیجا کہ ان ڈاکوؤں پر میرا بس نہیں چلتا۔ میں مجبور ہوں۔ تب حجاج بن یوسف نے پیغام بھجوایا کہ جس راجہ کا اپنے مُلک کے ڈاکوؤں پر کوئی اختیار نہیں ہے اس کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بس اس کے بعد حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کی قیادت میں عرب فوجوں کا ایک لشکر بھیجا۔ جس نے راجہ داہر کو شکست دے کر مسلمان عورتوں، بچوں اور مسافروں کو قید سے رہائی دلائی۔ اب مسلمان فوجیں سندھ کے باقی علاقے کو فتح کرنے کے لیے آگے بڑھ رہی ہیں۔"
عمران اور شیبا نے جو کچھ تاریخ کی کتابوں میں پڑھا تھا اس کی تصدیق ہو گئی تھی یعنی ان کی سچائی کا ثبوت مل گیا تھا۔ اس کی سچائی کی گواہی مل گئی تھی۔ شیبا نے پوچھا:
"محمد بن قاسم نے یہاں کی ہندو رعایا کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا؟"

"مسلمانوں نے کسی بچے، کسی بوڑھے، کسی عورت پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ کھیتوں کو آگ نہیں لگائی۔ مکان برباد نہیں کیے۔ بلکہ جنگ میں پکڑے ہوئے قیدی سپاہیوں کو بھی فتح کے بعد رہا کر دیا گیا۔ ہندوؤں کی عبادت گاہوں کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ انھیں اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی پوری آزادی ہے۔ مسلمانوں کے اس سلوک کو دیکھ کر کتنے ہی ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ میں بھی ہندو تھا، مگر اب مسلمان ہو چکا ہوں اور میں نے اپنا نام عبداللہ رکھ لیا ہے۔"

گارشا نے کہا "ہم محمد بن قاسم کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟"

عبداللہ نے کہا:

"یہ کون سی مشکل بات ہے۔ محمد بن قاسم اس وقت ملتان کی طرف گیا ہوا ہے۔ آپ لوگ دیبل پہنچ جائیں جب وہ واپس آئے گا تو آپ بڑی آسانی سے اس سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ مسلمان ہر کسی سے بڑے اخلاق اور کسی اونچ نیچ کے بغیر ملتے ہیں۔"

گارشا، عمران اور شیبا نے رات اپنے نو مسلم میزبان عبداللہ کے ہاں بسر کی اور دوسرے دن ایک قافلے کے ساتھ شامل ہو کر دیبل کی طرف روانہ ہو گئے۔ دیبل پہنچ کر انھوں نے سرائے میں قیام کیا۔ وہاں سے انھیں پتا چلا کہ محمد بن قاسم اپنی فوج کے ساتھ تین دن بعد دیبل واپس پہنچنے والا ہے۔ وہ بڑے خوش ہوئے کہ تین دن بعد وہ اسلام کے اس نامور جرنیل سے مل سکیں گے۔

انھوں نے دیکھا کہ دیبل شہر کی ہندو رعایا بڑے اطمینان و سکون کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ وہ اپنے مذہب کے مطابق آزادی سے عبادت کرتے۔ مسلمان جب فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوئے تو انھوں نے کسی نہتے شہری پر ہاتھ نہیں اُٹھایا تھا۔ کوئی لوٹ مار نہیں کی تھی۔

محمد بن قاسم نے لوگوں کو اکٹھا کر کے اُن کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ اسلام ہمیں رواداری اور صبر و تحمّل کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلمان فوج جان و مال کی حفاظت کرے گی۔ تمھیں اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی پوری آزادی ہو گی۔ اس کے عوض ہم بھی تم سے چاہیں گے کہ تم امن و امان کو قائم رکھو، کیوں کہ اسلام دُنیا میں سلامتی قائم کرنے کے لیے آیا ہے۔ اسلام کا پیغام ہی امن و سلامتی کا پیغام ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ مسلمان فوجی اُن کے گھروں کو لوٹ کر آگ لگا دیں گے، مگر جب انھوں نے دیکھا کہ مسلمان نے ان کے مکانوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ ان کی عبادت گاہوں کو بھی آگ نہیں لگائی اور ان کی عورتوں کو عزت و احترام دیا ہے تو وہ دنگ ہو کر رہ گئے۔ مسلمانوں کے اعلا اخلاق سے متاثر ہو کر سیکڑوں ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا۔

گارشا پر مسلمانوں کے اس حُسن اخلاق کا بڑا اثر ہوا۔ وہ پہلے ہی اسلام سے بڑی متاثر تھی۔ اپنے سیارے اوٹان سے اس دُنیا کے سیارے میں آنے کے بعد اس نے قرآن کا مطالعہ کیا تو اس کی روح ایک عجیب نورانی جذبے سے سرشار ہو گئی تھی اور اب وہ دل سے مسلمان ہو چکی تھی، مگر ابھی اس کا اس نے عمران، شیبا سے ذکر نہیں کیا تھا۔

یہ لوگ یعنی گارشا، عمران اور شیبا دیبل کی جس سرائے میں رہ رہے تھے وہ بندرگاہ کے قریب ہی تھی۔ وہاں مصر کے ملک سے ایک جہاز آ کر بندرگاہ پر لگا تو اس کے کچھ مسافر سرائے میں آ کر ٹھیرے۔ رات کے وقت آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھے مصر کے مسافروں نے بتایا کہ انھوں نے کفرو فرعون کے پاس آسمان سے کوئی گول گول چمکتی ہوئی شے اترتی دیکھی ہے جو اہرام کے پیچھے

جا کر غائب ہو گئی۔

وہاں ایک طرف گارشا، شیبا اور عمران بھی بیٹھے تھے۔ گارشا نے یہ سُنا تو اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس نے مصر کے اس مسافر سے پوچھا:

"کیا تم نے آسمان سے اُترتی ہوئی شے خود دیکھی ہے؟"

مسافر بولا، "میں نے اکیلے نے تھوڑے دیکھی ہے۔ یہاں میرے جو ساتھی ہیں انھوں نے بھی دیکھی تھی۔ ہم رات کو سفر کر رہے تھے کہ آسمان پر روشنی ہوئی۔ پھر ایک گول بہت بڑی تھالی جیسی چمکتی ہوئی ایک شے نیچے آئی اور کفرو کے اہرام کے اندر غائب ہو گئی۔

گارشا نے پوچھا:

"کیا اس کی روشنیاں ایک ساتھ جل رہی تھیں؟"

مسافر نے کہا:

"نہیں۔ صرف ایک پیلے رنگ کی روشنی برابر جل رہی تھی۔ دو نیلی اور سُرخ روشنیاں بار بار جل بجھ رہی تھیں۔"

دوسرے مسافروں نے بھی تائید کی اور کہاں کہ ہم نے اس پُراسرار شے کو اپنی آنکھوں سے اہرام میں غائب ہوتے دیکھا ہے۔ یہ چمکیلی تھالی آسمان سے اُتری تھی۔ گارشا نے اُردو زبان میں عمران سے کہا:

"عمران! معلوم ہوتا ہے ہمارے واپس اپنے زمانے میں جانے کا قدرت نے انتظام کر دیا ہے۔ یہ کسی خلائی سیارے کی اُڑن تشتری ہے جو وہاں اُتری ہے۔"

شیبا نے پوچھا، "ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"ہمیں فوراً مصر پہنچ کر کفرو کے اہرام میں تفتیش کر کے

اس اُڑن تشتری کا سراغ لگانا ہو گا۔" گارشا نے جواب دیا۔
عمران بولا، "لیکن یہ اڑن تشتری ہمارے دشمن سیارے اوشان کی بھی ہو سکتی ہے۔"
گارشا نے مسکرا کر کہا:
"عمران! تم بھول گئے ہو کہ ہم اپنے زمانے سے کئی سو سال پیچھے کے زمانے میں آ چکے ہیں اور پھر سیارہ اوشان سے زمین کا رشتہ اور رابطہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے توڑ دیا گیا ہے۔ یہ کسی دوسرے سیارے کی اڑن تشتری ہے اور ان کی مدد سے ہم اگلے زمانے میں جا سکتے ہیں۔ ہمیں فوراً یہاں سے مصر کی طرف کوچ کر جانا ہو گا۔"
عمران نے کہا، "لیکن ابھی تو ہمیں محمد بن قاسم سے ملنا ہے۔"
گارشا بولی، "اُن سے تو ہم مصر سے واپس آ کر بھی مل سکتے ہیں۔ اڑن تشتری والی خلائی مخلوق نے یقیناً کفرد کے اہرام میں اپنی لیبوریٹری قائم رکھی ہے جہاں وہ کوئی تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ اگر وہ چلے گئے تو شاید پھر ہم ساری زندگی واپس اپنے زمانے اور اپنے وطن پاکستان نہ جا سکیں گے۔"
شیبا بھی قائل ہو گئی۔ عمران کو بھی راضی ہونا پڑا۔ انھوں نے معلوم کیا تو پتا چلا کہ ایک بحری جہاز رات کے وقت دیبل سے بصرے کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔ گارشا، عمران اور شیبا اس جہاز میں سوار ہو کر بصرے کی طرف روانہ ہو گئے۔ بصرہ پہنچ کر وہ ایک قافلے میں شامل ہو گئے اور کئی دن تک صحرا میں سفر کرنے کے بعد اسکندریہ پہنچ گئے۔ کفرد کا اہرام اسکندریہ سے ستر میل دور صحرا میں اندر کی جانب واقع تھا۔ رات انھوں نے اسکندریہ کی سرائے میں گزاری اور منھ اندھیرے تین اونٹوں پہ

سوار ہو کر کفرو فرعون کے اہرام کی طرف چل پڑے۔
جس وقت انھیں دور سے کفرو فرعون کا اہرام نظر آیا اس وقت سورج صحرائے مصر میں اہرام کے پیچھے غروب ہو رہا تھا۔ یہی وہ اہرام تھا جس کے بارے میں انھیں بتایا گیا تھا کہ وہاں کچھ دن پہلے آسمان سے کوئی پُراسرار چمکیلی گول شے اُتر کر غائب ہو گئی تھی۔ جس کے متعلق نگارشا کو یقین تھا کہ وہ کوئی خلائی اڑن تشتری ہی ہو سکتی ہے۔
عمران نے اہرام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:
"نگارشا! یہ اہرام تو بہت بڑا ہے اور اس پر پتھروں کی سیڑھیاں بھی بنی ہوئی ہیں، جب کہ دوسرے اہراموں کی ڈھلوانیں بالکل صاف ہوتی ہیں۔"
نگارشا بولی، "اس بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتی کہ ایسا کیوں ہے۔ کیوں کہ میرا تعلق خلائی سیارے سے ہے اس زمین کی تاریخ سے ناواقف ہوں۔"
شیبا نے کہا:
"مگر تمھیں یہ تو معلوم ہے ناں کہ یہ اہرام مصر کے قدیم بادشاہوں کے مقبرے ہیں جہاں ان کی ممیاں یعنی حنوط کی ہوئی لاشیں دفن ہیں۔"
"ہاں، یہ میں جانتی ہوں۔ میں نے زمین کی کچھ تاریخ پڑھی ہے۔" نگارشا نے کہا۔
اہرام کی دیوار کے سائے میں پہنچ کر وہ اونٹوں سے نیچے اُتر پڑے۔ اہرام کافی بڑا تھا۔ نگارشا نے عمران شیبا کو ساتھ لیا اور اہرام کے گرد چکر لگانے لگی۔ وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہاں کی فضا میں ایٹمی تاب کاری کی شعاعیں موجود ہیں یا نہیں۔

مگر ابھی تک گارشا نے اس قسم کی شعاعیں محسوس نہیں کی تھیں۔
وہ اہرام کی پچھلی دیوار کے پاس پہنچ کر رُک گئی۔
عمران اور شیبا بھی رُک گئے۔ وہ گارشا کی طرف دیکھنے لگے۔
گارشا کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے اس کو شبہ ہو گیا ہو۔
شیبا نے گارشا سے پوچھا:
"کیا بات ہے گارشا؟ تم کیا سوچ رہی ہو؟"
گارشا نے کہا، "اس دیوار کے پیچھے سے خلائی تاب کاری کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔"
عمران بولا، "اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ ٹھیک ہی کہہ رہے تھے۔ یہاں ضرور خلائی مخلوق اُتری ہوئی ہے۔"
"مگر ان کا کوئی خلائی جہاز تو یہاں نظر نہیں آتا۔"
شیبا نے دائیں بائیں نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ گارشا اہرام کی دیوار کے پتھر کو ہاتھوں سے ٹٹول رہی تھی۔ یہ اہرام ایسا تھا کہ اسے اب تک نہیں کھولا گیا تھا۔ اب عمران اور شیبا بھی دیوار کے قریب آ گئے۔ عمران بولا:
"میں اہرام کی دوسری طرف جا کر دیکھتا ہوں۔"
گارشا اور شیبا کی توجہ اہرام کے بڑے پتھر کی طرف تھی انھوں نے عمران کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ عمران اہرام کی تیسری دیوار کی طرف چلا آیا۔ یہاں بھی پتھروں کی بڑی بڑی سلیں اوپر کی طرف چلی گئی تھیں۔ عمران حیران ہو رہا تھا کہ وہ کون جن لوگ تھے جو دُور پہاڑوں سے اتنے بڑے بڑے پتھر اُٹھا کر لائے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ دیوار کو بھی ہاتھ سے ٹٹول رہا تھا کہ شاید کہیں سے اندر جانے کا کوئی راستہ مل جائے۔ ایک جگہ دیوار میں سے پتھر کی ایک سِل ذرا سی باہر کو نکلی ہوئی تھی۔

عمران اس کے نیچے سے ہو کر دوسری طرف نکلا تو اسے زمین میں دیوار کے بالکل ساتھ ایک شگاف نما راستہ اہرام کے اندر جاتا نظر آیا۔ عمران یہ دیکھنے کے لیے کہ اندر کوئی تہ خانہ ہے یا کیا ہے نیچے اُتر گیا۔ جوں ہی وہ نیچے اُترا ہلکی سی کھٹاک کی سی آواز ہوئی۔ عمران نے پلٹ کر دیکھا۔ شگاف کو ایک پتھر کی سِل نے بند کر دیا تھا۔ عمران نے پتھر کی سِل کو ہٹانے کی کوشش کی، مگر وہ چٹان کی طرح سخت ہو چکی تھی۔ عمران نے اندر سے شیبا اور گارشا کو آواز دی مگر اس کی آواز اہرام سے باہر نہ گئی۔ شیبا اور گارشا اہرام کی دیوار کے پتھروں کو دیکھتی تیسری دیوار کے پاس آگئیں۔ شیبا نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کہا:

"عمران کہاں چلا گیا؟"

"اِدھر ہی آیا تھا۔ دوسری طرف ہو گا۔" گارشا نے جواب دیا اور اہرام کے اندر سے آنے والی تاب کاری کی شعاعوں کو محسوس کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر اب یہ شعاعیں بہت کم زور پڑ گئی تھیں۔ شیبا نے اہرام کا چکر لگایا اور واپس آکر بولی:

"عمران تو کہیں نہیں ہے۔"

گارشا نے چہرہ اُٹھا کر شیبا کی طرف دیکھا۔

"ابھی تو یہیں تھا۔ کہاں چلا گیا؟

شیبا نے عمران کو آوازیں دیں۔ گارشا نے کہا

"یہاں تو چھپنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اہرام کے اِرد گرد صحرا ہی صحرا ہے۔ وہ کہاں جا سکتا ہے۔"

"اللہ خیر کرے۔" شیبا نے کہا، وہ عمران کے طرح غائب ہو جانے سے سخت پریشان تھی۔

اب دونوں نے عمران کی تلاش شروع کر دی۔ مگر عمران کو تو جیسے

زمین کھا گئی تھی۔ جب وہ انھیں کہیں نہ ملا تو پریشان ہوئیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دیکھتے دیکھتے عمران کہاں غائب ہو گیا؟ وہ کہاں غائب ہو سکتا ہے؟ یہی سوال دونوں لڑکیوں کے دماغ میں گونج رہے تھے اور کسی کے پاس ان سوالوں کا جواب نہیں تھا۔ دونوں تھک ہار کر اہرام کے پاس ریت پر بیٹھ گئیں۔ اُن کے اونٹ بھی قریب ہی بیٹھے تھے۔ سورج غروب ہو گیا تھا، مگر صحرا میں ابھی شام کی سرخی باقی تھی۔ کیوں کہ صحرا میں شہروں کی نسبت شام کی روشنی دیر تک رہتی ہے۔ کیوں کہ صحرا میں سورج کی سُرخ روشنی کو روکنے والی اونچی اونچی عمارتیں نہیں ہوتیں۔ اسی طرح ساحلِ سمندر کے شہروں میں بھی شام کی روشنی دیر تک قائم رہتی ہے۔ سورج سمندر میں غروب ہوتے ہوئے آخر وقت تک نظر آتا رہتا ہے۔

عمران کے اچانک غائب ہو جانے سے گارشا اور شیبا بہت پریشان تھیں۔ بات بھی پریشانی کی تھی۔ شیبا کہنے لگی،

"گارشا! اس اہرام میں کوئی بدروح کا ٹھکانا ضرور ہے اور اسی نے عمران کو غائب کیا ہے۔"

گارشا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:

"میں خلائی مخلوق ہوں۔ میں کسی بدروح وغیرہ کو نہیں مانتی۔"

"تو پھر عمران کو زمین نگل گئی کیا؟" شیبا نے جھنجلاہٹ سے پوچھا۔

گارشا پہلے چُپ رہی۔ پھر آہستہ سے کہنے لگی۔

"ہو سکتا ہے یہ اس خلائی مخلوق کی کارستانی ہو جو یہاں اتری ہوئی ہے۔"

"مگر مجھے تو خلائی مخلوق کہیں نظر نہیں آ رہی۔"

شیبا نے رنج اور غصّے کے ملے جُلے لہجے میں پوچھا۔ گارشا پر عمران کے ایک دم گُم ہو جانے کا کوئی زیادہ اثر نہیں ہوا تھا۔ کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ ایک تو یہ تاریخ کے گزرے ہوئے دور میں آئے ہوئے ہیں جہاں کسی بھی

وقت، کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ دوسرے وہ جانتی تھی کہ اہرام کے اندر سے کسی خلائی مخلوق کی موجودگی یا ان کی لیبوریٹری کے موجود ہونے کی وجہ وہ تاب کاری ہے جس کی شعاعیں اسے اس وقت بھی ہلکی ہلکی محسوس ہو رہی تھیں۔ اور خلائی مخلوق اللہ جانے کائنات کے کس نظام شمسی کے کون سے سیارے سے آئی ہوئی تھی یا آ کر چلی گئی تھی اور اس کی شعاعوں میں کس قدر اور کس قسم کی طاقت تھی۔ وہ کہنے لگی:

"شیبا! یہ کراچی یا لاہور نہیں ہے۔ ہم اپنے زمانے سے کئی سو سال پیچھے آئے ہوئے ہیں۔ ہمارے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے ہمیں ہر قسم کے واقعات کے لیے تیار رہنا چاہیے، اگر عمران غائب ہو گیا ہے تو وہ واپس بھی آسکتا ہے۔"

شیبا خاموش ہو گئی۔ ثگارشا اُٹھ کر ایک بار پھر اہرام کے پاس گئی۔ اب رات کا اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔ آسمان پر تارے بھی چمکنے لگے تھے۔ اہرام کے پتھروں کی سلیں سیاہ نظر آنے لگی تھیں۔ ثگارشا نے اپنا ہاتھ پتھر کی سل کے ساتھ لگا دیا۔ خلائی تاب کاری کی شعاعیں بے حد کم زور پڑ گئی تھیں۔ ثگارشا سوچنے لگی کہ اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؛ ممکن ہے خلائی مخلوق نے کسی خفیہ راستے سے اہرام کے اندر داخل ہو کر اپنی لیبوریٹری بنا رکھی ہو اور وہاں ان کے سائنسی آلات پڑے ہوں۔ یہ اسے یقین تھا کہ اہرام کے اندر کوئی خلائی مخلوق نہیں ہے۔ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو ان کے جسموں سے نکلنے والی ایٹمی تاب کاری کی شعاعیں بڑی تیزی اور پوری شدت سے باہر نکل رہی ہوتیں مگر ایسا نہیں تھا۔

ثگارشا نے سوچا کہ دن کے وقت وہ اہرام کا وہ خفیہ راستہ تلاش کرے گی جو خلائی مخلوق کی لیبوریٹری کو جاتا ہے۔ عمران کے بارے میں اس کا خیال یہی تھا کہ وہ خلائی شعاعوں کی زد میں آ کر الیکٹرون میں تبدیل ہو گیا ہے اور کسی بھی وقت اس کے الیکٹرون اور پروٹون دوبارہ انسانی جسم کی شکل میں واپس آ سکتے ہیں۔ اس لیے وہ عمران کی طرف سے

مطمئن تھی۔ واپس آ کر اس نے شیبا سے کہا:

"شیبا! ہمیں رات اسی جگہ گزارنی ہو گی۔ میں دن کی روشنی میں اہرام کے اوپر جا کر معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کہیں اوپر سے کوئی خفیہ راستہ اہرام کے اندر تو نہیں جاتا؟"

شیبا نے بے دلی سے کہا:

"ٹھیک ہے۔ ہم اور کہیں جا بھی نہیں سکتے اسی جگہ پڑے رہتے ہیں۔"

انھوں نے اونٹوں پر سے کمبل اتار لیے۔ ایک ایک کمبل زمین پر بچھایا اور ایک ایک کمبل اوپر لے لیا۔ کیوں کہ صحرا میں اگر دن کو سخت گرمی پڑتی ہے تو رات کو سخت ٹھنڈ ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ریت کے ذرّے سورج کے غروب ہونے کے بعد بڑی جلدی ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔

شیبا اپنے بھائی عمران کے گُم ہو جانے سے بڑی اُداس تھی۔ اس لیے اس نے گارشا سے زیادہ بات نہ کی اور مُنھ دوسری طرف کر کے آنکھیں بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگی کہ شاید نیند آ جانے سے اس کے پریشان ذہن کو کوئی سکون ملے۔ گارشا نے سو جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چناں چہ فیصلہ کرنے کے بعد اسے فوراً ہی نیند آ گئی۔ شیبا ابھی تک جاگ رہی تھی۔ مگر صحرا کی خاموشی اور کمبل کی ہلکی ہلکی گرمی نے اسے بھی نیند کی آغوش میں ڈال دیا اور وہ بھی سو گئی۔ گارشا اور شیبا دونوں سو گئی تھیں۔ اونٹ ان کے قریب ہی بیٹھے جگالی کر رہے تھے۔

شیبا خواب میں بھی عمران کو تلاش کر رہی تھی کہ اچانک کسی نے اس کے کندھے کو ہلایا۔ شیبا کی آنکھ کُھل گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ عمران اس کے قریب بیٹھا ہے۔ وہ بے اختیار اُسے پکارنے ہی لگی تھی کہ عمران نے اس کے منھ پہ ہاتھ رکھ دیا اور کان میں آہستہ سے کہا:

"شیبا بہن! خاموش رہو۔ گارشا نہ جاگ پڑے میرے ساتھ آؤ۔ میں

تمھیں ایک عجیب و غریب چیز دکھاتا ہوں۔"

شیبا جلدی سے اٹھی اور عمران کے ساتھ چلنے لگی۔ عمران اسے اہرام کی تیسری دیوار کی طرف لے آیا۔ شیبا نے پوچھا:

"عمران بھائی! تم کہاں چلے گئے تھے۔ میں تو سخت پریشان تھی۔ خواب میں بھی تمھیں تلاش کر رہی تھی۔"

عمران نے کہا، "یہ ایک راز ہے۔ میرے ساتھ آؤ میں یہ راز تم پر بھی کھولنا چاہتا ہوں۔"

اہرام کی دیوار میں ایک جگہ شگاف پڑا ہوا تھا۔ عمران اس میں داخل ہو گیا اور بولا:

"اندر آجاؤ شیبا۔"

شیبا کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ کیوں کہ اس کا بھائی عمران اس کے ساتھ تھا۔ وہ بے دھڑک شگاف میں اُتر گئی۔ وہاں اندھیرا تھا۔ عمران آگے آگے تھا اور کہہ رہا تھا:

"بس نیچے سات سیڑھیاں ہی ہیں۔"

"مگر یہاں کیا ہے عمران؟" شیبا نے پوچھا۔

"شی! چپ رہو۔ ابھی تم ایک عجیب و غریب چیز دیکھو گی۔ میں وہ چیز تمھیں دکھانے کے لیے یہاں لایا ہوں۔"

سیڑھیاں اُترنے کے بعد ایک تنگ راہ داری تھی جس کے کونے میں ایک مشعل جل رہی تھی۔ اس کی روشنی میں عمران شیبا کو لیے ایک محرابی دروازے میں داخل ہو گیا۔ شیبا نے اندر جانے کے بعد دیکھا کہ سامنے ایک چبوترہ بنا ہوا ہے جس پر ایک تابوت رکھا ہے۔

"کیا یہ فرعون کا تابوت ہے عمران؟"

شیبا نے پوچھا۔ عمران اتنی دیر میں چبوترے پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے تابوت کا ڈھکن اٹھا دیا اور اشارے سے شیبا کو قریب بلاتے ہوئے کہا:

"دیکھو! اس کے اندر کیا ہے۔"
شیبا کچھ ڈری سی تابوت کے پاس گئی۔ تابوت کے سرہانے ایک چراغ روشن تھا۔ اس کی روشنی تابوت پر پڑ رہی تھی۔ جوں ہی شیبا نے تابوت میں جھانک کر دیکھا اس کا جسم دہشت کے مارے سُن ہو کر رہ گیا۔ تابوت میں عمران بالکل سیدھا لیٹا ہوا تھا اور اس کے جسم پر ممی کی طرح پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ شیبا نے پلٹ کر اپنے قریب کھڑے عمران کی طرف دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی کیوں کہ جو عمران اس کے قریب کھڑا تھا اس کی شکل اب ایک مردہ عورت میں تبدیل ہو گئی تھی جس کے سیاہ بال کھلے تھے اور زرد ڈراونا چہرہ پتھر کے بُت کی طرح ٹکٹکی باندھے شیبا کو تک رہا تھا۔ شیبا بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

خلائی قاتل

مُردہ عورت نے بے ہوش شیبا کو اُٹھا لیا۔

وہ اسے لے کر دالان میں سے گزرتی سامنے والی کوٹھڑی میں داخل ہو گئی۔ اس کوٹھڑی میں بھی ایک تابوت چبوترے پر رکھا ہوا تھا۔ یہ تابوت خالی تھا۔ مُردہ عورت نے شیبا کو اس میں لِٹا دیا۔ اس کے بعد مُردہ عورت سیدھی کھڑی ہو گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے۔ اس کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی جس کے ساتھ ہی مُردہ عورت غائب ہو گئی۔ اہرام کے اس حصّے میں موت جیسی خاموشی چھا گئی۔ ایک کوٹھڑی کے تابوت میں بے ہوش عمران اور دوسری کوٹھڑی کے تابوت میں بے ہوش شیبا پڑی تھی۔ اچانک ان دونوں کے تابوت ہلنے لگے جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ ایک دم سے دونوں تابوت روشن ہو گئے اور اس روشنی میں شیبا اور عمران غائب ہو چکے تھے۔

گارشا کی آنکھ اس وقت کھلی جب دن کافی نکل آیا تھا۔ دھوپ گارشا کے جسم پر پڑ رہی تھی۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی نظر ساتھ والے کمبل پر پڑی۔ شیبا اپنے بستر پر موجود نہیں تھی۔ گارشا نے سوچا کہ یہیں کہیں منہ ہاتھ دھونے گئی ہو گی۔ ابھی آ جائے گی۔ مگر جب کافی دیر گزرنے پر بھی شیبا واپس نہ آئی تو گارشا کو فکر ہوئی۔ وہ اُٹھی اور

اِدھر اُدھر شیبا کو تلاش کرنے لگی، مگر شیبا کو بھی جیسے عمران کی طرح زمین کھا گئی تھی۔ وہ اسے کہیں نظر نہ آئی۔ گارشا سمجھ گئی کہ شیبا کے ساتھ بھی کوئی خلائی حادثہ ہو گیا ہے۔ اب وہ چاہتی تھی کہ اس اہرام سے کچھ دور چھپ کر اس کی نگرانی کرے اور دیکھے کہ اندر سے کوئی خلائی مخلوق کب آتی ہے اور اگر اندر کوئی نہیں ہے تو آسمان سے خلائی مخلوق کب اُترتی ہے۔ کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا سا ریت کا ٹیلہ تھا۔ گارشا نے ریت میں وہاں ایک گڑھا کھودا اور اس میں چھُپ کر اس پُراسرار اہرام پر نظریں جما دیں۔

ہم گارشا کو اسی جگہ چھوڑتے ہیں اور واپس تانیا اور انسپکٹر شہباز کی طرف اپنے ماڈرن زمانے کراچی شہر میں آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ شوگن اور اس کا خلائی ساتھی مورگن کیا کر رہے ہیں۔ ہم نے انسپکٹر شہباز کو اس وقت چھوڑا تھا جب وہ رات کے وقت تانیا کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے سمندر کے کنارے والے لائٹ ہاؤس کی طرف جا رہا تھا۔ تانیا کو انسپکٹر شہباز نے لائٹ ہاؤس کے نیچے ایک پوشیدہ تہ خانے میں چھوڑ دیا تھا کیوں کہ خلائی قاتل شوگن اس کو ہلاک کرنے کے واسطے اس کی تلاش میں تھا۔ یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ شوگن غیبی حالت میں تھا۔ یعنی وہ سب کو دیکھ سکتا تھا، مگر اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ڈاکٹر سلطانہ کو وہ قتل کر چکا تھا۔ گارشا اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ عمران بھی کہیں روپوش ہو چکا تھا۔ شوگن اب سب سے پہلے تانیا کا کام تمام کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد اس کا اور اس کے خلائی ساتھی مارگن کا پروگرام شہر کو تباہ کرنے اور اس کے سارے باشندوں کو ہلاک کرنے کا تھا۔ شوگن کو یہ اطمینان تھا کہ اسے تانیا نہیں دیکھ سکتی اور وہ اسے آسانی سے موت کی نیند سُلا سکتا ہے، لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اب اس شہر میں صرف تانیا ہی ایک ایسی لڑکی ہے جو اسے غیبی حالت میں بھی دیکھ سکتی تھی۔ انسپکٹر شہباز جانتا تھا کہ رات کے اندھیرے میں وہ تانیا

کو ساتھ لے کر خلائی قاتل شوگن کے قبرستان میں اس کے خفیہ ٹھکانے کو بارود سے اُڑا دے تا کہ اس دھماکے میں شوگن کے بھی پرخچے اُڑ جائیں، مگر سب سے پہلے اسے یقین ہو جانا چاہیے تھا کہ خلائی قاتل شوگن یا مارگن اسی خفیہ ٹھکانے میں موجود ہے اور یہ بات اسے تانیا ہی بتا سکتی تھی کیوں کہ وہ اسے غیبی حالت میں دیکھ سکتی تھی۔

حکومت اس آنے والے خلائی خطرے سے باخبر تھی۔ اس معاملے کو حکومت کی طرف سے گہرے راز کے طور پر رکھا گیا تھا۔ سوائے انسپکٹر شہباز اور آئی جی پولیس اور مسلح افواج کے سربراہوں کے اور کسی کو کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔ حکومت زبردست رازداری سے کام لے رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ آئی جی پولیس اور خفیہ محکمے کے افسر انسپکٹر شہباز کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے قوم کو آنے والی تباہی سے بچایا جائے۔

انسپکٹر شہباز اسی قومی جذبے کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ تانیا نے بھی سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی اور وہ ہر قیمت پر خلائی مخلوق کو ہلاک کر کے ملک و قوم اور کرۂ ارض کو خوف ناک بربادی سے ہمیشہ کے لیے بچا لینا چاہتی تھی۔ انسپکٹر شہباز نے گاڑی سمندر کے کنارے اندھیرے میں لائٹ ہاؤس کے پیچھے ایک طرف کھڑی کر دی اور لائٹ ہاؤس کے دروازے کی طرف بڑھا۔ لائٹ ہاؤس کے چیف نے انسپکٹر شہباز کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ جب چاہے وہاں آ سکتا ہے۔ خفیہ تہ خانے کی ایک چابی انسپکٹر کو دے دی گئی تھی۔ انسپکٹر نے نیچے اُتر کر تہ خانے کا دروازہ کھول دیا۔ تہ خانہ اگرچہ چھوٹا سا تھا، مگر صاف ستھرا تھا اور ضرورت کی ہر شے وہاں موجود تھی۔ تانیا چھوٹے سے پلنگ پر لیٹی کچھ پڑھ رہی تھی۔ نیلے فون اس کے سرہانے ایک میز پر لیمپ کے پاس رکھا تھا۔ اس نے انسپکٹر شہباز کو دیکھا تو بولی :

"کیا ہمیں چلنا ہوگا انسپکٹر؟"

"ہاں تانیا بہن! میں اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں؟" انسپکٹر نے کہا۔ تانیا بولی:

"تم گاڑی میں میرا انتظار کرو۔ میں کپڑے بدل کر آتی ہوں۔"

انسپکٹر باہر گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ لائٹ ہاؤس کی اوپر والی گول منزل میں سے روشنی نکل کر سمندر میں گھوم کر پڑ رہی تھی۔ چند لمحوں کے بعد تانیا آ گئی۔ وہ کار میں بیٹھ گئی اور کار ساحلِ سمندر سے پُرانے قبرستان کی طرف روانہ ہو گئی۔ تانیا نے انسپکٹر سے پوچھا:

"انسپکٹر! کیا تمھیں یقین ہے کہ شوگن اس وقت قبرستان میں ہوگا؟"

انسپکٹر نے کہا، "یقین تو نہیں لیکن اس بات کی اُمید کی جا سکتی ہے، کیوں کہ خلائی مخلوق اسی جگہ چھپتی رہی ہے۔"

"مگر ہم نے تو تہ خانے کو تباہ کر دیا تھا۔" تانیا نے کہا۔

انسپکٹر بولا، "ممکن ہے اس خلائی مخلوق نے تہ خانے کے اندر کوئی دوسرا تہ خانہ بنا رکھا ہو۔ ہمیں اس کا سراغ لگا کر وہاں بم لگانا ہوگا۔"

تانیا کہنے لگی، "لیکن انسپکٹر یہ خلائی مخلوق دھماکے سے شاید نہ مرے۔ گارشا نے ایک بار مجھے بتایا تھا کہ خلائی مخلوق صرف اسی صورت میں مر سکتی ہے کہ اسے کسی لوہے کے سلنڈر یا پائپ میں بند کر دیا جائے اور انھیں کم از کم تین گھنٹوں کے لیے آکسیجن بالکل نہ ملے۔"

انسپکٹر نے کہا، "شوگن نظر نہیں آتا۔ ٹھیک ہے تم اسے دیکھ سکتی ہو، لیکن وہ بھی تو تمھیں دیکھ لے گا اور تم پر حملہ کر دے گا۔ ایسی صورت حال میں اس خلائی قاتل کو پکڑ کر لوہے کے پائپ یا سلنڈر میں بند کرنا تو بہت مشکل کام لگتا ہے۔"

تانیا نے کہا، "انسپکٹر! ہمیں نا اُمید نہیں ہونا چاہیے ہمیں ہر حالت میں شوگن اور مارگن اور اگر ان کا کوئی تیسرا ساتھی ہے تو اسے بھی

ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سُلانا ہے۔ یہ کام ہمیں اپنی جان پر کھیل کر بھی کرنا ہے۔ بہرحال میرے ذہن میں ایک اسکیم ہے جو میں بعد میں بتا دوں گی پہلے میں یہ پتا کرنا چاہتی ہوں کہ کیا شوگن قبرستان میں ہی کسی جگہ رات کو چھُپتا ہے۔"

اسی طرح باتیں کرتے وہ پُرانے قبرستان کی دیوار کے قریب پہنچ گئے۔ قبرستان میں موت کی خاموشی اور گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ تانیا کی آنکھوں میں خاص غذائی فارمولے سے تیار کی گئی دوائی پڑی تھی جس کے اثر کی وجہ سے وہ اندھیرے میں بھی اچھی طرح سے دیکھ سکتی تھی۔ اس نے انسپکٹر سے کہا:

"انسپکٹر، تم گاڑی میں ہی بیٹھو۔ میں قبرستان میں جا کر شوگن کا سراغ لگاتی ہوں۔"

تانیا ویران قبرستان کی ڈیوڑھی میں سے نکل کر قبروں کے پاس آ کر جھاڑیوں میں چھُپ گئی۔ انسپکٹر شہباز کو خیال آیا کہ یہاں اسے دیکھا جا سکتا ہے، چناں چہ وہ گاڑی کو قبرستان سے دُور سڑک پر لے گیا۔ گاڑی کھڑی کر دی اور خود قبرستان کی ڈیوڑھی میں آ کر بیٹھ گیا یہاں گہرا اندھیرا چھایا ہُوا تھا۔

تانیا دبے پاؤں چلتی اس جگہ آ گئی جہاں سے سامنے وہ ٹیلہ تھا جس کو بارود سے اُڑا دیا گیا تھا اور اب مٹی کا ڈھیر ہی باقی رہ گیا تھا۔ اسی ٹیلے کے نیچے شوگن اپنی ہنگامی لیبوریٹری میں بیٹھا مارگن سے ریڈیو ٹرانسمیٹر پر بات کر رہا تھا۔ اس کے قریب ہی ایلیمونیم کی میز پر چھوٹا سا رڈار رکھا تھا۔ اس رڈار کی بتی ایک دم سرخ ہو گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ قبرستان میں سے گزر کر کوئی شخص ٹیلے کے پاس آ گیا ہے۔ شوگن نے ریڈیو ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور لیزر گن اٹھا کر اوپر زمین کے باہر جانے والی سُرنگ میں آ گیا۔ تانیا کو ٹیلے کی ڈھیری کے پاس
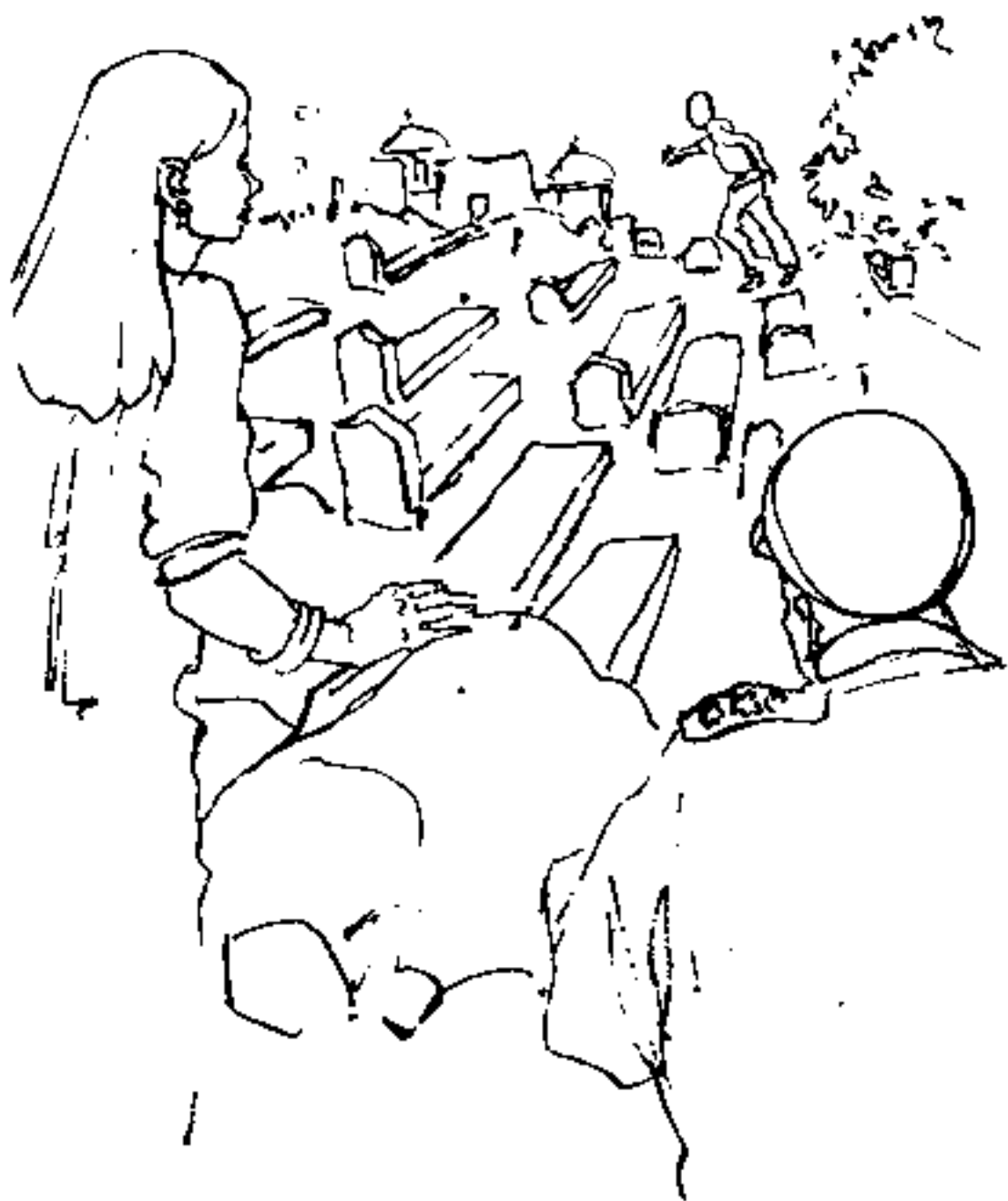
زیادہ دیر تک رُکنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ تو یہی سمجھ رہی تھی بلکہ پولیس بھی یہی سمجھتی تھی کہ ٹیلے کے اندر خلائی مخلوق کی خفیہ لیبورٹری کو اُڑا دیا گیا ہے اور اب وہاں کوئی بھی نہیں ہے، چناں چہ تانیا ٹیلے سے ہٹ کر واپس قبرستان میں آ گئی۔ یہاں وہ قبروں کا غور سے جائزہ لینے لگی۔ پھر وہ چلتی ہوئی ڈیوڑھی میں آ گئی جہاں انسپکٹر شہباز پہلے ہی اندھیرے میں چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے انسپکٹر سے کہا:

"انسپکٹر! یہاں شوگن نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس باقی بچی ہوئی خلائی مخلوق نے شہر سے باہر کسی دوسری جگہ اپنا ٹھکانہ بنا لیا ہے۔"

انسپکٹر کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ تانیا نے اشارے سے اسے روک دیا۔ انسپکٹر ایک دم چُپ ہو گیا اور جدھر تانیا دیکھ رہی تھی اس طرف دیکھنے لگا۔ قبروں کی جانب اندھیرے میں سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے کوئی خشک پتوں پر احتیاط سے قدم رکھتا چلا آ رہا ہے۔ تانیا اور انسپکٹر پیچھے ہٹ گئے۔ تانیا آنکھیں پھاڑے تک رہی تھی۔ اسے اندھیرے میں ایک انسانی ہیولا رُک رُک کر قدم اُٹھاتا نظر آیا۔ اُس نے فوراً پہچان لیا یہ شوگن تھا۔ اس نے انسپکٹر شہباز کے کندھے کو آہستہ سے دبایا اور اس کے کان میں سرگوشی کی:

"شوگن آ رہا ہے۔"

انسپکٹر کو سوائے اندھیرے کے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا، مگر جانتا تھا کہ تانیا اسے دیکھ سکتی ہے چناں چہ اسے یقین تھا کہ شوگن اندھیرے میں چلا آ رہا ہے۔ اس نے آہستہ سے کہا:

"تانیا فائر کر کے اسے گرا دو۔"

تانیا نے انسپکٹر کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا، کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ شوگن پر دُنیا کی کوئی گولی اثر نہیں کر سکتی۔ شوگن نے ڈیوڑھی میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا، مگر اسے وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ چناں چہ وہ واپس

اپنے خفیہ اڈے کی طرف چل پڑا۔ تانیا کچھ فاصلہ رکھ کر اس کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔ بہت جلد اسے معلوم ہو گیا کہ شوگن نے اسی تباہ شدہ ٹیلے کے نیچے کوئی خفیہ تہ خانہ بنا رکھا ہے، کیوں کہ شوگن ٹیلے کے ایک گول سوراخ میں سے اندر اتر گیا تھا۔ تانیا نے قریب جا کر سوراخ کو غور سے دیکھا۔ اس کے دیکھتے دیکھتے یہ شگاف بند ہو گیا۔ اس پر اوپر کی جانب سے پتھر کی ایک سِل گری تھی۔ تانیا تیز تیز قدم اٹھاتی ڈیوڑھی میں واپس آ گئی اور انسپکٹر شہباز سے کہا:

"یہاں سے نکل چلو انسپکٹر!"

انسپکٹر اٹھا اور تانیا کے پیچھے پیچھے چلتا قبرستان سے دور سڑک پر آ گیا جہاں اس کی پولیس جیپ کھڑی تھی۔ تانیا نے کہا،

"انسپکٹر! شوگن اسی خفیہ لیبورٹری میں رہتا ہے جس کو پولیس نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔"

"مگر ہم نے تو زمین کو تہ و بالا کر دیا تھا۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ خلائی مخلوق نے تہ خانے کے نیچے بھی کوئی خفیہ تہ خانہ بنا رکھا تھا، شوگن نے وہیں اپنا ٹھکانہ بنایا ہے۔" تانیا نے جواب دیا۔

وہ پولیس کار میں بیٹھ کر وہاں سے شہر کی طرف چل پڑے۔ کچھ دیر بعد وہ لائٹ ہاؤس کے تہ خانے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ انسپکٹر شہباز کہہ رہا تھا۔

"ہمیں ایک بار پھر اس ٹیلے کو دھماکے سے اڑانا ہو گا۔ صرف اسی صورت میں ہم شوگن کے جسم کے ٹکڑے کر سکتے ہیں۔ دھماکے سے ہوا کی شدید دباؤ والی لہریں اس کے پرزے پرزے اڑا دیں گی۔ میرا خیال ہے وہ دھماکے کے بعد زندہ نہیں رہ سکے گا۔"

تانیا نے کہا، "اس کا صحیح جواب تو گارشا ہی دے سکتی تھی،

مگر وہ اللہ جانے کہاں غائب ہو گئی ہے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ دھماکے سے شوگن اور اگر وہاں اس کا کوئی ساتھی ہے تو اس کے جسموں کے پرزے اڑ جائیں گے اور ایسی حالت میں اس کے زندہ بچ رہنے کا کوئی امکان نہیں ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔" انسپکٹر شہباز نے اٹھتے ہوئے کہا" میں ابھی جا کر کمانڈو افسر سے بات کرتا ہوں۔ اس منصوبے پر ہم رات کو ہی عمل کریں گے، کیوں کہ شوگن رات کے وقت اپنے تہ خانے میں ہی ہوتا ہے۔ تمھیں ہمارے ساتھ جانے کی اب ضرورت نہیں ہے۔ تم اسی جگہ رہو گی۔ ویسے میں تمھیں فون پر خوش خبری ضرور سناؤں گا۔"

تانیا نے کہا،" تم لوگوں کو بڑی احتیاط سے کام لینا ہو گا ممکن ہے شوگن نے تہ خانے میں کوئی ایسا رڈار لگا رکھا ہو جو اسے کمانڈوز کی آمد کی اطلاع کر دے۔"

انسپکٹر بولا، ہمارا ایکشن بڑا اچانک اور تیز ہو گا تم بے فکر رہو۔"

انسپکٹر شہباز نے اسی وقت کمانڈو افسر سے مل کر اسے ساری بات سمجھا دی۔ کمانڈو افسر نے ساری بات بڑے غور سے سنی تھی۔ کہنے لگا:

"مجھے سو فی صد یقین ہے کہ خلائی مخلوق نے اپنے تہ خانے میں ایسا کوئی آلہ ضرور لگا رکھا ہو گا جو اسے ہماری خبر کر دے گا۔ مجھے کمانڈو اسکواڈ کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہے۔"

"تم کیا مشورہ دیتے ہو؟" انسپکٹر شہباز نے پوچھا۔

کمانڈو افسر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا:

"میرے پاس تو اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے۔"

"وہ کیا؟" انسپکٹر شہباز نے پوچھا۔

کمانڈو افسر بولا،" ہمیں راکٹ سے اس ٹیلے کو تباہ کر دینا چاہیے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

"مگر راکٹ ساتھ والی آبادی کو بھی تہ و بالا کر دے گا۔"
انسپکٹر شہباز نے تشویش کے ساتھ کہا۔ کمانڈو افسر بولا:
"ہمیں آبادی کو وہاں سے نکال دینا ہو گا۔ یہ قومی سلامتی کا مسئلہ ہے انسپکٹر۔ ہم ہنگامی بنیادوں پر کام کر رہے ہیں۔"
انسپکٹر شہباز نے انسپکٹر جنرل پولیس سے مشورہ کیا۔ اس نے حکومت کے ذمّے دار افسروں سے بات کی۔ بڑی اعلا سطح پر کافی دیر کے صلاح مشوروں کے بعد یہی طے پایا کہ ٹیلے پر ہیلی کاپٹر کی مدد سے طاقت ور راکٹ پھینکا جائے گا اور ساتھ والی آبادی کو رات کے وقت وہاں سے نکال دیا جائے گا۔ اگلے روز سی آئی ڈی کے آدمی سفید کپڑوں میں قبرستان کے ساتھ والی آبادی میں گئے اور وہاں کے ذمّے دار لوگوں سے ملے۔ انھیں بتایا کہ فوج ایک بم کا تجربہ کرنے والی ہے اس لیے آبادی کے لوگوں کو ایک رات کے لیے خاموشی سے باہر لے جایا جائے۔
"مگر کسی کو خبر نہیں ہونی چاہیے کہ ٹیلے پر بم کا تجربہ ہو رہا ہے۔ جب بم پھٹ جائے گا تو ہم خود ہی خبر چھپوا دیں گے، مگر لوگوں کو یہی کہا جائے کہ خطرہ ہے کہ دشمن ملک رات کو راکٹ گرائے گا۔ اس سے زیادہ کسی کو کچھ نہ بتایا جائے۔"
چناں چہ آبادی کے عام لوگوں کو یہی بتایا گیا۔ رات کے گیارہ بجے کے قریب لوگ خاموشی سے اپنے مکانوں کو تالے لگا کر وہاں سے نکل گئے۔ یہ چھوٹی سی بستی تھی۔ زیادہ سے زیادہ پچاس ساٹھ مکانات تھے۔ انھیں پولیس لائنز میں جگہ دے دی گئی کہ وہ رات وہاں آرام کر سکتے ہیں۔ دوسری رات ٹھیک بارہ بجے ایک ہیلی کاپٹر گن شپ دو بڑے طاقت ور راکٹ لے کر قبرستان کے ٹیلے کی طرف اڑا۔ یہ شوگن کی بد قسمتی تھی کہ وہ اس رات تانیا کی تلاش میں نہیں نکلا تھا اور اس

وقت اپنے تہ خانے میں بیٹھا وائرلیس پر مارگن کو ہدایات دے رہا تھا کہ تانیا کو پولیس نے کہیں چھپا دیا ہے چناں چہ اب ہمیں تانیا کا خیال چھوڑ کر شہر کی بڑی بڑی عمارتوں، ریلوے، پلوں اور دوسری اہم تنصیبات کو اُڑانے کا کام شروع کر دینا چاہیے۔ ٹھیک اس وقت لے ہیلی کاپٹر کی دھیمی دھیمی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز دور جنوبی امریکا کے شہر برازیلیہ سے باہر خفیہ لیبورٹری میں بیٹھے خلائی انسان مارگن نے بھی سُن لی تھی۔ اس نے پوچھا:

"مجھے یہ ہیلی کاپٹر کی آواز لگتی ہے۔"

شوگن نے جواب دیا:

"ہاں کوئی ہیلی کاپٹر اوپر سے گزر رہا ہے۔"

مگر ہیلی کاپٹر ٹیلے کے اوپر سے گزرتے ہوئے ایک کے بعد ایک دو طاقت ور راکٹ ٹیلے پر فائر کر چکا تھا۔ راکٹ ٹیلے میں پچاس ساٹھ گز نیچے گُھس کر پھٹ گئے۔ پہلے ایک اور اس کے ساتھ ہی دوسرا دھماکا ہوا۔ یہ دھماکے اتنے بھیانک تھے کہ قبرستان میں قبریں تک اُلٹ گئیں اور مُردوں کی ہڈیاں باہر نکل آئیں۔ ٹیلے کی جگہ ایک بہت بڑا گڑھا پڑ گیا جہاں سے پانی نکل آیا۔ شوگن کا جسم ذرّوں میں تبدیل ہو کر ٹیلے کی مٹی اور گرد و غبار میں مل گیا تھا۔ دھماکے کی آوازیں برازیلیہ میں بیٹھے مارگن نے بھی سُنی تھیں۔ اس نے پوچھا:

"یہ کیسا دھماکا تھا شوگن؟"

مگر شوگن تو ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا تھا۔ اسے کون جواب دیتا۔ مارگن نے یہ چیخ کر پوچھا:

"شوگن! شوگن! کیا تم زندہ ہو؟"

مگر دوسری طرف گہری خاموشی چھائی تھی۔ وائرلیس کا سلسلہ ٹوٹ چکا تھا۔ مارگن سمجھ گیا کہ ٹیلے والے تہ خانے کو راکٹ سے اُڑا دیا ہے اور شوگن

کے جسم کے پرخچے اُڑ گئے ہیں۔ یہ خلائی مخلوق اس طریقے سے بھی ہلاک کی جا سکتی تھی۔ مارگن نے ریڈیو ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ اس کا اسسٹنٹ خلائی انجینئر شارٹی بھی اس کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ مارگن نے اسے بتایا کہ شوگن کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ ہمیں آج ہی کراچی کے لیے روانہ ہو جانا ہوگا۔ شارٹی نے اپنے دانت پیستے ہوتے کہا:

"مارگن! ہم نے اس دنیا کی مخلوق کو ضرورت سے زیادہ ڈھیل دے رکھی ہے۔ اب ہمیں اس مخلوق کو تباہ کرنے کا کام شروع کر دینا چاہیے نہیں تو ہماری جانیں بھی خطرے میں ہوں گی۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو" مارگن بولا، "میرا خیال ہے تم اسی جگہ ٹھیرو اور پلاٹینم راڈ تیار کرنی شروع کر دو۔ میں شوگن کا پتا کرتا ہوں۔ تمھیں وہاں سے اطلاع دوں گا۔ اب ہم دیر نہیں کریں گے۔ ہم اس دنیا کے لوگوں کو تباہ و برباد کر کے چھوڑیں گے۔"

مارگن کراچی کے لیے روانہ ہو گیا۔

دوسری طرف دن کی روشنی میں کمانڈو افسر، انسپکٹر شہباز اور آئی جی پولیس تانیا کو ساتھ لے کر ٹیلے کے گڑھے پر پہنچ گئے۔ تانیا نے چاروں طرف غور سے دیکھا۔ اسے شوگن کہیں دکھائی نہ دیا۔ ملبے کے نیچے سے ریڈیو ٹرانسمیٹر کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے مل گئے۔ تانیا نے انھیں دیکھ کر کہا:

"زمین اوپر نیچے ہو گئی ہے۔ خلائی مخلوق کا خفیہ تہ خانہ، ان کی لیبورٹری، ٹرانسمیٹر سب کچھ تباہ ہو گیا ہے۔ شوگن باقی نہیں رہا۔"

"اس کا کیا ثبوت ہے تانیا؟" آئی جی پولیس نے پوچھا۔

تانیا بولی، "اس کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ شوگن اس لیبورٹری میں تھا، مگر اب وہ حملہ نہیں کر رہا۔ اس کا وجود ختم ہو گیا ہے۔ ہم نے شوگن کو ختم کر دیا ہے۔ اب خطرہ صرف اس کے ساتھی مارگن سے ہے جو اگر یہاں شوگن کے ساتھ نہیں تھا تو پھر برازیل سے

یہاں پہنچنے ہی والا ہو گا کیوں کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ شوگن کی ہلاکت کی اسے خبر نہ ملی ہو۔ ان لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے سے جسمانی لہروں کا رابطہ بھی ہوتا ہے۔

پولیس انسپکٹر اور آئی جی پولیس کو شوگن کی موت کا یقین ہو گیا تو انھوں نے تانیا کو ساتھ لیا اور واپس چل دیے۔ اب انھیں اگر کوئی خطرہ تھا تو وہ آخری خلائی قاتل مارگن سے تھا۔ اسی روز اعلا حکام کا ایک خفیہ اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ کراچی کی ایئرپورٹ اور بندرگاہ کی کڑی نگرانی کی جائے گی اور مارگن کو وہاں اترتے ہی ہلاک کر دیا جائے گا۔ اس مقصد کے لیے اسپیشل فورس تعینات کی گئی اور اسے کلاشنکوف رائفلیں دے دی گئیں۔ ان کا خیال تھا کہ کلاشنکوف کے آگے خلائی قاتل مارگن بھی زندہ نہ رہ سکے گا۔

موت کی شعاع

وہ خلائی مخلوق کی طاقت سے واقف نہیں تھے۔

گلارشا ہوتی تو انسپکٹر شہباز، پروفیسر رضوی اور تانیا کی رہنمائی کرتی اور انھیں خلائی مخلوق کی طاقت کا کوئی توڑ بتاتی، مگر وہ تو شیبا اور عمران کے ساتھ ماضی کے دھندلکوں میں بھٹک رہی تھی۔ انسپکٹر شہباز اور تانیا اوٹان سیارے کی باقی بچی ہوئی مخلوق یعنی مارگن اور اس کے ساتھی شارق کی طاقت سے بے خبر تھے۔ پولیس نے کراچی کی بندرگاہ، ریلوے اسٹیشن اور ہوائی اڈے کی خفیہ طور پر ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ تانیا کے بتائے ہوئے حلیے پر پولیس کے ماہر آرٹسٹ نے مارگن کی تصویر بنا لی تھی۔ اس تصویر کی کاپیاں بنوا کر اسپیشل فورس کے جوانوں کو دے دی گئی تھیں تا کہ وہ مارگن کو پہچان سکیں۔

مگر مارگن اتنا احمق نہیں تھا۔ پھر وہ کوئی عام آدمی نہیں تھا۔ وہ ایک خلائی مخلوق تھی۔ اگرچہ اس کا اپنے سیارے اوٹان سے رابطہ ٹوٹ چکا تھا۔ اس کے باوجود اس کے پاس خلائی طاقت موجود تھی۔ وہ اور شارق مل کر زبردست تباہی پھیلا سکتے تھے اور انھوں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ اب کسی کا لحاظ نہ کیا جائے۔ شوگن کی ہلاکت نے ان کے دل میں انتقام کی آگ بھڑکا دی تھی۔ مارگن نے مُکا لہرا کر خلائی طریقے

سے قسم کھائی تھی کہ اب وہ کسی کو معاف نہیں کرے گا اور تباہی کا سلسلہ شروع کر دے گا۔
دونوں خلائی ساتھی یعنی مارگن اور شارٹی برازیلیہ سے ایک ہوائی جہاز میں سوار ہو کر لندن پہنچ گئے۔ یہاں سے انھوں نے ایک جہاز کے ذریعہ سے کراچی آنا تھا۔ برازیل کی سنگلاخ پہاڑی والی خفیہ لیبوریٹری سے انھوں نے تباہی کا سامان اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ یہ چیونگ گم کی گولیوں کے سائز کے دھماکے سے پھٹنے والے بم تھے جو بڑی تباہی پھیلا سکتے تھے۔ یہ خلائی گرینیڈ تھے۔ مورگن اور شارٹی نے نقلی داڑھیاں لگا رکھی تھیں اور وہ سیاحوں کے بھیس میں سفر کر رہے تھے۔ لندن ایرپورٹ پر اُترتے ہی وہ ہوائی اڈے کے باہر آ گئے۔ یہاں وہ ایک دن کے لیے رُک سکتے تھے اور لندن کی سیر کر سکتے تھے۔
مارگن نے شارٹی کو ساتھ لیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر لندن کے گنجان علاقے پکاڈلی میں آ گئے۔ یہاں کئی ریستوران تھے جو گاہکوں سے بھرے ہوتے تھے۔ کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، مگر مورگن کے پاس بہت ڈالر اور پاؤنڈ تھے جو اس نے اپنی خفیہ لیبوریٹری میں بنائے تھے۔ یعنی یہ نقلی نوٹ تھے، مگر اصل لگتے تھے۔ مورگن نے ایک بیرے کو دس پونڈ رشوت دے کر ریستوران میں ایک جگہ حاصل کر لی۔ وہ گول میز کے آمنے سامنے بیٹھ گئے اور کافی منگوا کر باتیں کرنے لگے۔ وہ دھیمی آواز کے ساتھ اپنی خلائی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ مورگن کہنے لگا:
"شارٹی! ہمیں اپنا کام ختم کر کے کسی دوسری جگہ بھی جانا ہے۔ پلوٹونیم میں لگا دوں گا۔"
اتنا کہہ کر مورگن نے دائیں بائیں احتیاط کے ساتھ نگاہ ڈالی۔ ریستوران میں ہر شخص کھانے پینے اور باتیں کرنے میں لگا تھا۔ میوزک بڑے زور سے بج رہا تھا۔ مورگن نے چیونگ گم کی سائز کا پلوٹونیم بم

جیب سے نکال کر چھوٹی سی گول میز کے نیچے چپکا دیا۔ اس بم کو پانچ منٹ بعد دھماکے سے پھٹنا تھا۔ مورگن نے شارلی کو اشارہ کیا شارلی نے بل ادا کیا اور ریستوران سے نکل گئے۔ وہاں سے وہ دوسرے بازار میں آ گئے۔ یہاں ایک اسٹور تھا جہاں قسم قسم کا سامان بکتا تھا اور لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ مورگن اور شارلی اسٹور میں آ گئے۔ یہاں شارلی نے ایک پلوٹینیم بم اسٹور کی ایک الماری کے پیچھے چپکا دیا۔ پھر گھڑی کو دیکھا اور مورگن سے کہا:

"اب یہاں سے نکل چلو۔"

دونوں اسٹور سے نکل کر ایرپورٹ کو جانے والی سڑک پر آ گئے اور ایک طرف فٹ پاتھ پر کھڑے ہو گئے۔ مورگن اپنی کلائی کی گھڑی کو تک رہا تھا۔ گھڑی کی سوئی ٹک ٹک کرتے حرکت کر رہی تھی۔ اچانک ریستوران میں دھماکا ہوا اور سارے ریستوران کے پرخچے اڑ گئے۔ اس کے دو منٹ بعد اسٹور میں دھماکا ہوا اور آسمان سیاہ دھوئیں سے بھر گیا۔ ہر طرف چیخ و پکار مچی تھی۔ انسانی جسموں کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ لوگ کاروں میں بھاگ رہے تھے۔ مورگن کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے شارلی کی طرف دیکھ کر کہا:

"شارلی! ہمارے پہلے دونوں تجربے کامیاب رہے ہیں۔ اب ہمیں ایرپورٹ پر تباہی مچانی ہے۔"

انھوں نے ٹیکسی پکڑی اور ایرپورٹ آ گئے۔ ایرپورٹ پر لوگ ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔ دھماکوں کی خبر یہاں بھی پہنچ گئی تھی اور وہ ایک دوسرے سے دھماکوں کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ پولیس بھی حرکت میں آ گئی تھی اور لندن ایرپورٹ کے باہر سیکورٹی یعنی حفاظتی انتظام سخت کر دیا گیا تھا۔ ایرپورٹ کے گیٹ پر شارلی اور مورگن کی بھی دوسرے مسافروں

کے ساتھ تلاشی لی گئی۔ مورگن کی جیب سے چیونگم کے سائز کی گولیاں نکلیں تو سیکورٹی افسر نے غور سے دیکھا پھر سونگھا۔ اُن میں کوئی بُو نہیں تھی۔ وہ پوچھنے لگا:

"یہ کیا ہیں؟"

مورگن نے مسکرا کر کہا" میری چیونگ گم ہیں۔"

انگریز سیکورٹی افسر نے خاموشی سے چیونگ گم کی گولیاں مورگن کو واپس کر دیں۔ اسے احساس بھی نہیں تھا کہ یہ گولیاں چیونگ گم نہیں بلکہ انتہائی تباہی پھیلانے والے زبردست بم ہیں۔ لندن سے کراچی جانے والا جہاز تیار کھڑا تھا۔ وہ جہاز میں جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد جہاز ٹیک اوف کر گیا اور آسمان کی بلندیوں میں پہنچ کر کراچی کی طرف پرواز کرنے لگا۔ مورگن اور شارٹی ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔ شارٹی نے کہا:

"مورگن! مجھے لگتا ہے کہ کراچی ایرپورٹ پولیس کی سخت نگرانی میں ہوگا"

مورگن مسکرایا" تو کیا ہُوا۔ ہمیں کون پہچانے گا اور اگر کسی نے پہچان بھی لیا تو وہ زندہ نہ بچے گا۔"

جہاز اُڑا جا رہا تھا۔ شام کے وقت جہاز کراچی ایرپورٹ پر اُتر گیا۔ اسپیشل فورس کے آدمی لاؤنج کے گیٹ پر ہی کھڑے تھے۔ وہ سادا لباس میں تھے۔ ان کے پاس مورگن کی تصویریں تھیں۔ یہ بڑے تجربہ کار خفیہ جاسوس تھے۔ مورگن نے جہاز سے اُترتے ہی شارٹی سے کہا:

"شارٹی تم مجھ سے کچھ فاصلہ رکھ کر پیچھے پیچھے آؤ۔ یہاں کی مخلوق کو کس طرح موت کی نیند سُلایا جاتا ہے یہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں۔"

شارٹی پیچھے ہو گیا۔ مورگن مسافروں کے ساتھ آگے آگے جا رہا تھا۔ جوں ہی وہ لاؤنج کے گیٹ پر پہنچا ایک سپاہی نے اسے داڑھی کے حُلیے میں بھی پہچان لیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھی سے کہا:

"یہی وہ آدمی ہے۔ خبردار رہنا۔"

جوں ہی مورگن دروازے سے نکلا دونوں سپاہیوں نے اسے دبوچ لیا۔ اگرچہ ان سپاہیوں کو بتا دیا گیا تھا کہ جس ملزم کو پکڑنا ہے وہ خلائی مخلوق ہے اس لیے انھیں بڑا ہوشیار رہنا ہوگا، لیکن سپاہیوں نے اس کا کوئی خیال نہ کیا اور مورگن کو بازوؤں سے پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے ایک طرف لے گئے۔ ایک سپاہی نے فوراً اُسے اُلٹی ہتھکڑی ڈال دی اور دوسرے نے پستول اس کی گردن سے لگا کر کہا، "خاموشی سے ہمارے ساتھ چلو۔ نہیں تو گولی مار دوں گا۔"

مورگن مسکرایا۔ اُس نے کوئی اعتراض نہ کیا اور خاموشی سے سپاہیوں کے ساتھ پولیس کی گاڑی کی طرف بڑھا۔ شارٹی نے دیکھ لیا تھا کہ سپاہیوں نے مورگن کو گرفتار کر لیا ہے مگر وہ بھی مطمئن تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔

مورگن پولیس کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ وہاں صرف ایک ڈرائیور ہی تھا۔ گاڑی اسپیشل فورس کے ہیڈ کوارٹر کی طرف چل پڑی۔ شارٹی نے ایک ٹیکسی پکڑی اور اسے پولیس کی گاڑی کا پیچھا کرنے کو کہا۔ پولیس کی گاڑی آگے آگے جا رہی تھی۔ شارٹی کی ٹیکسی پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ مورگن کو الٹی ہتھکڑی لگی تھی۔ دونوں سپاہی بڑے خوش تھے کہ انھوں نے خلائی ملزم کو بڑی آسانی سے گرفتار کر لیا ہے۔ انھیں خبر نہیں تھی کہ وہ چند گھڑیوں کے مہمان ہیں اور تھوڑی دیر بعد ہمیشہ کی نیند سونے والے ہیں۔

مورگن نے کھڑکی سے باہر جھانک کر کہا:

"تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو اور کیوں؟"

سپاہی بولا، "چپ رہو۔ تمھیں بولنے کی اجازت نہیں ہے۔"

مورگن مسکرایا۔ اُس نے ذرا سا زور لگایا اور لوہے کی ہتھکڑی ٹوٹ گئی۔ مورگن نے دونوں ہاتھ دکھاتے ہوئے سپاہی سے کہا:

"تمھاری ہتھکڑی تو بڑی کچی تھی۔"

مورگن کو ہتھکڑی سے آزاد دیکھ کر دونوں سپاہی حیران و پریشان ہو کر رہ گئے۔ دونوں نے پستول کی نالیاں مورگن کے سر کے ساتھ لگا دیں اور کہا کہ اگر اس نے فرار ہونے کی ذرا سی بھی کوشش کی تو اس کی کھوپڑی اڑا دی جائے گی۔ شارٹی ٹیکسی میں پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور حیران تھا کہ مورگن اتنی دیر کیوں لگا رہا ہے۔ مورگن نے ایک سپاہی کی طرف گھور کر دیکھا۔ گھور کر دیکھنے سے مورگن کی آنکھوں سے سُرخ رنگ کی ایک باریک شعاع نکل کر سپاہی کے ماتھے سے ٹکرائی۔ ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور سپاہی کے سر کا اوپر والا حصہ اُڑ گیا اور دماغ بکھر گیا۔

دوسرے سپاہی نے یہ دہشت ناک منظر دیکھا تو اس پر لرزہ سا طاری ہو گیا۔ مارگن نے اب اس کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا:

"میں چاہتا ہوں تم بھی اپنے دوست کے پاس چلے جاؤ۔"

ابھی مورگن کا جملہ پورا نہیں ہُوا تھا کہ مورگن کی آنکھوں کی سرخ قاتل شعاع نے دوسرے سپاہی کی بھی کھوپڑی اڑا دی۔ جو سپاہی گاڑی چلا رہا تھا وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اس نے فوراً بریک لگائی اور دروازہ کھول کر باہر کو بھاگا۔ مورگن نے اسے کچھ نہ کہا۔ وہ چاہتا تھا کہ ڈرائیور اپنے افسروں کو جا کر بتا دے کہ ان کے ساتھیوں کا مورگن نے کیا حشر کیا ہے۔ شارٹی بھی ٹیکسی لے کر وہاں آ گیا۔ مورگن نے گاڑی سے سر نکال کر شارٹی سے کہا:

"اندر آ جاؤ۔"

شارٹی پولیس کی گاڑی میں آ گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے شور مچایا کہ میرا کرایہ تو دیتے جاؤ۔ شارٹی نے غصے سے کہا:

"ابھی کرایہ دیتا ہوں۔"

پھر ڈرائیور کی طرف آنکھیں سکیڑتے ہوئے گھور کر دیکھا۔ شارٹی کی آنکھوں

سے بھی سُرخ قاتل شعاع نکل کر ڈرائیور کے ماتھے پر پڑی اور ہلکے سے دھماکے کے ساتھ ڈرائیور کی آدھی کھوپڑی اُڑ گئی۔ مورگن نے دونوں سپاہیوں کی لاشوں کو باہر پھینکا اور گاڑی کا رُخ کراچی سے لاہور جانے والی ہائی وے پر کر دیا۔

"کیا ہم راستے میں کوئی ٹرین پکڑیں گے مورگن؟" شارٹی نے پوچھا۔

"وہ کس لیے؟" مورگن بولا، "ہمیں اسی شہر کے آس پاس رہنا ہو گا۔ شوگن کے قاتل تانیا اور انسپکٹر اسی شہر میں ہیں۔ ہمیں ان سے بھی اپنے ساتھی کی موت کا بدلہ لینا ہے۔"

شارٹی نے کہا، "ہمیں کسی ایسی جگہ خفیہ ٹھکانہ بنانا ہو گا جہاں پولیس کے فرشتے بھی نہ پہنچ سکیں۔"

مورگن بولا، "پہنچ بھی جائیں گے تو ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اب ہم اپنی پوری خلائی طاقت کے ساتھ میدان میں اُتر آئے ہیں۔ پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ ہمیں اطمینان سے شہر میں تباہی پھیلانے کا موقع ملے۔ سمندری چٹانوں والی سُرنگ کا تانیا کو علم ہے۔"

شارٹی کہنے لگا، "مجھے یاد ہے شہر کے باہر اس طرف ایک پُرانے قلعے کا کھنڈر ہے۔ ہم اس کھنڈر میں اپنا ٹھکانہ بنا سکتے ہیں۔"

"ہاں۔" مورگن بولا، "میں نے بھی وہ کھنڈر دیکھا ہے۔ یہ کسی بادشاہ کا محل تھا، مگر اب وہاں سانپ بچھو رہتے ہیں۔ چلو اسی طرف چلتے ہیں۔"

مورگن نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ آگے ایک دریا آ گیا۔ اب رات کا اندھیرا ہو گیا تھا اور دریا کے پُل پر سے کبھی کبھی کوئی ٹرک یا کار گزر جاتی تھی۔ مورگن نے کہا:

"ہمیں اس پولیس گاڑی کو پُل پر سے دریا میں پھینکنا ہے تاکہ پولیس ہمارا سراغ نہ لگا سکے۔ آگے ہم اپنے طریقے سے جائیں گے۔"

مورگن پولیس گاڑی کو پُل پر لے آیا۔ دونوں گاڑی سے باہر نکل آئے

مورگن نے گاڑی کو ذرا سا دھکا دیا اور گاڑی لڑھکتی ہوئی دریا میں جاگری۔
مورگن نے کہا، "اب قلعے کی طرف چلو۔"
وہ پُل پر سے اُتر کر دریا کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ کچھ دُور تک چلنے کے بعد وہ دائیں طرف مُڑ گئے جہاں جنگلی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں۔ یہ سوکھی ہوئی جھاڑیاں تھیں اور ان کے درمیان کہیں کہیں ریت کے ٹیلے اُبھرے ہوئے تھے۔ وہ ٹیلوں کے درمیان آگے بڑھتے گئے۔ پھر انھیں ریت کے ایک اونچے ٹیلے پر پُرانے قلعے کا کھنڈر نظر آیا۔
"یہی اُس پُراسرار قلعے کا کھنڈر ہے مورگن۔" شارلی نے کہا۔
"ہاں میں نے اسے پہچان لیا ہے۔" مورگن نے جواب دیا۔
قلعے کا یہ کھنڈر بڑی خستہ حالت میں تھا۔ اندھیرا ضرور تھا مگر خلائی مخلوق ہونے کی وجہ سے مورگن اور شارلی کو ہر چیز نظر آرہی تھی۔ ستون جگہ جگہ گرے ہوئے تھے۔ دیواریں ڈھے چکی تھیں۔ کہیں کہیں کوئی چھت کھڑی رہ گئی تھی۔ انھوں نے قلعے کے اندر چاروں طرف چکر لگایا۔ ایک جگہ انھیں تنگ سیڑھیاں نیچے جاتی دکھائی دیں۔ مورگن بولا:
"نیچے ضرور کوئی تہ خانہ ہوگا۔"
وہ سیڑھیاں اُترنے لگے۔ مکڑیوں کے جالے ان کے سروں سے لپٹ رہے تھے اور وہ انھیں ہٹاتے جاتے تھے۔ دس بارہ سیڑھیاں اُترنے کے بعد نیچے ایک تہ خانہ آگیا جس کے فرش پر جگہ جگہ قبروں کی ڈھیریاں لگی ہوئی تھیں۔ مارگن نے ایک ڈھیری کو جُھک کر دیکھا پھر پتھروں کو پیچھے ہٹایا تو نیچے ایک اور سیڑھی نکلی۔ اس نے کہا:
"اس تہ خانے کے نیچے بھی ایک تہ خانہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ جگہ ہمارے لیے بڑی ٹھیک رہے گی۔"
یہ زینہ دوسرے تہ خانے میں اترتا تھا۔ یہ نچلا تہ خانہ بھی چھوٹا سا تھا اور کونے میں پیتل کے کچھ پُرانے برتن اوندھے پڑے تھے۔ ایک دیوار

میں پتھر کی ایک دو تین گز لمبی انسانی آنکھ بنی ہوئی تھی۔ شارٹی نے اس آنکھ کو غور سے دیکھا اور بولا :

"یہ آنکھ شاید اسی قلعے کے راجہ نے حفاظت کے لیے کھدوائی ہوگی"
مارگن نے اس طرف کوئی دھیان نہ دیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے بولا :

"ہمیں یہاں صفائی وغیرہ کرنی ہوگی اور بیٹھنے سونے کے لیے کچھ چیزیں بھی لا کر رکھنی ہوں گی ۔"
شارٹی بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

دوسری طرف پولیس کار کا ڈرائیور لرزتا کانپتا اسپیشل فورس ہیڈکوارٹر پہنچا۔ وہاں انسپکٹر شہباز اور تانیا بھی موجود تھے۔ اس نے اپنے افسروں کو سارا بھیانک واقعہ سُنا دیا کہ کس طرح ملزم نے گرفتار ہونے کے بعد دونوں سپاہیوں کی کھوپڑیاں اُڑا دیں۔

"سر! میں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا ہوں۔ اللہ جانے انھوں نے مجھے کیا سوچ کر چھوڑ دیا۔ وہ بڑی آسانی سے میری کھوپڑی بھی اُڑا سکتے تھے۔"

انسپکٹر شہباز نے تانیا کی طرف دیکھا۔ تانیا نے کہا :

"یہ مارگن کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں نے پہلے ہی آپ کو خبردار کر دیا تھا کہ مارگن کو گرفتار کرنے کے لیے بڑی ہوشیاری سے کام لینا ہوگا۔"

انسپکٹر نے تانیا اور اسپیشل فورس کی گاڑی کو ساتھ لیا اور موقع واردات پر پہنچ گیا۔ وہاں پولیس موجود نہیں تھی۔ مگر دونوں سپاہیوں کی لاشیں وہاں پڑی تھیں۔ انسپکٹر کے حکم سے دونوں لاشوں کو گاڑی میں ڈال کر پوسٹ مارٹم کے لیے بھیج دیا گیا۔ انسپکٹر نے ٹارچ کی روشنی میں زمین پر اپنی پولیس گاڑی کے پہیوں کے نشان دیکھ لیے تھے۔ یہ نشان بائی وے کی طرف جا رہے

تھے۔ انسپکٹر نے اپنی گاڑی کو ہائی وے پر ڈال دیا اور بولا:
"معلوم ہوتا ہے مارگن کے ساتھ اس کا ایک ساتھی بھی ہے۔ مجھے پیچھے زمین پر دو آدمیوں کے جوتوں کے نشان نظر آئے تھے۔"
تانیا بولی: "ہو سکتا ہے اس کا کوئی دوسرا ساتھی برازیل میں موجود ہو اور اب اس کے ساتھ ہی پاکستان آ گیا ہو۔"
وہ کراچی سے حیدرآباد جانے والی شاہراہ پر دُور تک نکل گئے۔ مگر انھیں مارگن اور اس کے خلائی ساتھی کا کوئی سراغ نہ مِلا۔ دریا میں پُل پر سے جو پولیس کی گاڑی پھینکی گئی تھی وہ دریا کی تہ میں جا کر بیٹھ گئی تھی وہ کسی کو کہاں نظر آتی۔
رات گزر گئی۔ پُرانے قلعے کے سب سے گہرے تہ خانے میں مارگن اور شارق بیٹھے اپنا تباہ کُن پروگرام بنانے میں مصروف رہے تھے۔ تہ خانے کی دیوار میں جو پتھر کی آنکھ بنی تھی اس طرف انھوں نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ وہ دونوں خلا سے آئے ہوئے انسان تھے انھیں اس قسم کے توہمات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔
انھوں نے شہر کے علاقوں میں تباہی پھیلانے کا ایک منصوبہ تیار کرلیا تھا۔ صبح ہوئی تو مارگن نے شارق سے کہا:
"تم آج اسی جگہ رہو گے۔ اس دن کی تباہی میرے نام ہو گی۔ میں جاتا ہوں۔"
مارگن کے پاس خلائی گن اور پلوٹونیم کے چھوٹے چھوٹے بٹن جیسے بم بھی تھے۔ اس نے اپنی خلائی طاقت کے زور سے ایک فقیر کا بھیس بدل رکھا تھا۔ قلعے کے کھنڈر سے نکلتے ہی مارگن نے ریت کے ٹیلوں اور جھاڑیوں کو گھور کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے سُرخ شعاعیں آبشار کی طرح نکل کر اس کے اِرد گرد بکھر گئیں اور مارگن زمین سے دس فیٹ بلند ہوا اور پھر نظروں سے غائب ہو گیا۔

یہ خلائی مخلوق مارگن کی ایک خفیہ طاقت تھی جس پر عمل کر کے وہ فقیر کے بھیس میں غائب ہو گیا تھا۔ وہ فضا میں پرواز کرتا اس مقام پر آگیا جہاں بائی وے شہر میں داخل ہو رہی تھی۔ مارگن نیچے اُتر آیا۔ وہ زمین پر چل رہا تھا، لیکن نظروں سے غائب تھا۔

آسمانی مخلوق کا حملہ

ایک بات کا مارگن کو احساس تھا کہ خلائی سیارے سے کٹ جانے کے بعد ان دونوں کی طاقت میں آہستہ آہستہ کمی ہو رہی ہے یعنی بہت جلد وہ وقت آنے والا تھا کہ اگر انھیں اپنے سیارے اوٹاان سے کوئی اچانک مدد نہ پہنچی تو ان کی ساری خفیہ طاقتیں ختم ہو جائیں گی اور ان کے جسم اپنے آپ جل کر راکھ ہو جائیں گے۔ اس لیے مارگن اپنی قدرتی موت سے پہلے دنیا والوں سے اپنے ساتھیوں کی موت کا بھیانک سے بھیانک بدلہ لینا چاہتا تھا۔

لیکن اس کی خفیہ طاقت پر اپنے سیارے سے کٹ جانے کا اثر پڑنا شروع ہو چکا تھا۔ اس کا کوئی ثبوت ابھی تک مارگن کے پاس نہیں تھا مگر وہ اپنے اندر ایک کمزوری سی محسوس کرنے لگا تھا۔

اچانک مارگن کی نگاہ ریل گاڑی پر پڑی جو حیدرآباد کی طرف سے کراچی آرہی تھی۔ وہ فضا میں بلند ہو گیا۔ کراچی کی طرف سے ایک ریل گاڑی لاہور کی طرف روانہ ہو چکی تھی۔ انھیں الگ الگ سگنل دے دیے گئے تھے۔ مارگن کی خلائی آنکھ نے کراچی والی گاڑی کا سگنل بدل دیا۔ ریل کی پٹری کو اس نے اس پٹری کے ساتھ جوڑ دیا تھا جس پر لاہور والی گاڑی آرہی تھی، مگر سگنل اوپر نہیں ہوا تھا۔ دونوں گاڑیاں زورشور

سے ایک دوسرے کی مخالف سمت چلی آرہی تھی۔

دونوں ریل گاڑیوں کے ڈرائیور مطمئن تھے ،کیوں کہ سگنل گرے ہوئے تھے۔ انھیں یقین تھا کہ وہ الگ الگ لائینوں پر ایک دوسرے کے قریب سے گزر جائیں گے ،لیکن اچانک کراچی کی طرف جانے والی گاڑی کے انجن ڈرائیور کا رنگ اُڑ گیا۔ اس نے دیکھ لیا کہ دونوں گاڑیاں ایک ہی لائین پر ایک دوسرے کی طرف دوڑی چلی آرہی ہیں ۔اس نے ایک دم سے بریک لگا دیا ،مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی ۔لاہور والی گاڑی کے انجن ڈرائیور نے بھی بریک لگا دیا ،مگر وہ بھی کچھ نہ کر سکا ۔ دوسرے ہی لمحے دونوں ریل گاڑیوں کے انجن پوری طاقت کے ساتھ ایک دوسرے سے ٹکرائے اور ایک ریل گاڑی دوسری ریل گاڑی پر چڑھ گئی۔ ایک خوف ناک دھماکا ہوا اور ہر طرف آگ ہی آگ اور مسافروں کی چیخ و پکار کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

خلائی قاتل مارگن نے فضا میں ہی غوطہ لگایا اور شہر کے ریلوے اسٹیشن کی طرف آگیا ۔یہاں سے فضا میں بلند ہو گیا۔ اس کو آسمان پر ایک گونج سنائی دی۔ اس نے اوپر نگاہ کی۔ ایک ہوائی جہاز بادلوں میں پرواز کر رہا تھا۔ مارگن اوپر ہی اوپر اُٹھتا گیا۔ وہ ہوائی جہاز کے اتنے قریب آگیا کہ اسے گول کھڑکیوں کے شیشوں میں سے جہاز میں بیٹھے ہوئے مسافروں کے چہرے اور ایر ہوسٹس ٹرے لے کر جاتی نظر آئی۔ خلائی قاتل نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور پھر جہاز کے نیچے کی طرف آگیا۔ اس نے جیب سے خلائی گن نکال کر جہاز کے ایک انجن کا نشانہ لیا اور فائر کر دیا۔

خلائی گن میں سے انتہائی طاقت ور لیزر کی شعاع نکل کر جہاز کے جیٹ انجن پر پڑی ۔ایک دھماکے سے جہاز کا جیٹ انجن پھٹ گیا اور جہاز ایک طرف کو جھک گیا۔ جہاز کے اندر مسافروں میں چیخ و پکار

مچ گئی۔ پائلٹ نے فوراً دیکھ لیا کہ ایک انجن تباہ ہو گیا ہے۔ اس نے جہاز کو سنبھال لیا اور کراچی ایرپورٹ کو اطلاع کر دی کہ میرے ایک انجن میں خرابی پیدا ہو گئی ہے میں نیچے اُترنے والا ہوں۔ کنٹرول ٹاور نے اجازت دے دی۔ پائلٹ نے جہاز کو نیچے لانا شروع کر دیا۔

مارگن بھی یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور جہاز سے کچھ فاصلے پر اُڑ رہا تھا۔ اس نے خلائی گن سے جہاز کے دوسرے انجن پر بھی فائر کر دیا۔ دوسرا انجن بھی ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور جہاز ایک طرف کو جھک کر نیچے گرنے لگا۔ اس کے دونوں انجنوں میں سے آگ کے شعلے نکلنے لگے تھے۔ جہاز فضا میں ہی لڑھکنے لگا۔ زمین کے قریب آتے آتے جہاز آگ کا گولہ بن گیا اور پھر پوری طاقت سے زمین کے ساتھ ٹکرایا اور دھوئیں اور شعلوں کے بادل میں تبدیل ہو گیا۔

خلائی قاتل مارگن نے چند ہی لمحوں میں دو بہت بھیانک حادثے کرادیے تھے جن میں سیکڑوں انسانوں کی جانیں ضائع ہو گئی تھیں۔ وہ اب کراچی شہر کی سڑکوں پر اتر آیا۔ وہ جانتا تھا کہ پولیس اس کی دشمن ہے اور اسی نے شوگن کو بھی ہلاک کیا ہے، چناں چہ جوں ہی مارگن کی نگاہ ایک پولیس چوکی پر پڑی وہ اس کے اندر آ گیا۔ وہ غائب تھا۔ اس لیے اسے کوئی روک بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے پولیس چوکی میں داخل ہوتے ہی ایک کمرے میں دیوار پر لگے کیلنڈر کے پیچھے پلوٹونیم بم کا بٹن چپکا دیا اور تیزی سے باہر نکل گیا پھر فضا میں بلند ہو کر ایک اونچی بلڈنگ کی چھت پر کھڑے ہو کر نیچے دیکھنے لگا۔

ٹھیک پانچ منٹ بعد بم پھٹا اور پولیس چوکی کے ساتھ دو بلڈنگوں کا بھی صفایا ہو گیا۔ ایک شور مچ گیا۔ لوگ گھبرا کر جان بچانے کی فکر میں اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ ہر طرف آگ ہی آگ تھی۔ خلائی قاتل نے ایک شیطانی قہقہہ لگایا اور ساحل سمندر کی طرف پرواز کر گیا۔

سمندر میں اسے دُور ایک بحری جہاز نظر آیا۔ وہ اُڑ کر دو سیکنڈ میں جہاز کے اوپر آگیا۔ یہ ایک یونانی تیل بردار جہاز تھا جو ہزاروں ٹن تیل لے کر کراچی کی بندرگاہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مارگن جہاز کے ڈیک پر اُتر آیا۔ جہاز کا کپتان برج کے کیبن میں دُوربین آنکھوں سے لگائے ساحل کی طرف دیکھ رہا تھا اور مائیکروفون پر نیچے جہاز کے انجینیر کو ضروری ہدایات دے رہا تھا۔ لوہے کا ایک گول زینہ نیچے جاتا تھا۔ مارگن کو کوئی دیکھ تو سکتا نہیں تھا۔ وہ بڑے آرام سے جہاز کے نیچے اُتر گیا۔ آگے ایک گول راہ داری تھی۔ یہاں اسے انجن کی آواز آنے لگی۔ وہ انجن روم میں ہی جانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد خلائی قاتل مارگن انجن روم میں تھا۔ اس کے سامنے بڑے بڑے انجن چل رہے تھے اور ایک شور مچا ہوا تھا۔ وہ مسکرایا۔ اسے خیال آیا کہ دُنیا والے ابھی سائنس اور انجینیرنگ میں خلائی مخلوق سے کس قدر پیچھے ہیں۔ وہ آگے بڑھا۔ پلوٹونیم بموں کے چار بٹن اس کے ہاتھ میں تھے۔ انجن روم میں مختلف لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے مگر کسی نے مارگن کو نہ دیکھا۔ مارگن نے چاروں پلوٹونیم بم انجن روم کے چاروں کونوں میں لگا دیے اور تیزی سے زینہ چڑھ کر جہاز کے اوپر ڈیک پر آگیا۔ اس نے اپنی گھڑی دیکھی۔ اس دُنیا کے ٹائم کے حساب سے بموں کے پھٹنے میں ساڑھے تین منٹ باقی تھے۔

مارگن جہاز کے عرشے سے پرواز کر گیا اور سمندر کے اوپر جہاز سے کافی دُور ہٹ کر فضا میں معلق ہوگیا۔ یعنی فضا میں ایک جگہ لٹک سا گیا۔ اس کی نظریں جہاز پر لگی تھیں۔ پلوٹونیم بموں کے پھٹنے میں ایک ایک منٹ کا وقفہ پڑنا تھا۔ ساڑھے تین منٹ بعد بم پھٹا۔ جہاز کے اندر دھماکا ہوا اور جہاز سمندری لہروں پر اوپر کو اُچھلا اور ایک طرف جُھک گیا۔ شیشے کے کیبن میں آگ لگ گئی۔ جہاز کا کیپٹن

ہڑبڑا کر نیچے بھاگا۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا، ایک منٹ بعد تیسرا اور پھر چوتھا دھماکا ہوا اتنے طاقت ور خلائی بموں کے پھٹنے کے بعد جہاز کے بچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس کے تیل نے آگ پکڑ لی تھی اور جہاز کے چار ٹکڑے ہو گئے تھے جو سمندر میں آگ کے شعلے بن کر تیر رہے تھے۔ سمندر میں تباہی پھیلانے کے بعد خلائی قاتل مارگن وہاں سے پرواز کر کے شہر میں آگیا۔

وہ ایک سینما ہاؤس کے اوپر سے اڑتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اسے ایک جھٹکا سا لگا اور وہ نیچے گرنے لگا۔ مارگن فوراً سمجھ گیا کہ اس کی خلائی طاقت کی کمزوری کا پہلا حملہ ہوا ہے وہ ایک دم نیچے اتر آیا۔ سینما ہاؤس کے پیچھے ایک پارک تھا۔ وہاں وہ ایک درخت کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اب وہ سب کو نظر آنے لگے گا اور ایسا ہی ہوا وہ ظاہر ہو گیا۔ پارک میں کھیلتے بچوں نے ایک فقیر کو درخت کے نیچے بیٹھے دیکھا تو کوئی خیال نہ کیا۔

مگر مارگن پریشان تھا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ خلائی طاقت کتنی دیر کے لیے اس سے الگ ہوئی ہے اور کتنی دیر میں واپس آجائے گی۔ اس نے اپنی خلائی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ سرخ روشنی کی لکیر ایک نقطے سے جدا ہو چکی تھی اور دوسرے نقطے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ مارگن نے فوراً حساب لگا لیا۔ اس کا مطلب تھا کہ ایک گھنٹے کے بعد اسے پھر سے خلائی طاقت مل جائے گی۔ یہ وقفہ ایک گھنٹے کا تھا۔ وہ خاموشی سے وہیں ٹیک کر بیٹھا رہا۔ اس نے آدھے گھنٹے کے اندر اندر شہر میں ایک خوفناک تباہی مچا دی تھی اور پولیس حیران پریشان پھر رہی تھی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ ایک گھنٹے کے اندر اندر اوپر تلے اتنے بھیانک حادثے کیسے ہو گئے ہیں۔

مارگن فقیر کے بھیس میں سر جھکائے پارک کے درخت کے نیچے خاموش

بیٹھا تھا۔ اس نے خلائی گھڑی کے ننھے سے ٹرانسمیٹر پر پہلے قلعے کے کھنڈر میں شارٹی کو اطلاع کر کے سارے حالات بتا دیے تھے۔ ٹرین کی ٹکر، ہوائی جہاز کی تباہی، بحری جہاز کی غرقابی نے انسپکٹر شہباز اور تانیا کو چوکس کر دیا تھا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ خلائی قاتل مارگن نے دُنیا میں تباہی پھیلانے اور انسانی مخلوق سے بدلہ لینے کے منصوبے پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ حکومت بھی چوکس ہو گئی تھی۔ شہر کے تمام مقامات پر پولیس، اسپیشل فورس، فوج اور نیم فوجی دستے نگرانی کے لیے تعینات کر دیے گئے تھے۔ انسپکٹر اور تانیا نے بھی مارگن کی تلاش کا کام تیز کر دیا تھا۔

یہ بات تانیا جانتی تھی کہ شوگن کی طرح مارگن بھی غیبی حالت میں یہ ساری تباہی مچا رہا ہے۔ تانیا کی آنکھوں میں گارشا نے جو خاص محلول کے قطرے ڈالے تھے اس کا اثر ابھی باقی تھا اور وہ مارگن کو غیبی حالت میں بھی دیکھ سکتی تھی۔ ایک بات صاف ظاہر تھی کہ مارگن بھی تانیا کی شکل سے شناسا ہے اور وہ بھی اسے آسانی سے پہچان کر اس پر حملہ کر سکتا ہے۔ چناں چہ انسپکٹر شہباز کے مشورے پر تانیا نے اپنا بھیس بدل لیا تھا۔ اس نے پولیس انسپکٹر کی مردانہ وردی پہن لی تھی۔ ایک نظر دیکھنے سے کوئی بھی اسے نہیں پہچان سکتا تھا کہ یہ مرد نہیں لڑکی ہے۔ تانیا نے بند گاڑی میں شہر کی سڑکوں، پارکوں، میدانوں اور اہم تنصیبات کا گشت لگانا شروع کر دیا تھا۔

جس وقت مارگن پارک کے ایک درخت کے پیچھے چھپا ہوا تھا اس وقت تانیا بند کالی گاڑی میں وہاں سے گزری، مگر اس کی نظر مارگن پر نہیں پڑی تھی۔ مارگن نے بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔ کیوں کہ گاڑی کے نسواری شیشے چڑھے ہوئے تھے۔

مارگن اپنی خلائی گھڑی کو بار بار دیکھتا۔ جب دس منٹ باقی رہ گئے تو وہ اُٹھا اور پارک کی ایک دیوار کی اوٹ میں آ گیا۔ پارک میں بچوں کے

علاوہ بڑے لڑکے بھی فٹ بال کھیلنے آتے تھے۔ مارگن کو اپنے جسم میں خلائی طاقت پھر سے سرایت ہوتی محسوس ہوئی۔ اسے اطمینان ہوا کہ وہ دوبارہ غائب ہو جائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ جب وقفہ پورا ہو گیا تو مارگن کے جسم میں خلائی طاقت واپس آگئی اور وہ غائب ہو گیا۔ غائب ہوتے ہی مارگن ہوا میں بلند ہوا اور پرواز کرتا سیدھا پرانے قلعے میں اپنے خلائی ساتھی شارڈی کے پاس پہنچ گیا۔ شارڈی نے کہا:

"مارگن! میرے بدن کی خلائی طاقت بھی ختم ہو گئی تھی اور میرا سارا جسم ٹوٹنے لگا تھا۔ یہ بات خطرناک ہے۔ اس سے پہلے کہ ہماری طاقت ختم ہو جائے ہمیں تانیا کو ضرور ہلاک کرنا ہو گا۔ غدار گارشا کو تو ہم ہلاک کر چکے ہیں اب تانیا ہماری دشمن ہے جو ہمارے پیچھے لگی ہے۔"

مارگن نے کہا، "آج میں نے جو شہر میں تباہی مچائی ہے یہ ایک معمولی سا اشارہ ہے۔ اصل تباہی آج رات سے شروع ہو گی تم فکر نہ کرو۔ تانیا اور انسپکٹر شہباز ہمارے انتقام سے نہیں بچ سکیں گے۔"

شارڈی کہنے لگا، "میرا تعلق چونکہ ڈگون چاند کی مخلوق سے ہے اس لیے میں تمہاری طرح غائب تو نہیں ہو سکتا لیکن میں بھی اس مشن میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ میں بھی اس ملک میں تباہی مچانا چاہتا ہوں۔"

مارگن بولا، "ابھی تم دو ایک دن انتظار کرو۔ میں اکیلا ہی ابھی کافی ہوں۔"

سارا دن یہ دونوں خلائی قاتل قلعے کے کھنڈر والے تہ خانے میں چھپے رہے۔ جب رات ہو گئی تو مارگن غیبی حالت میں قلعے کے کھنڈر سے نکل کر شہر کی طرف پرواز کر گیا۔ رات ہو چکی تھی عشاء کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ مارگن شہر کی ایک جگمگاتی سڑک کے اوپر پرواز کر رہا تھا کہ اسے ایک مسجد سے اذان کی آواز سنائی دی۔ مارگن چونکہ خلائی مخلوق تھا اس لیے وہ مذہب کو نہیں سمجھ سکتا تھا۔ یہ عجیب سی آواز سن کر وہ نیچے اتر آیا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ مسجد کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ اس نے سوچا کہ

کیوں نہ ان سب کو اسی مسجد میں ہلاک کر دیا جائے ۔ یہ بڑا ناپاک ارادہ تھا، مگر مارگن ایک ناپاک مخلوق ہی تھی۔

وہ مسجد کے بڑے دروازے کی ایک طرف کھڑا ہو گیا اور نمازیوں کو مسجد میں داخل ہوتے دیکھتا رہا۔ جب وہ سب نماز کے لیے کھڑے ہو گئے تو مارگن انھیں بم سے اڑانے کا ناپاک ارادہ لے کر مسجد کے دروازے کی طرف بڑھا۔ گارشا نے ایک بار تاتیا، عمران اور شیبا کو بتایا تھا کہ اوطان کی خلائی مخلوق ہر جگہ داخل ہو کر تباہی مچا سکتی ہے، مگر وہ کسی عبادت گاہ میں داخل ہو کر ایسا نہیں کر سکے گی۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ مارگن کو یہ بات معلوم نہیں تھی۔ جوں ہی وہ مسجد میں داخل ہوا اسے ایک زبردست جھٹکا لگا اور وہ مسجد کے فرش سے پندرہ فیٹ اوپر اچھل گیا۔ مسجد کے صحن کی ایک جانب گہرا کنواں تھا۔ مارگن کنویں کے قریب فرش پر گرا۔ وہ اُٹھ کر باہر کو دوڑا تو اسے دوسری بار ایک جھٹکا لگا اور اس دفعہ وہ بیس پچیس فیٹ اوپر فضا میں اُچھلا اور جب نیچے آیا تو سیدھا مسجد کے کنوئیں میں گرتا چلا گیا۔

مارگن کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ مسجد کے کنوئیں میں گرتے ہی اس کا جسم تھر تھر کانپنے لگا اور وہ ظاہر ہو گیا۔ اس کے جسم کی ساری خلائی طاقت ختم ہو چکی تھی۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر خلائی گن نکالی اور کنوئیں کی دیوار پر فائر کیا کہ شاید اسی طرح شگاف ڈال کر وہ باہر نکل سکے، مگر خلائی گن بیکار ہو چکی تھی اس میں سے کوئی شعاع نہ نکلی۔ اس نے دوسری جیب میں سے پلوٹونیم بموں کے بٹن نکالے۔ اس کے ہاتھ میں آتے ہی یہ بٹن بم بھی پگھل گئے۔ مارگن گھبرا گیا۔ اس کی ساری طاقت ختم ہو گئی تھی۔ اب وہ ایک طاقت ور خلائی مخلوق نہیں رہا تھا بلکہ عام انسانوں سے بھی کم زور انسان بن چکا تھا۔ اس نے کئی بار باہر نکلنے کی کوشش کی، مگر وہ کوشش کے باوجود کنوئیں کے پانی سے

اپنے آپ کو ایک فٹ بھی بلند نہ کر سکا۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ اب اس کی خلائی طاقت کے واپس آنے میں کئی دن لگ جائیں تو اس نے ریڈیو ٹرانسمیٹر نکال کر ایک خاص فریکوئنسی پر قلعے کے کھنڈر میں بیٹھے اپنے ساتھی شارٹی سے کوڈ لفظوں میں کہا:

"شارٹی! میں ایک عجیب مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ میری طاقتیں جواب دے گئی ہیں۔ میں شہر کی جنوبی تین گنبدوں اور میناروں والی عمارت کے کنوئیں میں پڑا ہوں اور ہزار کوشش کے باوجود باہر نہیں نکل سکا۔ تم ایسا کرو کہ بم نمبر ۲۴ جہاں ہم نے لگانے کا فیصلہ کیا تھا وہاں لگا دو۔ اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔ ہمیں اب اس سارے شہر کو تباہ کر دینا ہو گا۔"

شارٹی کی آواز آئی:

"لیکن مارگن! تمہارا کنوئیں سے نکالا جانا بھی ضروری ہے۔"

"میری فکر نہ کرو۔" مارگن کی آواز آئی۔ "میں اپنے مشن کو کامیاب بنانے کے لیے اپنی جان کی قربانی بھی دے سکتا ہوں۔ گڈ لک۔"

شارٹی کی آواز آئی۔ "میں بم نمبر ۲۴ آج رات ہی کو پلانٹ کروں گا مارگن اور تمہیں بھی یہاں سے نکالنے آرہا ہوں۔"

مارگن نے اسے فوراً ہدایت کی:

"شارٹی اس عمارت میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ تمہاری زندگی خطرے میں ہو گی۔ میں تو نہ جانے کیسے بچ گیا ہوں۔ یہ کوئی خاص عمارت ہے۔"

"مگر ایسا کیوں ہوا مارگن؟" شارٹی نے جھنجھلا کر پوچھا۔

مارگن نے کہا، "یہ بتانے کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ تمہیں جیسا کہا ہے ویسے کرو۔ میری طرف مت آنا۔ میں کوشش کر رہا ہوں کسی نہ کسی طرح تمہارے پاس زندہ حالت میں پہنچ جاؤں، اگر میں مر گیا تو

یاد رکھو اس انسانی مخلوق سے میری موت کا بھی بدلہ لینا اور انھیں ایسا سبق سکھانا کہ ان کی آنے والی نسلیں اگر زندہ رہ سکیں تو ہمیشہ یاد رکھیں گی۔ خبردار! مجھے بچانے کے لیے یہاں مت آنا۔ میں تو بچ گیا ہوں، مگر تم زندہ نہ بچ سکو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ انسانی مخلوق سے خوف ناک انتقام لینے کے لیے کم از کم تم ضرور زندہ رہو۔"

مارگن نے سگنل بند کر دیے اور کنوئیں کے اوپر دیکھا۔ اوپر نمازی جمع ہو گئے تھے اور نیچے کنوئیں میں تک رہے تھے۔ انھوں نے ایک آدمی کو کنوئیں میں گرتے دیکھ لیا تھا۔ ایک آدمی نے کنوئیں میں اُترنے کی کوشش کی تو اسے ایک جھٹکا لگا اور وہ کنوئیں کے باہر گر پڑا۔ سب پیچھے ہٹ گئے۔ ہر کوئی یہی سمجھنے لگا تھا کہ کنوئیں میں کوئی آسیب انسانی شکل میں بند کر دیا گیا ہے۔

بہت جلد یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ انسپکٹر شہباز اور تانیا کو جب معلوم ہوا کہ کوئی پُراسرار انسان مسجد کے کنوئیں میں گرا ہوا ہے اور جو کوئی اسے بچانے کے لیے نیچے اترنے کی کوشش کرتا ہے اسے زبردست جھٹکا لگتا ہے تو وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور بولی:

"انسپکٹر! یہ مارگن کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"تم نے کیسے یہ نتیجہ نکال لیا؟" انسپکٹر نے پوچھا۔

تانیا نے کہا، "انسپکٹر! مجھے گارشا نے ایک بار بتایا تھا کہ یہ خلائی مخلوق ہر جگہ جا سکتی ہے، مگر مسجد میں داخل ہو کر تخریب کاری نہیں کر سکتی، اگر مسجد میں داخل ہو گی تو وہیں جکڑ لی جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ مارگن ہی ہے۔"

انسپکٹر شہباز بھی فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔

"تو چلو۔ ابھی چل کر دیکھتے ہیں۔ تم تو مارگن کو فوراً پہچان لو گی۔"

وہ اسی وقت مسجد میں پہنچ گئے۔ تانیا نے کنوئیں میں جھانک کر

دیکھا۔ کنوئیں کی تہ میں ایک آدمی آدھا کنوئیں کے پانی میں ڈوبا دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھا تھا۔ تانیا نے اوپر سے آواز دی:

"میں تانیا بول رہی ہوں۔ کیا تم مارگن ہو؟ جواب دو۔"

مارگن نے سوچا کہ تانیا کی ہمدردی حاصل کرنی چاہیے۔ ہو سکتا ہے اس طریقے سے باہر نکلنے کا کوئی ذریعہ پیدا ہو جائے۔ اس نے کہا:

"تانیا! میں مارگن ہی ہوں، مگر میں نے توبہ کر لی ہے۔ ساری تباہی شوگن نے مچائی ہے۔ میں بے قصور ہوں۔ مجھے باہر نکالو۔ میں نے کوئی قصور نہیں کیا۔"

تانیا نے مارگن کی آواز پہچان لی۔ وہ اسے دیکھ بھی رہی تھی۔ اس نے انسپکٹر سے کہا:

"انسپکٹر! وہی ہوا جس کا ذکر نگارشا نے مجھ سے کیا تھا۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد خلائی مخلوق مارگن کی ساری طاقت جاتی رہی ہے اور قدرت نے اسے کنوئیں میں گرا دیا ہے کیوں کہ وہ نمازیوں کو ہلاک کرنے کی نیت سے یہاں داخل ہوا تھا۔"

انسپکٹر نے کہا، "قاتل خود اپنے پھندے میں پھنس گیا ہے اب اسے ہرگز یہاں سے نہیں نکالنا چاہیے۔"

تانیا بولی، "لیکن ہم مسجد کے کنوئیں کو ناپاک نہیں کریں گے۔ مارگن کے پاس کوئی خلائی طاقت نہیں ہے ہم اسے گرفتار کر کے اس سے بہت سی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اسے قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔"

انسپکٹر بولا، "مگر کنوئیں میں تو کوئی نہیں اُتر سکتا جو اُترنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسے جھٹکا لگتا ہے اور وہ دُور جا گرتا ہے۔"

تانیا نے کہا، "ہم کنوئیں میں نہیں اُتریں گے بلکہ مارگن کو باہر نکالیں گے۔"

اسی وقت کنوئیں میں رسا ڈالا گیا اور مارگن اس کو پکڑ کر کنوئیں سے باہر آگیا۔ باہر آتے ہی اس نے خلائی گن نکالی اور فائر کیا، مگر خلائی گن بھی مارگن کی طرح خلائی طاقت سے خالی ہو چکی تھی۔ گن میں سے کوئی شعاع نہ نکلی۔ تانیا نے کہا:

"مارگن! اب تم انسانی مخلوق سے بھی زیادہ کمزور ہو چکے ہو۔ تم ہمارے قبضے میں ہو۔ تمھیں قانون کے مطابق سزا ملے گی۔"

اسی وقت مارگن کو گرفتار کر لیا گیا۔ پولیس کمشنر نے اسے حوالات میں بند کرنے کی بجائے جیل خانے کے اندر بنائے گئے ایک گہرے تہ خانے میں زنجیریں ڈال کر بند کر دیا۔ دوسری طرف مارگن کا ساتھی شارٹی ایک انتہائی طاقت ور پلوٹونیم بم کا راڈ جیب میں ڈال کر پرانے قلعے سے نکلا اور شہر کی سب سے بارونق اور سب سے بڑی سُپر مارکیٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ مارکیٹ میں لوگوں کا بڑا رش تھا۔ اس مارکیٹ میں سیکڑوں دکانیں تھیں۔ ریسٹوران تھے۔ دو سنیما گھر بھی تھے اور رات کے بارہ بجے تک یہاں لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ شارٹی نے اس مارکیٹ کے نیچے پلوٹونیم بم کا راڈ لگانا تھا۔ مارکیٹ کا اُس نے ایک جائزہ لیا اور پھر ایک گٹر کا ڈھکنا اٹھا کر گٹر میں داخل ہو گیا۔ گٹر کافی چوڑا تھا اور اس کے دونوں کناروں پر چھوٹے چھوٹے فٹ پاتھ بنے ہوئے تھے۔ شارٹی اس جگہ آ کر رُک گیا جہاں سے گٹر مارکیٹ کے بالکل نیچے سے ہو کر گزرتا تھا۔ یہی وہ مقام تھا جہاں شارٹی کو خطرناک بم لگانا تھا۔ وہ بیٹھ گیا اور گٹر کی دیوار میں سوراخ کرنے لگا۔ پھر اس میں پلوٹونیم بم لگا کر اس کے کلاک کو چلا دیا۔ ٹھیک دو گھنٹے بعد بم کو پھٹ جانا تھا۔ شارٹی تیز تیز قدموں سے چلتا گٹر سے باہر نکل آیا۔

اس کے بعد کیا ہوا آئندہ ناول

پڑھیے

نونہالوں کے لیے حکیم محمد سعید کے

چھے دل چسپ سفرنامے

ڈلفی سے سونے کی کان تک

قیمت ۲۰ روپے

بحر اوقیانوس کے پار

قیمت ۲۰ روپے

تین دن بغداد میں

قیمت ۱۰ روپے

دہلی میں تین دن

قیمت ۱۰ روپے

لندن اور کیمبرج

قیمت ۱۵ روپے

یہ ترکی ہے

قیمت ۱۰ روپے

نونہال ادب ، ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان ، کراچی

نونہال ادب — خلائی ایڈونچر سیریز

رات کافی گزر چکی ہے، عمران اپنے کمرے میں کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہے۔ اچانک کچھ عجیب پراسرار سگنل کمپیوٹر کے اسکرین پر آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ عمران اِن سگنلوں کو جو کوڈ میں ہیں پڑھ لیتا ہے اور کانپ اٹھتا ہے۔ یہ سگنل ایک دوسرے نظامِ شمسی سے آ رہے تھے۔ سیارہ اوثان کا ظالم حکمران زمین پر حملہ کر کے انسانی نسل کو ختم کرنے کا مشن شروع کر چکا تھا۔

عمران اور اُس کی بہن شیبا اوثان کے حملے سے زمین کو بچانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر کیسے؟
کیا وہ اکیلے اوثان کی زبردست سائنسی قوت کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

اے۔ حمید کی حیرت انگیز واقعات سے بھرپور خلائی ایڈونچر سیریز کا رنگین تصاویر سے مزین

پہلا ناول

خطرناک سگنل

قیمت ۱۰ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

نونہال ادب

خطرناک سگنل ـــــ اے حمید ـــــ قیمت ۱۰ رُپے

خلائی ایڈونچر سیریز کا رنگین تصویروں سے مزین پہلا ناول دو نوجوان بچوں کی خلائی مخلوق سے خلاف جنگ کی دل چسپ کہانی

ابوداؤد کا انجام ـــــ ظفر محمود ـــــ قیمت ۱۰ رُپے

تاریخ کے پس منظر سے ابھرنے والی دل چسپ کہانیاں

لاش چل پڑی ـــــ اے حمید ـــــ قیمت ۱۰ رُپے

خلائی ایڈونچر سیریز کا دوسرا دل چسپ ناول. قدم قدم پر حیرت انگیز واقعات. ہماری زمین پر خلائی مخلوق کی خطرناک سرگرمیاں.

مونٹی کرسٹو کا خزانہ ـــــ مسعود احمد برکاتی ـــــ قیمت [illegible] رُپے

ایک باہمت ملاح کی حیرت انگیز باتصویر کہانی۔

SALMAN's CHOICE
خلائی ایڈونچر سیریز
۱۱
سیارہ اوٹان کا زمین پر حملہ
عمران کی زندہ لاش
PDFBOOKSFREE.PK
www.pdfbooksfree.pk

نونہال ادب ــ علم و ادب کے میدان میں ہمدرد کی ایک اور خدمت

عمران کی زندہ لاش

خلائی ایڈونچر سیریز ــــــــــ گیارھواں ناول

اے . حمید

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کراچی

ناشر	:	ہمدرد فاؤنڈیشن پریس ہمدرد سنٹر ناظم آباد کراچی
طابع	:	فضلی سنز
اشاعت	:	۱۹۹۱
تعداد اشاعت	:	۲۰۰۰
قیمت	:	۱۰ روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع، نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

Khalai Adventure Series No. 11

IMRAN KI ZINDA LASH

A. Hameed

Naunehal Adab
Hamdard Foundation Press
Karachi.

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مُقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست

تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقی اُسے دم بہ دم آگے بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھُپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

ترتیب

خونی دھماکہ

○

پلوٹونیم بم کا کلاک ٹک ٹک کر رہا تھا۔

اسے ٹھیک دو گھنٹے بعد پھٹ جانا تھا اور سپر مارکیٹ میں ایسی تباہی پھیلانی تھی کہ جس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں تھی۔ خلائی مخلوق شارٹی گٹر کے اندر بم لگانے کے بعد اس مسجد کی طرف چل پڑا جس کے کنوئیں میں سے مارگن نے وائرلیس پر اس سے بات کی تھی اور اس طرف آنے سے منع کیا تھا۔ شارٹی مارگن کو کنوئیں سے نکالنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ مسجد کے قریب آ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ مسجد میں نمازی نہیں تھے۔ اس نے ایک آدمی سے پوچھا کہ سنا ہے اس کنوئیں میں کوئی آدمی گر پڑا تھا۔ کیا وہ زندہ بچ گیا؟

اس آدمی نے کہا۔ "اسے تو پولیس پکڑ کر لے گئی ہے۔"

شارٹی نے اطمینان کا سانس لیا۔ پولیس کے قبضے سے وہ مارگن کو چھڑا سکتا تھا اور پولیس کے قبضے سے مارگن خود بھی فرار ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ شارٹی کے ساتھ ایک سہولت یہ تھی کہ اسے انسپکٹر شہباز اور تانیا میں سے کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا کہ یہ مارگن کا ساتھی خلائی آدمی ہے۔

شارٹی نے گھڑی دیکھی۔ بم کے پھٹنے میں ڈیڑھ گھنٹہ باقی تھا۔ شارٹی اس

بم کی تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ واپس سپر مارکیٹ کی طرف آ گیا اور مارکیٹ سے دور ہٹ کر ایک جگہ فٹ پاتھ کے خالی چبوترے پر بیٹھ گیا۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اب ایسا ہوا کہ جہاں نیچے گٹر میں پلوٹونم بم لگایا گیا تھا اس کے عین اوپر ایک چھوٹا سا ریستوران تھا۔ ریستوران کے کچن کا گٹر بند ہو گیا اور پانی کچن میں پھیلنے لگا۔ وہ کاربار کا وقت تھا۔ مارکیٹ میں سیکڑوں لوگ خرید و فروخت میں مصروف تھے۔ ہر دکان پر گاہکوں کا ہجوم تھا۔ ریستوران میں بھی لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ریستوران کے مالک کو جب معلوم ہوا کہ کچن کا گٹر بند ہو گیا ہے تو اس نے فوراً اپنے بھنگی کو بلایا اور کہا۔

"یہ لو پچاس روپے اور ابھی نیچے جا کر گٹر کو صاف کرو۔ پانی کی نالی میں کچرا پھنس گیا ہے۔ یہ ہمارے کاربار کا وقت ہے۔ جلدی کرو۔"

بھنگی نے اس وقت بانس سنبھالا اور گٹر کا ڈھکنا اٹھا کر نیچے اتر گیا۔ نیچے گٹر کے اندر چھوٹے سے فٹ پاتھ پر وہ ٹارچ کی روشنی ڈالتا اس جگہ آ گیا جہاں ریستوران کے کچن کی بڑی نالی گرتی تھی۔ اس نالی میں کچرا پھنسا ہوا تھا۔ بھنگی نے فوراً بانس ڈال کر نالی کو صاف کر دیا۔ کچرا نکل گیا۔ پانی نیچے گٹر میں بہنے لگا۔ بھنگی بڑا خوش تھا کہ ذرا سے کام کے پچاس روپے مل گئے۔ اس نے ایک بار پھر نالی کو چیک کرنے کے لیے ٹارچ کی روشنی ڈالی تو اسے نالی کے قریب ہی گٹر کی دیوار میں کوئی شے چمکتی ہوئی نظر آئی۔ بھنگی نے قریب جا کر دیکھا تو وہ چاندی کی ایک نالی تھی جو دیوار میں پھنسی ہوئی تھی۔ بھنگی نے ذرا سی کوشش کر کے نالی کو باہر نکال لیا۔ یہ المونیم کی نالی تھی جو دوسری طرف سے بند تھی۔ بھنگی کو بالکل خبر نہیں تھی کہ اس نے اپنے ہاتھ میں جو المونیم کی نالی پکڑ رکھی ہے وہ انتہائی دھماکے سے پھٹنے والا پلوٹونیم بم ہے جسے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد پھٹ جانا ہے۔ وہ اسے چاندی کی نالی سمجھ رہا تھا۔ اس

نے پلوٹونیم بم کی نالی اپنی قیمض کے اندر چھپائی اور گٹر کے باہر نکل کر ریستوران کے مالک سے کہا:

"سیٹھ گٹر صاف کر دیا ہے۔ دیکھ لو۔ پانی ٹھیک جا رہا ہے۔"

سیٹھ نے خوش ہو کر بھنگی کو چائے کی ایک پیالی پیش کی اور کہا، "لو چائے پی لو میری طرف سے۔"

بھنگی وہیں فرش پر بیٹھ کر چائے پینے لگا۔ وہ جلدی جلدی چائے پی رہا تھا۔ کیونکہ وہ چاندی کی نالی اپنے گھر لے جا کر چھپا دینا چاہتا تھا تاکہ دوسرے دن صرافہ بازار لے جا کر اسے فروخت کر دے۔ اسے امید تھی کہ اس نالی کے اسے سو ڈیڑھ سو روپے ضرور مل جائیں گے۔ تین چار منٹ میں چائے ختم کر کے بھنگی اٹھا اور سیٹھ کو سلام کر کے مارکیٹ کے گیٹ کی طرف بڑھا۔ بانس اس نے گیٹ کے ایک طرف رکھ دیا اور خود تیز تیز قدموں سے اپنی جھونپڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کی جھونپڑی کراچی کے ایک پل کے نیچے تھی جہاں وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ رہتا تھا۔ یہ جگہ زیادہ دور نہیں تھی۔ بھنگی نے ایک ویران سی جگہ پہنچ کر قمیض کے اندر سے المونیم کی نالی نکال کر اسے غور سے دیکھا۔ دل میں کہنے لگا۔

"خالص چاندی کی نالی ہے۔ وزنی بھی ہے اس کے تین سو روپے تو ضرور مل جائیں گے۔"

وہ خوش خوش اپنی جھونپڑی کی طرف چلنے لگا۔ سامنے سڑک پر پولیس کے دو سپاہی کھڑے تھے۔ چونکہ شہر میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا تھا اس لیے پولیس رات کو خاص طور پر مشکوک لوگوں پر نظر رکھتی تھی۔ جوں ہی بھنگی پولیس کے سپاہیوں کو سلام کر کے آگے بڑھا۔ ایک سپاہی نے کہا۔

"کہاں جا رہے ہو"

بھنگی نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"سرکار بھنگی ہوں۔ مارکیٹ میں کام ختم کر کے اپنے گھر واپس جا رہا ہوں۔"

دوسرے سپاہیوں نے اس کے کپڑوں کو ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"کوئی چیز تو نہیں چھپا رکھی تم نے۔"

اور سپاہی کا ہاتھ بھنگی کی قمیض کے نیچے چھپائے گئے پلوٹونیم بم کی نالی پر پڑا تو اس نے وہ باہر نکال لی اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔

"یہ کیا ہے؟"

بھنگی بولا، "سائیکل کی نالی ہے حضور میرا سائیکل ٹوٹ گیا تھا۔ اس کی نالی اتار کر لے جا رہا ہوں۔ کل مرمت کرواؤں گا۔"

دوسرے سپاہی بھی پلوٹونیم بم کو غور سے دیکھنے لگا۔ اس نے پہلے سپاہی کو ایک طرف لے جا کر کہا:

"یہ تو کوئی قیمتی دھات کی نالی ہے۔"

دونوں سپاہیوں نے بھنگی کو ڈانٹ ڈپٹ کر وہاں سے بھگا دیا اور نالی یعنی پلوٹونیم بم اپنے پاس رکھ لیا۔ وہ سڑک کے کنارے ٹہل کر ڈیوٹی دے رہے تھے۔ پہلے سپاہی نے کہا:

"خالص چاندی لگتی ہے مجھے۔ پانچ سو روپے مل جائیں گے۔ آدھے تمہارے آدھے میرے۔"

دوسرا ہنس پڑا، "یار آج دیہاڑی خوب لگی۔"

بم کے پھٹنے میں صرف پندرہ منٹ رہ گئے تھے۔ پلوٹونیم بم کی نالی دوسرے سپاہی نے قمیض کے اندر چھپا کر رکھ لی تھی۔ پہلا سپاہی اس کے دو چار قدم کے

فاصلے پر بندوق لیے ٹہل رہا تھا۔ یہ شہر کے باہر ایک ویران علاقہ تھا۔ یہاں آبادی کافی دور تھی اور سڑک آگے جھونپڑیوں والے پل کی طرف جاتی تھی۔

بم کے پھٹنے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ ادھر شارٹی بھی بے صبری سے بار بار مارکیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے حساب سے بھی پلوٹونیم بم کے پھٹنے میں صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے۔

دونوں سپاہی باتیں کرتے ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ٹہل رہے تھے۔

بم پھٹنے میں صرف دو منٹ باقی رہ گئے تھے۔ ان سپاہیوں میں سے کسی کو خبر نہ تھی کہ دو منٹ بعد ان کے جسموں کے ایسے پرزے اڑنے والے ہیں کہ ان کے جسموں کا ایک ذرہ بھی نہیں مل سکے گا۔ بم کے پھٹنے میں صرف بیس سیکنڈ رہ گئے تھے۔ پھر دس سیکنڈ رہ گئے۔ اور پھر............ ایک روشنی چمکی۔ یہ روشنی ایسی تھی جیسے اچانک سورج ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے کے واسطے زمین پر آگیا ہو۔ دونوں سپاہیوں کو کچھ بھی خبر نہ ہو سکی کہ ان کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ وہ کچھ محسوس کرنے کے لیے زندہ ہی نہیں رہے تھے۔ شاید وہ پلوٹونیم بم کی روشنی کی حرارت سے ہی بھاپ بن کر اڑ گئے تھے۔ روشنی کے بعد ایک گڑگڑاہٹ کی آواز اٹھی جیسے اوپر سے آسمان کا ٹکڑا نیچے گر پڑا ہو۔ سات میل کے علاقے میں زلزلہ آگیا اور عمارتیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر ملبے کا ڈھیر ہو گئیں اور سیکڑوں لوگ اس ملبے میں کوئی آواز نکالے بغیر دب کر مر گئے۔ جہاں دونوں سپاہی کھڑے تھے وہاں ایک بہت بڑا اور کئی فیٹ گہرا گڑھا پڑ گیا اور نیچے سے کھولتا ہوا پانی باہر نکل آیا۔

سپر مارکیٹ سے کچھ فاصلے پر خلائی قاتل شارٹی اپنی گھڑی پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ جب دو گھنٹے گزر گئے تو چکاچوند کر دینے والی چمک نے رات کے تاریک آسمان کو سفید کر دیا۔ گڑگڑاہٹ کے ساتھ ہی کچھ دھماکے سنائی دیے۔ شارٹی بڑا

خوش ہوا کہ بم ٹھیک وقت پر پھٹا۔ مگر دوسرے لمحے اس نے جب دیکھا کہ سپر مارکیٹ ویسے کی ویسی ہی تھی اور اس کا کچھ بھی نہیں بگڑا تھا تو وہ حیرت میں ڈوب گیا کہ یہ کیسے ہو گیا۔ بم ضرور پھٹا تھا مگر وہ سپر مارکیٹ کے نیچے نہیں پھٹا تھا بلکہ کسی دوسری جگہ پھٹا تھا۔ اس نے ٹیکسی پکڑی اور اس علاقے میں پہنچا جہاں کہرام مچا ہوا تھا۔ پولیس اور ریڈ کراس کے آدمی زخمیوں کو ملبے سے نکال رہے تھے۔ ہر طرف چیخ و پکار تھا۔ دو میل کے اندر اندر سارے درخت جل گئے تھے۔ سارے بجلی کے کھمبے پگھل گئے تھے۔ زمین سیاہ پڑ گئی تھی۔ جہاں بم پھٹا تھا اس جگہ سے پانی ابل رہا تھا۔ شارٹی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس نے تو بم سپر مارکیٹ کے نیچے گٹر کی دیوار میں لگایا تھا۔ وہاں سے یہ بم اس جگہ کیسے آ گیا۔ اسے یہاں کون لے آیا۔ یہ معمہ وہ حل نہ کر پایا تھا۔ بہر حال اسے اطمینان ضرور تھا کہ بم نے پھٹ کر کافی تباہی مچائی تھی۔ وہ وہاں سے واپس اپنے قلعے والے تہ خانے میں آ گیا۔ اس نے آتے ہی وائرلیس پر مارگن سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی، مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ مارگن کو جیل کے تہ خانے میں بند کرنے سے پہلے اس کی تلاشی لے کر انسپکٹر شہباز نے خلائی گن اور چھوٹا ٹرانسمیٹر اور پلوٹونیم بم کی بٹن نما گولیاں برآمد کر کے اپنے پاس رکھ لی تھیں۔

شارٹی اس نتیجے پر پہنچا کہ مارگن سے ریڈیو ٹرانسمیٹر پولیس نے چھین لیا ہو گا اب اس نے مارگن کو جیل سے بھگا لانے کا فیصلہ کر لیا۔ سب سے پہلے اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ مارگن کو کس جگہ رکھا گیا ہے۔ دوسرے دن صبح ہوئی تو شارٹی نے ایک فقیر کا حلیہ بنایا اور قلعے سے باہر آ کر ریت کے ٹیلوں میں کسی سانپ کو تلاش کرنے لگا۔ یہ سانپ اس کے منصوبے کا حصہ تھا۔ جو منصوبہ اس نے تیار کیا تھا اس کے لیے ایک سانپ کی بڑی ضرورت تھی۔ یہ ایک ویران علاقہ تھا اور وہاں

دن کے وقت اکثر سانپ رینگتے دیکھے جاتے تھے۔ شارٹی کی نظر ایک سانپ پر پڑی جو خشک جھاڑی میں سے نکل کر ریت پر رینگتا دوسری جھاڑی کی طرف جا رہا تھا۔ شارٹی نے لپک کر سانپ کو پکڑ لیا۔ سانپ نے فوراً گردن گھما کر شارٹی کی کلائی پر ڈس دیا۔ یہ بڑا زہریلا سانپ تھا، مگر شارٹی پر سانپ کے زہر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ شارٹی نے سانپ کا منہ کھولا اور اس کے اوپر کے دانتوں کے نیچے جو زہر کی تھیلی تھی اسے نوچ کر نکالا اور باہر پھینک دیا۔ پھر سانپ کو تھیلی میں ڈال کر جیب میں ڈالا اور شہر کراچی کو جانے والی سڑک پر آ گیا۔ یہاں سے وہ بس میں سوار ہوا اور بڑے جیل خانے کے پیچھے جو سڑک گزرتی تھی وہاں اتر گیا۔

سامنے پان کا ایک کھوکھا تھا۔ شارٹی فقیروں کے لباس میں تھا اور سب لوگ اسے فقیر درویش ہی سمجھ رہے تھے۔ شارٹی پان کے کھوکھے کے پاس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا اور حق اللہ کا نعرہ لگا کر کھوکھے والے سے بڑی رعب دار آواز میں کہا:

"لا بیٹا ایک پان کھلا۔ تیری روزی میں بڑی برکت ہو گی۔"

ہمارے ہاں اکثر لوگ وہمی ہوتے ہیں اور جھوٹے فقیروں کے چکروں میں پھنسے رہتے ہیں اور یوں اللہ کے گناہگار بھی ہوتے ہیں اور نقصان بھی اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا دامن پکڑنا شرک ہے اور شرک اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے۔ رازق صرف اللہ کی ذات پاک ہے اور اسی سے ہر دم دعا کرنی چاہیے۔

پان والے پر بھی فقیر شارٹی کا رعب بیٹھ گیا۔ اس نے بڑے ادب سے شارٹی کو پان پیش کیا۔ شارٹی اس سے کوئی خدمت کروانے نہیں آیا تھا۔ اسے ایک بات پوچھنی تھی۔ چنانچہ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد شارٹی نے پان والے سے

پوچھا:

"کیوں بھائی اس جیل کا جو داروغہ ہے وہ بھی جیل کے اندر ہی رہتا ہے؟"

پان والا بولا، "حضور! جیل کے داروغے کو جیلر کہتے ہیں اور وہ جیل کے اندر تو نہیں رہتا، لیکن اس کی کوٹھی جیل کے ساتھ ہی ہے۔ کیوں آپ اس کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ سرکار وہ بڑا ظالم ہے۔ کسی کی نہیں سنتا۔"

شارٹی اٹھا اور بولا:

"بھائی ہم نے یونہی پوچھ لیا تھا۔ ہمیں کسی جیلر سے کیا لینا دینا۔ ہم تو فقیر آدمی ہیں۔"

یہ کہہ کر شارٹی سڑک پر چلتا دوسری طرف نکل آیا جدھر جیل کا سب سے بڑا گیٹ تھا۔ وہ گیٹ کے سامنے رکا نہیں بلکہ آگے نکل گیا۔ جیل کے آگے ایک کوٹھی کا دروازہ تھا جس پر جیلر کا نام وغیرہ لکھا ہوا تھا۔ کوٹھی کے پیچھے باغیچے میں سے ایک عورت کی آواز آرہی تھی جو کسی بچے کو بلا رہی تھی۔ شارٹی جھک کر چلتا کوٹھی کی پچھلی دیوار کے پاس آیا اور ذرا سا سر اٹھا کر دیکھا۔ جیلر کی کوٹھی کے پیچھے باغیچے میں ایک چھ سات سال کا لڑکا سائیکل چلا رہا تھا اور ایک نوکرانی اسے بلا رہی تھی کہ چلو اسکول جانے کا وقت ہو گیا ہے۔

شارٹی کے لیے یہ سنہری موقع تھا۔ باغیچہ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ اس نے تھیلی میں سے کالا سانپ نکالا اور لڑکے کی طرف اچھال دیا۔ سانپ باغیچے میں گرتے ہی گھبرا کر ایک طرف کو بھاگا۔ سامنے لڑکا آ گیا۔ اس نے لڑکے کو کاٹ لیا۔ نوکرانی نے یہ دیکھا تو چیخ مار کر سانپ سانپ کہتی اندر کو دوڑی۔ لڑکے نے سانپ کو کاٹتے دیکھ لیا تھا۔ وہ رونے لگا۔ اندر سے لڑکے کا جیلر باپ اور اس کی

SALMAN's CHOICE

بیوی گھبرائے ہوئے نکلے اور لڑکے کو اندر لے گئے۔ ٹھیک اسی لمحے شارٹی نے جو ایک فقیر کے بھیس میں تھا۔ دروازے کی گھنٹی بجائی۔ نوکر نے کہا:

"اللہ کے لیے معاف کرو بابا یہاں اپنی مصیبت پڑی ہے۔ بچے کو سانپ نے کاٹ لیا ہے۔"

شارٹی نے بلند آواز میں کہا:

"میں سانپ کے کاٹے کا منتر جانتا ہوں مجھے اندر لے چلو۔"

اسی وقت شارٹی کو اندر لے جایا گیا۔ جیلر اور اس کی بیوی کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔ حالانکہ سانپ میں زہر نہیں تھا۔ مگر بچے پر نفسیاتی اثر ہوا تھا اور وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ شارٹی نے یونہی کچھ پڑھ کر جہاں سانپ نے دانت مارے تھے وہاں پھونک ماری اور کہا:

"سانپ کا اثر ختم ہو گیا ہے۔ آنکھیں کھولو بیٹا۔"

پھر اس نے گرم دودھ منگوا کر بچے کو پلایا۔ بچہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ وہ تو پہلے ہی ٹھیک تھا۔ جیلر اور اس کی بیوی تو شارٹی کے گرویدہ ہو گئے۔ شارٹی نے باغیچے میں آ کر کالے سانپ کو بھی پکڑ کر ہلاک کر دیا۔ شارٹی کی خدمت شروع ہو گئی۔ اس کے سامنے چائے اور مٹھائیاں رکھی گئیں۔ شارٹی نے کہا:

"جیلر صاحب! یہ سانپ جس نے آپ کے لڑکے کو کاٹا تھا نر تھا۔ اب اس کی مادہ آئے گی اور آپ کے لڑکے کو کاٹنے کی کوشش کرے گی۔"

ماں باپ تو گھبرا گئے۔ شارٹی بولا:

"آپ فکر نہ کریں۔ میں اس کا بندوبست بھی کر دوں گا کہ مادہ سانپ کو کچل دوں۔ مگر اس کے لیے مجھے ایک عمل کرنا ہو گا۔"

جیلر جلدی سے بولا:

"اللہ کے لیے وہ عمل ضرور کیجیے۔ کسی طرح میرے بچے کو مادہ سانپ سے محفوظ کر دیں میں آپ کا احسان کبھی نہ بھولوں گا۔"
شارٹی کہنے لگا:
"اس عمل کے لیے ضروری ہے کہ پانچ سو گز کے اندر اندر یہاں کے سب سے گہرے تہ خانے میں بیٹھ کر میں ایک عمل پڑھوں۔ کیا یہاں کوئی ایسا تہ خانہ مل جائے گا۔"

اس علاقے میں ایک ہی تہ خانہ تھا اور وہ جیل کے نیچے بنا ہوا تھا جہاں مارگن قید تھا۔ یہ بات شارٹی کو معلوم تھی۔ جیلر کو اپنے بیٹے کی زندگی کی فکر تھی۔ اس نے کہا:

"ہاں! ایک تہ خانہ جیل کے نیچے زمین کے اندر بنا ہوا ہے۔ مگر وہاں ایک خطرناک قیدی بند ہے۔"
شارٹی نے کہا:
"خطرناک قیدی سے میرا کوئی سروکار نہیں مجھے تو ایک کونے میں بیٹھ کر صرف ایک گھنٹہ خاص عمل پڑھنا ہو گا۔"
جیلر کے بچے کی زندگی کا سوال تھا۔ اس نے شارٹی کو جازت دے دی مگر ساتھ ہی پہرے پر موجود چاروں سپاہیوں کو بھی اعتماد میں لے لیا اور انھیں کہہ دیا کہ وہ کسی سے اس بارے میں کوئی بات نہ کریں۔ اس رات اندھیرا ہو جانے کے بعد جیلر شارٹی کو خود جیل کے تہ خانے میں لے گیا۔ شارٹی نے اپنی خلائی گن لبادے کے اندر چھپا رکھی تھی۔ شارٹی کے اندر خلائی طاقت ابھی موجود تھی۔ تہ خانے کا دروازہ کھلا تو شارٹی نے دیکھا کہ ایک کونے میں مارگن سر جھکائے بیٹھا تھا۔ وہ پہلے سے کمزور ہو گیا تھا۔ دونوں خلائی آدمیوں کی نظریں ملیں۔ شارٹی نے نظروں ہی

نظروں میں مدگن کو تسلی دی کہ میں تمہیں یہاں سے نکالنے آیا ہوں۔ بس تم خاموش رہنا۔

جیلر نے مدگن سے کہا:

"یہ فقیر بابا۔ یہاں بیٹھ کر کچھ دعائیں پڑھیں گے۔ تم ان کے عمل میں دخل نہ دینا۔"

مدگن نے کوئی جواب نہ دیا۔ شارٹی نے جیلر سے کہا:

"جیلر صاحب آپ تشریف لے جائیں اور بالکل فکر نہ کریں۔ میں اپنا عمل پڑھ کر اپنے آپ یہاں سے واپس چلا آؤں گا۔"

جیلر چلا گیا۔ باہر دربان پہرہ دیتا رہا۔ شارٹی نے سارے راستے کا اچھی طرح سے جائزہ لے لیا تھا۔ جب کوٹھڑی میں وہ اور مدگن اکیلے رہ گئے تو شارٹی نے اپنی خلائی زبان میں سرگوشی میں مدگن کو ساری اسکیم سمجھا دی اور پھر بلند آواز میں یونہی اپنی زبان کے کچھ لفظ بار بار دہرانے لگا۔ کوٹھڑی کے باہر جو سپاہی پہرہ دے رہا تھا اس کے ہاتھ میں اسٹین گن تھی۔ تھوڑی دیر تو وہ شارٹی کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اسٹول پر بیٹھ گیا اور ادھر سے توجہ ہٹالی۔

دس پندرہ منٹ تک یونہی خلائی الفاظ بولنے کے بعد شارٹی نے مدگن سے کہا:

"میں ایکشن شروع کرنے والا ہوں۔ تیار ہو جاؤ۔"

شارٹی اپنی جگہ سے اٹھا اور کوٹھڑی کے دروازے کی سلاخوں کے پاس آ گیا۔ سپاہی نے پوچھا:

"کیا چاہیے سائیں جی؟"

شارٹی اس دوران خلائی گن نکال چکا تھا۔ اس نے کہا:

"ٹائم کیا ہوا ہے ؟"

سپاہی نے اپنی کلائی کی گھڑی پر وقت دیکھنے کے لیے سر جھکایا ہی تھا کہ شارٹی نے اس پر فائر کر دیا۔ خلائی گن میں سے کوئی آواز نہ نکلی۔ صرف نیلی شعاع نکل کر سپاہی کے جسم سے ٹکرائی اور وہ وہیں بھسم ہو گیا۔ شارٹی نے دوسرا فائر لوہے کی سلاخوں کے دروازے پر کیا۔ تالہ پگھل گیا۔ دروازہ کھول کر شارٹی اور مارگن تہ خانے سے نکل آئے۔ وہ زینے کی طرف بڑھے۔ چھت میں صرف ایک کمزور روشنی والا بلب ہی روشن تھا۔ شارٹی نے آہستہ سے مارگن سے کہا:

"اوپر دو سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔ مگر میں انھیں آسانی سے سنبھال لوں گا۔"

شارٹی خلائی گن ہاتھ میں لیے آگے آگے تھا۔ مارگن اس کے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ زینے کے اوپر دونوں سپاہی آمنے سامنے بیٹھے پہرہ دے رہے تھے۔ شارٹی نے مارگن کو پیچھے رکھا خود آگے جا کر سپاہیوں سے کہا:

"ذرا نیچے آنا۔ تمھارے ساتھی پہرے دار کو کچھ ہو گیا ہے۔ وہ بے ہوش پڑا ہے۔"

دونوں سپاہی جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے اسٹین گنیں سنبھال لیں۔ ایک سپاہی نے دوسرے سے کہا:

"تم نیچے جا کر دیکھو۔"

دوسرا سپاہی نیچے زینے میں آ گیا۔ شارٹی پیچھے پیچھے تھا۔ مارگن اندھیرے میں ایک طرف چھپ گیا تھا۔ جونہی وہ تہ خانے کی کوٹھڑی کی طرف بڑھا پیچھے سے شارٹی نے اس پر فائر کر کے اسے بھی وہیں بھسم کر دیا۔ پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اوپر آ گیا۔ اور فائر کر کے اوپر والے تیسرے سپاہی کو بھی ہلاک کر ڈالا۔ سامنے ایک

طویل بر آمدہ تھا شارٹی اور مارگن بر آمدے میں سے تیزی سے گزر گئے۔ اچانک ایک پہرے دار نے انھیں دیکھ لیا۔ وہ خطرے کی گھنٹی بجانے ہی والا تھا کہ شارٹی کی خلائی گن نے اسے بھی وہیں ڈھیر کر دیا۔ وہ جیل کی پچھلی دیوار کی طرف دوڑے۔ جہاں دیوار کافی اونچی تھی۔ مگر شارٹی کی خلائی طاقت کمزور نہیں پڑی تھی۔ اس پر خلائی ناطاقتی کا ابھی حملہ نہیں ہوا تھا۔ جبکہ مارگن ایک عام انسانی مخلوق کی طرح کمزور ہو گیا تھا۔ مارگن نے شارٹی سے کہا:

"یہ دیوار کیسے پھاندیں گے۔"

شارٹی بولا، "میرے اندر ابھی کچھ خلائی طاقت موجود ہے مارگن۔ میرے ساتھ آؤ۔"

دونوں دیوار کے نیچے جاکر کھڑے ہو گئے۔ شارٹی نے مارگن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا اور سانس کو روک کر اپنے پھیپھڑوں پر اتنا دباؤ ڈالا کہ وہ زمین سے بلند ہو گیا۔ مارگن بھی اس کے ساتھ ہی زمین سے اٹھنے لگا۔ وہ دیوار کے اوپر آ گئے۔ پھر دوسری طرف اتر گئے۔ دوسری طرف اندھیرا تھا۔ دونوں دوڑ کر شہر سے باہر جانے والی کچی سڑک پر آ گئے۔ یہاں انھیں ایک گاڑی پیچھے سے آتی نظر آئی۔ شارٹی نے اسے ہاتھ دیا۔ گاڑی رک گئی۔ یہ ایک ٹیکسی تھی۔ ڈرائیور نے پوچھا:

"کہاں جانا ہے؟"

شارٹی نے ڈرائیور کو گردن سے پکڑ کر باہر کھینچا تو وہ بے ہوش ہو گیا۔ دونوں خلائی آدمی ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور ٹیکسی شہر سے باہر پرانے قلعے کی طرف روانہ ہو گئی۔ شارٹی بڑی تیز رفتاری سے گاڑی چلا رہا تھا۔ دریا کے پل پر آ کر انھوں نے ٹیکسی دریا میں پھینک دی اور ویران میدان میں سے پیدل گزرتے پرانے قلعے میں

پہنچ گئے۔ نہ جانے میں آکر مارگن بولا:

"ابھی تک میری خلائی طاقت واپس نہیں آئی۔ تمہاری طاقت ابھی تک موجود ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ مگر ہمیں اپنی خلائی طاقت کو قائم رکھنے کے لیے کوئی طریقہ سوچنا پڑے گا ورنہ ہم اس دنیا کو تباہ کرنے کی بجائے خود تباہ ہو جائیں گے۔"

شارئی نے کہا، "ہماری برازیل والی لیبوریٹری میں کچھ ایسے آلات موجود ہیں جن کی مدد سے ہم اپنی خلائی طاقت کم از کم ایک سال تک قائم رکھ سکتے ہیں۔"

مارگن بولا، "ٹھیک ہے۔ ہم واپس برازیل جائیں گے۔"

انھوں نے برازیل جانے کا فیصلہ کر لیا۔

عمران کی زندہ لاش

مارگن نے شارٹی سے پوچھا:
"رات ایک خوفناک دھماکے کی آواز آئی تھی۔ کیا تم نے سپر مارکیٹ کو اڑا دیا؟"

شارٹی نے کہا، "میں نے پلوٹونیم بم کار لو سپر مارکیٹ کے نیچے گٹر میں لگایا تھا۔ بم ٹھیک وقت پر پھٹا مگر وہ سپر مارکیٹ سے کئی میل دور ایک ویرانے میں پھٹا جس سے زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ میری سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آئی کہ یہ بم وہاں سے نکال کر ویرانے میں کون لے گیا۔"

مارگن بولا، "کوئی بات نہیں۔ برازیل سے واپسی پر ہم سارا حساب چکا دیں گے۔ میرے فرار کا پولیس کو علم ہو گیا ہوگا۔ پولیس نے شہر کی ناکہ بندی کر دی ہوگی اور ایئرپورٹ پر تو خاص طور پر پولیس موجود ہوگی۔ یہ لوگ میری شکل سے بھی واقف ہو گئے ہیں۔"

شارٹی بولا، "تم فکر نہ کرو۔ میرے پاس ابھی خلائی طاقت ہے۔ ہم یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

باقی کی رات وہ اس پر غور کرتے رہے کہ کس طریقے سے کراچی سے باہر نکلا جائے۔ آخر انھوں نے ایک اسکیم تیار کر لی۔ اسی رات منھ اندھیرے مارگن

اور شارٹی اپنی کمین گاہ سے نکل کر ساحل سمندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں سے پندرہ بیس میل دور سمندر کے جنوبی ویران کنارے پر ماہی گیروں کی کچھ کشتیاں موجود تھیں۔ وہ ایک کشتی میں سوار ہوئے اور اسے سمندر کی طرف لے چلے۔ چپو چلاتے وہ کشتی کو کھلے سمندر میں لے آئے۔ دن کافی نکل آیا تھا۔ دوپہر تک وہ کھلے سمندر میں کشتی چلاتے رہے۔ کشتی سمندر کی لہروں پر بہتی چلی گئی۔ تیسرے پہر جب سورج غروب ہو رہا تھا تو انھیں ایک بحری جہاز سمندر میں شمال مغرب کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ وہ کسی ایسے ہی بحری جہاز کی تلاش میں تھے۔ شارٹی نے اپنی خاص خلائی طاقت سے کام لے کر کشتی کو اتنی تیزی سے چلایا کہ تھوڑی دیر بعد کشتی بحری جہاز کے قریب آ گئی۔ یہاں آتے ہی شارٹی اور مارگن نے یوں آواز دینا اور ہاتھ ہلانے شروع کر دیئے جیسے انھیں مدد چاہیئے۔ بحری جہاز کے کپتان نے انھیں دیکھا تو یہی سمجھا کہ دو ماہی گیر سمندر میں بھٹک گئے ہیں۔

اس نے جہاز کو رکنے کا حکم دیا اور شارٹی اور مارگن کو رسیوں کی مدد سے اوپر کھینچ لیا۔ مارگن نے ایک فرضی کہانی سنا دی کہ کس طرح وہ مچھلیاں پکڑنے سمندر میں نکلے اور ایک زبردست لہر انھیں کھلے سمندر میں لے آئی۔ جہاز کے کپتان نے کہا:

"ہم بصرہ جا رہے ہیں۔ ہاں پہنچ کر تمھیں محکمے کے آدمیوں کے حوالے کر دیا جائے گا جو تمھیں واپس پاکستان پہنچا دیں گے۔"

مارگن نے دل میں کہا تم ہمیں بصرہ تو پہنچا دو۔ باقی ہم خود سنبھال لیں گے۔ بصرہ پہنچ کر کپتان نے شارٹی اور مارگن کو بصرہ کسٹم پولیس کے حوالے کر دیا۔ مارگن نے یہاں بھی وہی فرضی کہانی دہرا دی۔ کسٹم والوں نے کہا:

"تم فکر نہ کرو۔ ہم تمھیں یہاں پاکستان کے سفارتی نمائندے کے

حوالے کر دیں گے۔ وہ تمہاری واپسی کا انتظام کر دے گا۔"

بصرہ کسٹم پولیس کے افسر نے شارٹی اور مارگن کو ایک کمرے میں بٹھا دیا اور خود دوسرے کمرے میں جا کر پاکستانی سفارتی نمائندے کو فون کرنے لگا۔

شارٹی نے مارگن سے کہا، "اب ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیئے کمرے میں ایک کھڑکی تھی جو پیچھے کھلتی تھی۔ وہ اطمینان سے اٹھے اور باری باری کھڑکی سے دوسری طرف کود گئے۔ دوسری طرف کچھ ٹرک کھڑے تھے۔ وہ چند ایک قدم آہستہ آہستہ چلتے گئے۔ پھر بھاگ کر بڑی سڑک پر آ گئے۔ ان کے پاس رقم نہیں تھی، مگر شارٹی اپنی خلائی طاقت سے سب کچھ حاصل کر سکتا تھا۔ بصرہ شہر میں وہ ایک بڑے ہوٹل میں آئے اور یوں ہوٹل کے لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئے جیسے بڑے امیر لوگ ہوں اور ان کے پاس کافی رقم موجود ہے۔ اچانک مارگن کو ایک جھٹکا لگا۔ وہ بولا، "شارٹی! میری خلائی طاقت واپس آ رہی ہے۔" اور دوسرے لمحے ہی وہ غائب ہو چکا تھا۔

شارٹی نے پوچھا:

"مارگن کیا تم اسی جگہ ہو۔"

مارگن نے خوشی بھرے لہجے میں کہا:

"ہاں شارٹی! میں تمہارے پاس ہی بیٹھا ہوں۔ میری طاقت واپس آ گئی ہے۔ اب ہمیں کوئی فکر نہیں۔ ہم آسانی سے برازیل اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا فارمولا تیار کیا جائے کہ ہماری خلائی طاقت کم از کم ایک برس کے لیے ہم سے جدا نہ ہو۔"

شارٹی بولا، "کوئی نہ کوئی فارمولا ڈھونڈ لیں گے۔ اب تم کسی طریقے سے ڈالر پیدا کرو کیونکہ ہوائی جہاز کے ٹکٹ تو ضرور خریدنے ہوں گے۔ پاسپورٹ تو

میرے پاس موجود ہے اس پر مستقل ویزا بھی لگا ہوا ہے۔"

مارگن نے کہا، "تم اسی جگہ بیٹھو۔ میں ڈالر پیدا کر کے ابھی آتا ہوں۔"

مارگن کسی کو نظر تو آتا نہیں تھا۔ اس کے لیے کسی سے بھی رقم اڑانا کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ مارگن وہاں سے نکل کر شہر کی مارکیٹ میں آ گیا۔ یہاں اس کی نظر ایک بینک کی عمارت پر پڑی۔ وہ بینک کے اندر آ گیا۔ بینک میں لوگ روپیہ وغیرہ جمع کروا رہے تھے۔ کچھ لوگ رقم نکلوا بھی رہے تھے۔ مارگن خزانچی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ خزانچی کی کرسی کے پاس دو صندوق نوٹوں سے بھرے پڑے تھے۔ ان میں امریکی ڈالر بھی تھے اور اس ملک کی کرنسی کے نوٹ بھی تھے۔ مارگن نے بڑے آرام سے ہاتھ بڑھا کر امریکی ڈالروں کی ایک گڈی اٹھائی اور خاموشی سے باہر آ گیا شارٹی ہوٹل کے لاؤنج میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ مارگن نے قریب آ کر کہا:

"میں ڈالر لے آیا ہوں۔ اب جلدی سے سیٹ بک کروا کر کسی پہلی پرواز میں اس شہر سے نکل چلو۔"

شارٹی نے ڈالر اپنی جیب میں سنبھال کر رکھ لیے اور ٹیکسی پکڑ کر برٹش ایئر لائنز کے دفتر میں آ گیا۔ یہاں انہیں اگلے روز کی پرواز میں برازیل تک کے لیے ٹکٹ مل گیا۔ اگلے روز مارگن اور شارٹی دونوں بصرہ ایئرپورٹ سے برٹش ایئرویز کے جہاز میں سوار ہو کر برازیل کی طرف روانہ ہو گئے۔

☆☆☆

ادھر جب مارگن کے جیل سے فرار کی خبر انسپکٹر شہباز اور تانیا کو ملی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ تانیا نے کہا:

"اب مدگن پہلے سے زیادہ غضبناک ہو کر حملہ کرے گا۔ ہمیں زبردست احتیاط کی ضرورت ہے۔ کاش اس وقت گارشا ہمارے پاس ہوتی۔"

انسپکٹر نے کہا: "عمران اور شیبا بھی تو نہیں ہیں۔ اللہ جانے وہ اس وقت کہاں ہوں گے؟"

چلئیے ہم پتا کرتے ہیں کہ گارشا، عمران اور شیبا کس عالم میں ہیں۔ ہم نے خلائی لڑکی گارشا کو قدیم زمانے کے فرعون مصر کفرو کے اہرام کے باہر چھوڑا تھا۔ عمران اس اہرام میں پہلے ہی غائب ہو چکا تھا اور اس کے بعد شیبا بھی غائب ہو گئی تھی۔ ایک مردہ عورت عمران کے ہمزاد کا روپ دھار کر شیبا کو اہرام میں لے گئی تھی۔ جہاں اسے ایک تابوت میں بند کر کے خود غائب ہو گئی تھی۔ اہرام کی ایک کوٹھڑی کے تابوت میں عمران بے ہوش پڑا تھا۔ دوسری کوٹھڑی کے تابوت میں شیبا بے ہوش پڑی تھی۔ پھر اہرام میں ایک روشنی سی ہوئی جس سے دونوں تابوت روشن ہو گئے اور تابوت کے اندر شیبا اور عمران غائب ہو گئے۔ اس وقت گارشا اہرام کے باہر سو رہی تھی۔ اس نے بیدار ہو کر جب دیکھا کہ شیبا اس کے پاس نہیں ہے تو اس نے اس کی تلاش شروع کی، مگر ہزار تلاش کے باوجود شیبا اسے کہیں نہ ملی۔

گارشا قدیم مصر کے زمانے میں پراسرار اہرام کے پاس اکیلی رہ گئی تھی۔ پہلے عمران اور اس کے بعد شیبا بڑے پراسرار انداز میں غائب ہو گئے تھے۔ گارشا کوئی معمولی لڑکی نہیں تھی، وہ خلائی مخلوق تھی اور بے حد ذہین سائنس دان بھی تھی۔ یہ بات بھی اس کے علم میں تھی کہ لوگوں نے اس اہرام کے قریب کسی اڑن طشتری کو خلا سے اتر کر غائب ہوتے دیکھا ہے۔ عمران شیبا اور گارشا دراصل اسی خلائی مخلوق کی کھوج میں اہرام کے پاس آئے تھے۔ خلائی مخلوق کا تو انہیں کچھ پتا نہ

چل سکا، مگر عمران اور شیبا گم ہو گئے۔

گارشا اہرام سے ہٹ کر ایک ٹیلے کی اوٹ میں چھپ گئی تھی۔ اس کی نظریں اہرام پر جمی تھیں۔ وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اہرام میں کوئی عجیب و غریب مخلوق تو نہیں رہتی؟ جن بھوتوں اور بدروحوں کی وہ قائل نہیں تھی۔ دن نکل آیا۔ صحرا میں چاروں طرف دھوپ پھیل گئی۔ روشنی ہی روشنی ہو گئی مگر اہرام میں سے کوئی پراسرار مخلوق باہر نہ آئی۔ گارشا گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ اگرچہ وہ سیکڑوں سال پرانے قدیم مصر کے زمانے میں آ گئی تھی، لیکن اس کے باوجود اس کی خلائی طاقت نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ گارشا نے کراچی کی ایٹمی لیبواریٹری میں ہی اپنے اوپر ایک ایسا عمل کر لیا تھا جس کے اثر سے اس کی خلائی طاقت ضائع ہونے سے رک گئی تھی۔ وہ غائب تو نہیں ہو سکتی تھی، مگر جو محلول اس نے اپنی آنکھوں میں ڈال رکھا تھا اس کی وجہ سے وہ کسی بھی غیبی مخلوق کو دیکھ سکتی تھی۔

گارشا نے ایک بار پھر کوشش کی مگر اسے اہرام کے اندر جانے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ پہلے جو شگاف اسے دکھائی دیا تھا اب وہ بھی بند ہو گیا تھا اور پتھر کی اتنی بڑی سل سامنے آ گئی تھی کہ گارشا اپنی پوری طاقت کے باوجود اسے اپنی جگہ سے ذرا سا بھی نہ ہلا سکی تھی۔ اتنا گارشا کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں آس پاس کوئی خلائی مخلوق ضرور اتری ہے اور اس خلائی مخلوق نے شیبا اور عمران کو اغوا کیا ہے۔ مگر اب اہرام کے پتھروں سے خلائی تابکاری کی لہریں بھی نہیں نکل رہی تھیں۔ اس کے باوجود گارشا پریشان نہیں تھی۔ خلائی مخلوق پریشان نہیں ہوا کرتی۔ اور گارشا ایک ذہین عقل مند اور بہادر خلائی لڑکی تھی۔

گارشا کو دل میں یقین تھا کہ عمران اور شیبا اس سے وقتی طور پر الگ ہوئے

ہیں اور بہت جلد کسی نہ کسی جگہ اسے دوبارہ مل جائیں گے۔ گلرشا نے اہرام کا خیال دل سے نکال دیا اور صحرا میں اس راستے پر چلنے لگی جو کے قدیم مصری شہر کی طرف جاتا تھا۔ قدیم مصر کا یہ شہر کافی بڑا تھا۔ سڑکیں کشادہ تھیں۔ عمارتیں لکڑی اور مٹی سے بنی تھیں اور چار چار منزلہ اونچی تھیں۔ قدیم مصری عورتیں اور مرد پرانی وضع کے لباس میں آ جا رہے تھے۔ ایک امیرزادی کی سواری گزری۔ غلاموں نے ڈولی اٹھا رکھی تھی۔ امیرزادی قیمتی ریشمی لباس پہنے بڑی شان سے بیٹھی تھی۔ اس کے بعد کچھ سپاہی گھوڑوں پر سوار گزر گئے۔ کسی نے گلرشا کی طرف توجہ نہ دی۔

گلرشا چلتے چلتے شہر کے باہر نکل آئی۔ یہاں اسے ایک اونچی چھت والے ہال کمرے کا احاطہ نظر آیا جس میں زمین پر سفید چادروں میں لپٹی دس بارہ لاشیں پڑی تھیں۔ لاشوں کے چہرے کھلے تھے۔ اس کمرے کی چھت میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ گلرشا کو حیرانی ہوئی کہ یہاں لاشوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ لاشوں کو جلایا جا رہا ہو۔ ایک مصری غلام بڑا سا برتن لیے اندر جانے لگا تو گلرشا نے اس سے پوچھا۔

"کیوں بھائی۔ یہاں لاشوں کو جلایا جا رہا ہے کیا؟" غلام نے گلرشا پر ایک نظر ڈالی اور بولا:

"کیا تم نہیں جانتیں کہ یہاں لاشوں کو حنوط کیا جاتا ہے۔ ان کی ممی بنائی جاتی ہے۔ یہ غریبوں کی لاشیں ہیں۔"

یہ کہہ کر غلام ہال کمرے میں چلا گیا اور اس کا بڑا دروازہ بند ہو گیا۔ گلرشا احاطے میں آ گئی اور یونہی اس کی نظر لاشوں کی طرف اٹھ گئی۔ وہ ایکدم سے چونکی۔ ان لاشوں میں دو لاشیں عمران اور شیبا کی ہی تھیں۔ گلرشا ان کی طرف

لپکی۔ عمران اور شیبا کے چہرے مردوں کی طرح زرد ہو چکے تھے اور ان کے جسم سفید چادروں میں لپٹے ہوئے تھے، صرف منہ کھلے تھے۔ گلر شا نے ادھر ادھر دیکھا اور عمران کی لاش کو اٹھانے لگی۔ اسے معلوم تھا کہ اگر ان کی لاشیں وہاں سے نہ ہٹائی گئیں تو تھوڑی دیر بعد ان کی چیر پھاڑ کر کے ان کے جسموں کو حنوط کر کے ان کی ممیاں بنا دی جائیں گی۔

جونہی گلر شا نے عمران کی لاش کو ہاتھ لگایا۔ ہال کمرے کا دروازہ کھلا اور چار ہٹے کٹے حبشی غلام باہر نکلے۔ انھوں نے ایک عورت کو لاش اٹھاتے دیکھا تو دوڑ کر گلر شا کے پاس آ گئے۔ دو غلاموں نے گلر شا کو اٹھا کر احاطے کے باہر پھینک دیا گلر شا خلائی مخلوق ضرور تھی مگر وہ ہٹے کٹے غلاموں کا اکیلی مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے پاس کوئی خلائی گن بھی نہیں تھی۔ وہ ان غلاموں کی گردن کی ایک خاص رگ پر انگلی رکھ کر انھیں بے ہوش ضرور کر سکتی تھی، مگر حبشی غلام اسے نزدیک کیسے آنے دیتے۔

گلر شا کے دیکھتے دیکھتے حبشی غلاموں نے دوسری دو لاشوں کے ساتھ عمران اور شیبا کی لاشیں بھی اٹھا کر کندھوں پر ڈالیں اور ہال کمرے میں لے گئے۔ اس سے پہلے کہ گلر شا دوڑ کر ان کے پاس جاتی ہال کمرے کا بڑا آہنی دروازہ بند ہو چکا تھا۔ گلر شا پہلی بار کچھ پریشان ہوئی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے ہمت نہ کی تو عمران اور شیبا کی لاشوں کی چیر پھاڑ شروع ہو جائے گی۔ وہ بھاگ کر دروازے پر آئی اور پوری طاقت سے دروازے کو اندر کی طرف دھکیلا۔ دروازہ کھل گیا۔ اندر فرش پر لاشیں رکھی تھیں۔ ایک بہت بڑے کڑھاؤ میں کوئی چیز پک رہی تھی جس کی تیز بو پھیلی ہوئی تھی۔ تین آدمی ایک لاش کے پیٹ کو چاک کر کے اس کی آنتیں نکال رہے تھے۔ گلر شا کو دیکھتے ہی یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کون ہے یہ عورت ؟"

مردہ گھر کے چیف نے گرج کر پوچھا۔ گارشا نے کہا:

"یہ دو لاشیں میرے بھائی بہن کی ہیں میں انھیں حنوط نہیں کرانا چاہتی۔ یہ لاشیں مجھے واپس دے دو؟"

مردہ گھر کے چیف حبشی نے غصیلی غراہٹ کے ساتھ کہا۔

"مگر ان لاشوں کو تو ایک شاہی خادمہ دے گئی ہے اور وزیر اعظم کے حکم سے انھیں حنوط کیا جائے گا۔ بھاگ جاؤ یہاں سے۔"

گارشا نے کہا: "لیکن یہ مردہ نہیں ہیں۔ یہ زندہ ہیں"

اس پر سب حبشی غلام قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"یہ عورت پاگل ہے۔" مردہ خانے کے سردار نے کہا، "اسے اٹھا کر دریائے نیل میں پھینک آؤ۔"

غلاموں نے گارشا کو اٹھالیا اور ڈولی ڈنڈا کر کے دریا کی طرف لے چلے۔ گارشا ان سے اپنے بازو نہ چھڑا سکی۔ بازو آزاد ہوتے تو وہ کسی غلام کی گردن پر ہاتھ رکھ کر بے ہوش کرتی۔

ایک غلام نے کہا:

"اسے اسی دلدل میں پھینک دو۔ دریا دور ہے۔ دلدل اسے اپنے آپ نگل لے گی"

بائیں جانب دریائی سرکنڈوں میں دلدلی خطہ تھا۔ حبشی غلام بے حس لوگ تھے۔ انھوں نے گارشا کو وہیں دلدل میں پھینک دیا۔ دلدل میں گرتے ہی گارشا نیچے جانے لگی۔ یہ بڑی خطرناک دلدل تھی۔ گارشا باہر نکلنے کی کوشش کرتی تو دلدل اسے مزید نیچے کھینچ لیتی۔ گارشا کمر تک دلدل میں دھنس گئی۔ اس نے پورا زور لگا

کر اپنے آپ کو باہر نکالنے کی آخری کوشش کی اور وہ گردن تک دلدل میں چلی گئی۔

گارشا سمجھ گئی کہ اب وہ دلدل سے بچ نہیں سکے گی۔ پھر نہ جانے کب تک وہ دلدل میں ہی پڑی رہی۔ جب دلدل اس کی ٹھوڑی تک آگئی تو اس کے کانوں میں ایک آواز آئی:

"گھبراؤ نہیں۔ میں تمہاری مدد کروں گی۔"

گارشا نے ادھر ادھر دیکھا۔ اسے وہاں کوئی عورت نہ نظر آئی مگر آواز ایک عورت کی تھی اور لگتا تھا کہ اس عورت نے قریب سے آواز دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی کسی کا ہاتھ اس کے کندھے پر پڑا اور ان ہاتھوں نے گارشا کو دلدل سے کھینچ لیا۔ گارشا سوکھی زمین پر بیٹھی حیران ہو رہی تھی کہ یہ غیبی ہاتھ کہاں سے اس کو بچانے کے لیے آ گئے۔ اس نے پوچھا۔

"تم کون ہو؟ تم نظر کیوں نہیں آتی ہو؟"

گارشا کو اس بات پر بھی تعجب تھا کہ جب اس نے اپنی آنکھوں میں خلائی محلول کے قطرے ڈال رکھے ہیں پھر بھی اسے یہ غیبی عورت دکھائی کیوں نہیں دے رہی۔ جواب میں غیبی عورت نے کہا چکا

"میرا نام ملدیا ہے۔ میں ادھر سے گزر رہی تھی کہ تمہیں دلدل میں ڈوبتے دیکھا۔ بس تمہیں بچا لیا۔"

"مگر تم دکھائی کیوں نہیں دیتی؟ کیا تم کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہو"

گارشا نے دوسرا سوال کیا۔

ملدیا کی آواز آئی، "میں اسی سیارے زمین کی مخلوق ہوں لیکن ایک خاص وجہ ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ وجہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔

چلو۔ سامنے والے چشمے پر جا کر غسل کر لو۔ تم کیچڑ میں لت پت ہو رہی ہو؟"

گارشا قریبی چشمے پر آئی اور پانی میں بیٹھ کر کپڑوں سمیت نہانے لگی۔ پھر اچانک بولی:

"ماریا! تم چلی تو نہیں گئیں؟"

ماریا کی آواز آئی، "نہیں۔ میں تمہارے پاس ہی ہوں۔"

گارشا نے اچھی طرح سے اپنے کپڑے اور چہرہ صاف کیا اور چشمے کے پانی سے باہر نکل آئی۔ وہ ایک پتھر پر بیٹھ گئی اور کہنے لگی:

"ماریا! کیا تم میری مدد کرو گی۔"

"میں نے تمھیں مرنے سے بچا لیا ہے اور کیا مدد کروں؟" ماریا نے جواب دیا۔ گارشا نے کہا:

"تمہارا شکریہ۔ لیکن میں ایک اور مصیبت میں ہوں۔ میری ایک بہن شیبا اور بھائی عمران زندہ ہیں مگر مردہ گھر والے انھیں مردہ سمجھ کر حنوط کرنے والے ہیں۔ انھیں بچا لو۔"

ماریا نے پوچھا، "اگر وہ زندہ ہیں تو مردہ گھر والے انھیں کس لیے حنوط کر رہے ہیں۔ وہاں تو صرف مردہ لاشوں کی چیر پھاڑ ہوتی ہے۔"

گارشا نے کہا، "وہ بے ہوش ہیں ان پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔"

"میرے ساتھ آؤ مردہ گھر اور مجھے بتاؤ کہ تمہاری بہن اور بھائی کی لاشیں کون سی ہیں۔ میں مردہ گھر کی طرف چل رہی ہوں۔"

یہ کہہ کر ماریا مردہ گھر کی طرف چل پڑی۔ گارشا بھی ایک طرف چلنے لگی۔ ماریا نے مردہ گھر کے دروازے کو کھول دیا حبشی غلاموں نے دروازے کی

طرف دیکھا اور گلرشا کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ "اسے تو ہم نے دلدل میں پھینکا تھا۔ یہ زندہ کیسے بچ گئی؟" ایک غلام چیخا۔ ملریا نے گلرشا کے کان میں کہا:

"مجھے اپنے بہن بھائی کی لاشیں دکھاؤ۔ تم ان پر انگلی رکھتی جاؤ۔"

گلرشا دوڑ کر دیوار کے ساتھ پڑی لاشوں کی طرف گئی۔ اس نے شیبا اور عمران کی لاشوں سے انگلی لگائی اور باہر کو دوڑی۔ ایک غلام اس کے پیچھے آیا۔ گلرشا دروازے کے پاس رک گئی۔ جونہی غلام نے اسے دبوچا۔ گلرشا نے اپنے ہاتھ کی انگلی حبشی غلام کی گردن کی ایک خاص رگ سے لگا دی۔ حبشی غلام تڑپ کر وہیں بے ہوش ہو گیا۔ ملریا یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اسے حیرانی ہوئی کہ اس لڑکی نے اتنے بڑے حبشی غلام کو کیسے بے ہوش کر دیا۔ ملریا نے شیبا اور عمران کی لاشوں کو اپنے کاندھوں پر ڈالا جس کے ساتھ ہی وہ دونوں بھی نظروں سے اوجھل ہو گئیں کیونکہ ملریا جس چیز کو زمین سے اٹھا لیتی تھی وہ چیز بھی اس کے ساتھ ہی غائب ہو جاتی تھی۔

ملریا دونوں لاشوں کو لے کر باہر نکلی۔ گلرشا اس دوران تین حبشی غلاموں کو بے ہوش کر چکی تھی۔ باقی غلام ڈر گئے، اور انھوں نے مردہ گھر کا دروازہ بند کر دیا۔

اہرام کے تابوت

ماریا نے باہر نکلتے ہی گلرشا سے کہا:

"دریا کی طرف آؤ۔"

گلرشا نے دریا کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ ریت کے ٹیلوں کی اوٹ میں آنے کے بعد گلرشا نے دوڑنا بند کر دیا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اسے ماریا کی آواز آئی:

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔ وہ سامنے جو دریا کے کنارے کھجوروں کا جھنڈ ہے وہاں آجاؤ۔ تمہارے بہن بھائی کی لاشیں میرے کندھوں پر ہیں۔"

دریا کے کنارے کھجوروں کے جھنڈ میں آکر ماریا نے شیبا اور عمران کی لاشوں کو زمین پر رکھ دیا۔ دونوں لاشیں گلرشا کو نظر آنے لگیں۔ گلرشا نے ماریا کا شکریہ ادا کیا تو ماریا نے اسکا نام پوچھا۔ گلرشا نے اپنا نام بتایا۔ ماریا نے کہا:

"گلرشا! تم نے حبشی غلاموں کو بے ہوش کیسے کیا؟ تمہارے پاس کوئی طلسم ہے؟"

گلرشا مسکرائی، "ہاں ایک چھوٹا سا طلسم ہے۔" پھر شیبا اور عمران کے

چہروں کو دیکھا اور ماریا سے کہا:

"ماریا! یہ بے ہوش ہیں۔ کیا یہ کسی طرح ہوش میں نہیں آسکتے؟"

ماریا نے جواب دیا، "تم اگر بے ہوش کر سکتی ہو تو کیا تمہارے پاس ایسا کوئی طلسم نہیں کہ جس سے تم انھیں دوبارا ہوش میں لاسکو؟" گلرشا نے سانس بھرا اور بولی:

"کاش! میرے پاس کوئی ایسا طلسم ہوتا۔"

ماریا نے شیبا اور عمران کی گردنوں پر ہاتھ لگا کر دیکھا۔ ان کا دل دھڑک رہا تھا۔ وہ زندہ تھے۔ ماریا نے کہا:

"میرا ایک بھائی ہے جس کا نام تھیوسانگ ہے اس میں اتنی طاقت ہے کہ وہ جس بے ہوش شخص کی گردن پر اپنی انگلی الٹی کر کے لگا دے وہ ہوش میں آجاتا ہے۔ اگر سیدھی لگا دے تو وہ شخص بے ہوش بھی ہو جاتا ہے اور چھوٹا سا بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے پاس تمہاری طرح کوئی جادو طلسم نہیں ہے بلکہ یہ اس کی اپنی طاقت ہے۔"

"یہ طاقت اس کے پاس کہاں سے آئی ہے ماریا؟"

ماریا نے کہا، "وہ خلائی سیارے کی مخلوق ہے، مگر ایک عرصہ سے ہماری زمین پر ہمارے ساتھ رہ رہا ہے یہ اس کی خلائی طاقت ہے۔"

گلرشا ایک دم چونکی۔ "ماریا کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟"

"ہاں بالکل سچ" ماریا نے جواب دیا، "میں اس کی تلاش میں مصر کے اس شہر میں آئی ہوں۔ اگر مجھے تھیوسانگ مل گیا تو تم اس کی طاقت کا مظاہرہ اپنی آنکھ سے دیکھ لوگی۔ اس کے تو کان بھی لمبے ہیں۔"

گلرشا فوراً سمجھ گئی کہ وہ کسی سیارے کی مخلوق ہے۔ ماریا نے کہا:

"مگر گارشا! تم نے مجھے اپنے بارے میں نہیں بتایا کہ تم کون ہو اور تمہارے یہ بہن بھائی کیسے بے ہوش ہو گئے۔"

گارشا ایک پل کے لیے سوچنے لگی کہ اسے اپنے بارے میں بتائے یا نہ بتائے۔ آخر اس نے فیصلہ کر لیا کہ ماریا کو سب کچھ بتا دینا چاہیے۔ بس گارشا نے ماریا کو ساری کہانی سنا دی اور بتا دیا کہ وہ بھی خلائی مخلوق ہے اور ایک خلائی حادثے کی وجہ سے ۱۹۹۰ء کی دنیا سے نکل کر قدیم مصر کے زمانے میں آ گئی ہے۔

ماریا نے بڑی دلچسپی سے گارشا کی کہانی سنی اور بولی:

"میں اپنے بھائیوں عنبر تھیوسانگ اور بہن جولی سانگ کیٹی کے ساتھ کئی بار پاکستان کے زمانے میں جا چکی ہوں۔ ہم بھی ہزاروں سالوں سے تاریخ کے زمانوں میں سفر کر رہے ہیں۔"

پھر ماریا نے بھی اپنی ساری کہانی سنا ڈالی۔ گارشا کو کچھ یقین آیا۔ کچھ نہ آیا۔ بہر حال اس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح تھیوسانگ مل جائے۔ لیک تو شیبا، عمران ہوش میں آ جائیں اور دوسرے تھیوسانگ سے مل کر پرانے زمانے سے نکل کر واپس اپنے زمانے میں جانے کی کوشش کی جائے۔ اس نے ماریا سے کہا:

"اللہ کرے کہ تھیوسانگ مل جائے۔ مگر جب تک بے ہوش شیبا اور عمران کا ہم کیا کریں۔ یہاں تو شاہی فوج کے سپاہی انہیں اٹھا کر لے جائیں گے۔ کیونکہ مردہ گھر کے سردار نے کہا تھا کہ ان لاشوں کو وزیر اعظم کی خادمہ حنوط کرنے کے لیے دے گئی ہے"

ماریا بولی۔ "تم فکر کیوں کرتی ہو گارشا جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم اسی جگہ ٹھیرو میں ان کو

رکھنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کر کے ابھی آتی ہوں۔" گلر شا کو دریا کے نیل کے کنارے کھجوروں کے جھنڈ میں چھوڑ کر ماریا فضا میں بلند ہو گئی۔ اس نے سارے شہر کا ایک چکر لگایا۔ اسے شہر کے شمال کی جانب ایک چھوٹا سا نخلستان نظر آیا۔ وہاں کھجوروں کے درخت بھی تھے اور ایک چشمہ بھی بہہ رہا تھا۔ قریب ہی کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی ایک جھونپڑی تھی جو خالی پڑی تھی۔ ماریا واپس گئی اور گلر شا اور بے ہوش شیبا اور عمران کو وہاں لے آئی۔

ماریا نے کہا، "تم یہاں آرام کرو۔ میں تھیوسانگ کی تلاش میں شہر کا ایک چکر لگا کر آتی ہوں۔"

ماریا پرواز کر گئی۔ شہر میں اسے تھیوسانگ کی خوشبو بالکل نہیں آئی۔ وہ شہر سے باہر جنوب کی طرف گئی جہاں ابوالہول کا بت تھا۔ اچانک ماریا کو تھیوسانگ کی خوشبو محسوس ہوئی۔ جدھر سے خوشبو آرہی تھی ماریا اس طرف اڑ گئی۔ کچھ دور جا کر اسے ایک چٹان کے عقب سے تھیوسانگ کی خوشبو آتی محسوس ہوئی۔ وہ غوطہ لگا کر چٹان کے پیچھے آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کا بھائی خلائی مخلوق تھیوسانگ پتھر پر سر رکھے گہری نیند سو رہا تھا۔ ماریا نے اسے جگایا۔ تھیوسانگ نے فوراً کہا:

"ماریا! مجھے تمہاری خوشبو آرہی ہے۔ تم ماریا ہو ناں۔"

"ہاں تھیوسانگ! اچھا ہوا تم مل گئے۔ میرے ساتھ آؤ۔ تمہیں ایک تمہاری مخلوق سے ملاتی ہوں۔"

ماریا نے کہا۔ تھیوسانگ نے حیران ہو کر پوچھا:

"وہ کون ہے؟ یہاں کیسے آگئی؟"

ماریا نے کہا، "میرے ساتھ آؤ" اور ماریا تھیوسانگ کو ساتھ لے کر نخلستان میں آگئی جہاں گلر شا جھونپڑی کے باہر چشمے کے کنارے چپ چاپ بیٹھی

تھی۔ اس نے دور سے ایک اونچے لمبے آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھا تو جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ یہ تھیوسانگ تھا۔ گارشا کو ماریا نظر نہیں آرہی تھی۔ ماریا نے آگے بڑھ کر کہا۔ "گارشا!" یہ تھیوسانگ ہے اور تھیوسانگ! یہ گارشا ہے۔ یہ بھی خلائی مخلوق ہے۔"

گارشا نے تھیوسانگ کو اور تھیوسانگ نے گارشا کو ایک لمحے کے لیے ٹکٹکی باندھ کر دیکھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کے چہرے اور آنکھوں میں وہ نشانیاں دیکھ لیں جو خلائی مخلوق میں ہونی چاہیے تھیں۔ تھیوسانگ کے کان عام انسانوں سے زیادہ لمبے تھے۔ گارشا نے تھیوسانگ سے اس کے سیارے کے بارے میں پوچھا۔ تھیوسانگ کا چہرہ سنجیدہ تھا۔ کہنے لگا:

"میں تمھیں اپنے سیارے کے بارے میں کچھ بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ یہ بتاؤ کہ ہم تمھاری کیا مدد کر سکتے ہیں"

گارشا نے کہا:

"میں نے ماریا کو سب کچھ بتا دیا ہے۔ میں اپنے سیارے میں واپس جانے کا ارادہ ترک کر چکی ہوں۔ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ میرے دو ساتھیوں یعنی عمران اور شیبا کو ہوش میں لانا ہے جو جھونپڑے میں بے ہوش پڑے ہیں۔ ماریا کی آواز آئی۔

"ہاں تھیوسانگ! ان کا ہوش میں آنا ضروری ہے۔"

تھیوسانگ جواب دینے کی بجائے جھونپڑی کی طرف بڑھا۔ اندر زمین پر عمران اور شیبا بے ہوش پڑے تھے۔ تھیوسانگ نے انھیں غور سے ایک نظر دیکھا۔ پھر ان کی گردن پر باری باری انگلی لگائی۔ عمران اور شیبا کو ہوش آگیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور تھیوسانگ کو دیکھ کر تعجب کیا کہ یہ لمبے کانوں والی مخلوق کون

ہے۔ گارشا نے کہا:

"اللہ کا شکر ہے کہ تم دونوں ہوش میں آگئے، یہ تھیوسانگ ہے۔"

پھر گارشا نے عمران اور شیبا کو تھیوسانگ کے بارے میں سب کچھ بتایا اور کہا:

"یہ بھی ہمارا بھائی ہے۔"

ماریا کی آواز آئی "اور میں تمھاری بہن ہوں۔"

اس غیبی آواز پر عمران اور شیبا چونک پڑے۔ گارشا نے کہا:

"گھبراؤ نہیں۔ یہ آواز ماریا کی ہے جو تھیوسانگ کی بہن ہے اور جسے میں بھی نہیں دیکھ سکتی۔"

عمران نے پوچھا، "مجھے یہاں کون لایا؟"

شیبا نے کہا، "مجھے تم ہی اہرام میں لے گئے تھے عمران! میں نے تمھیں تابوت میں لیٹے ہوئے دیکھا تھا۔"

عمران نے کہا، "شیبا! اسے بھول جاؤ۔ وہ ایک ڈراؤنا خواب تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم اس عذاب سے نکل آئے ہیں۔"

گارشا تھیوسانگ سے مخاطب ہوئی۔

"تھیوسانگ! تم بھی خلائی آدمی ہو۔ تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ ہم تینوں یعنی میں عمران اور شیبا اگلے زمانے سے کیسے ماضی کے زمانے میں آگئے ہیں۔ ہمیں صرف یہ بتاؤ کہ کیا کسی طرح تم ہمیں واپس اپنے زمانے کے پاکستان میں پہنچا سکتے ہو؟"

تھیوسانگ نے بے نیازی سے کہا۔

"وہاں جاکر تم لوگ کیا کرو گے۔ یہ ماضی کا زمانہ بڑا پر سکون ہے۔ "

گلر شا بولی، "مگر ہمیں اس ملک کے لوگوں کو اوتان سیارے کی مخلوق سے بچانا ہے۔ اوتان سیارے کی مخلوق اس زمین پر آباد معصوم لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ بلکہ کچھ معلوم نہیں کہ انھوں نے اس ملک میں تباہی مچانی شروع کر دی ہے۔ "

اوتان سیارے کے نام پر تھیوسانگ ذرا سا چونکا۔ اس کی بھنوئیں اوپر چڑھ گئیں۔

"اوتان سیارے کی مخلوق وحشی اور ظالم لوگوں کی مخلوق ہے۔ میں جانتا ہوں۔ وہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔ "

گلر شانے کہا:

"اوتان سیارے سے جو لوگ آئے تھے ان کا اپنے سیارے سے رابطہ میں نے ہمیشہ کے لیے توڑ دیا ہے۔ اب زمین پر اوتان سیارے کے دو تین آدمی ہی ہیں مگر وہ دو تین ہی قیامت کی تباہی مچاسکتے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ کوئی ایسا فارمولا مل جائے کہ جس کی مدد سے میں، عمران اور شیبا واپس اپنی دنیا میں پہنچ جائیں۔ عمران اور شیبا خاموش تھے۔ ماریا بھی خاموش تھی۔ وہ سب تھیوسانگ کے چہرے کو تک رہے تھے جس پر گہری سوچ کا اثر ابھر آیا تھا۔ تھیوسانگ نے کہا:

"کچھ دن ہوئے یہاں کفرو کے اہرام میں سیارہ ڈیگان کی ایک مخلوق اپنی اڑن تشتری لے کر آئی تھی۔ میری ان سے اچانک ملاقات ہو گئی۔ وہ اب یہاں سے جاچکی ہے۔ لیکن انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ افریقہ کے ایک پہاڑ پر تھال کے

اندر ان کی ایک لیبورٹری موجود ہے جہاں وہ کبھی کبھی آتے ہیں۔ اگر ان لوگوں سے ملاقات ہو جائے تو تمھارے واپس اپنی دنیا میں جانے کا امکان پیدا ہو سکتا ہے۔"

گلارشا کو امید کی ایک ہلکی سی کرن دکھائی دی۔ اس نے کہا:

"تھیوسانگ کیا تم ہمیں افریقہ کے پہاڑ پر تھال تک پہنچا سکتے ہو؟ ممکن ہے وہاں ڈیگان مخلوق کے کچھ سائنس دان موجود ہوں اور وہ ہماری مدد کر سکیں۔" ماریا نے کہا:

"تھیوسانگ! ہمیں گلارشا اور اس کے ساتھیوں کی ہر حالت میں مدد کرنی ہے۔"

تھیوسانگ بولا:

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ مگر پر تھال پہاڑ کے بارے میں شاید تم لوگ نہیں جانتے کہ وہاں آدم خور وحشی رہتے ہیں اور جو کوئی ادھر جاتا ہے وہ اسے پکڑ کر بھون کر کھا جاتے ہیں۔"

گلارشا نے کہا، "ہمیں یہ خطرہ تو مول لینا ہی پڑے گا۔"

عمران بولا۔ "ہم یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہیں۔"

شیبا نے بھی عمران کی ہاں میں ہاں ملائی۔ کیونکہ وہ بھی کسی نہ کسی طرح واپس اپنے ماں باپ کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔ تھیوسانگ کندھے ہلاتے ہوئے بولا:

"ٹھیک ہے۔ میری طرف سے ہم ابھی اس مہم پر روانہ ہو جاتے ہیں۔"

وہ شہر میں آ گئے۔ یہاں انھوں نے کچھ گدھے اور ضروری سامان خریدا

اور افریقہ کے جنگلوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس زمانے میں افریقہ کے جنگل بے حد گھنے، تاریک اور خطرناک جنگلی جانوروں سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ اور پرتھال پہاڑ کے ارد گرد کے علاقے میں آدم خور وحشی قبیلے آباد تھے۔ جو زندہ انسانوں کا شکار کر کے انھیں باندھ کر لے آتے اور پھر آگ پر بھون کر ہڑپ کر جاتے۔ کارشا تھیوسانگ اور ماریا کو کوئی خطرہ نہیں تھا، مگر عمران اور شیبا اسی دنیا کی مخلوق تھے۔ انھیں خطرہ پیش آسکتا تھا۔ اگرچہ ماضی کے عہد میں آجانے کی وجہ سے وہ مر نہیں سکتے تھے پھر بھی انھیں اغوا کیا جاسکتا تھا اور پکڑ کر قید بھی کیا جا سکتا تھا۔

چنانچہ ماریا، کارشا اور تھیوسانگ نے عمران اور شیبا کو درمیان میں رکھا ہوا تھا اور خود آگے پیچھے چل رہے تھے۔ تاکہ اگر جنگل میں کسی طرف سے حملہ ہو تو عمران اور شیبا محفوظ رہیں۔ اسی طرح تین دن تک سفر کرتے رہنے کے بعد یہ لوگ افریقہ کے اس گنجان تاریک جنگل میں داخل ہو گئے جہاں پرتھال نام کا اونچا پہاڑ دور ہی سے نظر آتا تھا۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر برف جمی ہوئی تھی، مگر نیچے ڈھلان پر زیادہ سردی نہ ہونے کی وجہ سے گھنے درخت اگے ہوئے تھے جو نیچے تک آگئے تھے۔ تھیوسانگ نے ماریا سے کہا:

"ماریا! ہم پرتھال کے خطرناک جنگل میں داخل ہو گئے ہیں اب ہمیں ہوشیار رہنا ہو گا۔"

ماریا اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ ماریا کو تھیوسانگ اس کی خوشبو سے پہچان رہا تھا۔ ماریا نے کہا:

"میرا خیال ہے ہمیں عمران، شیبا اور کارشا کو اس جگہ کہیں ٹھیرا دینا چاہیے تاکہ ہم خود آگے جا کر جائزہ لے سکیں۔"

گارشا یہ گفتگو سن رہی تھی۔ کہنے لگی :

"میں بھی ساتھ چلوں گی۔ میں بھی خلائی مخلوق ہوں۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

تھیوسانگ بولا، "تو پھر ماریا تم عمران اور شیبا کے پاس یہاں رہو۔ میں اور گارشا آگے جاتے ہیں"۔ یہ تجویز سب نے پسند کی۔ جنگل میں کچھ دور اندر جا کر انھیں ایک بہت بڑی سیاہ چٹان کے پاس چھوٹی سی ندی بہتی دکھائی دی۔ یہاں جنگلی پھلوں کے درخت بھی تھے۔ اس جگہ تھیوسانگ اور گارشا نے ماریا عمران اور شیبا کو چھوڑ دیا اور خود پرتھال پہاڑ کے دامن کی طرف بڑھے۔ ماریا نے عمران اور شیبا کے ساتھ مل کر وہاں درخت کی شاخوں سے ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنائی اور اس میں بیٹھ گئے۔ ان کے گدھے باہر درخت سے بندھے چارہ کھا رہے تھے۔ ماریا نے عمران سے کہا، "میں جھونپڑی کے ارد گرد پہرہ دوں گی۔ تم باہر مت نکلنا۔"

دوسری طرف تھیوسانگ اور گارشا گدھوں پر سوار جنگل میں سے گزرتے آخر پرتھال پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے۔ یہاں بڑی گنجان پہاڑیاں تھیں۔ ابھی پہاڑ پرتھال ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا کہ اچانک انھیں جنگلی لوگوں کی آوازیں سنائی دیں۔ تھیوسانگ نے کہا :

"گارشا! یہ آدم خور وحشی ہیں۔ شاید انھوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے۔ اس طرف بھاگو۔"

تھیوسانگ اور گارشا دوڑ کر جھاڑیوں میں چھپ گئے۔ آدم خور جنگلیوں کی چیخ و پکار قریب آ رہی تھی۔ سامنے والی جھاڑیاں ادھر ادھر ہوئیں اور ان میں سے چھ سات آدم خور جنگلی جنھوں نے ہاتھوں میں نیزے اٹھا رکھے تھے

شور مچاتے نکل آئے۔ اور انھوں نے اس جھاڑی کو گھیر لیا جس میں تھیوسانگ اور گارشا چھپے ہوئے تھے۔ تھیوسانگ بالکل نہیں گھبرایا اس نے آہستہ سے گارشا کو کہا۔

"کیا آگ تم پر اثر کرتی ہے؟"

گارشا نے جواب دیا۔ "نہیں"

"ٹھیک ہے۔ باہر نکل آو۔"

یہ کہہ کر تھیوسانگ جھاڑیوں میں سے باہر نکل آیا۔ گارشا بھی اس کے ساتھ ہی جھاڑی میں سے نکل آئی۔ آدم خور سیاہ فام حبشیوں نے اپنے سامنے دو انسانی شکار دیکھے تو خوشی سے نعرے لگانے اور نیزے ہلانے اور ان کے گرد رقص کرنے لگے۔ تھیوسانگ اب بھی اطمینان سے کھڑا تھا۔ اس نے گردن ذرا سی جھکا کر گارشا سے ایک اور سوال کیا:

"ان کے نیزوں کو زہر میں بجھایا گیا ہے۔ تم پر زہر کا اثر تو نہیں ہوتا؟"

گارشا نے کہا۔ "نہیں"

تب تھیوسانگ نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے اور جنگلی حبشیوں کی زبان میں کہا، "میں جنگلی دیوتا ہوں۔ یہ زمین کی دیوی ہے۔ یہیں رک جاؤ" ....

آدم خوروں نے رقص بند کر دیا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے تھیوسانگ اور گارشا کی طرف تکنے لگے۔ ایک آدم خور نے چلا کر کہا، "یہ ہمیں دھوکا دینا چاہتا ہے۔ اسے سردار کے پاس لے چلو"۔ تھیوسانگ نے گارشا سے کہا، "کوئی اعتراض نہ کرنا۔ ہم سردار کے پاس جائیں گے۔" پھر آدم خوروں کی

طرف دیکھا اور بولا:

"ٹھیک ہے۔ ہمیں اپنے سردار کے پاس لے چلو۔"

وہیں جنگل میں ایک جگہ درختوں میں کچھ جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں یہاں آدم خوروں کا حبشی سردار ایک تخت پر نیزہ ہاتھوں میں لیے بیٹھا تھا۔ اس نے خونی آنکھوں سے تھیوسانگ اور گارشا کو دیکھا اور اپنے آدمیوں کو چلا کر کہا،

"آگ جلاؤ۔ انھیں آگ پر لٹا دو۔"

تھیوسانگ نے کہا، "میں جنگل کا دیوتا ہوں۔ یہ زمین کی دیوی ہے۔ آگ ہم پر اثر نہیں کرے گی۔"

آدم خور سردار نے چیخ کر کہا:

"انھیں درختوں کے ساتھ باندھ دو۔ یہ مکار ہیں۔ جنگل اور زمین کے دیوی دیوتا ایسے کپڑے نہیں پہنتے جیسے انھوں نے پہن رکھے ہیں"۔

گارشا نے دبی زبان میں تھیوسانگ سے کہا:

"اب کیا کریں؟"

تھیوسانگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ چار آدم خور حبشی انھیں درخت سے باندھنے کے لیے آگے بڑھے۔ تھیوسانگ نے ایک آدم خور حبشی کی گردن سے انگلی لگا دی۔ انگلی کے لگتے ہی دونوں آدم خور حبشی سکڑ کر انسانی انگلی کے سائز کے ہو گئے۔ تھیوسانگ نے انھیں اپنی مٹھی میں بند کر لیا۔ دوسرے آدم خوروں اور سردار کو کچھ پتا نہ چلا کہ کیا ہو گیا ہے۔ وہ یہی سمجھے کہ ان کے دو حبشی تھیوسانگ کے قریب پہنچ کر غائب ہو گئے ہیں۔ دوسرے دو حبشی وہیں رک گئے۔ تھیوسانگ نے سردار سے مخاطب ہو کر کہا، "سردار! تمہارے دو آدمی غائب نہیں ہوئے بلکہ وہ میری مٹھی میں ہیں۔"

اور تھیوسانگ نے انسانی انگلی کے برابر دونوں آدم خور حبشیوں کو آگے بڑھ کر حبشی سردار کے سامنے تخت پر رکھ دیا۔ سردار پھٹی پھٹی آنکھوں سے دونوں حبشیوں کو دیکھنے لگا۔ دونوں آدم خور انگلی جتنے سائز کے ہو گئے تھے۔ اور اچھل اچھل کر چیخ رہے تھے۔ ان کی آوازیں بھی بہت باریک ہو گئی تھیں۔ آدم خور سردار پر دہشت طاری ہو گئی۔ کارشا بھی حیران تھی کہ تھیوسانگ نے اونچے لمبے آدمیوں کو اتنا چھوٹا کیسے کر دیا، مگر وہ سمجھ گئی کہ ایسا تھیوسانگ کی خلائی قوت کی وجہ سے ہوا ہے۔

زرد سیارے کی مخلوق

○

تھیوسانگ نے کہا،

"کیا اب بھی تم مجھے جنگل کا دیوتا نہیں مانو گے؟ میں تمہیں بھی اتنا چھوٹا بنا سکتا ہوں۔"

جونہی تھیوسانگ نے آدم خور سردار کی سر کی طرف ہاتھ بڑھایا سردار نے پوری طاقت سے نیزہ تھیوسانگ کے سینے میں گھونپ دیا۔ تھیوسانگ پیچھے کو لڑکھڑایا۔ گارشا کے ہونٹوں سے چیخ نکل گئی۔ تھیوسانگ نے بجلی ایسی تیزی کے ساتھ نیزہ اپنے سینے سے کھینچ کر باہر نکالا اور وہی نیزہ سردار کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ دوسرے آدم خور حبشی خوف کے مارے ادھر ادھر بھاگے۔ کیونکہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ تھیوسانگ کے سینے سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا تھا اور ان کے دو ساتھی بھی تھیوسانگ نے انگلی کے برابر بنا دیے تھے۔

تھیوسانگ نے بلند آواز میں حکم دیا:

"وہیں رک جاؤ۔ جس نے قدم بڑھایا وہ مر جائے گا۔"

توہم پرست آدم خوروں کے قدم وہیں رک گئے۔ گارشا نے سردار کی طرف دیکھا جو تخت پر شدید زخمی حالت میں تڑپ رہا تھا۔ اس کے سامنے جو دو

آدم خور وحشی چھوٹے چھوٹے بنائے گئے تھے وہ بھی خوف کے مارے تخت کے کونے میں دبکے بیٹھے تھے۔ تھیوسانگ کے سینے کا زخم اپنے آپ مل گیا تھا۔ اس نے گارشا سے کہا:

"میں ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ انھوں نے نہ جانے کتنے بے گناہ انسانوں کو بھون کر ہڑپ کیا ہے اور اگر زندہ رہے تو نہ جانے کتنے اور انسانوں کو بھون کر کھا جائیں گے۔"

تھیوسانگ نے اب ایک نیزہ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اس نے آدم خوروں کو حکم دیا کہ تخت کے پاس آکر زمین پر بیٹھ جائیں سارے کے سارے آدم خور حبشی تخت کے قریب آکر بیٹھ گئے۔ وہ بہت خوف زدہ تھے اور اپنے سردار کو تڑپتے دیکھ رہے تھے۔ تھیوسانگ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھا کر انگلی کا اشارہ کیا۔ اس کی انگلی میں سے آگ کے شعلے کی ایک سرخ لکیر نکل کر تخت پر پڑی۔ ایک دھماکہ ہوا اور سردار سمیت سارے کے سارے سنگدل ظالم آدم خور حبشی جل کر بھسم ہو گئے۔ گارشا خاموش کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ ظالم آدمیوں کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا۔ تھیوسانگ نے گارشا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"چلو۔ اب ہمارا راستہ صاف ہے۔"

ان کے گدھے نہ جانے کہاں اور کدھر بھاگ گئے تھے۔ وہ پیدل ہی پر تھال پہاڑ کی طرف چل پڑے۔ پہاڑ کے دامن میں جگہ جگہ چھوٹے بڑے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ پتھر بڑی چٹانوں جتنے تھے۔ ان پتھروں کے درمیان ایک پیچ دار راستہ پہاڑ کی طرف جاتا تھا۔ تھیوسانگ نے رک کر سامنے پہاڑ کا جائزہ لیا اور بولا:

"گارشا! مجھے فضا میں خلائی تابکاری کی شعاعوں کا احساس ہو رہا ہے۔ کیا تمھیں کچھ محسوس ہوا؟"

گارشا پہلے ہی ان شعاعوں کو اپنے جسم سے ٹکراتے محسوس کر چکی تھی۔ کہنے لگی:

"ہاں۔ آگے کوئی خلائی مخلوق موجود ہے مجھے ان کی تابکاری کا احساس ہو رہا ہے۔"

تھیوسانگ آگے قدم اٹھاتے ہوئے بولا:

"ڈیگان سیارے کی مخلوق نے میرے ساتھ دوستانہ سلوک کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اگر یہاں ان ہی کے سائنس دان موجود ہیں تو وہ ہمیں کچھ نہیں کہیں گے بلکہ ہمارا خیر مقدم کریں گے۔"

چند قدم چلنے کے بعد تھیوسانگ رکا۔ پلٹ کر گارشا کی طرف آیا اور بولا۔

"تم اسی جگہ ٹھیرو۔ میں آگے جا کر پتا کرتا ہوں۔ اندر کوئی خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔ جب تک میں نہ آؤں تم یہاں سے آگے مت بڑھنا۔"

اس سے پہلے کہ گارشا اس کو کوئی جواب دیتی۔ تھیوسانگ پہاڑ کی طرف جا چکا تھا۔ تھیوسانگ کو ایک جگہ سے خلائی تابکاری کی ہلکی ہلکی شعاعیں نکلتی محسوس ہوئیں۔ اس نے جھک کر پتھر کی ایک بھاری سل کو غور سے دیکھا تو سل اپنے آپ ایک طرف کو ہٹ گئی تھیوسانگ سمجھ گیا کہ اس کے خلائی دوست یعنی ڈیگان کے سائنس دان اسے دیکھ چکے ہیں اور انھوں نے ہی سل ہٹائی ہے۔ وہ زینہ اترا تو سل اپنی جگہ پر واپس آگئی۔ تھیوسانگ کو آواز سنائی دی۔

"دوست آجاؤ۔ ہم تمھارے ہی انتظار میں ہیں۔"

تھیوسانگ نے کہا، "میرے ساتھ ایک خلائی عورت بھی ہے۔"

ایک پل کے لیے تہ خانے میں خاموشی چھا گئی۔ پھر وہی آواز آئی۔

"وہ عورت کہاں ہے؟"

تھیوسانگ کو اچانک خطرے کی بو محسوس ہوئی۔ اس کے دوست سیدے ڈیگان کی مخلوق کی خاص بو وہاں فضا میں نہیں تھی۔ بلکہ اس کی جگہ ایک دوسری ہی بو پھیلی ہوئی تھی۔ تھیوسانگ پیچھے کو پلٹا مگر اب دیر ہو چکی تھی۔ چھت پر سے ایک نیلی شعاع تیزی سے نکل کر تھیوسانگ پر گری۔ وہ ایک شدید جھٹکے کے ساتھ اوپر کو اچھلا اور فرش پر گرتے ہی بے ہوش ہو گیا۔

چھت کی نیلی شعاع غائب ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سامنے والی دیوار کا خفیہ دروازہ کھلا اور تین عجیب شکل و صورت والے خلائی آدمی باہر نکلے۔ ان کے سر درمیان سے نوکیلے تھے۔ چہرے زرد اور آنکھیں چھوٹے چھوٹے بٹنوں کی طرح تھیں۔ انھوں نے کالے پلاسٹک کا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ بے ہوش تھیوسانگ کے قریب آکر کھڑے ہو گئے۔ ایک نے سرگوشی ایسی خشک آواز میں کہا۔

"اسے اٹھا کر نیچے لے چلو۔"

دوسرا بولا، "اس نے کہا تھا اس کے ساتھ باہر ایک خلائی عورت بھی ہے۔"

پہلا خلائی آدمی بولا:

"اس کو بھی قابو میں کرتے ہیں۔ تم اسے اٹھا کر نیچے لے چلو۔"

تھیوسانگ کو دو خلائی آدمی اٹھا کر تہ خانے کے نیچے لے گئے۔ پہلے والا خلائی آدمی جو ان کا چیف لگتا تھا خلائی گن ہاتھ میں لے کر تہ خانے کا زینہ چڑھنے

لگا۔ سامنے پتھر کی بھاری سل تھی۔ اس کی تابکاری سے پتھر کی سل آہستہ سے ایک طرف ہٹ گئی۔ زرد خلائی چیف خلائی گن لیے پر تھال پہاڑ سے باہر آ گیا۔ اس نے آواز دی:

"ہماری خلائی بہن! آ جاؤ۔ تمہیں تھیوسانگ نے بلایا ہے۔ وہ نیچے ہمارے پاس ہے۔"

گارشا چند قدموں کے فاصلے پر ایک جھاڑی کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔ اس نے زرد چہرے والے خلائی آدمی کو دیکھا تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ گارشا ایک انتہائی ذہین اور تجربہ کار خلائی عورت تھی۔ اس نے سوچا تھیوسانگ کے ساتھ ضرور کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے ورنہ وہ خود اسے لینے باہر آتا۔ اور اس نے کہا تھا کہ جب تک میں نہ بلاؤں یہاں سے مت ہلنا۔ گارشا کھسک کر پچھلی جھاڑیوں میں چلی گئی۔ اس کی نگاہیں زرد مخلوق پر لگی تھیں۔ زرد خلائی چیف نے ایک بار پھر گارشا کو آواز دی۔ مگر اس نے گارشا کا نام نہیں لیا تھا۔ گارشا کو خیال آیا کہ اگر اس مخلوق کو تھیوسانگ نے بھیجا ہوتا تو اسے اس کا نام ضرور بتا دیا ہوتا اور یہ آدمی اسے اس کا نام لے کر پکارتا۔ مگر اس نے گارشا کا نام نہیں لیا تھا۔ جس کا مطلب صاف تھا کہ تھیوسانگ کسی جال میں پھنس گیا ہے اور یہ زرد خلائی مخلوق اس کی دشمن ہے اور اب اسے بھی اغوا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

اتنے میں شگاف میں سے دوسرا زرد خلائی آدمی باہر آ گیا۔ اس نے چیف کے کان میں سرگوشی کی۔ گارشا کا شک یقین میں بدل گیا۔ اس کے پاس کوئی خلائی گن نہیں تھی۔ وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ پیچھے کھسکنے لگی۔ تھوڑی دیر میں وہ درختوں کی اوٹ میں آ گئی۔ زرد مخلوق بھی اس کی تلاش میں جنگل میں نکل پڑی تھی۔ مگر گارشا انہیں دھوکا دے کر دوسری طرف

سے ہوتی ہوئی اس گنجان جنگل میں واپس اسی چشمے کی طرف بھاگ رہی تھی جہاں وہ عمران شیبا اور اپنی غیبی سہیلی ماریا کو چھوڑ آئی تھی۔ اس نے وہاں پہنچتے ہی ماریا کو ساری بات بیان کر دی۔ ماریا کچھ پریشان سی ہوئی۔ اس نے کہا:

"ایسا لگتا ہے کہ ہماری دوست خلائی مخلوق ڈیگان کے سائنس دانوں کو بھی اس زرد خلائی مخلوق نے اپنے قبضے میں کر لیا ہے یا انھیں ہلاک کر کے لیبوریٹری پر قبضہ کر لیا ہے۔"

عمران بولا، "اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔؟"

ماریا نے کہا، "تم لوگ اس جگہ چھپ کر بیٹھے رہو۔ میں خود جا کر پتا کرتی ہوں کہ تھیوسانگ کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا ہے۔"

گارشا، شیبا اور عمران کو چشمے پر ہی رہنے کی تاکید کر کے ماریا ہوا میں بلند ہوئی اور پر تھال پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئی۔ گارشا نے اسے سب کچھ بتا دیا تھا کہ کس جگہ سے خفیہ راستہ نیچے تہ خانے کی طرف جاتا ہے۔ ماریا کے لیے پہاڑی کے اندر جانا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ شگاف پتھر کی سل نے بند کر دیا تھا۔ ماریا کا جسم غائب ہو کر شعاعوں میں تبدیل ہو گیا تھا اور یہ شعاعیں لوہے اور پتھر سے بھی گزر سکتی تھیں۔ چنانچہ ماریا بڑی آسانی کے ساتھ پتھر کی سل میں سے گزر گئی۔ جس طرح پتھر کی دیوار یا لوہے کی دیوار میں سے آواز کی لہریں یا گرمی کی لہریں گزر جاتی ہیں۔

دوسری طرف زینہ تھا۔ ماریا زینے سے ایک فیٹ اونچی ہو کر بادل کے چھوٹے سے ٹکڑے کی طرح وہاں سے گزر کر نیچے ایک تنگ راہ داری میں آ گئی۔ اسے کچھ آدمیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ ماریا ان آوازوں کی طرف بڑھی جو ایک بند دروازے کے پیچھے سے آ رہی تھیں۔ ماریا اس بند دروازے میں سے بھی گزر

گئی۔ دوسری طرف اس نے کیا دیکھا کہ ایک میز پر تھیوسانگ کو لٹایا ہوا ہے۔ وہ بے ہوش ہے۔ تینوں زرد خلائی آدمی اس کو گھیرے میں لیے کھڑے ہیں اور دوسری میز پر لیزر توانائی سے چلنے والے دو تیز دھار والے چاقو ایک طشت میں پڑے ہیں۔ ایک زرد خلائی مخلوق تھیوسانگ کے دل کی دھڑکن چیک کر رہی تھی۔ ماریا سمجھ گئی کہ یہ لوگ تھیوسانگ کا کوئی خطرناک آپریشن کرنے والے ہیں جس کے بعد اس کا زندہ بچنا ناممکن ہو گا۔ ماریا کی موجودگی اس زرد مخلوق میں سے کسی نے محسوس نہیں کی تھی۔ سب سے پہلا کام ماریا نے یہ کیا کہ طشت میں سے تیز دھار والے دونوں چاقو اٹھا لیے۔ چاقو ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گئے۔

زرد خلائی چیف نے چاقو لینے کے لیے طشت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے پوچھا۔

"لیزر بلیڈ کہاں چلے گئے۔؟"

دوسرے زرد خلائی آدمیوں نے بھی طشت پر نگاہ ڈالی۔ طشت خالی تھا۔ ماریا کی نظر کونے والی الماری پر گئی وہاں ایک خلائی گن پڑی تھی۔ ماریا نے لپک کر گن اٹھالی اور زرد خلائی سردار پر فائر کر دیا۔ گن میں سے نیلے رنگ کی شعاع نکل کر زرد خلائی سردار کے جسم سے ٹکرائی اور ایک دھماکے سے اس کا جسم پھٹ کر بھسم ہو گیا۔ دوسرے خلائی آدمی باہر کی طرف دوڑے۔ مگر ماریا انھیں کیسے زندہ چھوڑ سکتی تھی۔ وہ ان کے پیچھے بھاگی اور سرنگ میں ہی انھیں خلائی گن کی فائرنگ سے بھسم کر دیا۔ اب وہ واپس تھیوسانگ کے پاس آئی۔ تھیوسانگ آپریشن ٹیبل پر بے ہوش پڑا تھا۔ ماریا اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگی۔ ماریا کو اتنا معلوم تھا کہ تھیوسانگ صرف آگ سے گھبراتا ہے کیونکہ صرف آگ ہی اسے ہلاک کر سکتی تھی۔ ماریا نے دوسری میز پر سے موٹی چادر اٹھا کر سے آگ لگائی اور

تھیوسانگ کے قریب لے گئی۔ تھیوسانگ کو آگ کی تپش پہنچی تو اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ اسے سب سے پہلے ماریا کی خوشبو آئی جس کا مطلب تھا کہ وہاں ماریا موجود ہے۔ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

ماریا نے آگ والی چادر زمین پر پھینک دی اور کہا۔

"تھیوسانگ! تم کسی دشمن خلائی مخلوق کے پھندے میں پھنس گئے تھے۔"

تھیوسانگ میز پر سے اتر پڑا اور چاروں طرف دیکھ کر بولا:

"ہاں۔ مجھے یاد ہے مجھ پر چھت سے نیلی روشنی پڑی تھی جس سے میں بے ہوش ہو گیا یہ ڈیگان سیارے والی ہماری دوست مخلوق نہیں ہے۔"

ماریا نے پوچھا، "مگر تم تو کہتے تھے کہ ڈیگان مخلوق واپس جاتے ہوئے اپنی خفیہ لیبوریٹری میں اپنے دو سائنس دان چھوڑ گئی ہے۔"

"اب انھیں تلاش کرنا ہو گا۔" تھیوسانگ بولا، "یہ کوئی دوسری مخلوق تھی جس نے اس لیبوریٹری پر قبضہ کر لیا تھا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

انھوں نے لیبوریٹری کے دوسرے کمروں کی تلاشی شروع کر دی۔ وہاں کل چار چھوٹے چھوٹے تہ خانے تھے۔ ایک تہ خانے میں خلائی سلنڈر کونے میں کھڑا تھا جس کے اندر ہلکی نیلی روشنی ہو رہی تھی۔ تھیوسانگ بولا:

"ماریا! یہ سلنڈر کسی بھی آدمی کو ڈیگان سیارے پر پہنچا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ڈیگان مخلوق ہی کا سلنڈر ہے اور اس کی فریکوینسی ڈیگان سیارے پر ہی رکھی گئی ہے۔"

ماریا نے سلنڈر کو غور سے دیکھا۔ پھر پوچھا:

"مگر سوال یہ ہے کہ ڈیگان سائنس دان کہاں ہیں؟" تھیوسانگ سلنڈر

کے قریب جھک گیا۔ اس نے زمین کی طرف اشارہ کر کے ماریا سے کہا۔

"یہ دیکھو۔ یہ دو جلے ہوئے جسموں کے نشان ہیں۔ زرد مخلوق نے ڈیگان کے دونوں سائنس دانوں کو یہاں لیزر گن سے ہلاک کیا ہے؟"

ماریا بولی، "یہاں ٹرانسمیٹر بھی ہے۔ کیا تم ڈیگان سیارے سے رابطہ قائم کر سکتے ہو؟"

تھیوسانگ چاندی کی ایک پلیٹ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس پر جیومیٹری کے مختلف دائرے اور تکونیں بنی ہوئی تھیں۔ تھیوسانگ نے کہا، "کوشش کر سکتا ہوں۔ ڈیگان کا چیف سائنس دان سمپان میرا دوست بن گیا تھا۔ اگر اس سے رابطہ ہو جائے تو ہم عمران اور شیبا اور گلرشا کو اس کی دنیا میں واپس بھجوا سکتے ہیں۔ سمپان ایک نوجوان خلائی سائنس دان ہے اور بے حد قابل ہے۔ وہ کوئی نہ کوئی راہ نکال لے گا۔"

تھیوسانگ نے ٹرانسمیٹر کو کھول دیا اور ڈیگان سیارے کی فریکوینسی تلاش کر کے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ یہ انتہائی ترقی یافتہ سائنسی آلات تھے۔ دو سیکنڈ میں اوپر سے آواز آئی۔ ڈیگان۔ ڈیگان۔ بات کرو۔ یہ ڈیگان کی اپنی خلائی زبان تھی۔ تھیوسانگ ہر خلائی سیارے کی زبان جانتا تھا۔ اس نے اسی زبان میں جواب دیا۔

"سمپان سے بات کراؤ۔ میں تھیوسانگ ہوں سمپان سے بات کراؤ۔"

دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تھیوسانگ! میرے دوست! میں سمپان ہی بول رہا ہوں۔ تم ہماری لیبوریٹری میں کیسے آ گئے؟"

تھیوسانگ نے کہا، "یہاں کسی سیارے کی زرد مخلوق نے قبضہ کرلیا تھا۔ انھوں نے تمہارے دونوں سائنس دانوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ وہ مجھے بھی ہلاک کرنے والے تھے کہ ماریا نے موقع پر پہنچ کر نہ صرف مجھے بچالیا بلکہ زرد مخلوق کو بھی بھسم کرڈالا۔"

دوسری طرف سے سمپان کی آواز آئی۔

"میں آرہا ہوں۔"

تھیوسانگ سلنڈر کے قریب آگیا۔ ماریا بھی اس کے پاس آکر کھڑی ہوگئی۔ ایک سیکنڈ بعد سلنڈر میں نیلی روشنی کا ایک جھماکہ سا ہوا۔ چکا چوند روشنی پھیلی اور جب روشنی بجھی تو سلنڈر میں ایک دراز قد مضبوط جسم والا نوجوان کھڑا تھا جس کی خلائی وردی کا رنگ نیلا تھا۔ اس کی شکل زمین کے لوگوں ایسی تھی۔ صرف آنکھوں کی چمک عام آدمیوں سے بڑھ کر تھی۔ سلنڈر کے باہر آکر اس نے تھیوسانگ سے ہاتھ ملایا اور کہا:

"زرد مخلوق ہمارے دشمن سیارے کی مخلوق ہے۔ اچھا ہوا کہ تم نے انہیں بھسم کردیا ہم یہاں سے لیبورٹری کسی دوسری خفیہ جگہ لے جائیں گے۔"

پھر سمپان نے ایک طرف اشارہ کر کے پوچھا:

"کیا یہی ماریا ہے جس نے ہمارے دشمنوں کو ہلاک کیا؟"

تھیوسانگ اور ماریا بے حد حیران ہوئے کیونکہ ماریا غائب تھی۔ مگر سمپان نے اسے غیبی حالت میں بھی دیکھ لیا تھا۔ سمپان مسکرایا۔ کہنے لگا:

"تھیوسانگ ہم ڈیگان کی مخلوق ہیں۔ ہم ہر غیبی شے دیکھ لیتے ہیں۔"

پھر اس نے ماریا کی طرف دیکھ کر کہا:

"ماریا! تمہارا شکریہ تم نے زرد مخلوق سے ہمارے دو سائنس دانوں کے

قتل کا بدلہ لے لیا۔"

تھیوسانگ نے سمپان سے عمران شیبا اور گارشا کا غائبانہ تعارف کروایا اور اسے بتایا کہ یہ لوگ آج سے ڈھائی تین ہزار برس آگے کے زمانے سے ماضی میں آگئے ہیں اور انھیں واپس اپنی دنیا، اپنے زمانے میں پہنچانا ہے۔

"کیا ایسا کوئی طریقہ ہو سکتا ہے؟" سمپان نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

"ایسا کیوں نہیں ہو سکتا۔ مگر جیسا کہ تم نے کہا گارشا اوٹان سیارے کی مخلوق ہے وہ یہاں کیسے آگئی۔؟"

تھیوسانگ نے کہا، "یہ تمھیں گارشا خود بتائے گی۔ یہ لوگ جنگل میں ایک چشمے پر ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔"

سمپان بولا، "انھیں یہاں بلوا لو۔"

تھیوسانگ نے ماریا سے کہا:

"ماریا! تم تیز رفتاری سے جا سکتی ہو۔ تم جاؤ اور عمران، شیبا اور گارشا کو لے کر یہاں آجاؤ۔ میرا خیال ہے کہ گارشا میرے واپس نہ آنے کے بعد وہیں چلی گئی ہو گی۔"

ماریا بولی، "ٹھیک ہے۔ میں انھیں لینے جاتی ہوں، مگر وہ لوگ پیدل آئیں گے۔ یہاں تک آنے میں انھیں دیر لگ سکتی ہے۔"

سمپان نے کہا، "ہم اسی جگہ پر ہیں ماریا۔ تم جس وقت چاہے آؤ۔"

اور ماریا اسی وقت تہ خانے سے باہر نکل گئی۔ جنگل میں آتے ہی وہ فضا میں بلند ہوئی اور اس نے چشمے کی طرف اڑنا شروع کر دیا۔ ماریا کے جانے کے بعد دونوں خلائی دوست تھیوسانگ اور سمپان سلنڈر کے پاس کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ سمپان نے اسی وقت اوپر اپنے سیارے ڈیگان پر یہ اطلاع پہنچا دی کہ زرد سیارے کی دشمن

مخلوق نے یہاں ہماری لیبوریٹری پر حملہ کر کے ہمارے دونوں سائنس دانوں کو ہلاک کر دیا تھا، مگر یہاں ہماری ایک دوست کی بہن ماریا نے زرد مخلوق کو بھسم کر کے ان سے بدلہ لے لیا ہے۔ مگر زرد سیارے کی خلائی ناکہ بندی کر دی جائے تاکہ دشمن اپنے سیارے کی فضا سے باہر نہ نکلنے پائے۔ یہ اطلاع پہنچانے کے بعد سمپان نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا اور تھیوسانگ سے کہا:

"اب یہ زرد سیارے کی مخلوق اس زمین پر نہیں آسکے گی۔ ہمیں یہاں سے لیبوریٹری کسی دوسری جگہ لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

تھیوسانگ بولا، "یہ بڑی اچھی بات ہوئی ہے، مگر میرے دوست گارشا، عمران اور شیبا کو ان کی دنیا میں واپس پہنچانا بہت ضروری ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے شہر میں اوثان سیارے کی مخلوق نے تباہی پھیلا رکھی ہے اور وہ اس مخلوق کی تباہ کاریوں سے اپنی زمین اور اپنے ملک اپنے شہر کے لوگوں کو بچانا چاہتے ہیں۔"

سمپان کی آنکھیں سکڑ گئیں۔ کہنے لگا:

"اوثان سیارے پر تو زندگی ختم ہونے والی ہے۔ وہ لوگ اس دنیا پر قبضہ کرنا چاہتے ہوں گے، مگر تم فکر نہ کرو۔ یہ زمین مجھے بڑی پیاری ہے اور ہم امن پسند مخلوق ہیں۔ میں انھیں ایسا نہیں کرنے دوں گا۔"

تھیوسانگ نے کہا، "تم عمران، شیبا اور گارشا کی کیسے مدد کر سکو گے؟"

سمپان نے مسکرا کر کہا:

"بے گناہ انسانوں کو اوثان مخلوق کے ظلم سے بچانے کے لیے میں عمران اور شیبا کے ساتھ ان کی دنیا میں جاؤں گا۔"

تھیوسانگ بہت خوش ہوا کیونکہ اسے یقین تھا کہ سمپان کے پاس بے پناہ

خلائی طاقت ہے اور وہ اوتان مخلوق کے عذاب سے معصوم لوگوں کو بچالے گا۔

دوسری طرف ماریا ہوا میں پرواز کرتی تھوڑی ہی دیر بعد جنگل میں اسی جگہ پہنچ گئی جہاں چشمہ بہہ رہا تھا اور جہاں وہ عمران شیبا اور گلرشا کو چھوڑ کر گئے تھے۔ ماریا چشمے پر اتر آئی۔ مگر اسے وہاں نہ عمران نظر آیا۔ نہ شیبا اور نہ ہی گلرشا نظر آئی۔ وہ سوچنے لگی۔ شاید یہ لوگ جنگل میں گھومنے پھرنے نکل گئے ہیں۔ ماریا بھی جنگل میں چلنے لگی۔ اس وقت شام ہو گئی تھی اور افریقہ کے اس گھنے جنگل میں کافی اندھیرا پھیل چکا تھا۔ صرف ماریا ہی اس اندھیرے میں دیکھ سکتی تھی۔ وہ کچھ پریشان بھی ہو رہی تھی کہ آخر عمران، شیبا اور گلرشا کہاں چلے گئے؟

وہ ایک چٹان کی دوسری طرف آئی اسے جنگل کی خاموشی میں ایک کپکپاتی ہوئی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔ کوئی اس کا نام لے کر اسے بلا رہا تھا۔ ماریا آواز کی طرف لپکی۔ دو تین قدموں پر نیچے ایک چھوٹا سا پانی کا تالاب تھا جس میں ایک انسانی لاش بالکل سیدھی لیٹی تھی۔ لاش کے ماتھے پر ایک دیا جل رہا تھا۔ ماریا وہاں رکی تو لاش کے ہونٹ ہلے اور وہی سہمی ہوئی آواز آئی۔

"ماریا! ماریا! اپنے دوستوں کو بچاؤ اپنے دوستوں کو بچاؤ............"

پھر کیا ہوا؟

کیا خلائی دشمن دنیا کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے؟

یہ خلائی ایڈونچر سیریز کے بارھویں اور آخری ناول

"شہو پتھو بن گیا" میں پڑھیے۔

ایک نہایت دل چسپ خلائی سائنس ایڈونچر سیریز جسے اے۔ حمید نے لکھا

سیّارہ اوٹان کا زمین پر حملہ

۱۔ خطرناک سگنل : سیارہ اوٹان کی خلائی مخلوق نسل انسانی کو ختم کرنے کے لیے زمین پر حملہ منصوبہ بنالی ہے۔

۲۔ لاش چل پڑی : خلائی مخلوق کا زمین پر خطرناک مشن شروع ہو جاتا ہے۔

۳۔ کالا جنگل، نیلی موت : عمران شیبا کی تلاش میں برازیل کے جنگلات میں جا پہنچتا ہے۔

۴۔ خلائی سرنگ سے فرار : پراسرار سانپ خلائی سرنگ کے ذریعہ سے شیبا کو فرار کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

۵۔ وہ خلا میں بھٹک گئے : عمران، شیبا کو خلائی کیپسول میں قید کر کے خلا میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۶۔ خلائی مخلوق کراچی میں : خلائی عفریت عمران شیبا کے خلائی جہاز پر حملہ کر دیتی ہیں۔

۷۔ موت کی شعاعیں : عمران شیبا حیرت انگیز طریقے سے سکندرِ اعظم کے زمانے میں جا پہنچتے ہیں۔

۸۔ خطرناک فارمولا : زمین کی تباہی کے لیے خلائی مخلوق ایک خطرناک فارمولا ایجاد کرتی ہے۔

۹۔ تابوت سمندر میں : سمندر کی تہ میں خلائی مخلوق کی خوف ناک سرگرمیاں۔

زیرِ طبع

۱۰۔ خلائی مخلوق کا حملہ ۔ ۱۱۔ عمران کی لاش ۔ ۱۲۔ شہر پتھر بن گیا

خوب صورت تصویروں سے مزین   دیدہ زیب سرورق

ہر ناول کی قیمت ۱۰ روپے

نونہال ادب ، ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ناظم آباد۔ ۷۴۶۰۰

SALMAN's
CHOICE

گزشتہ ایک صدی میں انسانی تہذیب نے جو ترقی کی وہ سب سائنس کا ہی کرشمہ ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ سائنس ہی کے طفیل آج ہم ہزاروں میل دور کے مناظر ایک چھوٹی سی اسکرین پر گھر بیٹھے دیکھ لیتے ہیں۔

آج زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو سائنس کی روشنی سے منور نہ ہو۔ سائنس کی بدولت آج انسان کو طرح طرح کی سہولتیں اور آسانیاں میسر ہیں۔ لیکن یہ کیسے حاصل ہوئیں، کتنے مرحلوں سے گزر کر اور کتنی مدت میں یہ ترقی کی منزلیں طے ہوئیں اور کن کن کی خیال آفرینی، محنت اور تجربہ اس میں شامل ہے۔ اس سوال کا جواب نونہال ادب کی ترقی کی منزلیں سیریز کی کتابوں میں ملے گا۔ یہ مفید، معلوماتی اور دل چسپ کتابیں باتصویر ہیں۔

عظیم ایجادات

سائنس اور ٹیکنالوجی سے انسان کے لیے بہت سی ایسی ایجادات کی ہیں جن کی بدولت اس نے ناممکن کو ممکن بنا ڈالا۔

یہ عظیم ایجادات کون سی ہیں اور انسان نے کس طرح ان سے فائدے حاصل کیے؟ اس کتاب میں ان سب کا ذکر ہے۔ ایک دل چسپ اور معلوماتی کتاب

سید علی ناصر زیدی

قیمت: ۵ روپے

کمپیوٹر کیا ہے؟

ریڈیو اور ٹیلے وژن کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں بکثرت استعمال ہونے والی ایجادات میں سب سے مفید اور حیرت انگیز ایجاد کمپیوٹر ہے۔ کمپیوٹر کیا ہے؟ کمپیوٹر سے معلومات کس طرح حاصل ہوتی ہیں اور یہ کس کس میدان میں استعمال ہو رہا ہے؟ کمپیوٹر کی زبان کیا ہے اور یہ کن ہدایات کے مطابق کام کرتا ہے؟ یہ سب باتیں اس کتاب میں ملیں گی۔

حکیم نعیم الدین زبیری

قیمت: ۸ روپے

نونہال ادب

خطرناک سگنل ـــــ اے حمید ـــــ قیمت ۱۰ روپے

خلائی ایڈونچر سیریز کا رنگین تصویروں سے مزین پہلا ناول دو نوجوان بچوں کی خلائی مخلوق کے خلاف جنگ کی دل چسپ کہانی

لاش چل پڑی ـــــ اے حمید ـــــ قیمت ۱۰ روپے

خلائی ایڈونچر سیریز کا دوسرا دل چسپ ناول۔ قدم قدم پر حیرت انگیز واقعات۔ ہماری زمین پر خلائی مخلوق کی خطرناک سرگرمیاں۔

ابو داؤد کا انجام ـــــ ظفر محمود ـــــ قیمت ۱۰ روپے

تاریخ کے پس منظر سے ابھرنے والی دل چسپ کہانیاں

ابو داؤد کا انجام

مونٹی کرسٹو کا نواب ـــــ مسعود احمد برکاتی قیمت ۱۰ روپے

ایک باہمت ملاح کی حیرت انگیز باتصویر کہانی۔

SALMAN's CHOICE
خلائی ایڈونچر سیریز ۱۲ سیارہ اوٹان کا زمین پر حملہ
شہر پتھر بن گیا
PDFBOOKSFREE.PK
جالو جگاؤ
www.pdfbooksfree.pk

نونہال ادب — علم و ادب کے میدان میں ہمدرد کی ایک اور خدمت

شہر پتھر بن گیا

خلائی ایڈونچر سیریز ——— بارھواں ناول

اے۔ حمید

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس کراچی

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوّت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بلند مقام حاصل کرے جو اس کا مُقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست

تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج اور سیارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقی اُسے دم بہ دم آگے بڑھاتے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب دوز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے گا اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

ترتیب

اندھیرا غار

تالاب میں تیرتی لاش نے ایک بار پھر کہا:
"ماریا اپنے دوستوں کو بچاؤ۔ اپنے دوستوں کو بچاؤ"
ماریا سمجھ گئی کہ یہ لاش اسے عمران، شیبا اور نگارشا کے بارے میں خبردار کر رہی ہے۔ کیوں کہ ماریا ان ہی کو افریقہ کے اس خطرناک جنگل میں چشمے کے پاس چھوڑ کر گئی تھی اور اب انھیں واپس لینے آ رہی تھی کیوں کہ مڈیگان سیارے کا دوست خلائی آدمی سمیان پہ تھال پہاڑ کے تہ خانے میں تھیوسانگ کے ساتھ ان کا انتظار کر رہا تھا۔ سمیان نے امید دلائی تھی کہ وہ عمران، شیبا اور نگارشا کو دو ہزار سال پرانے زمانے سے اُن کے اپنے زمانے میں پہنچانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ چشمے کے پاس جب نگارشا ماریا کو عمران، شیبا اور نگارشا کہیں نظر نہ آئے تو وہ اُن کی تلاش میں تالاب کے کنارے نکل آئی۔ جہاں پانی میں ایک لاش تیر رہی تھی جس کے ماتھے پر دیا روشن تھا۔ یہ رات کا وقت تھا۔ جنگل میں چاروں طرف اندھیرا تھا۔ جب لاش نے ماریا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اپنے دوستوں کو بچاؤ تو ماریا نے جلدی سے پوچھا:

"وہ کہاں ہیں؟ کیا انھیں آدم خور وحشی لے گئے ہیں؟"
تالاب والی لاش نے کہا:
"سنو! اس جنگل میں ہر مہینے کی ساتویں تاریخ کو ایک خوفناک سرکٹی بلا حملہ کرتی ہے اور جو کوئی انسان یہاں ملتا ہے وہ اسے اپنے طلسم کے زور سے اٹھا کر موت کی وادی میں لے جاتی ہے اور اسے پتھر بنا کر زمین میں گردن تک گاڑ دیتی ہے۔ عمران شیبا اور گارشا کو بھی یہی بلا اٹھا کر لے گئی ہے۔ آج مہینے کی ساتویں تاریخ تھی۔"
ماریا نے پوچھا، "سرکٹی بلا کی موت کی وادی کہاں ہے؟"
تیرتی لاش نے کہا، "جہاں یہ جنگل جنوب میں ختم ہوتا ہے، وہاں سے ایک دلدلی میدان شروع ہوتا ہے۔ اس کے دوسرے کنارے پر کالی چٹانوں کے درمیان موت کی وادی ہے، مگر بڑی ہوشیاری سے وہاں جانا۔ وہاں جو گیا وہ واپس نہیں آیا۔"
ماریا نے کہا، "مجھے اس سرکٹی بلا کی کوئی کمزوری بتاؤ۔"
تیرتی لاش کی آواز آئی۔
"اس کی کوئی کمزوری نہیں۔ اگر ہے تو مجھے اس کا علم نہیں۔ اب میں جاتی ہوں۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔"
اس کے ساتھ ہی تیرتی ہوئی لاش کے ماتھے پر جلتا دیا بجھ گیا اور وہ پانی کے اندر چلی گئی۔ ماریا اسی وقت فضا میں بلند ہوئی اور تیز رفتاری سے فضا میں اڑتی پرتگال پہاڑ کے تہ خانے میں پہنچی اور خلائی انجینئر سمیان اور تھیوسانگ کو سارا واقعہ کہہ سنایا۔ تھیوسانگ بھی فکر مند ہوا۔ اس نے سمیان سے کہا:
"میرے دوست! تم اسی جگہ رہنا۔ میں اور ماریا اب موت کی وادی میں عمران، شیبا اور گارشا کو بچانے جاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر ماریا اور تھیوسانگ تہ خانے سے نکل کر موت کی وادی کی طرف چل پڑے۔ ساری رات وہ جنگل میں چلتے رہے۔ صبح کے وقت وہ دلدلی میدان بھی عبور کر گئے تھے۔ اب اُن کے سامنے موت کی وادی تھی جہاں سَرکٹی بلا کی حکومت تھی۔ سورج نکل آیا تھا۔ تھیوسانگ اور ماریا نے کالی کالی بھیانک شکلوں والی چٹانیں دیکھیں جو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کے درمیان ایک گہری وادی تھی۔ اس وادی میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ درختوں پر کوئی پرندہ تک نہیں بول رہا تھا۔ تھیوسانگ بولا:

"یہی موت کی وادی ہے۔"

"ہاں۔" ماریا نے جواب دیا۔ "میں اس وادی کا جائزہ لیتی ہوں۔ تم یہاں رُکو۔"

تھیوسانگ نے کہا۔ "مجھے خطرے کی بُو آ رہی ہے۔"

ماریا بولی، "میں کسی کو نظر نہیں آسکتی۔ سَرکٹی بلا بھی مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔ پھر خطرہ کیسا؟ اور پھر ہمارا تو کام ہی خطروں سے کھیلنا ہے۔ میں جا رہی ہوں۔"

ماریا فضا میں غوطہ لگا گئی۔ اس کی خوشبو تھیوسانگ سے دور ہونے لگی۔ وہ ایک چھوٹی سی چٹان کے پیچھے بیٹھ گیا اور موت کی وادی کے درختوں کو تکنے لگا۔ ماریا غیبی حالت میں اُڑتی ہوئی موت کی وادی کے درختوں میں اُتر گئی۔ یہاں درختوں کے نیچے جگہ جگہ نوکیلے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ نہ آدم تھا نہ آدم زاد۔ نہ جانور نہ پرندہ۔ ایسا سناٹا پہلے کبھی ماریا نے نہیں دیکھا تھا۔ ماریا زمین سے ایک فیٹ بلند ہوکر چل رہی تھی۔ اچانک اس کی نظر ایک درخت کی شاخ پر گئی جس کے ساتھ کالے رنگ کا لمبا سانپ لٹکا ہوا تھا اور اپنا منھ کھولے ماریا کی طرف

دیکھ رہا تھا۔ ماریا کو صاف محسوس ہوا کہ سانپ نے اسے دیکھ لیا ہے۔ ماریا جان بوجھ کر دائیں طرف چلی گئی۔ سانپ نے بھی اپنا منہ دائیں طرف کر لیا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ سانپ ماریا کو دیکھ رہا تھا۔ ماریا کو خیال آیا کہ اگر موت کی وادی کے سانپ اسے دیکھ سکتے ہیں تو سرکٹی بلا بھی اسے دیکھ لے گی۔ وہ سانپ کے قریب سے ہو کر گزری تو سانپ نے ہلکی سی پھنکار ماری۔ ماریا کے جسم کی لہروں میں سنسنی دوڑ گئی۔ ذرا آگے گئی تو وہاں زمین پر کتنی ہی قبریں بنی ہوئی تھیں۔ ہر قبر پر کسی نہ کسی جانور کا بت بنا کر رکھا ہوا تھا۔ ماریا قبروں میں سے گزرنے لگی۔ قبریں جہاں ختم ہوئیں وہاں درخت کی شاخ سے ایک انسانی کھوپڑی لٹکی ہوئی تھی۔ جونہی ماریا اس کے قریب سے گزری کھوپڑی کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی۔ اس چیخ سے موت کی وادی گونج اٹھی۔ ساتھ ہی ایک بگولا اٹھا جو چکراتا ہوا ماریا کی طرف بڑھا اور ماریا کو اٹھا کر درختوں کے اوپر لے گیا۔ بڑی مشکل سے ماریا نے اپنے آپ کو بگولے سے آزاد کیا اور دوبارہ نیچے آگئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک قبر کے نیچے ایک خفیہ راستہ زمین کے اندر جاتا ہے۔ ماریا نیچے اتر گئی۔ غار میں گھپ اندھیرا تھا، مگر ماریا کو غار کی چھت سے لٹکتے جالے اور زمین پر بکھری ہوئی انسانی کھوپڑیاں جگہ جگہ صاف نظر آرہی تھیں۔ اب اسے عمران، شیبا اور کارشا کے بارے میں پریشانی ہوئی کہ کہیں سرکٹی بلا نے انھیں بھی ہلاک نہ کر ڈالا ہو۔ وہ سرنگ میں تھوڑی دور گئی تھی کہ اسے روشنی سی نظر آئی۔ یہاں سے سرنگ باہر ایک چھوٹے سے احاطے میں نکل گئی تھی۔ احاطے میں چاروں طرف اونچی پتھریلی دیوار تھی اور درمیان میں کتنے ہی

انسانوں کے سر زمین سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ ماریا لپک کر قریب گئی۔ معلوم ہوا کہ مارے کے سارے انسانی سر پتھر بن چکے ہیں۔ ان میں عمران، شیبا اور نگارشا کے سر بھی تھے۔ اتنے میں ایک دلدوز چیخ فضا میں گونج اٹھی۔ ماریا تیزی سے پیچھے کو ہوگئی۔ مگر پیچھے اس سے دو قدم کے فاصلے پر سرکٹی بلا کھڑی تھی۔ اس کا سر غائب تھا، مگر گردن پر ایک گول آنکھ باہر کو نکلی ہوئی تھی جس کا سرخ ڈھیلا سیدھا ماریا کو تک رہا تھا۔ ماریا نے فضا میں اچھل کر اوپر اٹھ جانا چاہا، مگر اس کے پاؤں جیسے زمین نے جکڑ لیے تھے۔ سرکٹی بلا نے اپنے ہاتھ ماریا کی طرف بڑھائے۔ ماریا کو بجلی کا ایک جھٹکا لگا اور پھر وہ اپنے آپ زمین میں دھنستی چلی گئی۔ گردن تک آکر اس کا جسم اپنے آپ رک گیا۔ اس کے بعد ماریا کو کچھ ہوش نہ رہا۔ ماریا بھی پتھر بن چکی تھی اور اس کا سر زمین سے باہر نکلا ہوا تھا۔ سرکٹی بلا آہستہ سے مڑی اور احاطے کے کونے میں جاکر زمین کے نیچے اتر گئی۔ جب ماریا کو کافی دیر ہوگئی اور وہ نہ آئی تو تھیوسانگ فکر مند ہوا۔ وہ چٹان کی اوٹ سے نکلا اور موت کی وادی میں محتاط قدم اٹھاتا چلنے لگا۔ چھوٹے بڑے پتھروں اور قبروں میں سے گزرتا وہ ایک جگہ آکر رک گیا۔ یہاں اُسے ایک قبر کے پہلو میں زمین کے اندر جاتا راستہ دکھائی دیا۔ یہاں تھیوسانگ کو ماریا کی ہلکی ہلکی خوشبو آرہی تھی۔ ماریا اسی طرف گئی ہے۔ یہ سوچ کر تھیوسانگ بھی سرنگ میں اتر گیا۔ اس نے بھی سرنگ کے اندر جگہ جگہ انسانی کھوپڑیاں بکھری ہوئی دیکھیں۔ وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ ماریا کی خوشبو اسے برابر آرہی تھی۔ ابھی آدھی سرنگ ہی پار کی تھی کہ ایک تیز بگولا سرنگ

کے اندر گھس آیا۔ تھیوسانگ ایک خلائی آدمی تھا اور اس کے پاس اپنی بہت طاقت تھی۔ بگولا اُسے اپنی جگہ سے نہ ہلا سکا۔ فوراً ہی سرکٹی بلا کی بھیانک چیخ بلند ہوئی۔ تھیوسانگ نے فوراً اپنی گردن پر اپنی ہی انگلی لگائی اور وہ انسانی انگلی کے برابر چھوٹا سا ہوگیا۔ چھوٹا ہوتے ہی اس نے سرنگ کے دوسرے دروازے کی طرف دوڑنا شروع کردیا۔ جہاں سے ہلکی ہلکی روشنی آرہی تھی۔ تھیوسانگ سُرنگ کے دروازے سے نکل کر پتھر کے انسانی سَروں والے احاطے میں داخل ہوا تو اس کی نظر سَرکٹی بلا پر پڑی۔ سرکٹی بلا دیوانوں کی طرح تھیوسانگ کو اِدھر اُدھر ڈھونڈ رہی تھی اور اس کے حلق سے دہشت ناک آوازیں نکل رہی تھیں۔

سرکٹی بلا ایک انسانی سَر کے پاس جاکر کھڑی ہوگئی۔ اس کی پُشت تھیوسانگ کی طرف تھی۔ تھیوسانگ ننھے سے مینڈک کی طرح ہوگیا تھا۔ وہ گھاس میں سے رینگ رینگ کر چلتا سرکٹی بلا کے پیچھے آگیا۔ یہ بڑا خطرناک لمحہ تھا۔ ذرا سی بے احتیاطی تھیوسانگ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پتھر بناکر زمین میں گاڑ سکتی تھی۔ تھیوسانگ نے زمین میں دھنسے ہوئے انسانی سر دیکھ لیے تھے۔ اس نے ماریا کے سَر کو بھی دیکھ لیا تھا۔ پتھر کی بنتے ہی ماریا ظاہر ہوگئی تھی اور تھیوسانگ ماریا کو کئی بار دیکھ چکا تھا۔ سَرکٹی بلا آہستہ آہستہ آگے پیچھے جھول رہی تھی اور منہ سے عجیب و غریب آوازیں نکال کر کوئی طلسمی منتر پڑھ رہی تھی۔ شاید وہ اس طلسمی منتر کے ذریعہ سے وہاں تھیوسانگ کو تلاش کرنا چاہتی تھی۔

تھیوسانگ حملہ کرنے کے لیے بالکل تیار تھا۔ اسے بجلی

ایسی تیزی سے کام لینا تھا۔ سب سے پہلے تھیوسانگ نے اپنے بائیں ہاتھ کی اُنگلی اپنی گردن کی ایک خاص رگ پر رکھی اور وہ ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں پورے قد کا بن گیا۔ سرکٹی بلا نے اپنے پیچھے کچھ آہٹ سُنی تو پیچھے کو گھومی مگر اتنی دیر میں تھیوسانگ اپنی انگلی سرکٹی بلا کی گردن کے ساتھ لگا چکا تھا۔ سرکٹی لاش کے اندر جیسے ایک دھماکا سا ہوا اور دوسرے لمحے وہ انسانی انگلی کے برابر ہوکر گھاس میں غضب ناک ہوکر اُچھل رہی تھی۔ تھیوسانگ نے ایک پل ضائع کیے بغیر اس کے اوپر اپنا بھاری جوتے والا پاؤں رکھ کر اسے پوری طاقت سے کچل ڈالا۔ اس کے پاؤں کے نیچے سے دھچکے سے لگے مگر تھیوسانگ سرکٹی بلا کو کچلتا چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ احاطے میں شوروغل سا مچ گیا ہے۔ اور جتنے انسان پتھر بن کر زمین میں دھنسے تھے وہ سب کے سب زمین سے زندہ ہوکر باہر آ گئے ہیں۔ اسے ماریا کی تیز خوشبو آئی۔ ماریا ایک بار پھر غائب ہوگئی تھی، مگر تھیوسانگ کے بالکل پاس کھڑی تھی۔ اس نے خوش ہوکر کہا:

"تھیوسانگ! اس وقت اگر تم نہ آتے تو میرا دوبارہ زندہ ہونا ممکن نہ تھا۔"

عمران، شیبا اور نگارشا بھی اپنے آپ کو دوبارہ زندہ ہو جانے پر حیرانی اور خوشی سے دیکھ رہے تھے۔ ماریا نے تھیوسانگ سے کہا:

"وہ دیکھو، وہ عمران، شیبا اور نگارشا ہیں۔ آؤ تمھیں اُن سے ملاؤں۔"

تھیوسانگ نگارشا کو دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ اس کا تعلق آسمانی سیارے اوٹان سے ہے۔ نگارشا بھی تھیوسانگ سے مل کر بہت خوش ہوئی۔ دوسرے لوگ جو زندہ ہو گئے تھے خوشی خوشی وہاں

سے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ تھیو سانگ اور ماریا نے بھی عمران، شیبا اور گارشا کو ساتھ لیا اور ٹوریگان سیارے کے سائنس دان سمیان سے ملنے پہ تھال پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں سمیان اُن کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ گارشا کا سمیان سے تعارف کرایا گیا۔ سمیان نے کہا:

"گارشا! تمھارے سیارے کی مخلوق نے اس زمین کی امن پسند مخلوق کو بہت تنگ کیا ہے۔"

گارشا بولی، "اسی لیے میں نے ان سے اپنا تعلق ختم کر لیا ہے اور اب ان کے خلاف جنگ کر رہی ہوں۔"

سمیان نے کہا، "شاباش! دنیا میں کیا بلکہ سارے شمسی نظاموں میں ہر جگہ امن اور سلامتی ہے اور ہر کوئی ایک دوسرے کی مدد اور نظم و ضبط سے کام کر رہا ہے۔ ہمیں بھی زمین پر اسی طرح کام کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اس میں بنی نوعِ انسان کی سلامتی ہے۔"

عمران بولا، "ہمارا مقصد بھی یہی ہے اور ہم اسی مقصد کو لے کر ترقی کی منزلیں طے کر رہے تھے کہ اوٹان سیارے کی تخریب کار مخلوق نے ہماری زمین پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ ان کا رابطہ ہماری زمین سے ٹوٹ چکا تھا۔ مگر اس کے کچھ آدمی ابھی تک ہماری زمین کو تباہ کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔"

"ان کی سازش ناکام بنادی جائے گی۔" سمیان نے اعتماد سے کہا۔

شیبا بولی، "مگر ہم تو اپنے زمانے سے نکل کر سیکڑوں برس پیچھے کے زمانے میں آگئے ہیں۔ ہم یہاں بیٹھ کر تو کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

ماریا نے کہا، "اسی لیے تو ہم تمھیں یہاں لائے ہیں۔ سمیان تمھیں واپس تمھاری دُنیا میں پہنچا سکتا ہے۔"
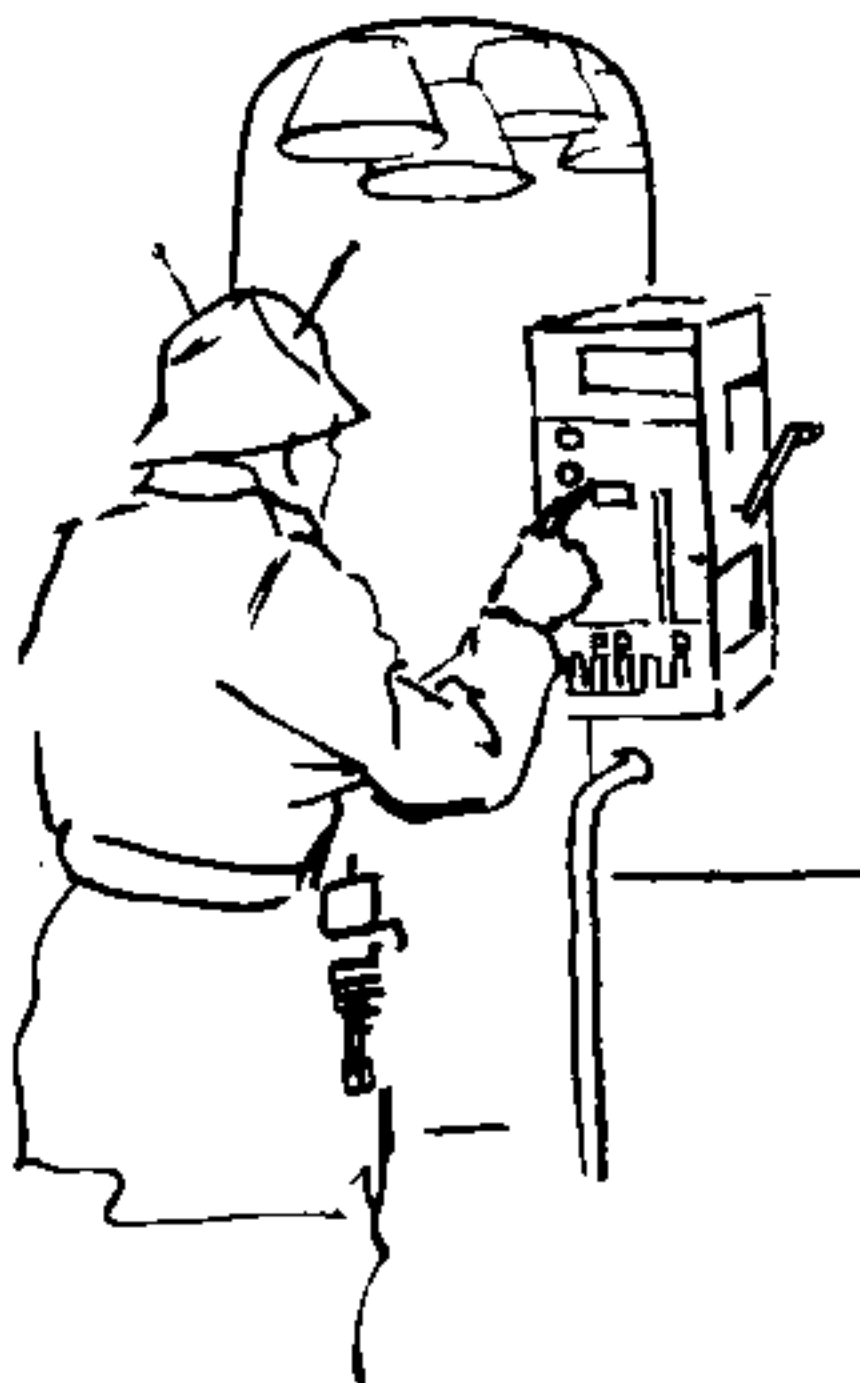
"کیا واقعی؟" گارشا نے پرشوق لہجے میں کہا۔
سمیان بولا۔ "گارشا تم خلائی مخلوق ہو۔ تم میری بات سمجھ سکوگی۔ یہاں لیبوریٹری میں ٹائم سلنڈر موجود ہے۔ اس کے ذریعہ سے تم لوگ واپس اپنے زمانے میں پہنچ سکو گے۔"
گارشا بڑی خوش ہوئی۔ اس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا:
"مجھے جلدی سے ٹائم سلنڈر کے پاس لے چلو۔"
وہ سب دوسرے کمرے میں آگئے۔ جہاں دس بارہ فیٹ بلند ٹائم سلنڈر کونے میں لگا تھا۔ گارشا نے بڑے غور سے ٹائم سلنڈر کا معائنہ کیا اور سمیان کی طرف دیکھ کر بولی:
"ہمارے اوٹان سیارے کے ٹائم سلنڈر سے یہ کچھ مختلف ہے۔"
سمیان نے سلنڈر میں لگے چاندی کے ایک چھوٹے سے سرکٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"تم نے خوب پہچانا گارشا۔ تمہارے اوٹان سیارے کے سلنڈر میں جب کوئی آدمی یا دوسری چیز ذرّوں اور شعاعوں میں تبدیل ہوکر فضا میں نکلتی ہے تو اس کے دوبارہ اپنی اصلی شکل میں آنے کے لیے ضروری ہے کہ دوسری طرف بھی اُسی قسم کا دوسرا ٹائم سلنڈر موجود ہو۔ جب کہ اس سلنڈر کے لیے یہ بات ضروری نہیں ہے۔ یہ کسی بھی انسانی جسم کو ذرّوں میں تبدیل کرکے اپنی طے شدہ فریکوئنسی پر پہنچا دیتا ہے۔ چاہے وہاں سلنڈر موجود ہو یا نہ ہو۔"
عمران بولا، "یہ تو بڑی اچھی بات ہے پاکستان میں اوٹان مخلوق کا تہ خانے والا ٹائم سلنڈر تو تباہ کردیا گیا ہے۔ یوں ہم بغیر سلنڈر کے بھی پاکستان پہنچ سکتے ہیں۔"
گارشا تھیوسانگ کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا:

"تھیوسانگ! کیا تم ہمارے ساتھ پاکستان نہیں چلوگے؟"
تھیوسانگ نے کہا، "سمیان اکیلا ہی کافی ہے۔ یہ اکیلا اوثان سیارے کی ساری دشمن مخلوق کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ میں اور ماریا یہاں تم لوگوں سے جدا ہوجائیں گے۔"
ماریا نے بھی تھیوسانگ کی تائید کی۔ سمیان نے تھیوسانگ سے ہاتھ ملایا تو تھیوسانگ نے کہا:
"سمیان! عمران، شیبا کے ملک کو اوثان مخلوق کی تباہی سے بچانا ہمارا فرض ہے۔ پاکستان امن پسند لوگوں کا ملک ہے اور اوثان کی مخلوق ایک ظالم اور انسان دشمن مخلوق ہے۔"
سمیان نے تھیوسانگ کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا:
"تم میری خفیہ طاقتوں سے خوب واقف ہو۔ فکر نہ کرو۔ ہم ڈیگان سیارے کے رہنے والے امن پسند ہیں اور امن پسند قوموں اور ملکوں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔"
عمران، گارشا، شیبا اور سمیان ٹائم سلنڈر میں داخل ہوگئے۔ سمیان نے ایک ساتھ سلنڈر کے اندر لگے ہوئے دو تین بٹن دبا ئے۔ سلنڈر میں مختلف رنگوں کی روشنیاں پھیل گئیں۔ پھر نیلے رنگ کی روشنی بجلی کی طرح چمکی اور دوسرے لمحے سلنڈر خالی تھا۔ عمران، شیبا، گارشا اور سمیان قدیم زمانے سے نکل کر ۱۹۹۱ء کے زمانے کے پاکستان کی طرف ذرات کی شکل میں روانہ ہو چکے تھے۔ تھیوسانگ اور ماریا نے جب سلنڈر خالی دیکھا تو ایک دوسرے کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور لیبوریٹری سے نکل کر اپنے نامعلوم سفر کی طرف چل دیئے۔
عمران، شیبا سمیان اور گارشا کے جسم ذروں میں تبدیل ہوکر ایک ایسی فریکوئنسی پر روشنی سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ

سفر کر رہے تھے جو انھیں پرانے تاریخی زمانے سے نکال کر وقت کی لہروں کو چیرتی ۱۹۹۱ء کے پاکستان کی طرف لیے جا رہی تھی۔ وہ ایک طرح سے وقت کی سرنگ کو عبور کر رہے تھے۔ ان میں سے کسی کے جسم کے ذرّوں کو یہ احساس نہیں تھا کہ وہ کہاں سے چلے ہیں اور کہاں سے گزر رہے ہیں۔ چند لمحوں میں ان لوگوں کے جسمانی ذرّات تین ہزار سالوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے آگے نکل گئے اور پھر ایک مقام پر پہنچ کر ان کے جسم ظاہر ہو گئے۔

سمیان اور گارشا چوں کہ خلائی انسان تھے اس لیے وہ اپنے ذرّوں کو دوبارہ جسمانی حالت میں آتے دیکھ کر حیران نہ ہوئے مگر عمران اور شیبا بار بار اپنے جسم کو تک رہے تھے۔ عمران نے پوچھا:

"گارشا! کیا واقعی ہم تین ہزار سال پرانے زمانے سے نکل کر ۱۹۹۱ء میں آ گئے ہیں؟"

گارشا مسکرائی۔ شیبا کے چہرے پر بھی یہی سوال تھا۔ سمیان نے کہا:

"کیوں نہیں۔ تم اپنے وطن پاکستان میں ہو اور یہ ۱۹۹۱ء کا زمانہ ہے۔ میں نے ٹائم سلنڈر کی فریکوئنسی ۱۹۹۱ء پر ہی سیٹ کی تھی۔"

گارشا نے مسکرا کر کہا "کیا تم اپنے وطن کی سرزمین کو نہیں پہچانتے؟"

عمران اور شیبا آس پاس تکنے لگے۔ وہ ریتلی زمین پر کھڑے تھے۔ ان کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے سنگلاخ ٹیلے تھے۔ ایک ٹیلے پر نصف چاند کی شکل کا بہت بڑا ریڈار لگا تھا جو آہستہ

آہستہ گھوم رہا تھا۔
شیبا نے کہا "یہ اپنا کراچی ہی ہے۔"
سمیان آگے بڑھا۔ ٹیلے کی دوسری جانب ایک چوڑی ہموار پختہ اور چمکیلی سڑک تھی جس کے کنارے صاف شفاف فٹ پاتھ بنے ہوئے تھے۔ سامنے ٹیلی فون بوتھ بھی تھا۔
عمران بولا، "کراچی کی سڑکیں بڑی صاف ستھری ہوگئی ہیں۔"
"مگر ٹریفک نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ کیا بات ہے؟" شیبا نے حیرانی سے سوال کیا۔ گارشا اور سمیان بھی پاس ہی کھڑے تھے۔ اتنے میں سامنے سے سبز اور سفید رنگ کی ایک دو منزلہ بس ان کے قریب آکر رک گئی بس چمک رہی تھی۔ عمران نے شیبا سے کہا۔
"اللہ کا شکر ہے کہ ہم اپنے وطن میں واپس آگئے ہیں۔"
مگر وہ دونوں ہی اس تبدیلی پر دل ہی دل میں کچھ حیران ہو رہے تھے کہ سڑکوں پر ٹریفک کا شور بھی نہیں ہے۔ بس بھی بڑی صاف ستھری حالت میں ہے اور لوگ بھی بڑے نظم و ضبط کے ساتھ اپنی اپنی نشستوں پر خاموش بیٹھے ہیں۔ کوئی رش نہیں ہے۔ بس کا دروازہ بھی اپنے آپ کھل کر اپنے آپ بند ہوگیا تھا۔ عمران، شیبا، سمیان اور گارشا بس کی پہلی منزل میں ہی بیٹھ گئے۔ بس چل پڑی۔ صاف ستھری وردی والے بس کنڈکٹر نے عمران سے پوچھا۔ "کہاں جائیں گے صاحب؟"
عمران نے اپنے علاقے کا نام بتایا۔ کنڈکٹر نے چار ٹکٹ کاٹ کر دے دیے۔ شیبا نے دیکھا کہ عورتوں کے حصے میں جو خواتین بیٹھی تھیں وہ سب لبادے اوڑھے ہوئے تھیں۔ انھوں نے اپنے سر اور جسم لبادے میں ڈھانپ رکھے تھے۔ شیبا نے عمران کے

کان میں کہا۔

"ہم کسی دوسرے ملک میں تو نہیں آ گئے؟" عمران نے آہستہ سے جواب دیا:

"نہیں شیبا ہم پاکستان میں ہی ہیں۔"

بس شہر کی کشادہ بارونق سڑکوں پر سے گزر رہی تھی۔ دونوں جانب پچاس پچاس منزلہ اونچی عمارتیں کھڑی تھیں جن کے شیشے دن کی دھوپ میں چمک رہے تھے۔ سڑکوں پر کہیں کوڑا کرکٹ نہیں تھا۔ فٹ پاتھ کی دونوں جانب پام کے ہرے بھرے درخت کھڑے لہرا رہے تھے۔ لوگ اُجلا لباس پہنے خاموشی سے اپنے اپنے کام پر چلے جا رہے تھے۔ عورت کہیں کہیں نظر آتی تھی۔ تقریباً ہر عورت نے اپنے جسم کو سفید یا سیاہ لبادے میں ڈھانپ رکھا تھا۔ شیبا اور عمران حیران ہوکر کراچی شہر کی اس حیرت انگیز تبدیلی کو دیکھ رہے تھے۔ اس انقلاب کو گارشا نے بھی محسوس کیا۔ وہ عمران کی طرف جھک کر کہنے لگی۔

"عمران! کراچی شہر تو بالکل ہی بدل گیا ہے۔"

اتنے میں بس ایک بس اسٹاپ پر رُک گئی۔ لوگ قطار باندھ کر بڑے صبر و سکون سے بس سے باہر نکلے۔ فٹ پاتھ پر آ کر عمران، شیبا اور گارشا، سمیان ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ سمیان نے گارشا سے سوال کیا۔

"اوٹان کی خلائی مخلوق جس قبرستان والے تہ خانے میں رہا کرتی تھی میں اس جگہ کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔"

گارشا، شیبا، عمران چاروں طرف اونچی اونچی انتہائی دلفریب اور چمکیلی عمارتوں کو تک رہے تھے۔

شیبا نے عمران سے کہا، "عمران یہ تمہارا محلّہ نہیں ہے۔" عمران

نے بائیں جانب ٹیلے پر بنے ہوئے ٹاور کی طرف اشارہ کرکے کہا:
"مگر یہ گولڈن ٹاور تو ہمارے ہی علاقے میں تھا۔ اگرچہ اس کے گنبد کا رنگ بدل دیا گیا ہے، مگر یہ ہمارے ہی علاقے کا ٹاور ہے۔"
گارشا نے سمیان کو ایک طرف لے جاکر رازداری سے کہا:
"سمیان! لگتا ہے کوئی گڑ بڑ ہوگئی ہے۔"
سمیان نے بھنویں سکیڑتے ہوئے پوچھا:
"کیسی گڑ بڑ؟"
گارشا نے کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔"
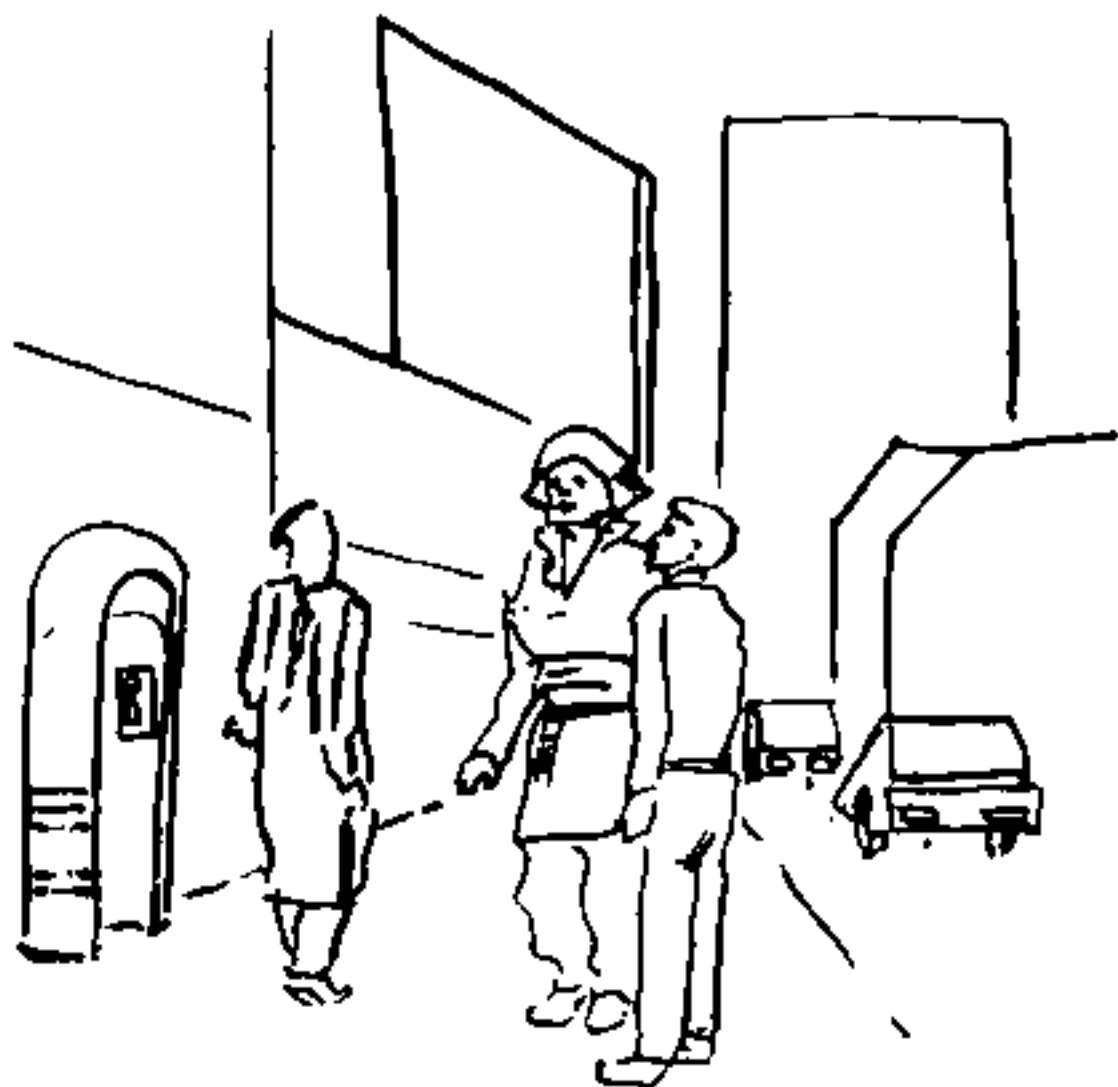
۲۰۷۰ء کے پاکستان میں

گارشا اپنے ساتھ سمیان کو لے کر عمران اور شیبا کے پاس واپس آگئی۔ عمران اور شیبا حیرت زدہ ہوکر عمارتوں کو دیکھ رہے تھے جو بالکل ہی بدل گئی تھیں۔ عمران کو اپنا مکان کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔ اس کی جگہ ایک پچاس منزلہ شان دار عمارت کھڑی تھی۔ جس کا دروازہ شیشے کا تھا۔ ان کے مکان کے باہر جو اللہ بخش پنواڑی کا کھوکھا ہوا کرتا تھا اس کی جگہ ٹیلی فون بوتھ لگا ہوا تھا۔ عمران نے گارشا کی طرف دیکھا اور بولا:

"گارشا! یہ وہ کراچی شہر نہیں ہے جسے ہم چھوڑکر گئے تھے۔"

گارشا اور سمیان سمجھ گئے تھے کہ کیا گڑبڑ ہوگئی ہے، مگر ابھی وہ عمران اور شیبا کو بتانا نہیں چاہتے تھے۔ گارشا نے عمران سے کہا:

"وہ سامنے سُپر اسٹور ہے وہاں چل کر معلوم کرتے ہیں کہ یہ کون سا علاقہ ہے۔"

عمران بولا، "مگر پہلے تو یہاں کوئی سُپر اسٹور نہیں تھا۔ یہاں تو پندرہ بیس جھونپڑیاں ہوا کرتی تھیں۔"

سمیان نے کہا، "بھئی کراچی شہر ترقی کر گیا ہے۔ چلو سُپر اسٹور

میں چل کر معلوم کرتے ہیں۔"

وہ سپر اسٹور میں داخل ہوگئے۔ وہاں شیشے کی الماریوں میں ہر شے بڑے قرینے سے لگی ہوئی تھی۔ لوگ بڑے سکون کے ساتھ اپنی پسند کی چیزیں اٹھا اٹھا کر ٹرالیوں میں رکھ رہے تھے۔ سپر اسٹور میں اسپیکر لگے تھے جن میں سے قرآنی آیات کی قرأت کی ہلکی ہلکی مقدس آواز مسلسل سنائی دے رہی تھی۔ جگہ جگہ پاکستانی جھنڈے لگے تھے۔ یہاں بھی خواتین سفید و سیاہ لبادوں میں ملبوس تھیں۔ بعض خواتین نے شیبا اور نگارشا کے لباس کی طرف حیرانی سے دیکھا۔ مگر کسی نے اُن سے کچھ نہ کہا۔ یہ لوگ کاؤنٹر کی طرف بڑھے جہاں ایک نوجوان سبز وردی میں ملبوس الیکٹرانک ترازو پر چیزوں کا وزن کر رہا تھا۔ اچانک عمران کی نگاہ دیوار پر لگے پلاسٹک کے کیلنڈر پر پڑی۔ وہاں کیلنڈر کے اوپر "نماز مومن کی معراج ہے۔" لکھا تھا اور نیچے تاریخ مہینہ اور سن درج تھا۔ اسے دیکھتے ہی عمران کے پاؤں تلے کی جیسے زمین نکل گئی۔ اُس نے کپکپاتے ہاتھوں سے شیبا کے کندھے کو ہلایا اور بولا۔

"اس کیلنڈر کی طرف دیکھو شیبا۔ کیا یہ سچ ہے؟"

نگارشا اور سمیان کو پہلے ہی سے سب کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ وہ خاموش تھے۔ شیبا نے کیلنڈر کی طرف نگاہ اٹھائی۔ اس پر لکھا تھا:

۱۳، ستمبر ۲۰۷۰ء۔

شیبا کے بدن میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ تب سمیان اور نگارشا نے عمران اور شیبا کو اپنے ساتھ لیا اور سپر اسٹور کی ایک جانب لے آئے۔ نگارشا نے عمران اور شیبا کو سمجھانے کوشش کرتے

اور حوصلہ دیتے ہوئے کہا:

"اچھا ہوا کہ جو بات ہم تمھیں بتانے والے تھے وہ تم نے اپنے آپ اس کیلنڈر پر پڑھ لی ہے۔"

عمران اور شیبا کے ہونٹ خشک تھے۔ آنکھیں حیرت سے کھلی تھیں۔ عمران نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا:

"گارشا! کیا۔ کیا ہم؟"

اس سے آگے وہ کچھ نہ بول سکا اس کا حلق بھی خشک ہوگیا۔

گارشا نے عمران کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بولی:

"ہاں عمران۔ ہم ۸۰ برس آگے کے زمانے میں آگئے ہیں۔ جب ہم یہاں سے چلے تھے تو وہ ۱۹۹۱ء کا زمانہ تھا اور اب یہ ۲۰۷۰ء کا کراچی ہے۔"

شیبا کو چکر سا آگیا۔ گارشا نے اسے سنبھالا دیا۔ ساتھ ہی ایک چھوٹا سا ریستوران تھا۔ وہاں آکر انھوں نے شیبا کو پانی پلایا۔ شیبا کی طبیعت ذرا سنبھلی عمران نے بھی کسی نہ کسی حد تک وقت کی اس اَسّی برس کی چھلانگ کو قبول کرلیا تھا۔ اس نے گہرا سانس بھرا اور گارشا اور سمیان کی طرف دیکھ کر بولا:

"مگر یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟ کیا آپ لوگوں نے ٹائم سلنڈر کی فریکوئنسی کو صحیح طریقے پر فکس نہیں کیا تھا؟"

سمیان المونیم کی کرسی پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

"عمران مشین چاہے کسی سیارے کی ہو اس میں کبھی نہ کبھی خرابی پیدا ہوجایا کرتی ہے۔ ٹائم سلنڈر کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ ہماری فریکوئنسی کی کسی ایک لہر میں کسی جگہ ایک

ذرّے کے کروڑویں حصّے کے برابر ننھی سی تبدیلی واقع ہوئی اور اس نے ہمیں ۱۹۹۱ء کے پاکستان سے آگے ۲۰۷۰ عیسوی کے پاکستان میں پہنچا دیا۔"

شیبا نے مایوسی بھرے لہجے میں پوچھا:

"ہمارے۔ ہمارے ماں باپ کہاں ہوں گے؟ میری چھوٹی بہن تھی۔ پانچ سال کی تھی۔ کیا وہ؟ کیا وہ ۸۵ برس کی ہوگئی ہوگی؟"

عمران نے اپنا چہرہ ہتھیلیوں میں چھپالیا۔ شیبا گھبرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"اور میرا سات برس کا چھوٹا بھائی تھا۔ میرا ایک ہی بھائی تھا۔ وہ — وہ کہاں ہوگا؟"

اور وہ بھی چہرہ اپنی ہتھیلیوں میں چھپاکر سسکیاں بھرنے لگی۔ سمیان نے گارشا کو اشارا کیا۔ گارشا نے عمران اور شیبا کے سروں پر باری باری شفقت سے ہاتھ رکھا اور نرم لہجے میں بولی:

"تم دونوں سائنس کے طالب علم ہو۔ تمھیں حالات کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے اور پھر تم تین ہزار برس ماضی میں جا چکے ہو۔ تم وقت کی بازی گری کا تماشا کر چکے ہو۔ تمھیں اس حقیقت کو تسلیم کرلینا چاہیے کہ ہم لوگ ۸۰ برس آگے کے زمانے میں آ چکے ہیں۔"

عمران نے سر اُٹھا کر پوچھا:

"مگر میرے امّی ابّو۔ میری چھوٹی بہن کہاں ہیں۔ اللہ کے لیے مجھے ان کے پاس لے چلو۔"

"میں بھی اپنی ممی ڈیڈی اور اپنے چھوٹے بھائی کے پاس

جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر شیبا ایک دم کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ سمیان اور گارشا نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ ان دونوں کو ان کے گھروں میں لے جایا جائے۔ تاکہ حقیقت ان پر خود بخود کھل جائے۔ عمران کا محلہ قریب تھا۔ بلکہ وہی محلہ تھا جہاں کبھی عمران کا مکان ہوا کرتا تھا اور اس کے امی ابو وہاں رہتے تھے اور چھوٹی بہن بھی رہتی تھی۔ عمران نے ایک آدمی سے اپنے باپ کا نام لے کر گھر کا پتا پوچھا۔ اس آدمی نے کہا، "مجھے معلوم نہیں۔" آخر ایک مارکیٹ میں انھیں ایک بوڑھا آدمی ملا۔ جس نے عمران کو بتایا کہ اس نام کا بزرگ اور اس کی بیوی کو فوت ہوئے پچاس برس گزر چکے ہیں۔ عمران کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس کے امی ابو فوت ہو چکے تھے۔ مگر اس کی چھوٹی بہن جس کی عمر پانچ سال کی تھی۔ وہ ضرور زندہ ہوگی۔ بوڑھے آدمی نے عمران کو بتایا کہ ایک بوڑھی عورت سامنے والے فلیٹ میں ضرور رہتی ہے۔ وہ اکیلی رہتی ہے۔ اس کی اولاد بھی اللہ کو پیاری ہو چکی ہے۔ عمران فلیٹ کی طرف دوڑا۔ شیبا گارشا اور سمیان اس کے ساتھ تھے۔ عالی شان بلڈنگ کی دوسری منزل کے ایک فلیٹ کے باہر کھڑے ہو کر عمران نے گھنٹی بجائی۔ ایک نوکرانی نے دروازہ کھولا اور پوچھا،

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

عمران نے کہا، "کیا عائشہ بی بی یہیں رہتی ہیں؟"

پیچھے سے ایک عورت کی کمزور اور بوڑھی آواز آئی۔

"کون آیا ہے مجھ سے ملنے؟"

عمران کمرے میں داخل ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک پچاسی

سالہ بوڑھی عورت جس کے بال سفید ہوچکے ہیں۔ چہرہ جھریوں سے بھر گیا ہے ایک آرام کرسی پر بیٹھی ہے۔ عمران اس کی طرف بے اختیار ہوکر بڑھا۔ اس نے بوڑھی عورت کا کانپتا ہوا کمزور ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ کہا:

"عائشہ بے بی۔ میں عمران ہوں۔ تمہارا بڑا بھائی عمران۔"

یہ عمران کی چھوٹی بہن عائشہ ہی تھی جس کو عمران پانچ سال کی عمر میں چھوڑ کر گیا تھا اور اب وہ پچاسی سالہ بوڑھی عورت بن چکی تھی۔ بوڑھی عورت کی مردہ آنکھوں میں ایک چمک سی آگئی۔ اس نے عمران کو دیکھا۔ بھلا وہ عمران کو کیسے نہیں پہچان سکتی تھی۔ عمران تو ابھی تک بائیس سالہ نوجوان تھا۔ اس کا اپنا پیارا بڑا بھائی۔ بوڑھی بہن پر سکتہ سا چھاگیا۔ اس کے ہونٹ کپکپائے اور پھر وہ بے ہوش ہوگئی۔ بھلا اسے کیسے یقین آسکتا تھا کہ اس کی اپنی عمر تو پچاسی سال کی ہوگئی ہو اور اس کا بڑا بھائی ابھی بائیس برس کا نوجوان ہی ہو۔

گارشا نے عمران کو پیچھے کھینچ لیا۔ نوکرانی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہورہا ہے۔ شیبا کے چہرے پر ہوائیاں سی اڑ رہی تھیں۔ وہ چیخ مار کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ سمیان اور گارشا نے عمران کو سہارا دیا اور فلیٹ سے باہر لے آئے۔ شیبا نے روتے ہوئے کہا۔

"گارشا! اگر میرا چھوٹا بھائی زندہ ہوگا تو کیا وہ بھی اتنا ہی بوڑھا ہوگیا ہوگا؟ اللہ کے لیے مجھے تین ہزار سال واپس لے چلو۔ مجھے واپس لے چلو۔"

بڑی مشکل سے سمیان اور گارشا نے عمران اور شیبا کو سنبھالا

دیا۔ اب وہ ایک نہایت قیمتی اور آرام دہ ٹیکسی میں سوار ہوئے اور شیبا کی کوٹھی کی طرف چل دیے۔ کراچی شہر میں انقلابی تبدیلی آچکی تھی۔ عمارتیں بہت اونچی اونچی تھیں۔ سڑکیں کشادہ تھیں۔ ہر طرف صفائی تھی۔ بجلی اور ٹیلی فون کا کوئی تار باہر نہیں تھا۔ سب تار زمین کے اندر کر دیے گئے تھے۔ ایک خوب صورت مسجد سے اذان کی آواز سنائی دے رہی تھی اور لوگ اپنی اپنی دکانیں بند کر کے نماز ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف چلے جا رہے تھے۔ سڑک پر ایک بھی بھکاری دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہر شخص اُجلے لباس میں تھا۔ سب کے چہرے صحت مند اور شگفتہ تھے۔ کوئی عمارت اور کوئی دکان ایسی نہیں تھی جہاں پر قرآنی آیات نہ کندہ ہوں۔ جگہ جگہ ٹیلی فون بوتھ لگے تھے۔ ٹریفک کا انتظام آٹومیٹک تھا۔ گاڑیاں کم تھیں مگر بے حد قیمتی معلوم ہو رہی تھیں۔ شہر کی ہر عمارت کی آخری منزل اور عمارت کے سامنے پورچ میں پاکستان کا سبز ہلالی پرچم بڑی شان سے لہرا رہا تھا۔ گارسنا نے کہا:

"پاکستان نے اللہ کے فضل سے بہت ترقی کر لی ہے۔ یہ ایک خوش حال، ترقی یافتہ اسلامی ملک بن گیا ہے۔"

عمران کے منھ سے اپنے آپ نکلا۔ "اللہ ہمارے پاکستان کو قیامت تک سلامت اور ترقی یافتہ اسلامی ملک کی حیثیت سے قائم و دائم رکھے۔"

شیبا نے آہستہ سے کہا، "آمین!"

ٹیکسی انھیں شیبا کے محلے میں چھوڑ کر چلی گئی۔ شیبا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس مقام کو تک رہی تھی۔ جہاں کبھی ان

کی چھوٹی سی کوٹھی ہوا کرتی تھی۔ اب وہاں کوٹھی کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ اس کی جگہ ایک ستر منزلہ شان وشوکت والی صاف ستھری چمکیلی عمارت کھڑی تھی جس کے باہر بھی ایک گول شیشے والی لفٹ لگی تھی۔ بڑی مشکل سے ایک ضعیف عورت ملی جس سے شیبا نے اپنے ڈیڈی کا نام لے کر پوچھا کہ وہ کہاں ہوتے ہیں۔ ضعیف عورت نے بتایا کہ ان کا اور ان کی بیوی کا انتقال ہوئے عرصہ گزر چکا ہے۔ ہاں ان کا ایک بیٹا ضرور زندہ سلامت ہے۔ وہ فلیٹ نمبر ۲۰۴ میں اپنے پوتوں پوتیوں کے ساتھ رہتا ہے۔ مگر وہ بڑا بیمار ہے۔"

ضعیف عورت نے شیبا کے چھوٹے بھائی کا نام بالکل ٹھیک بتایا تھا۔ شیبا فلیٹ نمبر ۲۰۴ کی طرف بھاگی۔ سمیان گارشا اور عمران اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ فلیٹ کا دروازہ ایک نوجوان نے کھولا۔ اس نے شیبا کو غور سے دیکھ کر پوچھا:

"محترمہ آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

شیبا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا:

" مجھے مجّو میاں سے ــــ میرا مطلب ہے امجد صاحب سے ملنا ہے۔ یہ میرے ساتھی ہیں۔ ہمیں ان سے ضروری کام ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ نوجوان جو شیبا کے چھوٹے بھائی امجد کا پوتا تھا کچھ مزید پوچھتا شیبا بے دھڑک کمرے میں داخل ہوگئی۔ اسے دیوار پہ اپنی ممی اور ڈیڈی کی تصویریں لگی نظر آئیں۔ وہ تصویر کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ دوسرے کمرے سے کسی بوڑھے شخص کی آواز آئی۔

"پرویز! یہ کون رو رہا ہے؟ کیا بات ہے؟"

شیبا دوسرے کمرے کی طرف بھاگی۔ کیا دیکھتی ہے کہ اس کا چھے سال کا چھوٹا بھائی امجد چھیاسی سالہ بوڑھے کے روپ میں بستر پر لیٹا ہے۔

بوڑھے نے نقاہت اور کمزوری سے سر اوپر اٹھا کر تکیے کا سہارا لیا اور شیبا کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے تکنے لگا۔

شیبا جذبات سے پھٹ پڑی اور چیخی۔

"مجو ــــ امجد ــــ میں شیبا ہوں تمھاری بڑی بہن"

وہ بوڑھے بھائی کے گلے لگ کر بچوں کی طرح رونے لگی۔ بوڑھے کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا تھا۔ اُس کی آنکھیں حیرت سے کھلی تھیں۔ اُس کے پوتے اور بڑا بیٹا اور اُن کی بیوی اور بچے بھی اندر آ گئے کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہورہا ہے۔ شیبا نے بھائی کے رعشہ زدہ بوڑھے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے روہانسی آواز میں کہا :

"بھائی۔تم کو کیا ہوگیا؟" اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

بوڑھے کے بڑے بیٹے نے جو خود ادھیڑ عمر کا تھا گارشا سے پوچھا:

"بی بی! یہ سب کیا ڈرامہ ہے۔ یہ عورت کون ہے۔ تم لوگ کون ہو؟"

عمران نے سنجیدہ آواز میں کہا۔

"تمھیں اگر بتا بھی دیا گیا تو تمھیں یقین نہیں آئے گا۔ یہ جو چھیاسی سالہ بوڑھا ہے یہ اسی بیس سالہ لڑکی کا چھوٹا بھائی ہے۔"

ادھیڑ عمر آدمی نے چونک کر کہا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چھوٹا بھائی چھیاسی سالہ ہو اور بڑی بہن کی عمر بیس برس کی ہو"

گارشا نے شیبا کو سنبھالتے ہوئے کہا۔
"یہی بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔"
انھوں نے شیبا کو بڑی مشکل سے وہاں سے اُٹھایا اور اپنے ساتھ لے کر فلیٹ سے باہر آگئے۔ شیبا کی حالت خراب تھی۔ وہ غم سے نڈھال تھی۔ ٹھیک اسی وقت عمران نے بھی اپنا سر پکڑ لیا اور شکایت کی کہ اسے چکّر آرہے ہیں اور ہر شے دھندلی دھندلی نظر آنے لگی ہے۔ سمیان نے اپنی خلائی زبان میں گارشا سے کہا:
"گارشا! جس کا مجھے خطرہ تھا وہ بات ظاہر ہونے لگی ہے"
گارشا فوراً سمجھ گئی کہ سمیان کو کس بات کا خطرہ تھا۔ اُس نے جھک کر غور سے عمران کے چہرے کو دیکھا۔ عمران کی آنکھیں اپنے آپ بند ہوگئی تھیں۔ وہ نیم بے ہوش تھا۔ اس کے چہرے پر ایسی لکیریں نمودار ہونا شروع ہوگئی تھیں جیسے جھرّیاں پڑ رہی ہوں۔ گارشا نے جلدی سے شیبا کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ شیبا کے چہرے پر بھی جھرّیوں کی لکیریں پڑنے لگی تھیں۔ اُس نے سمیان سے کہا:
"ہمیں فوراً یہاں سے نکل کر کسی محفوظ جگہ جانا ہوگا۔"
"میں تو اس شہر سے ناواقف ہوں۔ تم یہاں رہ چکی ہو۔" سمیان بولا۔
گارشا نے ہاتھ کے اشارے سے ایک ٹیکسی رکوائی۔ دونوں نے مل کر عمران اور شیبا کو جو تقریباً بے ہوش ہو چکے تھے، ٹیکسی میں ڈالا اور گارشا نے ٹیکسی والے سے کہا کہ "سمندر کے کنارے لے چلو۔"
کراچی کا ساحل سمندر ۸۰ برس گزر جانے پر اتنا خوب صورت

اور عالی شان ہوگیا تھا کہ گارشا سے پہچانا ہی نہیں گیا۔سمندری معدنیات پر تحقیق کے لیے وہاں ایک دس منزلہ شان دار عمارت کھڑی تھی۔ چوں کہ چھٹی کا دن نہیں تھا۔ اس لیے ساحل سمندر پر کوئی شخص نہاتا یا سیر کرتا نظر نہیں آرہا تھا۔ ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف تھا۔ پام اور ناریل کے درختوں کی قطاریں دور تک چلی گئی تھیں۔ ایک طرف سمندر کے ساحل سے تھوڑی دور ایک خوب صورت عظیم الشان مسجد بنی ہوئی تھی۔ جس کے سبز مینار آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ گارشا نے مسجد کی طرف دیکھتے ہوئے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا:

"ٹیکسی مسجد کے پیچھے لے چلو۔"

اس عالی شان مسجد کے پیچھے چند قدموں کے فاصلے پر ایک بھورے رنگ کی نوکیلی چٹان ریت سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ یہاں گارشا اور سمیان نے ٹیکسی چھوڑی۔ انھوں نے عمران اور شیبا کو ریت پر ڈال دیا تھا۔ وہ دونوں اب پوری طرح بے ہوش ہو چکے تھے۔ ان کے چہروں پر بے پناہ جھریاں پڑ چکی تھیں۔ سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں۔ کمر جھک گئی تھی۔ گردن اور ہاتھوں کی رگیں صاف نظر آرہی تھیں۔ دونوں ہی بڈھے کھوسٹ ہو گئے تھے۔ سمیان نے ان کی طرف دیکھ کر کہا:

"گارشا ان کی عمروں میں اسّی برس کا اضافہ ہوگیا ہے۔"
پھر باری باری دونوں کی نبض دیکھی اور بولا۔ "میں حیران ہوں کہ یہ ابھی تک زندہ ہیں۔" گارشا نے سمیان کی طرف کوئی توجہ نہ دی وہ بھوری چٹان کی طرف دیکھ رہی تھی جس میں آگے ایک غار سا دکھائی دے رہا تھا۔ گارشا نے کہا:

"انھیں غار کے اندر لے آؤ سمیان۔"

سمیان بے نیازی سے کہنے لگا:

"اب ان بڈھے کھوسٹوں کو اندر لے جاکر کیا کریں گے۔ ابھی یہ مرجائیں گے۔ انھیں اسی جگہ ریت میں دبا دیں گے۔"

گارشا نے ذرا سخت لہجے میں کہا:

"کیا کہہ رہے ہو؟ انھیں اندر لے جانا ہے۔"

پھر گارشا نے بڈھی شیبا کو اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ شیبا سو سال کی بوڑھی ہوکر پھول کی طرح ہلکی ہوگئی تھی۔ سمیان نے عمران کو اٹھا لیا۔ وہ انھیں چٹان کے اندر غار میں لے آئے۔ غار تھوڑی دور جاکر بند ہوگیا تھا۔ دیوار میں ایک محراب سی بنی ہوئی تھی۔ سمیان نے عمران کو زمین پر رکھ دیا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا:

"میں تو اب واپس اپنے سیارے ڈریگارن میں چلا جاؤں گا۔ کیوں کہ میری اب یہاں ضرورت نہیں ہے۔"

گارشا نے کہا: "ابھی تمھاری ضرورت ہے سمیان۔"

"مگر ان بڈھوں کا تم کیا کروگی گارشا؟" سمیان نے جھنجلاکر کہا۔

گارشا بولی: "وقت پیچھے جائے گا سمیان۔ ہم حقیقت کی دنیا میں واپس چلے جائیں گے۔ یہ ہمارا زمانہ نہیں ہے۔ ہم اس زمانے میں تمھاری غلطی کی وجہ سے آگئے ہیں۔"

"گارشا! دنیا کی کوئی طاقت اب ہمیں ۸۰ برس پرانے زمانے میں نہیں لے جاسکتی۔ کیوں کہ یہاں کوئی ٹائم سلنڈر نہیں ہے۔"

گارشا جو پاکستان میں آنے کے کچھ ہی عرصے بعد دل سے اسلام قبول کرچکی تھی کہنے لگی:

"سمیان! اس کائنات میں ایک ایسی طاقت بھی موجود ہے جو ارض و سما کی واحد مالک ہے اور جس کے اشارے سے اس ساری کائنات کا نظام چل رہا ہے۔ وہ اللہ ہے۔ کائنات کی ہر شے کی طرح وقت اس کا غلام ہے۔ وہی ہماری مدد کرے گا کیوں کہ اس کے سوا اب ہمارا کوئی مددگار نہیں ہے۔"

سمیان نے گردن جھٹک کر کہا۔ "میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" گارشا کی نظریں اندھیرے میں دیوار پر بنی ہوئی محراب پر لگی تھیں۔ اس نے کہا:

"اس محراب کی طرف دیکھتے رہو سمیان۔ ربی طاقت اپنی رحمتوں کی بارش کرنے والی ہے۔ اس نے ہمارے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔"

سمیان محراب کی طرف تکنے لگا۔ محراب میں دھیمی دھیمی روشنی ابھر رہی تھی۔ پھر ایک دم بجلی چمکی۔ ایک کڑاکا ہوا اور سمیان اور گارشا دونوں بے ہوش ہو کر زمین پر لڑھک گئے۔ جب انھیں ہوش آیا تو غار کے منھ میں سے صبح کی نیلی نیلی روشنی اندر آ رہی تھی۔ سمیان نے اپنی آنکھیں مل کر کہا "یہ کیا ہو گیا تھا گارشا؟" گارشا کے دل کو یقین تھا کہ اللہ نے ان کی مدد کی ہے۔ اس نے ہلکی نیلی روشنی میں زمین پر بے ہوش پڑے عمران اور شیبا کو دیکھا۔ دونوں کے چہروں کی جھریاں غائب ہو چکی تھیں۔ بال پھر سے سیاہ ہو گئے تھے۔ ہاتھوں کی رگیں گوشت میں چھپ گئی تھیں۔ سمیان پھٹی پھٹی آنکھوں سے انھیں تک رہا تھا۔ "یہ۔ یہ کیسے ہو گیا گارشا؟" اس کے منھ سے اپنے آپ نکل گیا۔ گارشا کا چہرہ اللہ کی عظمت اور محبت کی روشنی سے چمکنے لگا تھا۔ اس نے کہا:

"یہ تم نہیں سمجھ سکو گے سمیان۔"
پھر اس نے عمران اور شیبا کو اٹھایا۔ دونوں کو ہوش آگیا۔ عمران نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔
"گارشا! کیا ہم قدیم زمانے سے اپنے زمانے میں پہنچ گئے ہیں؟"
شیبا نے بے تابی سے پوچھا:
"ہم اپنے وطن میں آگئے ہیں نا گارشا؟"
عمران اور شیبا بالکل بھول گئے تھے کہ وہ اس سے پہلے ایک بار اس وقت پاکستان میں داخل ہوئے تھے جب پاکستان میں ۲۰۷۰ء کا سن تھا اور انھوں نے اپنے چھوٹے بہن بھائی کو بڑھاپے کی حالت میں دیکھا تھا۔ گارشا نے کہا۔
"ہاں عمران ہم پاکستان میں پہنچ گئے ہیں۔"
شیبا نے پوچھا۔ "یہ ۱۹۹۱ء کا پاکستان ہے نا؟"
گارشا نے دل میں اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ باہر ۱۹۹۱ء کا زمانہ ہی ہو۔ وہ بولی، "کیوں نہیں ہم ۱۹۹۱ء کے زمانے میں ہی آئے ہیں۔" وہ غار سے باہر نکل آئے۔ سب سے پہلے گارشا اور سمیان نے یہ دیکھا کہ باہر ساحل سمندر پر تھوڑی دیر پہلے جو عالی شان مسجد بنی ہوئی تھی اس کی جگہ اب ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔
وہ پاکستان میں اسی برس پیچھے کے زمانے میں تھے یعنی یہ ۱۹۹۱ء کا ہی زمانہ تھا۔ گارشا نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

خلائی کمپیوٹر کی تباہی

سمیان کچھ نہ سمجھ سکا کہ کسی ٹائم سلنڈر کے بغیر وقت کیسے ۸۰ برس پیچھے ہوگیا تھا۔ عمران اور شیبا نے غار سے باہر نکلتے ہی کراچی کے سمندر کو پہچان لیا۔ انھوں نے کلفٹن سے ٹیکسی پکڑی اور سب سے پہلے وہ شیبا کے محلّے میں آگئے۔ شیبا کا محلّہ اب بالکل ویسا ہی تھا جیسا ۱۹۹۱ء میں ہوا کرتا تھا۔ عالی شان بلڈنگ کی جگہ اب وہاں شیبا کی چھوٹی سی پرانی کوٹھی تھی۔ شیبا گھر میں داخل ہوئی تو اس کے ممی ڈیڈی نے اُسے گلے سے لگالیا۔ شیبا کا چھوٹا بھائی امجد جو تھوڑی دیر پہلے چھیاسی برس کا بوڑھا تھا اب چھے برس کا لڑکا تھا۔ وہ بھی اپنی بہن سے مل کر بہت خوش ہوا۔ عمران کے ماں باپ بھی زندہ تھے اور ابھی بوڑھے نہیں ہوئے تھے۔ اس کی چھوٹی بہن بھی ابھی پانچ چھے برس ہی کی تھی۔ عمران اور شیبا میں سے کسی کو یہ یاد نہ رہا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے وہ ان لوگوں کو بڑھاپے کی حالت میں مل چکے ہیں۔ اور وہ ۸۰ برس آگے کے ترقی یافتہ پاکستان میں نکل آئے تھے اور یہ کہ وہ خود بھی بوڑھے کھوسٹ

بن گئے تھے۔ دوسری اچھی بات یہ ہوئی تھی کہ عمران اور شیبا قدیم زمانے میں نہ جانے کتنے مہینے گزار کر آئے تھے، لیکن ۱۹۹۱ء کے پاکستان میں صرف چند روز ہی گزرے تھے۔

اس کے بعد گارشا، عمران اور شیبا پولیس انسپکٹر شہباز کے دفتر گئے۔ تانیا بھی وہاں موجود تھی۔ وہ عمران، شیبا اور گارشا سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ گارشا نے ان کا تعارف سمیان سے کرایا۔ گارشا نے کہا:

"سمیان کا تعلق ہمارے دوست سیارے ڈیگارن سے ہے۔ وہ صرف ہماری مدد کرنے کی خاطر ہمارے ساتھ یہاں آیا ہے۔"

تانیا اور انسپکٹر نے سمیان کا شکریہ ادا کیا۔ سمیان نے پوچھا:

"اوثان مخلوق کے لوگ اس وقت کہاں ہیں؟"

تانیا نے انھیں بتایا کہ اس وقت وہ اس کے خیال کے مطابق پاکستان میں نہیں ہیں۔ کیوں کہ دو دنوں سے شہر میں کہیں کوئی تخریبی کارروائی نہیں ہوئی۔

"مگر گارشا! انھوں نے یہاں بڑی تباہی مچائی۔ کئی پل برباد کر دیے۔ کئی عمارتیں تباہ کر دیں سیکڑوں بے گناہ لوگ مارے گئے۔"

سمیان نے پُر عزم لہجے کے ساتھ کہا:

"ہم ان سے پورا پورا انتقام ہی نہیں لیں گے بلکہ پاکستان کی پُر امن زمین کو اس وحشی خلائی مخلوق سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک کردیں گے۔"

تانیا نے انسپکٹر کی طرف دیکھا۔ انسپکٹر نے کہا:

"مگر اوثان مخلوق کے پاس بے پناہ خلائی طاقت ہے۔ مارگن

غائب رہتا ہے اور کسی کو سوائے گارشا کے نظر نہیں آتا۔ اب تو وہ تانیا کو بھی نظر نہیں آتا تھا۔"

تانیا نے گارشا سے کہا، "تمھارے خلائی محلول کا اثر ختم ہوگیا ہے گارشا!"

گارشا بولی، "گھبراؤ نہیں، میں آگئی ہوں اور میں اسے غیبی حالت میں بھی دیکھ لوں گی۔ سوال یہ ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہیں؟ کیا مارگن کے ساتھ اس کا کوئی ساتھی بھی ہے؟"

تانیا نے کہا، "لگتا ہے کہ ان کا پورا ایک خلائی گروہ یہاں پر آگیا ہے ان کے پاس ایسے بم ہیں جو بے پناہ تباہی پھیلاتے ہیں۔ لوگ گھروں میں سوتے سوتے مرنے لگے ہیں۔ یہ خلائی مخلوق انھیں شاید انگلی سے چھوکر ہلاک کردیتی ہے۔"

اس پر خلائی مخلوق سمیان نے کہا:

"اب وہ ایسا نہیں کرسکیں گے، لیکن گارشا ہمیں سب سے پہلے مارگن اور اس کے ساتھی کے خفیہ ٹھکانے کا کھوج لگانا ہوگا۔؟"

ادھر سمیان، گارشا، تانیا، عمران، شیبا اور انسپکٹر شہباز خلائی مخلوق کے خفیہ ٹھکانے کی سراغ رسانی کررہے تھے اور دوسری طرف خلائی قاتل مارگن اور شارنی، برازیل کی ویران پہاڑی کی خفیہ کمین گاہ میں پہنچنے کے بعد اپنے آپ کو بڑے خطرناک ہتھیاروں سے لیس کررہے تھے۔ وہ اس بار آخری حملہ کرکے دُنیا بھر میں تباہی پھیلانے اور اُس پر حکومت کرنے کا پختہ ارادہ کرچکے تھے۔ اُنھوں نے چوبیس گھنٹوں کی لگاتار کوشش کے بعد لیبوریٹری میں موجود بچے کھچے خلائی آلات اور فارمولوں کی مدد سے پاکٹ سائز کا ایک بے حد خطرناک کمپیوٹر تیار

کرلیا۔ جب کمپیوٹر تیار ہوگیا تو مارگن نے اپنے خلائی ساتھی شارٹی سے کہا:

"یہ ایک انوکھا انتقام ہوگا جو ہم اس زمینی سیارے کی مخلوق سے لیں گے۔ وہ نہ زندوں میں ہوں گے اور نہ مُردوں میں اور ساری زمین پر، زمین کے سارے ملکوں پر صرف ہم دونوں کی حکومت ہوگی۔ ہم زمین کے تمام ملکوں کی بے پناہ دولت کے مالک ہوں گے۔ ہم صرف اپنی مرضی کے چند گنے چُنے لڑکوں اور عورتوں کو ہی اپنی خدمت کے لیے اپنے پاس رکھیں گے۔ یہ ہمارے غلام ہوں گے اور ان کے دماغ ہمارے کنٹرول میں ہوں گے۔"

شارٹی نے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ کہا:

"یہ ایک ایسا بھیانک انتقام ہوگا کہ اس دُنیا کی تاریخ اس پر آکر ختم ہوجائے گی۔"

مارگن نے پاکٹ سائز کے خطرناک کمپیوٹر کو بڑی احتیاط سے لفافے میں بند کرکے اپنی جیب میں رکھا اور شارٹی سے کہا:

"اس کا اثر صرف خلائی عورت نگارشا پر نہیں ہوگا، مگر ہمیں اب اس کی زیادہ پروا نہیں ہے۔ ہم اسے دوسری طرح سے ہلاک کردیں گے۔ اب ہمیں اپنے سفر پر روانہ ہوجانا چاہیے۔"

شارٹی نے مشورہ دیا:

"کیوں نہ ہم اپنے کمپیوٹر اسی ملک برازیل سے استعمال کرنا شروع کردیں۔"

مارگن ہونٹوں کو سکیڑ کر بولا:

"نہیں۔ ہمارے خلائی ساتھیوں کو پاکستان میں ایک ایک کرکے موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے۔ ہم اس آپریشن کی اِبتدا

پاکستان کے شہر کراچی ہی سے شروع کریں گے۔ اس کے بعد دوسرے ملکوں کا رُخ کریں گے۔"

مارگن نے اپنے آپ کو غائب کرلیا اور شارٹی کو ہدایت کی کہ وہ ایئرپورٹ کی طرف چلے۔ شارٹی مارگن کو دیکھ سکتا تھا۔ خفیہ لیبورٹری سے باہر آتے ہی انھوں نے تیز تیز قدموں سے بڑی شاہراہ کی طرف چلنا شروع کردیا۔ یہاں سے وہ ایک بس میں سوار ہوکر ایئرپورٹ پر آگئے۔ شارٹی کے پاس ہوائی جہاز کا ٹکٹ موجود تھا۔ وہیں سے اس کی بکنگ ہوگئی۔ مارگن کو ٹکٹ لینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ کیوں کہ وہ کسی کو نظر ہی نہیں آرہا تھا۔ وہ جہاز میں سوار ہوگئے۔

یوں ایک دن اور ایک رات کا سفر کرنے کے بعد وہ کراچی پہنچ گئے۔ شارٹی نے اپنا حلیہ سیاحوں والا بنا رکھا تھا۔ اسے پولیس پہچانتی بھی نہیں تھی۔ ایئرپورٹ پر جو پولیس موجود تھی اُن کے پاس مارگن کے فوٹو موجود تھے۔ مگر مارگن غیبی حالت میں تھا اور کسی کو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے ہوائی میدان سے باہر آئے۔ شارٹی نے ٹیکسی لی اور اُسے پرانے قبرستان سے کچھ دور چھوڑدیا۔ وہ دونوں ابھی پرانے قبرستان والے خفیہ ٹھکانے میں بیٹھ کر شہر پر خطرناک کمپیوٹر کے حملے کی پوری اسکیم تیار کرنا چاہتے تھے۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔ شارٹی اور مارگن اونچے چبوترے والی قبر کے اندر چھپ کر بیٹھ گئے۔ یہ پرانے قبرستان کا وہ حصہ تھا جو راکٹ سے نسبتاً کم تباہ ہوا تھا۔ یہ قبر کیا تھی ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی جس کے درمیان میں قبر کا تابوت رکھا ہوا تھا۔ مارگن نے جیب سے کمپیوٹر نکالا۔ اس کے بٹن دبائے۔ چھوٹی اسکرین پر کراچی شہر کے بازاروں، مکانوں،
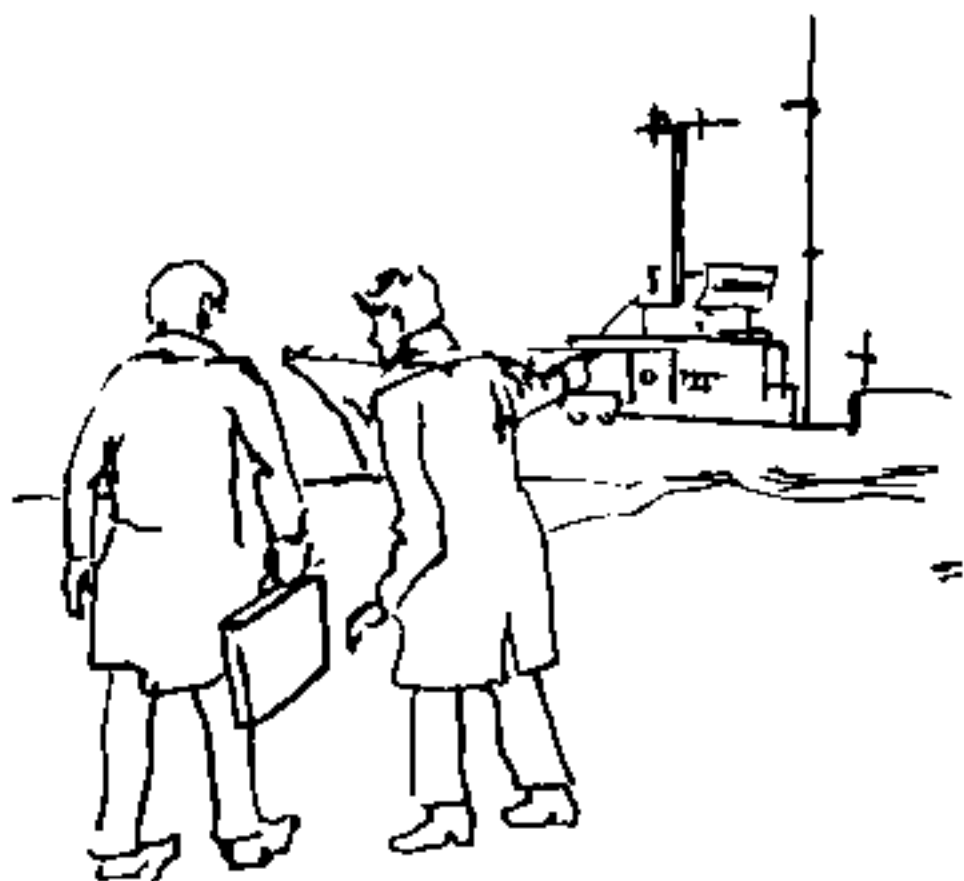
گلیوں، پارکوں، ایئرپورٹ اور ساحل سمندر کے علاقوں کی اسکیننگ یعنی لکیرں تصویریں آنے لگیں۔ ایک جگہ مارگن نے بٹن دبا کر تصویر کو روک دیا۔ اس نے شارٹی سے کہا:

"یہ لکیریں ایک تباہ شدہ یونانی جہاز کی ہیں جو کراچی کے ساحل سے پندرہ میل دور مونگے کی ایک چٹان پر چڑھ گیا تھا۔ اس کا سارا سامان نکال لیا گیا ہے۔ اب یہ جہاز خالی ہے۔ اس کے اسکریپ کا بھی ابھی سودا نہیں ہوا۔ ہمارے لیے یہ جگہ بڑی مناسب رہے گی۔"

شارٹی کمپیوٹر کی اسکرین پر تباہ شدہ جہاز کی لکیروں کے خاکے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ کہنے لگا:

"اگر تم نے یہی فیصلہ کیا ہے تو ہمیں ابھی یہاں پہنچ کر اپنا مورچہ بنا لینا چاہیے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ کیوں کہ کراچی شہر پر حملے کے لیے اس سے بہتر کوئی دوسری جگہ مجھے دکھائی نہیں دیتی۔"

مارگن نے کمپیوٹر اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔ وہ اسی وقت قبرستان سے ساحل سمندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ دونوں کے پاس ایک ایک بریف کیس تھا جس میں خلائی گنیں اور دوسرا کچھ باقی بچا ہوا خلائی سامان تھا۔

کراچی کا ساحل سمندر دور تک ویران ویران تھا۔ رات کے وقت وہاں کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا۔ ہلکی ہلکی چاندنی میں سمندر کی پرسکون لہریں دور سے آکر ساحل کی ریت پر پھسلتی چلی جاتیں اور پھر واپس سمندر کی طرف پلٹ جاتیں۔ مارگن نے کمپیوٹر نکال کر تباہ شدہ یونانی جہاز کا خاکہ بنایا اور اس کے رخ کی ڈگریوں کو متعین کرنے کے بعد شارٹی سے کہا:

"جہاز تک ہمیں سمندر میں تیر کر جانا ہوگا۔ تم میرے پیچھے پیچھے آنا۔" یہ کہہ کر مارگن نے سمندر میں چھلانگ لگادی۔اس کے پیچھے شارٹی بھی سمندر میں کود گیا۔ اپنے اپنے بریف کیس ان کی گردنوں میں لٹک رہے تھے۔ وہ اپنی خلائی طاقت کے ساتھ تیرنے لگے اور دیکھتے دیکھتے سمندر کی لہروں کو چیرتے ہوئے مونگے کی اس چٹان کی طرف آگئے جہاں تباہ شدہ یونانی جہاز کا اگلا حصہ چٹان پر چڑھ گیا تھا۔جہاز کی تقریباً ساری مشینری نکالی جاچکی تھی۔ جہاز کے دوسرے عرشے یعنی ڈیک کے سامنے والے چھوٹے سے کیبن کو مارگن نے اپنا آپریشن روم بنانے کا فیصلہ کرلیا۔ انھوں نے ایک کاؤنٹر پر بریف کیس میں سے تمام چیزیں نکال کر رکھ دیں۔ شارٹی نے دو منٹ میں تمام آلات کو سیٹ کر دیا۔

مارگن نے پاکٹ سائز کمپیوٹر کو اپنے سامنے کاؤنٹر پر اسٹینڈ کے ساتھ لگایا اور جلدی جلدی اس پر کام شروع کردیا۔شارٹی دوسری طرف سے ریموٹ کنٹرول کو کمپیوٹر کے ساتھ جوڑنے لگا۔ صبح ہونے تک یہ خطرناک خلائی کمپیوٹر کراچی والوں سے ایک بھیانک انتقام لینے کے لیے بالکل تیار تھا۔ مارگن نے کرسی چھوڑدی اور کیبن کے شیشے میں سے دور کراچی کی جگمگاتی روشنیوں کی طرف نگاہ ڈالی۔ اس کے چہرے پر انتہائی مکروہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ شارٹی بھی اس کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔

مارگن بولا۔" شارٹی! حملے کے لیے کمپیوٹر تیار ہے۔اب صرف مجھے شہر کا ایک چکر لگاکر کمپیوٹر کی فیڈنگ کرنی ہوگی۔تم ریموٹ کنٹرول پر رہنا۔ میں تمھیں شہر کے مختلف علاقوں سے فیڈنگ سگنل دوں گا۔کیوں کہ اس کے بغیر

اس شہر پر ہمارا حملہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔"
یہ کہہ کر مارگن جہاز سے نکلا اور سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ اس کا رُخ شہر کے کیماڑی والے ساحل کی طرف تھا۔
اب ہم سمیان، گارشا، عمران، شیبا اور تانیا کی طرف آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ خلائی قاتلوں کے خلاف ان کی سراغ رسانی کہاں تک پہنچی ہے۔ ان لوگوں نے شہر کا کونا کونا چھان مارا، مگر انھیں خلائی قاتل مارگن یا اس کے ساتھی کا کہیں کوئی سراغ نہ مل سکا۔ سمیان نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اوشان مخلوق نے اپنے جسم میں ضرور کوئی ایسا انجکشن لگایا ہے جس کے اثر سے اُن کے جسم سے نکلنے والی ایٹمی تابکاری ہمیں محسوس نہیں ہو رہی۔ گارشا نے اس کے خیال کی تائید کرتے ہوئے کہا۔
" لیکن مارگن غیبی حالت میں بھی کم از کم مجھے اور تمھیں نظر تو آسکتا تھا۔ ہم نے شہر کا کوئی علاقہ نہیں چھوڑا، مگر مارگن ہمیں کہیں بھی نظر نہیں آیا۔
تانیا نے کہا، " ہو سکتا ہے یہ لوگ ابھی برازیل والے خفیہ ٹھکانے پر ہی ہوں۔"
عمران بولا، " وہ اتنی دیر وہاں نہیں رہ سکتے۔ انھوں نے شہر میں تباہ کاریوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اب وہ اس میں وقفہ نہیں ڈال سکتے۔"
شیبا نے سوال کیا۔" ہم نے اُن کے خلائی حملے کے خلاف کونسی تدبیریں اختیار کر رکھی ہیں؟"
گارشا نے تانیا کی طرف دیکھا۔ تانیا نے کہا:
انسپکٹر شہباز نے سارے شہر کی ناکہ بندی کروا رکھی ہے۔

کوئی سڑک، کوئی گلی، کوئی اہم مقام ایسا نہیں جہاں مسلح گارڈ موجود نہ ہو۔"

شیبا طنزیہ انداز میں مسکرائی، "تانیا کیا تم سمجھتی ہو کہ تمہارے مقابلے میں کوئی بچوں کی فوج آ رہی ہے؟ یہ خلائی مخلوق ہے اور مارگن اس بار پہلے سے دوگنی خلائی طاقت اور خطرناک ترین حربوں کے ساتھ حملہ کرے گا۔"

"تانیا ٹھیک کہتی ہے۔" گارشا نے کہا۔

سمیان بولا، "میرے پاس اپنے خلائی سیارے کی ایک طاقت ایسی ہے کہ اگر مارگن یا اس کا ساتھی کسی انسان کو لیزر شعاع پھینک کر ہلاک کرنے کی کوشش کرتا ہے تو میں اس گن کو خلائی مخلوق سمیت بھسم کر سکتا ہوں۔"

عمران نے کہا، "وہ تو اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ کو خلائی مخلوق اور اس کی خلائی گن نظر آ جائے۔ جب تک گن نظر آئے گی اس کا شعلہ تو بدنصیب انسان یا کسی بھی عمارت کو بھسم کر چکا ہو گا۔"

گارشا نے کہا، "ہمیں سب سے پہلے مارگن اور اس کے خلائی ساتھی کو کسی طرح ہلاک کرنے کی کوشش کرنی ہو گی اور وہ صرف ایک ہی طریقے سے ہلاک ہو سکتے ہیں کہ انہیں کسی اندھے کنوئیں میں پھینک کر اوپر سے پٹرول ڈال کر کنوئیں میں آگ لگا دی جائے اور کنوئیں کو بند کر دیا جائے۔ دوسرے کسی طریقے سے یہ خلائی مخلوق ہلاک نہیں ہو سکے گی۔"

صبح ہونے تک یہ میٹنگ جاری رہی۔ جب سورج نکل آیا تو گارشا نے کہا:

"ہم تھوڑی دیر کے لیے آرام کریں گے اس کے ایک گھنٹے بعد ہم دوبارہ یہاں جمع ہوں گے اور خلائی حملے کے خلاف کوئی توڑ

دریافت کرنے کی کوشش کریں گے۔ انسپکٹر شہباز بھی ہمارے ساتھ ہوں گے۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہم اسی جگہ ملیں گے۔"
سمیان، تانیا اور گارشا انسپکٹر شہباز کے آفس کی طرف چل دیئے۔
عمران اور شیبا اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔
ٹھیک اس وقت خلائی شیطان مارگن کراچی شہر کی سڑکوں، پارکوں، باغوں اور گلیوں میں گھوم پھر کر اپنے کمپیوٹر کی فیڈنگ کے لیے سگنل دے رہا تھا اور کسی کو خبر نہ تھی کہ تھوڑی دیر بعد اس شہر پر کیا مصیبت نازل ہونے والی ہے۔
دوپہر کا وقت تھا۔ کراچی شہر کے بازاروں میں بڑی رونق تھی۔ گھروں میں کھانے پک رہے تھے۔ دفتروں میں کام ہو رہا تھا۔ ٹریفک کا شور تھا۔ اسکولوں میں چھٹی ہونے والی تھی۔ جن اسکولوں میں چھٹی ہوگئی تھی وہاں سے بچے شور مچاتے، اچھلتے کودتے باہر نکل رہے تھے۔ ٹھیک اس وقت کراچی سے چند میل دور سمندری مونگے کی چٹان والے تباہ شدہ جہاز کے کیبن میں مارگن اور شارٹی کاؤنٹر کے آگے بیٹھے تھے۔ ان کی نظریں سامنے رکھے چھوٹے کمپیوٹر پر جمی ہوئی تھیں۔ مارگن کی انگلیاں تیزی سے بٹنوں پر چل رہی تھیں۔ پھر اس کی انگلیاں ایک دم سے رک گئیں۔ اس نے ایک بٹن کو دبایا کمپیوٹر کی اسکرین پر کراچی کے ایئرپورٹ کا خاکہ ابھر آیا۔ وہاں بڑی رونق تھی۔ ایک جہاز لندن سے ابھی ابھی آیا تھا۔ اس کے مسافر سیڑھی پر سے اتر رہے تھے۔ ایک چھوٹا فلائنگ کلب کا جہاز ایئرپورٹ کے اوپر چکر لگا رہا تھا۔ شارٹی نے مارگن سے کہا:
"مارگن اب کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟"
مارگن کی آنکھیں سرخ ہوگئیں۔ اس نے دانت پیستے ہوئے کہا:
"میرے خلائی انتقام کا وقت آگیا ہے۔"

اور کمپیوٹر کے کونے والے بٹن کو اُس نے اُنگلی سے دبادیا۔ کمپیوٹر سے نظر نہ آنے والی شعاعیں نکلیں اور ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ سے بھی زیادہ رفتار کے ساتھ وہ کراچی ایئرپورٹ کے گرد پھیلی فضا سے جاکر ٹکرا گئیں۔

ان شعاعوں کے ٹکراتے ہی ایئرپورٹ پر ایک دم سے سناٹا چھاگیا۔ ہر شے اپنی جگہ ساکت ہوگئی۔ جہاز کی سیڑھی پر سے اترتے ہوئے مسافر وہیں جم کر رہ گئے۔ جس کا پاؤں اُٹھا تھا وہ وہیں پر پتھر بن گیا۔ جو پاؤں زمین پر پڑا تھا وہ وہاں سے اُٹھ نہ سکا۔ فضا میں جو چھوٹا طیارہ پرواز کررہا تھا اِن شعاعوں کے اثر سے وہ بھی فضا میں پتھر بن کر وہیں لٹک کر رہ گیا۔ ایئرپورٹ کے لاؤنج میں بیٹھے لوگ، پارک میں کھڑی گاڑیاں، گاڑیوں میں بیٹھے مسافر، گاڑیوں سے اترتے لوگ، کاؤنٹر پر کھڑے مسافر، لاؤنج میں سے گزرتی ایئر ہوسٹسیں سب کے سب اپنی جگہ پر بے حس وحرکت بُت بن گئے تھے۔ شہر سے مسافروں کو لاکر جو گاڑی ایئرپورٹ کی حدود میں داخل ہوتی وہ بھی ایک جھٹکے کے ساتھ مسافروں سمیت وہیں پتھر بن جاتی۔ یہ حالت باہر کے لوگوں نے دیکھی تو ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ بلڈنگوں اور مکانوں کی کھڑکیوں سے لوگوں نے فلائنگ کلب کے جہاز کو فضا میں لٹکے ہوئے ساکت دیکھا تو ایک شور مچ گیا۔ پولیس کی گاڑیاں فوراً ہارن بجاتی ایئرپورٹ کی طرف دوڑ پڑیں۔ جوں ہی پہلی دو گاڑیاں خلائی کمپیوٹر کی شعاعوں کی حدود میں داخل ہوئیں وہیں پتھر بن گئیں۔

مارگن کی نظریں کمپیوٹر پر تھیں۔ اس نے ایک شیطانی قہقہہ لگایا اور بولا، "شارٹی! اوتان سیارے کی مخلوق کا انتقام شروع ہوگیا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی مارگن نے کچھ بٹن تیزی سے دبائے کمپیوٹر کی اسکرین پر کراچی کے ریلوے اسٹیشن کا خاکہ اُبھر آیا۔ ایک ٹرین ابھی ابھی لاہور سے آکر پلیٹ فارم پر کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے مسافر اُتر رہے تھے۔ دوسرے پلیٹ فارم پر پشاور جانے والی گاڑی تیار کھڑی تھی۔ چاروں طرف بڑی رونق تھی۔ قلی سروں پر سامان اُٹھائے گاڑی کی طرف چلے جا رہے تھے۔ عورتیں، بچے، بڑے چھوٹے سب مسافر گاڑی سے نکل رہے تھے اور گاڑی کی طرف جا بھی رہے تھے۔ مارگن نے جلدی سے کمپیوٹر کے سُرخ بٹن کو دبا دیا۔

ریلوے اسٹیشن کی فضا میں کمپیوٹر کی شعاعوں کے داخل ہوتے ہی ایک ہلکی سی روشنی ہوئی اور جہاں تھوڑی دیر پہلے لوگوں کا شور تھا۔ اب وہاں موت کی خاموشی چھا گئی جو مسافر جس حالت میں تھا وہ وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ سامان لادے قلی نے جو قدم اُٹھایا تھا وہ وہیں کا وہیں رہ گیا اور قلی سامان سمیت پتھر کا بُت بن گیا۔ ٹرین سے اترتے، ٹرین میں بیٹھے، پلیٹ فارم پر چلتے، گیٹ سے نکلتے، ٹکٹ لیتے، ٹکٹ دکھاتے سب کے سب پتھر بن گئے تھے۔ ایک انجن میں سے جو دھواں نکل رہا تھا وہ وہیں فضا میں جم گیا تھا۔ انجن کی بھٹی میں جلتی ہوئی آگ کے شعلے بھی ساکت ہو گئے تھے۔ ڈرائیور کے ہاتھ میں چائے کی پیالی پکڑی کی پکڑی رہ گئی تھی۔ پلیٹ فارم کی کینٹین پر ایک مسافر روٹی کھا رہا تھا۔ اس کا نوالے والا ہاتھ اس کے مُنھ کے قریب پہنچ کر پتھر ہو گیا تھا۔ دفتر میں جو لوگ کام کر رہے تھے وہ بھی اپنی اپنی جگہ پر بُت بن گئے تھے۔ کسی کو نہ کچھ نظر آرہا تھا۔ نہ کچھ سنائی دے رہا تھا۔ ریلوے اسٹیشن جو پہلے مختلف قسم کی آوازوں سے گونج رہا تھا اب وہاں پر قبرستان جیسی خاموشی چھا گئی تھی۔

مارگن نے ایک اور شیطانی قہقہہ لگایا اور کمپیوٹر پر کراچی کی بندرگاہ کا خاکہ اُبھر آیا۔ مارگن نے سُرخ بٹن دباکر بندرگاہ کے لوگوں مسافروں، دفتر کے عملے اور جہازوں اور جہازوں کے اندر بیٹھے اور عرشے پر چلتے پھرتے مسافروں کو پتھر بناکر رکھ دیا۔ مارگن کے شیطانی کام میں تیزی آگئی۔ اس کی انگلیاں کمپیوٹر کے بورڈ پر متحرک ہیں۔ اسکرین پر کراچی کے کسی علاقے کی عمارتوں، بازاروں اور پارکوں اور اسکولوں کے خاکے اُبھرتے اور مارگن ہر بار سُرخ بٹن کو دباکر وہاں کی ہنستی مسکراتی، شور مچاتی، چلتی پھرتی زندگی کو پتھر بنا دیتا۔ دیکھتے دیکھتے کراچی کا آدھے سے زیادہ شہر پتھر بن گیا۔ لوگ بلڈنگوں کے اندر اپنے گھروں، اپنے دفتروں میں پتھروں کے بُت بن گئے۔ سڑکوں پر تیز رفتاری سے بھاگتی گاڑیاں اپنی اپنی جگہوں پر ایسے رُک گئیں جیسے کسی نے ان پر جادو کر کے انھیں پتھر کر دیا ہو۔ آسمان پر اُڑتے پرندے بھی خلائی کمپیوٹر کی زد میں آکر فضا میں اس طرح لٹک گئے کہ اُن کے پَر کُھلے تھے، مگر اپنی جگہ سے ذرا سی بھی حرکت نہیں کر رہے تھے۔

مارگن نے ایک اور قہقہہ لگاکر شارٹی سے کہا:

"ہم اس ملک کے ہر شہر کو قبرستان میں تبدیل کردیں گے!"

شارٹی نے کہا، "لیکن مارگن ہم ان پتھر کے انسانوں کو لے کر کیا کریں گے۔ ہمیں چاہیے کہ انھیں ریزہ ریزہ کردیں یا جلاکر بھسم کروالیں۔"

مارگن شیطانی لہجے میں بولا، "یہ مر چکے ہیں شارٹی! ان میں سے ایک بھی انسان زندہ نہیں ہے۔ جو کوئی انھیں ہاتھ لگائے گا وہ ریت بن کر گر جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ جو چند آدمی اور عورتیں ہم اس شہر میں زندہ رکھیں گے وہ خود اپنے

ہاتھوں اپنے شہریوں کو خاک میں ملائیں۔" میں ان کی ہلاکت کے نئے اور انوکھے طریقے ایجاد کررہا ہوں۔ ویسے تو میں پلوٹونیم بم لگا کر اس سارے شہر کو ایک سیکنڈ میں تباہ کرسکتا تھا لیکن میں ان کی موت کو زیادہ دردناک، زیادہ عبرت ناک بنانا چاہتا ہوں۔"

مارگن نے کمپیوٹر کے اسکرین پر دیکھا۔ وہاں کراچی کی سب سے بڑی سپر مارکیٹ اور ایک عالی شان پلازا کا خاکہ ابھرا ہوا تھا۔ وہاں تک شہر کے دوسرے علاقوں میں لوگوں کے پتھر بن جانے کی خبر پہنچ چکی تھی اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو بھاگ رہے تھے۔ مارگن نے کمپیوٹر کا سرخ بٹن دبادیا۔ اس کے ساتھ ہی سپر مارکیٹ اور عظیم الشان پلازا کا سارا علاقہ ہلاکت خیز کمپیوٹر کی شعاعوں کی زد میں آگیا اور دوڑتے بھاگتے، گاڑیوں میں سوار ہوتے، سڑک پار کرتے، سپر مارکیٹ سے دوڑ دوڑ کر نکلتے لوگ وہیں اپنی اپنی جگہوں پر پتھر بن کر رہ گئے۔ مارکیٹ کے اندر دکانوں پر بیٹھے، دفتروں میں فائلیں سمیٹتے کلرک بھی وہیں ساکت ہوگئے۔ بجلی کے تاروں پر بیٹھے پرندے بھی پتھر کے پرندے بن گئے اور الیکٹرک کا نظام بھی درہم برہم ہوگیا۔

اس وقت انسپکٹر شہباز نے گھبرائی ہوئی آواز میں تانیا کو فون کیا کہ وہ جتنی جلد ہو سکے گارشا، سمیان اور عمران وغیرہ کو لے کر اسپیشل فورس ہیڈکوارٹر پہنچ جائے کیوں کہ ایک ہنگامی میٹنگ بلائی گئی ہے۔ تانیا نے اسی وقت گارشا، سمیان اور عمران، شیبا کو فون کرکے ہیڈ کوارٹر پہنچنے کی ہدایت کی اور خود گاڑی نکال کر پوری رفتار سے اسپیشل فورس ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ ہوگئی۔

شہر پتھر بن گیا

یہ سب لوگ اسپیشل فورس کے ہیڈکوارٹر پہنچ گئے۔
تمام اعلا افسر وہاں موجود تھے۔ وہ شہر کی صورت حال سے سخت پریشان تھے۔ انھیں اتنا پتا چل گیا تھا کہ یہ اوٹان خلائی مخلوق کا حملہ ہے، مگر اس حملے کے آگے ان کی ساری طاقت بے بس تھی۔ دشمن نظر ہی نہ آتا تھا تو پھر مقابلہ کس طرح کیا جاتا اور کیسے ہلاک کیا جاتا۔ گارشا اور سمیان پر سوالوں کی بوچھاڑ ہورہی تھی کہ تم خلائی مخلوق ہو۔ تم اس مصیبت کا کوئی توڑ کیوں نہیں سوچتے؟
دوسری جانب اس وقت مارگن کے کمپیوٹر کی اسکرین پر کراچی پولیس ہیڈکوارٹر کا خاکہ ابھر آیا تھا۔ مارگن نے غصیلی آواز میں کہا:
"شارلی یہ پولیس ہیڈکوارٹر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت یہاں انسپکٹر شہباز کے علاوہ عمران، شیبا اور تانیا بھی موجود ہوں گے۔ یہ سب موت کے گھاٹ اترنے والے ہیں۔"
"اور گارشا؟" شارلی نے پوچھا۔ "گارشا کا کیا بنے گا اس پر تو ہماری خلائی کمپیوٹر شعاعیں اثر نہیں کر سکیں گی۔"
مارگن نے نفرت سے سر جھٹک کر کہا:

"اس کو بھی ایک نہ ایک دن ملیا میٹ کردوں گا۔ وہ بھاگ کر کہاں جائے گی۔ شہر تو قبرستان بن رہا ہے۔"
ایک مکروہ قہقہے کے ساتھ مارگن نے سُرخ بٹن دبا دیا۔
پولیس ہیڈ کوارٹر کے ہال کمرے میں میٹنگ ہو رہی تھی۔اچانک گارشا کو ایک ناگوار بو محسوس ہوئی۔ اس نے چیخ کر کہا۔" باہر بھاگو۔ باہر کو بھاگو۔"
مگر قاتل شعاعوں نے کسی کو بھاگنے کی مہلت نہ دی۔ابھی وہ گارشا کی آواز کو پوری طرح سُن بھی نہیں پائے تھے کہ ان کے جسم ایک جھٹکے کے ساتھ سُن ہو گئے۔ وہ سب کے سب پتھر کے بُت بن چکے تھے۔ کونے والے دروازے سے چپڑاسی طشت میں پانی کا جگ رکھے آرہا تھا کہ وہ بھی وہیں پتھر کے بُت میں بدل گیا۔ عمران،شیبا اور تانیا بھی اپنی اپنی کرسیوں پر پتھر بن چکے تھے۔ انسپکٹر شہباز اور دوسرے اعلا افسر بھی پتھر ہو گئے تھے۔ صرف سمیان اور گارشا ان شعاعوں سے بچ گئے تھے۔ کیوں کہ وہ خلائی مخلوق تھے۔گارشا اور سمیان نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ گارشا اُٹھ کر جلدی سے دروازے کی طرف دوڑی۔ سمیان اس کے پیچھے تھا۔ وہ پہلو والے چھوٹے سے کمرے میں آ گئے۔ سمیان بولا:
"یہ کام سوائے اڈنان مخلوق کے اور کسی کا نہیں ہو سکتا۔"
گارشا نے کہا،" مارگن ضرور خلائی کمپیوٹر تیار کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔"
"کیا تم اس کا توڑ نہیں کر سکتیں؟" سمیان نے پوچھا۔
گارشا بولی،" نہیں سمیان۔ ہمارے پاس ضروری خلائی سامان یہاں پر نہیں ہے۔ ہمیں مارگن کے خفیہ ٹھکانے کو تلاش کر کے

اس کے قاتل کمپیوٹر کو تباہ کرنا ہوگا ورنہ وہ سارے پاکستان کے شہروں میں بسنے والوں کو پتھر بنادے گا۔"

سمیان نے کہا، " میں اپنی خلائی طاقت آزمانا چاہتا ہوں۔ میرے پاس خاص خلائی طاقت ہے جس کی مدد سے میں ان مُردہ پتھر کے بتوں میں جان ڈال سکتا ہوں۔"

سمیان ہال کمرے میں آگیا۔ گارشا بھی اس کے ساتھ آگئی۔ سمیان نے ایک سرکاری افسر کی گردن پر ہاتھ رکھ دیا۔ یہ افسر پتھر کا بُت بن چکا تھا اور اس کا جسم پتھر کی طرح ٹھنڈا اور سخت تھا۔ جوں ہی سمیان نے اس کے جسم کو ہاتھ لگایا، بدقسمت اعلا افسر کا جسم ریت بن کر نیچے گرا اور پھر سیاہ مٹی کے چھوٹے سے ڈھیر میں تبدیل ہوگیا۔

گارشا نے سمیان کو بازو سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔

"اللہ کے لیے کسی دوسرے پتھر کے آدمی کو ہاتھ نہ لگانا۔ تمھارے سیارے کا فارمولا اوٹان سیارے کے فارمولے پر اثر نہیں ڈال سکے گا۔"

پھر گارشا پریشانی کے عالم میں تانیا، عمران اور شیبا کی طرف دیکھ کر بولی، " انھیں یہاں سے لے جا بھی نہیں سکتے۔ جوں ہی انھیں ہاتھ لگا یہ بھی ریت کی ڈھیری بن کر ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے۔"

سمیان بولا، " باہر آؤ گارشا۔ انھیں اسی حالت میں یہاں رہنے دو۔ ہمیں مارگن کی خفیہ لیبوریٹری تلاش کرنی چاہیے۔ نہیں تو وہ سارے ملک کو پتھر کردے گا۔"

دونوں ہال کمرے سے باہر کو دوڑے۔ باہر آفس کے سامنے گاڑیاں پتھر کی طرح ساکت تھیں۔ ان کے اندر بیٹھے ڈرائیور

بھی پتھر بن گئے تھے۔ گارشا نے کہا:
"سمیان! کمپیوٹر شعاعوں کا اثر ایک میٹر تک ہوگا۔ دوسری طرف سے چلو۔ اِدھر پارک کے پیچھے۔"
وہ پارک کے پیچھے سے نکل کر سڑک پر آگئے۔ انھوں نے دیکھا کہ یہاں سڑک پر بھی گاڑیاں کھڑی تھیں اور پیدل چلنے والے لوگ فٹ پاتھ پر بُت بنے کھڑے تھے۔ گارشا کی نظر اوپر کی طرف گئی تو اس کا سانس جیسے رُک گیا۔ اوپر ایک مسافر بردار طیارہ فضا میں ایسے لٹکا ہوا تھا جیسے کسی نے طلسم کے زور سے اسے اپنی جگہ پر ساکت کردیا ہو۔ جس وقت مارگن کے کمپیوٹر کی شعاعیں اسپیشل فورس ہیڈکوارٹر پر پڑیں عین اُس وقت ایک جیٹ طیارہ کراچی کے ایئرپورٹ پر اُتر رہا تھا۔ شعاعوں کی زد میں آتے ہی ہوائی جہاز مسافروں سمیت پتھر بن کر فضا میں جہاں تھا وہیں کا وہیں جم گیا۔
سمیان اور گارشا انسانی پتھر کے بتوں کے درمیان سے بھاگتے ہوئے دوسرے علاقے میں آگئے۔ یہ علاقہ ابھی خلائی قاتل کی شعاعوں کی زد میں نہیں آیا تھا۔ یہاں کے لوگ زندہ تھے، مگر وہ بُری طرح بوکھلائے ایک طرف کو بھاگے جارہے تھے۔ پھر اُن پر بھی شعاعوں نے حملہ کردیا اور دوڑتے ہوئے لوگ ایک جھٹکے سے رُکے اور پتھر بن گئے۔ سمیان اور گارشا مسلسل بھاگتے چلے گئے۔ اُنھیں ایک جگہ خالی گاڑی نظر آئی۔ وہ اس میں بیٹھے اور اسٹارٹ کرکے گاڑی کو پوری رفتار سے چلادیا۔ گاڑی شہر کی ویران سڑکوں پر بھاگتی سمندر کی طرف چلی جارہی تھی۔
وہ کیماڑی پہنچے تو وہاں بھی قبرستان ایسی خاموشی چھارہی تھی۔ جگہ جگہ لوگ پتھر کے بُت بنے خاموش کھڑے تھے۔ گودی میں

کھڑے جہازوں پر بھی سکتہ طاری تھا۔ ایک کشتی گودی سے نکل کر دوسرے جہاز کی طرف جارہی تھی وہ وہیں ساکت ہوگئی تھی۔ سمیان نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا:

"سورج غروب ہونے والا ہے۔ میرا خیال ہے یہ پاگل خلائی قاتل رات تک سارے شہر کو پتھر بنا دے گا۔ اس علاقے سے نکل چلو۔ ہم نے کسی بھی ساکت چیز کو ہاتھ لگایا تو وہ ریت بن جائے گی۔"

دونوں سڑک پر گاڑی لے کر دوبارہ ایک طرف کو بھاگے۔ خالی سڑک پر وہ پندرہ منٹ میں ایک ایسی جگہ پر آگئے جہاں کراچی سے لاہور جانے والی ریلوے لائن دور تک چلی گئی تھی۔ ریلوے لائن کے پاس ہی ایک چھوٹا سا جھونپڑا بنا تھا۔ اوپر ریل کا سگنل ڈاؤن تھا۔ گارشا نے گاڑی کھڑی کردی اور سمیان سے کہا، "لاہور سے ریل گاڑی آرہی ہے۔ ہمیں اسے اسی جگہ روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

وہ ریلوے لائن کی طرف دوڑے۔ دُور سے ریل گاڑی کا انجن نظر آنے لگا۔ جھونپڑی میں سے ایک آدمی باہر نکلا اور سبز جھنڈی لہرانے لگا۔ سمیان نے چیخ کر کہا۔ "گاڑی کو روک دو۔ آگے خطرہ ہے۔"

گارشا بھی چیخی۔ "گاڑی کو آگے نہ جانے دینا۔ آگے پل ٹوٹا ہوا ہے۔"

گاڑی پوری رفتار سے آرہی تھی اور قریب آگئی تھی۔ کانٹے والے نے گھبرا کر لال جھنڈی دکھا دی، مگر اب دیر ہوچکی تھی۔ انجن ڈرائیور نے لال جھنڈی دیکھی تو بریک لگا دی۔ اس کے باوجود گاڑی اُن کے سامنے سے شور مچاتی گزر گئی۔ پھر

ایک فرلانگ آگے جاکر رک گئی۔ کانٹے والا گاڑی کی طرف دوڑا۔ گارشا نے چونک کر کہا:

"مجھے خلائی کمپیوٹر کی شعاعیں محسوس ہورہی ہیں۔"

ان شعاعوں کو سمیان نے بھی محسوس کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ریل کی پٹڑی کے ساتھ بھاگتا کانٹے والا بوڑھا وہیں ساکت ہوگیا۔ ریل گاڑی پر بھی سکتہ طاری ہوگیا اور سارے کے سارے مسافر اپنے اپنے ڈبوں میں پتھر کے بُت بن گئے۔ ایک گہری خاموشی چھاگئی۔ گارشا نے چلّا کر کہا:

"سمیان! اللہ کے لیے کچھ کرو۔ یہ خونی درندے اس ملک کو پتھروں کا ملک بنادیں گے۔"

سمیان نے اپنی خلائی گھڑی نکال کر اس کی سوئیوں کو غور سے دیکھا اور بولا، "گارشا! نیلی سوئی کا رُخ سمندر کے مشرقی ساحل کی طرف ہے۔ مارگن کے کمپیوٹر کی شعاعوں نے اس کا رُخ بدلا ہے۔ ضرور ان کا خفیہ ٹھکانہ اسی طرف ہوگا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ کار میں سوار ہوئے اور بجلی کی طرح کار کو لے کر سمندر کے مشرقی ساحل کی طرف روانہ ہوئے۔ کافی دور جانے کے بعد انھوں نے دیکھا کہ سمندر میں کچھ فاصلے پر چٹان کے ساتھ ہی ساتھ کسی جہاز کا ڈھانچہ بھی اوپر کو نکلا ہوا ہے۔ سمیان نے گارشا کو جہاز کا ڈھانچہ دکھایا۔ پھر گاڑی روکی اور اپنی کلائی پر بندھی خلائی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ نیلی سوئی کا رُخ اسی جہاز کے ڈھانچے کی طرف تھا۔ سمیان نے گارشا سے کہا:

"مارگن نے اسی جہاز کے اندر اپنا ٹھکانہ بنایا ہوا ہے۔ وہ اسی جگہ سے شہر پر خلائی کمپیوٹر کی تباہ کن شعاعیں پھینک رہا ہے۔"

گارشا بولی، "ہو سکتا ہے انھوں نے ہمیں بھی دیکھ لیا ہو۔ ہمیں

فوراً کسی جگہ چھپ جانا چاہیے۔"
گاڑی ایک اونچے ٹیلے کی اوٹ میں کھڑی کر دی گئی۔ سمیان اور گارشا ٹیلے کے پیچھے بیٹھ کر سمندر میں سے ابھری چٹان کی طرف دیکھنے لگے۔ سمیان کہنے لگا۔ "ہمیں الگ الگ سمت سے اس جہاز میں داخل ہونے کی کوشش کرنی ہوگی۔" گارشا نے کہا۔
"لیکن مارگن اور اس کے ساتھی کو ہلاک کرنا آسان نہیں ہے۔"
سمیان بولا۔ "ہم سب سے پہلے خلائی کمپیوٹر کو تباہ کریں گے۔ مارگن اور اس کا کوئی ساتھی بھی اگر وہاں ہے تو اسے بعد میں دیکھ لیں گے۔" یہ بات گارشا کی سمجھ میں آگئی۔ وہ ٹیلے کی اوٹ سے نکل کر ریت پر رینگتے سمندر کے پانی تک پہنچ گئے۔ سمندر کی ایک بہت بڑی لہر اُن کے اوپر سے گزر گئی اور وہ کھسک کر سمندر میں آگئے۔ سمیان نے غوطہ لگانے سے پہلے گارشا سے کہا:
"تم مشرق کی طرف سے آؤ گی۔ میں مغرب کی طرف سے جہاز پر آؤں گا۔ یہ کوئی تباہ شدہ جہاز لگتا ہے۔"
یہ کہہ کر سمیان سمندر میں غوطہ لگا گیا۔ گارشا نے بھی سمندر میں غوطہ لگایا اور پانی کے اندر ہی اندر مونگے کی چٹان کی سیدھ میں آگے بڑھنے لگی۔ سمیان سمندر کے نیچے ہی نیچے تیرتا مونگے کی چٹان پر پہنچا۔ مارگن اور شارلی جہاز کی اوپر والی منزل کے کیبن میں چھوٹی کھڑکی کے شیشے کے پیچھے بیٹھے تھے اور اپنی کامیابیوں پر خوش ہو رہے تھے۔ ان کا خلائی کمپیوٹر ساتھ بتاتا جاتا تھا کہ کراچی شہر کی تقریباً تین چوتھائی آبادی پتھر بنادی گئی ہے۔ مارگن کہہ رہا تھا۔
"اب ہمیں باقی آبادی کو بھی قبرستان میں تبدیل کرنا ہوگا۔ اس کے بعد شہر میں الٹرا وائیلٹ شعاعوں کی بارش سے چاروں طرف آگ

لگا دی جائے گی۔

مارگن نے کمپیوٹر کے سُرخ بٹن کو دبا دیا اور کراچی شہر کی باقی بچی ہوئی آبادی کے لوگ بھی پتھر کے مجسموں میں تبدیل ہو گئے۔ اس وقت سیمان سمندر سے نکل کر جہاز کے کیبن کے پیچھے جہاز کی زنگ خوردہ دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اُس نے مارگن کی گفتگو سُن لی تھی اور اُن خلائی شیطانوں کے ناپاک ارادوں سے واقف ہو گیا تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے چٹان پر سے نیچے کھسک گیا۔ اسے گارشا کا انتظار تھا۔ شام کا اندھیرا چاروں طرف پھیل رہا تھا۔ دُور کراچی شہر کی طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ کسی جگہ روشنی نہیں ہو رہی تھی۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ بتیاں جلانے والا ہی کوئی نہ تھا۔ سب پتھروں کے بُت بن چکے تھے۔ دوسری بات یہ کہ خلائی کمپیوٹر کی شعاعوں نے شہر کے تمام بجلی گھروں کو بند کر کے ان کی مشینوں کو ساکت کر دیا تھا۔ ایک بھی بجلی گھر بجلی پیدا نہیں کر رہا تھا۔ شہر سے وائرلیس کا پیغام دوسرے شہر تک بھیجنے والا کوئی نہیں تھا۔

اندھیرے میں سیمان نے گارشا کو سمندر کی سطح پر سے اُبھرتے دیکھا۔ سیمان لپک کر گارشا کے پاس گیا اور اپنے ہونٹوں کے ساتھ انگلی لگا کر سرگوشی میں بولا:

"وہ لوگ اسی جہاز کے اوپر ہیں۔"

گارشا بڑی احتیاط سے سمندر سے باہر نکل آئی۔ وہ جہاز کے اندر داخل ہونے کے لیے کوئی راستہ تلاش کرنے لگے۔

شارٹی نے مارگن سے کہا:

"مارگن! اب ہمیں اپنی شعاعوں کا رُخ پاکستان کے دوسرے شہروں کی طرف پھیر دینا چاہیے۔"

مارگن بولا، "ہمارا ٹارگٹ اب حیدرآباد ہو گا۔"
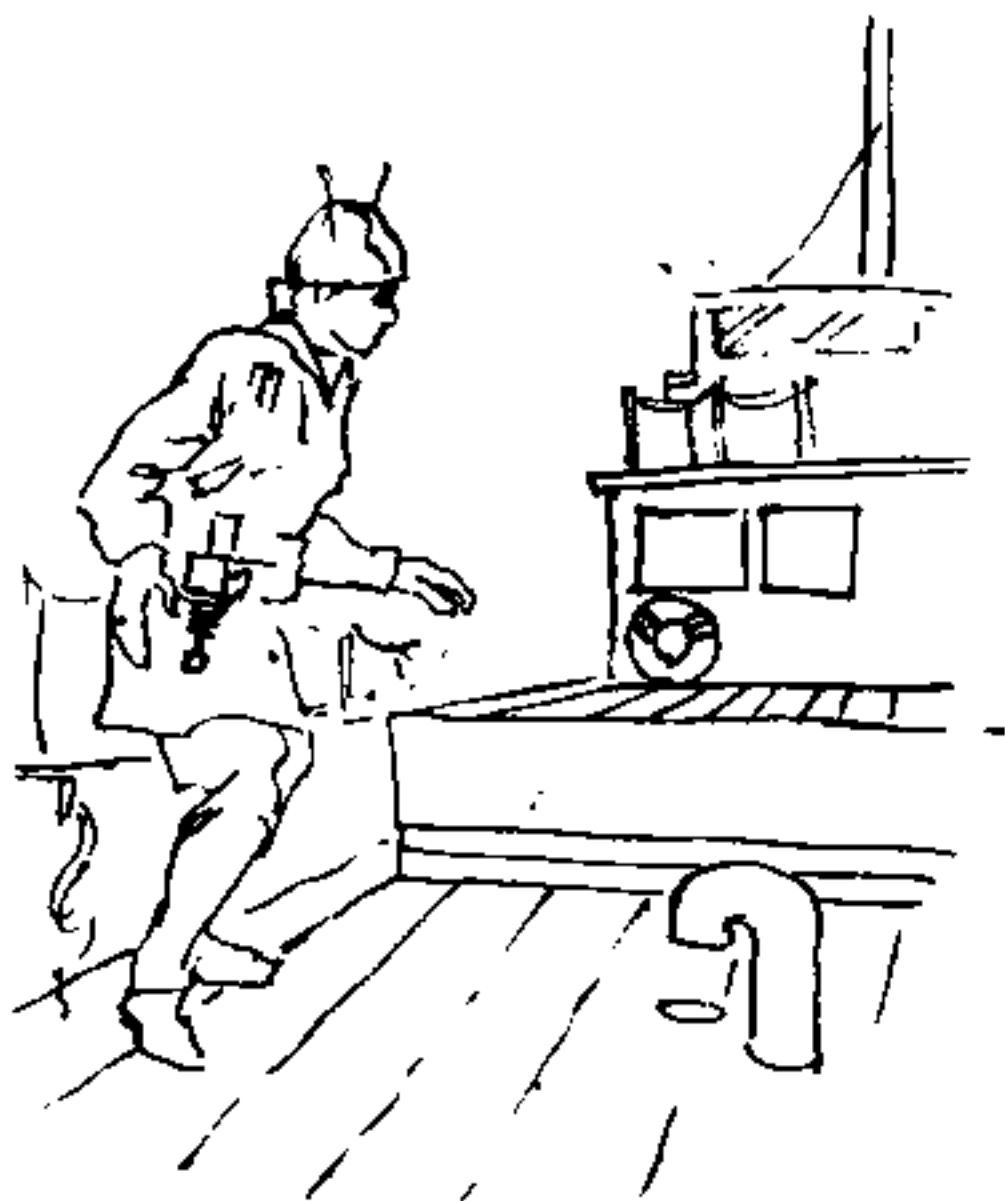
اچانک مارگن کی بھنویں سکڑ گئیں۔ وہ غور سے کمپیوٹر کے کونے میں چمکتے اور بجھتے ننھے سے نقطے کو تک رہا تھا۔ اس نے اشارے سے شارلی کو چمکتا بجھتا نقطہ دکھایا اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"کوئی ہمارے جہاز کے آس پاس ہے۔"

اس کے ساتھ ہی مارگن نے اپنے جہاز کو کمپیوٹر کی اسکرین پر ابھارا اور سُرخ بٹن دبادیا۔ خلائی شعاعیں سونگے کی چٹان اور جہاز پر گرنے لگیں، مگر کمپیوٹر کا نقطہ پھر بھی جلتا بجھتا رہا۔ مارگن شارلی کو بازو سے کھینچ کر پیچھے کونے میں لے گیا اور سرگوشی میں بولا:

"شارلی! دو آدمی ہمارے جہاز کے پاس آگئے ہیں۔ یہ گارشا اور کوئی دوسرا خلائی انسان ہے۔ کیوں کہ ان پر ہماری خلائی شعاعوں کا اثر نہیں ہوا۔"

شارلی نے گھبرا کر کہا، "کمپیوٹر اُٹھا کر نیچے بھاگو!"

جوں ہی مارگن کیبن کی کھڑکی کی طرف بڑھا دروازے میں سمیان اور گارشا نمودار ہوئے۔ سمیان نے لیزر گن کا سیدھا فائر کمپیوٹر پر کیا۔ کمپیوٹر ایک دھماکے سے پھٹا اور اس کے پُرزے راکھ بن کر اُڑ گئے۔ گارشا نے دوسرا فائر مارگن پر کیا۔ اگرچہ وہ جانتی تھی کہ خلائی گن کے فائر کا مارگن پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ لیکن وہ اسے خوف زدہ کر کے زندہ پکڑنا چاہتی تھی۔ مارگن نے بھی گن کا فائر کردیا۔ دونوں طرف سے خلائی گنوں کی سُرخ و نیلی شعاعیں خلائی انسانوں پر گرنے لگیں، لیکن کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔ اتنے میں مارگن اور شارلی دوڑ کر کھڑکی کے پاس آگئے۔ اس کا شیشہ توڑا اور دونوں نے نیچے سمندر میں چھلانگیں لگادیں۔ سمیان چلایا۔

"گارشا سمندر میں کود جاؤ۔"
یہ کہہ کر سمیان نے بھی سمندر میں چھلانگ لگادی۔ اس کے پیچھے گارشا بھی سمندر میں کود گئی۔ مگر سمندر کی تہ میں آتے ہی مارگن اور شارق اللہ جانے کدھر کو نکل گئے تھے۔ مارگن نے اگرچہ اپنے آپ کو غائب کرلیا تھا، مگر اسے معلوم تھا کہ گارشا اور دوسرا خلائی آدمی (سمیان) اسے آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ گارشا اور سمیان ہاتھوں میں خلائی گنیں لیے سمندر کے نیچے مارگن اور شارق کو تلاش کرتے رہے، مگر وہ انھیں کہیں نظر نہ آئے۔ سمیان نے گارشا کا ہاتھ پکڑا اور بڑی تیز رفتار کے ساتھ سمندر کے اندر تیرتا ہوا کنارے پر نکل آیا۔ آسمان پر تارے چمک رہے تھے۔ شہر کی طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔
گارشا نے کہا، "تم نے اچھا کیا کمپیوٹر تباہ کردیا۔ اب یہ لوگ کسی دوسرے شہر کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ لیکن وہ ضرور کوئی دوسرا راستہ تلاش کریں گے۔ وہ کوئی اس سے بھی خطرناک کمپیوٹر تیار کرلیں گے ہمیں انھیں ہر حالت میں ہلاک کرنا ہوگا۔"
سمیان کی نگاہیں اندھیرے میں ساحل سمندر پر اِدھر اُدھر گھوم رہی تھیں۔ وہ بولا:
"سیارہ زمین کے انسانوں کو اس تباہی سے بچانے کا اب صرف ایک ہی ذریعہ باقی رہ گیا ہے گارشا!"
"وہ کیا؟" گارشا نے بے تابی سے پوچھا۔
سمیان نے کہا، "وہ یہ کہ ان دونوں کو ۱۹۹۱ء کے زمانے سے اُٹھا کر تین ہزار سال ماضی کے زمانے میں پہنچا دیا جائے۔ دوسرا کوئی طریقہ مجھے نظر نہیں آتا۔"
گارشا سمیان کا منہ تکنے لگی۔

"کیا۔ کیا تم ایسا کر سکتے ہو سمیان؟"
سمیان نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی خلائی گھڑی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہ خلائی گھڑی ایسا کر سکتی ہے۔"
گارشا نے جلدی سے کہا۔ "تو پھر اللہ کے لیے ان قاتلوں کو یہاں سے نکال کر ماضی کے زمانے میں پھینک دو۔"
"مگر ایک بات ہے۔" سمیان مسکرایا۔ "ان کے ساتھ مجھے بھی تین ہزار برس پیچھے کے زمانے میں جانا ہوگا۔"
گارشا ایک دم سنجیدہ ہوگئی۔ پھر بولی:
"سمیان! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم ہمارے ساتھ ہی رہو؟"
"نہیں گارشا!" سمیان نے کہا۔ "اگر میں یہاں رہا تو یہ فتنہ بھی اسی زمین پر رہے گا اور اللہ جانے آگے جاکر کیا تباہی پھیلائے۔ ابھی ایک شہر اور اس کے لوگوں کو انھوں نے پتھر بنا دیا ہے۔"
گارشا چپ سی ہوگئی۔ سمیان بولا:
"تم میری فکر نہ کرو! میں ماضی میں جاکر ان سے نمٹ لوں گا اور پھر اپنے سیارے ڈیگارش چلا جاؤں گا۔ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ سوال یہ ہے کہ ان دونوں کو قابو کس طرح کیا جائے۔ انھیں تین ہزار سال پیچھے لے جانے کے لیے ضروری ہے کہ دونوں میرے سامنے ہوں اور میں دونوں کو اپنے بازوؤں میں جکڑ لوں۔"
گارشا کچھ سوچ کر بولی:
"یہ دونوں اپنے ٹھکانے سے نکل آئے ہیں۔ اب وہ ضرور شہر کی طرف گئے ہوں گے۔ ہم انھیں راستے میں ہی پکڑ سکتے ہیں۔ مارگن غائب بھی ہوا تو ہمیں نظر آجائے گا۔"
"اچھا خیال ہے۔ چلو شہر والی سڑک پر۔"
یہ کہہ کر سمیان نے گارشا کو ساتھ لے لیا اور وہ جتنی تیز

چل سکتے تھے چلتے ہوئے شہر کراچی کی طرف جاتی ہوئی سب سے بڑی سڑک یعنی ہائی وے پر آگئے۔ ہائی وے پر اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ جگہ جگہ ٹرک اور گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ان میں گدھا گاڑیاں بھی تھیں۔ گاڑیوں کے گدھے اور گاڑی بان دونوں پتھر بنے ہوئے تھے۔ سمیان اور گارشا نے دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ دوڑتے ہوئے اس پُل پر آگئے جس کے دوسری طرف کراچی شہر کی ماڈرن آبادی شروع ہوتی تھی۔ پُل پر اندھیرا تھا۔ سامنے سارا کراچی شہر بھی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ کسی بلڈنگ میں روشنی نہیں ہو رہی تھی وہ پُل پر سے گزر گئے۔ ایک جگہ سمیان رُک گیا۔ وہ اندھیرے میں اپنی سُرخ آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ آہستہ سے بولا:

"گارشا! میری ساتویں حِس مجھے بتا رہی ہے کہ مارگن اور اس کا ساتھی یہیں کہیں آس پاس ہیں۔"

گارشا بھی اندھیرے میں غور سے دیکھنے لگی۔ سمیان نے گارشا کو جلدی سے پیچھے کر لیا۔ وہ ایک بلڈنگ کی ڈیوڑھی میں آگئے یہاں سے سامنے والی بلڈنگ کا احاطہ انہیں اندھیرے میں بھی صاف نظر آرہا تھا۔ سمیان کو وہاں ایک سایہ ایک طرف کو تیزی سے جاتا دکھائی دیا۔ وہ سرگوشی میں بولا:

"ہمارے دشمن سامنے والی بلڈنگ میں ہیں۔"

سمیان کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ اس نے گارشا سے کہا:

"گارشا! میں اپنے دشمنوں کو لے کر تین ہزار سال پیچھے کے زمانے میں جارہا ہوں۔"

سمیان نے اپنی کلائی کی خلائی گھڑی کی سوئیوں کو ایک جگہ لاکر گھڑی کا ننھا سا بٹن دبا دیا اور اس سے پہلے کہ گارشا سمیان کو آخری

بار اللہ حافظ کہتی سمیان چیتے کی طرح اندھیرے میں بے آواز چھلانگ لگا کر سامنے والی بلڈنگ کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ احاطے میں داخل ہوتے ہی سمیان کو احساس ہوا کہ خلائی مخلوق دوسری منزل میں ہے۔ وہ سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل کے بند دروازے پر آکر رُک گیا۔ اسے کمرے میں سے شارلی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"مارگن! یہاں ہمارے مطلب کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہمیں دوسری بلڈنگ میں چل کر تلاش کرنا چاہیے۔"

مارگن نے غصے سے کہا۔

"اس نے میرے کمپیوٹر کو تباہ کر دیا ہے۔ مگر میں بہت جلد دوسرا تیار کر لوں گا۔ چلو، دوسری بلڈنگ میں چلتے ہیں۔"

سمیان نے خلائی گن ہاتھ میں لے لی اور دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور مارگن اور شارلی باہر نکلے۔ جوں ہی وہ باہر آئے سمیان نے دونوں بازو پھیلا دیئے اور کہا۔

"مارگن! میں تمہارے آگے ہتھیار ڈالتا ہوں۔ میں سمیان ہوں گارشا نے مجھ سے غداری کی ہے۔ وہ مجھے ہلاک کر کے اس دُنیا پر اکیلی حکومت کرنا چاہتی ہے۔ میں تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ یہ لو میری خلائی گن۔"

اور سمیان نے اپنی خلائی گن مارگن کے قدموں میں پھینک دی۔ مارگن نے شک بھرے لہجے میں کہا:

"اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم جھوٹ نہیں بول رہے۔"

سمیان نے جلدی سے کہا:

"ثبوت میری خلائی گن ہے جو میں نے تمہارے حوالے کر دی ہے۔ مارگن! گارشا بڑی خطرناک عیار عورت ہے۔ ہمیں مل کر اسے ہلاک کرنا ہو گا۔ پھر ہم تینوں اس زمینی سیارے کے مالک ہوں گے۔ میں

کھلے دل سے تمھارے ساتھ شامل ہونے آیا ہوں اور میں تم دونوں سے ہاتھ ملاتا ہوں۔ تم خوب جانتے ہو کہ جب دو خلائی انسان ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں تو پھر وہ دوستی کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں۔ اور دونوں میں سے کوئی غداری کرے تو وہ اپنے آپ جل کر ہلاک ہو جاتا ہے۔"

مارگن نے شارٹی کی طرف دیکھا۔ سمیان نے خلائی ضابطے کے مطابق بڑی سچی بات کہی تھی۔ اس ضابطے کے مطابق واقعی اگر دو خلائی انسان دوستی کا ہاتھ ملاکر غداری کریں تو وہ اسی وقت جل کر بھسم ہو جاتے ہیں۔ شارٹی نے کہا۔

"ٹھیک ہے مارگن ہمیں ایک خلائی ساتھی کی ضرورت بھی ہے۔" مارگن نے سمیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"ٹھیک ہے سمیان۔ آج سے تم ہمارے ساتھی ہو، ہم تم سے دوستی کا ہاتھ ملاتے ہیں۔"

سمیان کی اب یہ کوشش تھی کہ وہ ایک ہی وقت میں دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ کیوں کہ ان دونوں کو چھوتے ہی فضا میں بکھر جانا تھا۔ مارگن نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ سمیان نے کہا:

"میں زندگی میں پہلی بار تم دونوں سے خلائی دوستی کا بندھن باندھ رہا ہوں اس لیے میری خواہش ہے کہ تم دونوں سے ایک ہی وقت میں ہاتھ ملاؤں۔"

مارگن اور شارٹی کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اُن کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کے ساتھ کیا گزرنے والی ہے۔ دونوں نے اپنا اپنا ہاتھ سمیان کی طرف بڑھایا۔ سمیان نے مارگن کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔ جوں ہی سمیان کے ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں سے لگے

روشنی کا ایک جھماکا سا ہوا اور تینوں خلائی انسانوں کے جسم چھوٹے چھوٹے کروڑوں ذرّے بن کر فضا میں تین لہروں کی شکل میں روشنی سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ ماضی کی طرف غائب ہوگئے۔
روشنی کے جھماکے کو گارشا نے دیکھ لیا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ سمیان اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا ہے اور پاکستان کی حسین سرزمین کو خلائی دشمنوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی ہے۔ وہ بھاگ کر سامنے والی بلڈنگ میں گئی۔ وہاں سمیان مارگن اور شارلٹ میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ فضا میں تین خلائی جسموں کے ذرّات کی مخصوص بو پھیلی ہوئی تھی۔ جو اس بات کا ثبوت تھا کہ سمیان اپنے ساتھ مارگن اور شارلٹ کو لے کر عہدِ ماضی کی تاریک خلاؤں میں ہمیشہ کے لیے گم ہو چکا ہے۔
گارشا نے اطمینان کا سانس لیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ اُس کا دل سمیان کے لیے عقیدت کے جذبات سے بھر گیا۔ گارشا اس بلڈنگ کی چھت پر چڑھ گئی۔ بلڈنگ کے کمروں میں اس نے عورتوں بچوں اور مردوں کو دیکھا کہ جو جس حالت میں تھا اسی عالم میں پتھر کا بُت بن گیا تھا۔ چولہوں میں جلتی آگ کے شعلے بھی وہیں پتھر بن چکے تھے اور دیگچیوں میں پکتا کھانا جم کر ٹھنڈا ہو چکا تھا۔
گارشا نے ایک نظر کراچی شہر پر ڈالی۔ پہلی بار روشنیوں کے اس خوب صورت شہر کو اندھیرے اور گہری خاموشی میں ڈوبا دیکھ کر گارشا کا دل بھر آیا۔ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے دُعا کی۔
"اے ارض و سما کے مالک! تو اگر چاہے تو صحرا میں چشمہ پھوٹ پڑے۔ جہاں کبھی بارش نہیں ہوئی وہاں موسلا دھار بارش ہونے لگے۔ تو اگر چاہے تو مُردوں کو پھر سے زندہ کر دے۔ اس شہر کو اس ملک کو تو نے ایک بھیانک شیطانی قاتل سے تو نجات

دلادی ہے۔ اب ان بے گناہ معصوم لوگوں کو بھی زندہ کر دے۔ اور خلائی شیطانوں کی شعاعوں کا اثر زائل کر دے۔"

دُعا مانگنے سے گارشا کے دل کو کچھ حوصلہ ہوا۔ اب وہ عمران شیبا اور تانیا کی خبر لینے کے لیے اسپیشل فورس ہیڈکوارٹرز کی طرف چلی جہاں دوسرے پولیس افسروں اور انسپکٹر شہباز کے ساتھ عمران شیبا اور تانیا بھی پتھر کے بُت بنے اپنی اپنی کرسیوں پر اسی حالت میں بیٹھے تھے۔ جس حالت میں وہ مارگن کے خلائی کمپیوٹر کی منحوس شعاعوں کے پڑنے کے وقت تھے۔

گارشا ہیڈکوارٹرز کے میٹنگ روم میں کھڑی اداس نظروں سے عمران، شیبا، تانیا، انسپکٹر شہباز اور دوسرے پولیس افسروں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اب یہ لوگ کیسے دوبارہ زندہ ہوں گے۔ وہ انھیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکتی تھی۔ کیوں کہ ہاتھ لگنے سے وہ ریت کی ڈھیری بن کر ہمیشہ کے لیے موت کی آغوش میں جا سکتے تھے۔ گارشا خاموشی کے ساتھ ہال کمرے سے باہر نکل آئی۔ سامنے احاطے میں بھی لوگ پتھر بنے کھڑے تھے۔ سڑکوں کا بھی یہی حال تھا۔ جو گاڑی، جو آدمی، جو عورت جہاں جس حالت میں تھی وہیں پتھر کا بُت بن گئی تھی۔ گارشا بڑی احتیاط کے ساتھ ان کے درمیان سے گزر کر فٹ پاتھ پر آگئی۔ سارا شہر تاریکی اور سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔ گارشا چلتی ہوئی شہر کے جنوبی علاقے میں نکل آئی۔ اسے آسمان کی بلندیوں پر دو ہیلی کاپٹر چکر لگاتے نظر آئے۔ وہ اتنی بلندی پر تھے کہ ان کی بڑی دھیمی آواز گارشا تک پہنچ رہی تھی۔ یہ شاید فوج کے ہیلی کاپٹر تھے جو شہر کے حالات معلوم کرنے آئے تھے۔ ان میں سے اچانک سرچ لائٹیں نکل کر شہر کی عمارتوں پر پڑیں۔

جس بلندی پر یہ ہیلی کاپٹر تھے وہاں تک خلائی کمپیوٹر کی شعاعوں کا اثر نہیں گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر والوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ ایک خاص بلندی سے نیچے آنے پر وہ بھی ساکت ہو جائیں گے۔ اسی لیے وہ نیچے نہیں آ رہے تھے۔

گارشا آگے بڑھ گئی۔ اب وہ ایک پُل پر سے گزر رہی تھی۔ اس کے ذہن میں خیالات بڑی تیزی سے گردش کر رہے تھے۔ وہ شہر کے لوگوں کو پھر سے زندگی کی خوشیوں سے ہمکنار کرنے کا کوئی طریقہ تلاش کرنا چاہتی تھی۔ مگر اس کے ذہن میں کوئی حل نہیں آ رہا تھا۔ اچانک اُسے اوثان سیارے کی خلائی انرجی یعنی خلائی طاقت اوٹاشا کا خیال آ گیا۔ اوثان کی خلائی مخلوق کو کبھی کوئی مصیبت نہیں پڑتی تھی۔ اگر کبھی کسی کو کوئی ایسا مسئلہ پڑ جاتا جو اس سیارے کی جدید ترین سائنس بھی حل نہیں کر سکتی تو وہ خلائی انرجی یا خلائی طاقت اوٹاشا کو آواز دیتا۔ اوٹاشا ایک ایسی خلائی توانائی تھی جو کچھ لے کر کچھ دیتی تھی۔ اگرچہ اس کا طرزِ عمل خود غرضانہ تھا، مگر یہی اس کا طریقہ تھا۔ اور وہ سوال کرنے والے کا معمّہ حل کر دیتی تھی۔

گارشا نے سوچا کہ کیوں نہ اس مسئلے کا حل خلائی انرجی اوٹاشا سے دریافت کیا جائے۔ وہ جو شرط لگائے گی میں اسے پورا کر دوں گی۔ یہ ایک پوری انسانی نسل کی زندگی اور اس کے سنہری مستقبل کا سوال تھا۔ گارشا اس کے لیے کوئی بھی قربانی دینے کو تیار تھی۔ چنانچہ وہ دوڑتی ہوئی ایک کھلی جگہ پر آ گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے آپ کو اپنے سیارے اوثان کی فضاؤں میں پہنچایا اور جسم کی پوری توانائی اور طاقت کے ساتھ اوٹاشا کو آواز دی۔ اسے شک تھا کہ شاید اوٹاشا اس کی آواز نہیں سن

سکے گی، مگر وہ یہ دیکھ کر حیران بھی ہوئی اور خوش بھی کہ اوٹاشا نے اس کی پکار کا جواب دیا۔ "کیا بات ہے گارشا؟ تم نے مجھے کیوں آواز دی ہے؟" گارشا نے ساری صورتِ حال بتائی اور کہا کہ میں اس شہر کے لوگوں کو مارگن کی خلائی شعاعوں سے نجات دلانا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ اس پرسکون اور ہنستے کھیلتے روشنیوں کے شہر کی زندگی پھر سے واپس آجائے۔ اوٹاشا نے کہا:

"اس کی ایک شرط ہے؟"

گارشا نے کہا، "مجھے ہر شرط منظور ہے۔"

اوٹاشا کی آواز آئی۔

"یہاں سے کروڑوں کھربوں میل دور ایک ویران تاریک سیارے میں میری ایک دیوانی بیٹی رہتی ہے۔ مجھے اس کی خدمت کے لیے ایک غلام عورت کی ضرورت ہے۔ اس شہر کی رونقیں واپس آجائیں گی، مگر تمھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ویران تاریک سیارے میں میری پاگل بیٹی کی خدمت گزاری میں رہنا ہوگا۔ کیا تمھیں منظور ہے؟"

گارشا نے کہا، "میں نے پاکستان کے پُرامن لوگوں کی خوشیوں کے لیے ایک بار تو کیا ایک ہزار بار اپنی زندگی قربان کرسکتی ہوں۔ مجھے منظور ہے۔"

اوٹاشا کی آواز آئی۔ "ٹھیک ہے۔ تمھاری خواہش پوری ہوگی۔"

اس کے ساتھ ہی گارشا کو محسوس ہوا کہ اس کی گردن اور پاؤں جیسے جکڑے گئے ہیں۔ وہ اپنی مرضی سے ایک قدم بھی نہ اٹھا سکتی تھی۔

اوٹاشا کی آواز آئی۔ "میں نے تمھیں اپنا قیدی بنالیا ہے۔"

گارشا نے کہا، "مگر کراچی شہر ابھی تک تاریک ہے۔ اس کے لوگ پتھر کے بُت ہیں۔"

اوٹاشا نے کہا۔" شہر کی طرف ایک بار پھر دیکھو"
جوں ہی گارشا نے شہر کی طرف دوسری بار نظر ڈالی شہر روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ پُل پر سے ٹریفک گزر رہی تھی۔ ہر طرف زندگی کی پُر جوش آوازیں آنے لگی تھیں۔ بسیں، گاڑیاں، رکشے، موٹر سائیکلیں اور اسکوٹر تیزی سے گزر رہے تھے۔ آسمان پر ایک ہوائی جہاز بھی ایئرپورٹ کی طرف جا رہا تھا۔
گارشا کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔ شہر پر سے اوٹان کی منحوس کمپیوٹر شعاعوں کا اثر ختم ہو چکا تھا۔ گارشا خود ایک قدم نہیں اُٹھا سکتی تھی۔ وہ خود جیسے پتھر بن گئی تھی۔ اس نے اوٹاشا سے کہا۔" کیا میں اپنے بھائی بہنوں عمران، اور شیبا کو ایک نظر دیکھ سکتی ہوں؟" اوٹاشا کی آواز آئی۔
"تم دُور سے انھیں صرف دیکھ سکو گی۔ اُن سے کوئی بات نہیں کر سکو گی"
گارشا نے کہا۔" مجھے منظور ہے"
پھر اوٹاشا کی خلائی طاقت نے گارشا کو زمین پر سے اٹھا لیا اور ہوا میں اُڑاتی تیزی سے ہیڈکوارٹرز کے ہال کمرے کے دروازے کے اوپر لے آئی۔ اوٹاشا نے کہا،" تم صرف پندرہ سیکنڈ کے لیے یہاں ہو"
گارشا نے دیکھا کہ عمران، شیبا، تانیا اور انسپکٹر شہباز بڑے خوش خوش ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہال کمرے سے نکل رہے تھے۔ عمران کہہ رہا تھا" گارشا کو تلاش کریں انسپکٹر! مجھے یقین ہے یہ اسی کی کوشش ہے کہ مارگن کی شعاعوں سے ہمیں چھٹکارا مل سکا"
گارشا نے دل میں کہا،" عمران! یہ اللہ کا کرم ہوا ہے اس شہر پر۔ میرے لیے بھی دعا کرتے رہنا۔ اللہ حافظ! اب شاید

ہی کبھی ملاقات ہو۔"
گارشا کی آنکھوں میں پہلی بار آنسو آ گئے۔ دوسرے لمحے اوٹاشا نے اُسے تیزی سے فضا میں کھینچ لیا اور وہ خلاؤں کو چیرتی ایک بے جان بُت کی طرح کسی گمنام ویران اور تاریک سیارے کی طرف چلی جا رہی تھی۔

خطرناک سگنل ــــ اے حمید ــــ قیمت ۱۰ روپے

خلائی ایڈونچر سیریز کا رنگین تصویروں سے مزین پہلا ناول
دو نوجوان بچوں کی خلائی مخلوق کے خلاف جنگ کی
دل چسپ کہانی

لاش چل پڑی ــــ اے حمید ــــ قیمت ۱۰ روپے

خلائی ایڈونچر سیریز کا دوسرا دل چسپ ناول۔ قدم قدم
پر حیرت انگیز واقعات۔ ہماری زمین پر خلائی مخلوق کی
خطرناک سرگرمیاں۔

ابو داؤد کا انجام ــــ ظفر محمود ــــ قیمت ۱۰ روپے

تاریخ کے پس منظر سے ابھرنے والی دل چسپ کہانیاں

مونٹی کرسٹو کا نواب ــــ مسعود احمد برکاتی ــــ قیمت ۱۲ روپے

ایک باہمت ملاح کی حیرت انگیز باتصویر کہانی۔